



قرآن و حدیث، انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اہل بیت اطہار
بزرگان دین، اولیائے کرام اور مسلمان حکمرانوں کے ایمان افروز، باطل سوز،
وجد آفرین، اور انتہائی دلنشین ۲۰۰



# دل بہار واقعات

مکمل

تصنیف لطیف


الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور



ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

قرآن و حدیث، انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اہل بیت اطہار
بزرگانِ دین، اولیائے کرام اور مسلمان حکمرانوں کے ایمان افروز، باطل سوز،
وجد آفریں، اور انتہائی دلنشین ۲۰۰

# دل بہار واقعات

تصنیف لطیف


الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور



ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | ............ | دل بہار واقعات |
| مؤلف | ............ | الحافظ القاری مفتی غلام حسن قادری |
| | | مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور |
| پروف ریڈنگ | ............ | پیر طریقت حضرت مولانا قاری محمد اصغر نورانی |
| خصوصی دعا | ............ | پیر سیّد طاہر حسین شاہ کاظمی پاک پتن شریف |
| حسب فرمائش | ............ | پیر حافظ محمد عثمان نوشاہی قادری رہنما سنی تحریک لاہور |
| | | الحافظ القاری محمد اختر سیالوی گڑھی شاہو لاہور |
| تحریک وتشویق | ............ | حضرت مولانا قاری خدا بخش بصری |
| | | حضرت مولانا قاری ریاض احمد فاروقی |
| | | حضرت مولانا محمد عبد الرشید قادری عطاری |
| صفحات | ............ | 672 |
| تعداد | ............ | 600 |
| کمپوزنگ | ............ | آصف حفیظ |
| اشاعت | ............ | مارچ 2014ء |
| ناشر | ............ | محمد اکبر قادری |
| قیمت | ............ | 450 روپے |

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر
40 اردو بازار لاہور

# فہرست

# شرفِ انتساب

خلیفۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، محقق دوراں،
فقیہِ زماں، مفتی اسلام، حضرت العلام قبلہ پیر
مفتی غلام جان قادری، رضوی، علوی، ہزاری رحمۃ اللہ علیہ
کے نام نامی اسم گرامی کی طرف منسوب کرتا ہوں۔

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

# الاھداء

شمشیرِ بے نیام ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ
یادگارِ اسلاف حضرت علامہ صاحبزادہ مولانا
قاضی محمد مظفر اقبال قادری رضوی چشتی مصطفوی
کی دینی مسلکی ملی ملکی
اور سیاسی خدمات کی "نذر"

غلام حسن قادری

# خطبہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْفِ بِعِبَادِہٖ عِنْدَ حُلُوْلِ الْاَھْوَالِ ○ اَلْقَرِیْبِ بِجَلِیْلِ اِحْسَانِہٖ لِمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیْہِ بِجَمِیْلِ الْاَعْمَالِ ○ اَلْمُسْعِفِ بِعَظِیْمِ اَفْضَالِہٖ مَنْ تَوَکَّلَ عَلَیْہِ فِیْ جَمِیْعِ الْاَحْوَالِ ○ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○ اَحْمَدُہٗ وَاَشْکُرُہٗ عَلٰی مَآ اَوْلٰی مِنَ النِّعَمِ الْبَھِیَّۃِ ○ وَاسْتَغْفِرُہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ذُوالْمَوَاھِبِ السَّنِیَّہِ ○ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَفْوَۃُ الْبَرِیَّۃِ○

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔



إن الله وملٰئكته يصلون على النبي يٰأيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما

الصلوٰة والسلام عليك يا سيدي

يا رسول الله

صلى الله عليه وسلم

وعلى آلك واصحابك يا سيدي يا حبيب الله

(1)

# کعبہ معظّمہ اور قریش کے لئے عزت و تعظیم کا دن

بروز منگل 17 رمضان 8 ہجری کی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرالظہران سے مکہ روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوسفیان کو راستے میں پہاڑ کے ناکے پر روک کر رکھا جائے تاکہ وہ وہاں سے گزرنے والی خدائی فوجوں کو دیکھ سکے۔

انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ وہ ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو بولے: اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ اَلْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْحُرْمَةُ .

ترجمہ: آج خونریزی اور مار دھاڑ کا دن ہے۔ آج حرمت حلال کر دی جائے گی آج اللہ نے قریش کی ذلت مقدر کر دی ہے۔

اس کے بعد جب وہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو ابوسفیان نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے وہ بات نہیں سنی جو سعد نے کہی ہے؟ آپ نے دریافت فرمایا: سعد نے کیا کہا ہے؟ ابوسفیان نے کہا: انہوں نے ایسی ایسی (ہولناک) باتیں کہی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: نہیں بلکہ آج کا دن تو وہ دن ہے جس میں کعبہ کی تعظیم کی جائے گی۔ آج کا دن تو وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ قریش کو عزت بخشے گا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیج کر ان سے جھنڈا لے لیا اور ان کے صاحبزادے قیس کے حوالے کر دیا۔

ابوسفیان تیزی سے بھاگا۔ مکہ پہنچا اور بلند آواز سے پکارنے لگا: قریش کے لوگو! یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تمہارے پاس اتنا بڑا لشکر لے کر آئے ہیں کہ مقابلے کی تاب

نہیں لہٰذا جو ابوسفیان کے گھر آجائے اسے امان ہے۔ یہ سن کر اس کی بیوی ہند بنت عتبہ بڑے طیش میں اٹھی اور اس کی مونچھ پکڑ کر بولی: مار ڈالو اس مشک کی طرح چربی سے بھرے ہوئے پتلی پنڈلیوں والے کو۔ معلوم نہیں یہ کیا کہہ رہا ہے۔ ہندہ نے اپنے شوہر کو اور بھی بہت کچھ برا بھلا کہا۔ لوگ سٹپٹا کر جمع ہو گئے کہ خدا جانے ان دونوں کو کیا ہو گیا۔

ابوسفیان نے کہا: تمہاری بربادی ہو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا لشکر لے کر آئے ہیں جس کے مقابلے کی کسی کو تاب نہیں۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''مرالظہران'' سے روانہ ہو کر ''ذی طویٰ'' پہنچے۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے بخشے ہوئے اعزازِ فتح پر فرطِ تواضع سے اپنا سر جھکا رکھا تھا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کے بال کجاوے کی لکڑی سے جا لگے تھے۔

ذی طویٰ میں آپ نے لشکر کی ترتیب و تقسیم فرمائی۔ خالد بن ولید کو داہنے پہلو پر رکھا کہ وہ مکہ میں زیریں حصے سے داخل ہوں۔ اگر قریش میں سے کوئی آڑے آئے تو اسے کاٹ کر رکھ دیں یہاں تک کہ آپ سے صفا پر آملیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پیادے پر مقرر تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی راہ میں جو مشرک بھی آیا اسے موت کی نیند سلا دیا گیا۔ خندمہ کے مقام پر ایک جھڑپ میں بارہ (12) مشرک مارے گئے۔

## حق آگیا اور باطل بھاگ گیا:

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور آگے پیچھے اور دائیں بائیں موجود انصار و مہاجرین کے ہجوم میں مسجد حرام کے اندر تشریف لے گئے۔ آگے بڑھ کر حجر اسود کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک کمان تھی۔ بیت اللہ میں اور اس کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کمان سے ان بتوں کو ٹھکراتے اور ضرب لگاتے جاتے تھے اور

فرماتے جاتے تھے: وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔
''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل یقیناً مٹ جانے والی چیز ہے۔''
اس صدائے مقدس کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کی ضرب سے بت منہ کے بل گرتے جاتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف اپنی اونٹنی پر بیٹھ کر فرمایا اور حالت احرام میں نہ ہونے کی وجہ سے صرف طواف ہی پر اکتفا کیا۔ تکمیل طواف کے بعد حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ ان سے کعبہ کی کنجی لی' پھر آپ کے حکم سے خانہ کعبہ کا تالا کھولا گیا۔

(البدایہ والنہایہ' 4/285-296 ''ملخصا'' والسیرۃ النبویہ لابن ہشام' 4/42-55)

قریش مسجد حرام میں صف در صف بیٹھے تھے اور مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ انہیں انتظار تھا کہ دیکھیں اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے کے دونوں بازو تھام لئے۔ قریش نیچے کھڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خطاب فرمایا:

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور تن تنہا سارے جتھوں کو شکست دے دی۔ سنو! بیت اللہ کی کلید برداری اور حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ سارا اعزاز و کمال اور جاہلیت کا خون میرے ان دونوں قدموں تلے ہے۔ یاد رکھو' قتل خطا شبہ عمد میں' جو کوڑے یا ڈنڈے سے ہو' مغلظ دیت ہے' یعنی سو اونٹ جن میں سے چالیس اونٹنیوں کے شکموں میں ان کے بچے ہوں۔ (مسند احمد' 2/187)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: قریش کے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے۔ میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ وہ سب بیک زبان بولے: آپ اچھا ہی کریں گے۔ آپ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے صاحبزادے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: تو میں تم سے وہی بات کہہ رہا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی کہ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام 55-54/4)

(حضرت یوسف علیہ السلام نے تو اپنے بھائیوں کو معاف کیا تھا اور بھائیوں کو لوگ معاف کرتے ہی رہتے ہیں میرے آقا علیہ السلام نے تو اپنے خون کے دشمنوں کو معاف فرمادیا۔ سبحان اللہ۔)

اب نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کعبے پر چڑھو اور اذان کہو!

اس وقت ابوسفیان بن حرب' عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام کعبہ کے صحن میں بیٹھے تھے۔ عتاب نے کہا: اللہ نے اسید کو یہ شرف بخشا کہ وہ پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔ انہوں نے یہ (اذان) نہ سنی ورنہ انہیں ایک ناگوار چیز سننی پڑتی۔ اس پر حارث نے کہا: سنو! واللہ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ حق پر ہیں تو میں ان کا پیروکار بن جاؤں گا۔ اس پر ابوسفیان نے کہا: دیکھو! واللہ! میں کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ اگر میں بولوں گا تو یہ کنکریاں بھی میرے بارے میں خبر دے دیں گی۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا تم لوگوں نے ابھی جو باتیں کی ہیں' ان کی اطلاع مجھے مل چکی ہے' پھر آپ نے ان کی گفتگو دہرادی۔ اس پر حارث اور عتاب بول اٹھے ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ کی قسم! کوئی اور شخص ہمارے پاس تھا ہی نہیں جو ہماری اس گفتگو سے آگاہ ہوتا اگر ہمارے ساتھ کوئی اور آدمی ہوتا تو ہم سمجھتے کہ اسی شخص نے آپ کو اطلاع دی ہوگی۔

(البدایۃ والنہایۃ' 298/4 والسیرۃ النبویۃ لابن ہشام' 56/4)

## اتنی مصروفیت کے باوجود نماز چاشت کی ادائیگی:

ایک فاتح فتح کے دن کس قدر مصروف ہوتا ہے لوگ تو ایسے موقعوں پر فرائض کو بھی

بھول جاتے ہیں لیکن اسی روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں غسل فرمایا اور ان ہی کے گھر میں آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ یہ چاشت کا وقت تھا اسی لئے کسی نے اسے چاشت کی نماز سمجھا اور کسی نے فتح کی نماز۔ ام ہانی نے اپنے دو دیوروں کو پناہ دے رکھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام ہانی! جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تسلی اس لئے دی کہ ام ہانی کے بھائی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان دونوں کو قتل کرنا چاہتے تھے' اس لئے ام ہانی نے ان دونوں کو چھپا کر گھر کا دروازہ بند کر رکھا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے تو محترمہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے دیوروں کے بارے میں سوال کیا اور مذکورہ جواب سے سرفراز ہوئیں۔

(صحیح البخاری حدیث 357، صحیح مسلم حدیث 336)

## بھاگنے والوں کا حال:

عکرمہ بن ابی جہل مکہ سے نکل بھاگا' اس نے یمن کی راہ لی لیکن اس کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور شوہر کے لئے امان کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امان دے دی۔ اس کے بعد وہ عکرمہ کے پیچھے بھاگی اور اسے ساتھ لے آئی۔ اس نے واپس آ کر اسلام قبول کیا اور اس کے اسلام کی کیفیت بہت اچھی رہی۔ (الرحیق المختوم ص 538)

ہبار بن اسود وہی شخص ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ان کی ہجرت کے موقع پر ایسا کچوکا مارا تھا کہ وہ ہودج سے گر کر ایک چٹان پر جا پڑی تھیں اور اس سانحے کی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ یہ شخص بھی فتح مکہ کے روز نکل بھاگا۔ بالآخر مسلمان ہو گیا۔ اس کے اسلام کی کیفیت بھی بہت اچھی رہی۔ (ایضاً ص 539)

ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ بھیس بدل کر آئی۔ اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ

عنہ کی لاش سے جو وحشیانہ سلوک کیا تھا اس کی وجہ سے وہ خوفزدہ تھی کہ مبادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہچان لیں۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت شروع کی تو فرمایا میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی بات دہراتے ہوئے عورتوں سے اس بات پر بیعت لی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور چوری نہ کرو گی۔ اس پر ہندہ بول پڑی کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہے۔ اگر میں اس کے مال میں سے کچھ لے لوں تو؟ ابوسفیان (جو وہیں موجود تھے) وہ معاً بولے: تم جو کچھ لے چکی ہو وہ تمہارے لئے میری طرف سے حلال ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے۔ آپ نے ہندہ کو پہچان لیا۔ فرمایا: اچھا...... تو تم ہو ہندہ؟ وہ بولی جی ہاں اے اللہ کے نبی! بیتے دنوں میں جو کچھ ہو چکا ہے اسے معاف فرما دیجئے۔ اللہ آپ کو معاف فرمائے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور زنا نہ کرو گی۔ اس پر ہندہ نے کہا: بھلا کہیں حرہ (آزاد عورت) بھی زنا کرتی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی۔ ہندہ نے کہا: ہم نے تو بچپن میں انہیں پالا پوسا لیکن وہ بڑے ہوئے تو آپ لوگوں نے انہیں قتل کر دیا اس لئے آپ اور وہ بہتر ہی جانیں۔ یاد رہے کہ ہندہ کا بیٹا حنظلہ بن ابی سفیان بدر کے دن قتل کر دیا گیا تھا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس قدر ہنسی آئی کہ ہنستے ہنستے چت لیٹ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارک پر بھی تبسم نمودار ہو گیا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور کوئی بہتان نہ گھڑو گی۔ ہندہ نے کہا: واللہ! بہتان بڑی بری بات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں واقعی سیدھی اور سچی راہ اور مکارم اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی معروف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کرو گی۔ ہندہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس مجلس میں

اس نیت سے نہیں آئیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی بھی کریں گی۔
ہندہ نے اس مقدس مجلس سے واپس جاتے ہوئے اپنا بت توڑ دیا۔ وہ بت کو توڑتی جاتی تھی اور کہتی جاتی تھی (اے کمبخت) ہم تو تیرے بارے میں دھوکے میں ہی مبتلا رہے۔ (البدایہ والنہایہ 4/312-314)

## جو دلوں کو فتح کرے وہی فاتح زمانہ:

8 ہجری 20 رمضان المبارک کو اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مندی کا تاج پہنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ ذرا چشم تصور سے قریش کے سرکش متکبر و مغرور' تنومند' دیوہیکل جوانوں کو دیکھئے' ان کے مددگاروں کی طرف نظر دوڑایئے کہ آج کس طرح ذلیل وخوار ہو کر جان کے خوف سے مارے مارے پھر رہے ہیں۔ کون کون سے ظلم وستم اور جرائم و ذمائم ہیں جو ان سفاک لوگوں نے نہیں کیے تھے۔ یہ سب لوگ صفا پہاڑی کے دامن میں کھڑے ہیں۔
بتوں کو یعنی قریش کے جھوٹے معبودوں کو ان کے سامنے توڑا جا رہا ہے۔ وہ پاش پاش ہو کر گر رہے ہیں' ریزہ ریزہ ہو رہے ہیں اور اس عمل کے ساتھ ہی قریش کا غرور و تکبر بھی پاش پاش ہو رہا ہے۔ آج کعبہ کے در و دیوار اللہ اکبر' اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج رہے ہیں۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کی گونج پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچ رہی ہے۔ آج ہر طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا پھریرا لہرا رہا ہے۔
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کی خوشی میں آٹھ رکعت نماز ادا کر رہے ہیں۔ اپنے وحدہ لاشریک اور طاقتور رب کے سامنے نہایت عاجزی کے ساتھ اس کا شکر ادا کر رہے ہیں۔
مکہ والوں کی نگاہیں' خوف کے مارے زمین پر گڑی ہوئی ہیں اور دلوں میں یہ اندیشے موجزن ہیں کہ اب ان کے ساتھ کیا سلوک ہو گا؟
اعلان ہوتا ہے: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے امان ملے گی' جو

بیت اللہ میں آ گیا اس کے لئے بھی امن ہے اور جو اپنے گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھ گیا اسے بھی امان مل جائے گی۔

پھر ایک دل نواز نورانی آواز آتی ہے۔ مکہ والو! اسلام لے آؤ' سلامتی پا جاؤ گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس اعلان کرتی ہے:

''اکیلے رب کی بادشاہی ہے جس کا کوئی شریک نہیں' جس نے اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا' اپنے بندے کی امداد کی اور تمام گروہوں کو اسی وحدہ لاشریک نے شکست فاش دی۔''

بھر پور انکسار کے ساتھ اعلان ہوا۔ سنو! بیت اللہ کی کلید برداری اور حاجیوں کو پانی پلانے کے سوا تمام اعزازات' کمالات اور خون کے دعاوی میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہیں۔ پھر نظریں جھکائیں اور قریش سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے قریش کے لوگو! جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟''

جواباً صدا اٹھی:

''آپ سے خیر اور بھلائی کی امید ہے۔ آپ رحم و کرم والے بھائی ہیں اور رحم و کرم فرمانے والے بھائی کے بیٹے ہیں۔''

رحم طلب جذبوں سے بھیگی اس صدا کے جواب میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس موقع پر میں وہی کچھ کہوں گا جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ آج تم پر کوئی ملامت نہیں' جاؤ! تم سب آزاد ہو۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے گرد طواف کے سات چکر لگائے' پھر بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے اور نماز ادا کی۔

بنو بکر سے تعلق رکھنے والا حماس بن قیس' مکہ کا ایک مشرک تھا۔ وہ کئی روز سے اپنے ہتھیار تیار کر رہا تھا تاکہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی سپاہ کا مقابلہ کر سکے۔ فتح

کے دن صبح سویرے اپنی بیوی سے کہنے لگا: آج میں محمد کے ساتھیوں میں سے ایک کو تمہارے لئے غلام بنا کر لاؤں گا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بڑی سراسیمگی اور حواس باختگی کی حالت میں گھر پہنچا' کہا نیک بخت! جلدی سے دروازہ بند کر دے!

بیوی نے طنزاً کہا اے! وہ تمہارا غلام کہاں ہے؟ وہ بولا:

''اے نیک بخت! گر تم نے جنگ خندمہ کا حال دیکھا ہوتا جبکہ صفوان اور عکرمہ جیسے جری سردار بھاگ کھڑے ہوئے اور سونتی ہوئی تلواروں سے ہمارا استقبال کیا گیا' جو کلائیاں اور کھوپڑیاں یوں کاٹ رہی تھیں کہ پیچھے سوائے ان کے شور وغوغا اور آہ وفغاں کے کچھ سنائی نہ دیتا تھا' تو تم مجھ سے ادنیٰ سی ملامت کی بات بھی نہ کرتیں۔''

اور پھر لوگوں نے بہت حیرت واستعجاب سے یہ منظر دیکھا: بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی بن حرب پیش ہوا۔ یہ فتح مکہ کے دن سوئے طائف بھاگ نکلا۔ اب وہ اپنے خاندان کے ساتھ اس حال میں پیش ہوا کہ کلمہ طیبہ زبان پر جاری تھا اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے امن' پناہ اور جان بخشی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وحشی آیا ہے؟

عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

ارشاد ہوا ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم نے میرے پیارے چچا کو کیسے شہید کیا تھا؟

جب اس نے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ ارشاد ہوا وحشی! مجھ سے اپنا چہرہ دور کر لو!

سید الشہداء چچا سے بدرجۂ غایت محبت کے باوجود نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے قاتل کا اسلام بھی قبول فرمایا اور اسے معاف کر دیا۔ کیا تاریخ نے عفو ودرگزر اور رحم وکرم کی ایسی مثال کبھی دیکھی ہے؟ یہ سوال قیامت تک دامن پھیلائے کھڑا رہے گا مگر تاریخ کی جھکی ہوئی پیشانی اس کا جواب کبھی نہ دے سکے گی۔

([illegible] حدیث 4280، 428[illegible] 4: 287، 300)

## اتنا بڑا حوصلہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہو سکتا ہے:

فتح مکہ کے روز جب عام معافی کا اعلان ہوا تو اہل مکہ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔ان میں عورتیں بھی شامل تھیں۔وہ ٹولیوں کی شکل میں آنے لگیں۔انہی میں چھپتے چھپاتے ہندہ بنت عتبہ بھی آئی۔سید الکونین کے عم محترم سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کے ساتھ اس کا انسانیت سوز کردار بالکل عیاں تھا۔خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت تکلیف دینا' اس کا مقصد حیات تھا۔اس کے جرائم بے حد بھیانک' خوفناک اور نا قابل معافی تھے مگر بارگاہِ نبوت میں اس کا اسلام بھی قبول ہوا اور اسے معاف کر دیا گیا۔ہندہ بنت عتبہ عفو و درگزر کے اس مظاہرے سے اس قدر متاثر ہوئی کہ کفر و شرک اور بتوں سے اس کی محبت کا طلسم پاش پاش ہو گیا۔بتوں کے بارے میں اس کی نگاہوں پر پڑا ہوا پردۂ فریب چاک ہوا۔وہ دولت اسلام سے مالا مال ہو کر گھر واپس گئی۔بتوں کو حقارت سے دیکھا' پھر انہیں توڑنے لگی۔بتوں کو توڑتی جاتی تھی اور ساتھ ساتھ کہتی جاتی تھی ہائے بدبختو! ہم تمہارے بارے میں کتنے دھوکے میں مبتلا تھے' اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بکری کے دو بچے بطور ہدیہ ارسال کئے۔عرض کیا ہماری بکریاں بہت کم بچے دے رہی ہیں۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی تو بہت زیادہ بکریاں ہو گئیں۔محتاجوں کو بکریاں دیتی اور کہتی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ہیں' اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اسلام کی دولت بخشی۔

فتح مکہ تاریخ اسلامی کا نا قابل فراموش واقعہ ہے۔اس روز اللہ نے اسلام کی عزت کو چار چاند لگائے۔کفر و شرک پر کاری ضرب لگی۔بیت اللہ میں اللہ کا کلمہ گونجا اور حرم مکی کو مشرکین سے اور ان کے معبودان باطلہ سے پاک کر دیا گیا۔اس دن عفو و درگزر کی وہ نادر مثالیں قائم ہوئیں کہ تاریخ انسانی ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔کیا تاریخ عالم نے کوئی ایسا شفیق اور عالی ظرف قائد دیکھا ہے؟

(تاریخ الطبری 174/3' واسد الغابۃ 281/7' والاصابۃ فی تمییز الصحابۃ 426-425/4)

# (2)

# جنت کے سبز حُلّے

حضرت سیدنا ابراہیم بن عبداللہ بن علاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ابو عامر واعظ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ایک مرتبہ میں مسجد نبوی شریف کی نور بار فضاؤں میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک کالا غلام آیا جس کے پاس ایک خط تھا۔ اس نے وہ خط مجھے دیا اور پڑھنے کو کہا۔ میں نے خط کھولا تو اس میں یہ مضمون لکھا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

(اے ابو عامر رحمۃ اللہ علیہ!) اللہ تعالیٰ نے آپ کو امورِ آخرت میں غور و خوض کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔ آپ کو (لوگوں سے) عبرت حاصل کرنے کی توفیق بخشی اور خلوت نشینی کی عظیم دولت سے سرفراز فرمایا۔ اے ابو عامر! بے شک میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ان بھائیوں میں سے ہوں جو سفرِ آخرت کے مسافر ہیں۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں آئے ہوئے ہیں، مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی اور میں آپ کی زیارت کا متمنی ہوں اور مجھے آپ کی صحبت اختیار کرنے اور آپ کی گفتگو سننے کا اتنا شوق ہے کہ میرا رُواں رُواں آپ کے دیدار کی طلب میں تڑپ رہا ہے۔ آپ کو اس کریم ذات کا واسطہ جس نے آپ کو محبت کے جام پلائے مجھے اپنی قدم بوسی اور زیارت سے محروم نہ کیجئے گا (برائے کرم میرے غریب خانہ پر تشریف لائیے اور مردہ دلوں کو جلا بخشیے) والسلام

حضرت سیدنا ابو عامر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں اسی وقت اس خط لانے والے

غلام کے ساتھ اس کے آقا کے گھر کی طرف چل دیا۔ ہم چلتے ہوئے ایک ویران جگہ پر پہنچے۔ وہاں ایک خستہ حال ٹوٹا پھوٹا گھر تھا۔ غلام نے مجھے دروازے کے پاس کھڑا کیا اور کہا آپ تھوڑی دیر یہاں انتظار فرمائیں' میں آپ کے لئے اجازت طلب کرتا ہوں۔ چنانچہ میں وہاں انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد غلام نے آکر کہا حضور! اندر تشریف لے آیئے۔ جب میں کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا: کمرہ نہایت بوسیدہ اور خالی ہے' اس کا دروازہ کھجور کے تنے سے بنا ہوا ہے اور ایک نہایت کمزور و نحیف شخص قبلہ رو بیٹھا ہوا ہے۔ چہرے پر خوف و کرب کے آثار نمایاں ہیں اور اسے دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ یہ شدید غم و پریشانی میں ہے۔ کثرت بکاء (بہت زیادہ رونے) کی وجہ سے اس کی آنکھیں بھی ضائع ہو چکی تھیں۔ میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ اندھا اور اپاہج بھی ہے اور نہایت غم و الم میں مبتلا ہے اور اسے جذام کی بیماری بھی لاحق ہے۔ پھر اس نے مجھ سے کہا: ''اے ابو عامر! اللہ آپ کے دل کو گناہوں کی بیماری سے حفاظت میں رکھے' میں ہمیشہ اس بات کا خواہش مند رہا ہوں کہ آپ کی صحبت اختیار کروں اور آپ سے نصیحت آموز گفتگو سنوں۔ اے ابو عامر! مجھے ایک ایسا زخم دل لاحق ہے کہ تمام واعظین و ناصحین بھی اس کا علاج نہ کر سکے اور اطباء اس کے علاج سے عاجز آ چکے ہیں۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ کی تجویز کردہ دوا اور مرہم زخموں کے لئے بے حد سودمند ہے' برائے کرم! میرے زخمی دل کا علاج فرمائیں اگرچہ دوا کتنی ہی تلخ و ناگوار کیوں نہ ہو' میں شفاء کی امید لگائے دوا کی تلخی و ناگواری برداشت کر لوں گا۔

حضرت سیّدنا ابو عامر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس بزرگ کی یہ بات سن کر مجھ پر رعب و دبدبہ طاری ہو گیا۔ اس کی باتوں میں مجھے بڑی حقیقت نظر آئی۔ میں کافی دیر خاموش رہا اور غور و فکر کرتا رہا پھر میں نے اس بزرگ سے کہا اگر تم اپنی بیماری کا علاج چاہتے ہو تو اپنی نظر کو عالم ملکوت کی طرف پھیر لو' اپنے کانوں کو اسی عالم کی طرف مشغول کر

لو اور اپنے ایمان کی حقیقت کو جنت ماویٰ کی طرف منتقل کر لو۔ اگر ایسا کرو گے تو رب کائنات نے اپنے مقرب بندوں کے لئے جو نعمتیں اور آسائشیں اس میں رکھی ہیں وہ تم پر منکشف ہو جائیں گی۔ اسی طرح پھر اپنی تمام توجہ جہنم کی طرف کرو اور اس میں غور و فکر کرو اور حقیقی نظر سے اس کو دیکھو تو وہ تمام عذاب و مصائب نظر آ جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور نافرمانوں کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔ اگر اس طرح کرو گے تو تمہیں دونوں چیزوں میں فرق معلوم ہو جائے گا اور یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ نیکوں اور بدوں کی موت برابر نہیں۔

حضرت سیدنا ابو عامر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میری یہ بات سن کر وہ بزرگ رونے لگے اور سرد آہیں بھرنے لگے اور ایک چیخ مار کر کہنے لگے: ''اے ابو عامر! اللہ کی قسم! تمہاری دوا نے فوراً میرے زخمی دل پر اثر کیا ہے، میں امید رکھتا ہوں کہ تمہارے پاس مجھے ضرور شفاء نصیب ہو جائے گی، رحیم و کریم پروردگار آپ پر رحم فرمائے۔ مجھے مزید نصیحت فرمائیے۔''

حضرت سیدنا ابو عامر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر میں نے اس بزرگ سے کہا: ''اے مرد صالح! اللہ تعالیٰ تجھے اس وقت بھی دیکھتا ہے جب تو تنہائی میں ہوتا ہے اور جب تو خلوت میں ہوتا ہے تو بھی وہ تجھے دیکھتا ہے۔'' تو اس بزرگ نے پہلے کی طرح پھر چیخ ماری پھر فرمایا: ''وہ کون سی ہستی ہے جو میرے گناہوں کو معاف کرے، جو میرے غم و حزن کو دور کرے اور میری خطاؤں کو معاف کرے؟ اے میرے رحیم و کریم پروردگار! تیری ہی ذات ایسی ہے جو میری مددگار ہے اور میں تجھی پر بھروسہ کرتا ہوں اور تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں۔'' اتنا کہنے کے بعد وہ بزرگ زمین پر گرے اور ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت سیدنا ابو عامر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کچھ دیر بعد ایک لڑکی وہاں آئی جس نے اون کا کرتہ پہنا ہوا تھا اور اون ہی کی چادر اوڑھی ہوئی تھی اور اس کے ماتھے پر سجدہ کی

کثرت کی وجہ سے نورانی نشانات بن چکے تھے' روزوں کی کثرت کی وجہ سے اس کا رنگ زرد ہو گیا تھا اور طویل قیام کی وجہ سے پاؤں سوجھے ہوئے تھے۔ اس نے مجھ سے کہا: ''اے عارفین کے دلوں کو تقویت دینے والے اور اے غم زدوں کی مصیبتوں کو حل کرنے والے! تو نے بہت اچھا کیا' ان شاء اللہ تمہارا یہ عمل رائیگاں نہیں جائے گا' اے ابو عامر! یہ بزرگ میرے والد تھے اور تقریباً بیس سال سے کوڑھ کی بیماری انہیں لاحق تھی' یہ ہر وقت نماز ہی میں مشغول رہتے یہاں تک کہ یہ اپاہج ہو گئے' رونے کی کثرت کی وجہ سے ان کی آنکھیں ضائع ہو گئیں اور یہ اللہ رب العزت سے امید رکھتے تھے کہ آپ سے ملاقات ضرور ہو گی۔'' اور یہ فرمایا کرتے تھے ''میں ایک مرتبہ حضرت سیدنا ابو عامر وعظ رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں حاضر ہوا تھا۔ ان کی پر اثر باتوں نے میرے مردل کو زندہ کیا اور مجھے خواب غفلت سے بیدار کر دیا' اگر دوبارہ کبھی ان کی محفل میں چلا گیا یا ان کی باتیں سنیں تو میں ان کی باتیں سن کر ہلاک ہو جاؤں گا'' پھر وہ لڑکی کہنے لگی ''اے ابو عامر! اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے کہ تم نے میرے والد کو وعظ ونصیحت کی اور ان کو سکون وآرام مہیا کیا' اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اچھا صلہ عطا فرمائے۔''

پھر وہ لڑکی اپنے باپ کے پاس آئی اور آنکھوں کو بوسہ دینے لگی اور روتے ہوئے کہنے لگی ''اے وہ عظیم شخص جس نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو رو کر اپنی آنکھیں گنوا دیں! اے میرے کریم باپ! تجھے تیرے رب کے عذاب کی وعیدوں نے ہلاک کر دیا' تم ہمیشہ اپنے رب کے خوف سے گریہ وزاری کرتے رہے اور دعا واستغفار میں مشغول رہے۔''

میں نے اس سے پوچھا: ''اے نیک بندی! تو اتنا کیوں رو رہی ہے؟ اور اتنی غم زدہ کیوں ہو رہی ہے تمہارے والد گرامی تو اب دار الجزاء میں جا چکے ہیں اور وہ اپنے ہر عمل کا بدلہ دیکھ چکے ہوں گے اور ان کے اعمال ان کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے' اگر ان کے اعمال اچھے تھے تو ان کے لئے خوشخبری ہے اور اگر اعمال نامقبول تھے تو یہ افسوسناک بات ہے۔''

یہ سن کر اس لڑکی نے بھی اپنے باپ کی طرح چیخ ماری اور تڑپنے لگی اور اسی حالت میں اس کی روح بھی عالم بالا کی طرف پرواز کر گئی۔ پھر میں عصر کی نماز کے لئے مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوا اور میں نے نماز کے بعد ان دونوں باپ بیٹی کے لئے خوب رو رو کر دعا کی۔ پھر وہ غلام آیا اور اس نے اطلاع دی کہ ان دونوں کی تکفین ہو چکی ہے۔ آپ نماز جنازہ کے لئے تشریف لے چلیں۔ پھر ہم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور انہیں دفنا دیا گیا۔ پھر میں نے لوگوں سے دریافت کیا" یہ باپ بیٹی کون تھے؟" تو مجھے بتایا گیا" یہ سیدنا حسن بن علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔"

حضرت سیدنا ابو عامر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے کافی دنوں تک ان کی موت کا افسوس رہا پھر ایک رات میں نے ان دونوں باپ بیٹی کو خواب میں دیکھا' انہوں نے سبز جنتی حلے زیب تن کئے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو دیکھ کر کہا: "مرحبا! تمہیں مبارک ہو' میں تو تمہاری وجہ سے بہت غمگین تھا' تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا؟" اس بزرگ نے فرمایا: "ہمیں بخش دیا گیا اور ہمیں نعمتیں ملیں' ان میں تم بھی ہمارے ساتھ شریک ہو۔" (عیون الحکایات)



# (3)

# مسجد اور اس کے فضائل و احکام

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجد نبوی کچی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی' چھت پر کھجور کی ڈالیاں تھیں اور ستون بھی کھجور کی لکڑی کے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں توسیع ضرور کی لیکن عمارت اسی طرح کی رکھی جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی یعنی کچی اینٹیں' ڈالیاں اور ستون اسی کھجور کی لکڑی کے بنائے گئے۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں تبدیلی کر کے بہت توسیع فرمائی یعنی اس کی دیواریں منقش پتھروں اور چونے سے بنوائیں' ستون بھی منقش پتھروں کے بنائے اور اس کی چھت ساگوان سے تیار کی۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ جب انہوں نے منقش پتھروں اور چونے سے مسجد بنوائی تو لوگ اس کے متعلق باتیں کرنے لگے۔ تب انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا یَبْتَغِیْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ بَنَی اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِی الْجَنَّةِ ۔

''جو شخص مسجد بنائے اور اس سے محض اللہ کی رضا مقصود ہو تو اللہ اس کے لئے ایسا گھر جنت میں بنا دے گا۔'' (بخاری' الصلاۃ' باب بنیان المسجد' 450' 446)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کالے رنگ کا ایک مرد یا

ایک عورت مسجد کی خدمت کیا کرتی تھی' اس کی وفات ہوگئی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی وفات کی کسی نے خبر نہیں دی۔ ایک دن خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد کیا کہ وہ شخص دکھائی نہیں دے رہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا تو انتقال ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے مجھے کیوں خبر نہیں دی؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یہ وجہ تھی (یعنی آپ کو تکلیف نہیں دینا چاہتے تھے) گویا لوگوں نے اسے معمولی سمجھ کر قابل توجہ نہ سمجھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اس کی قبر بتاؤ۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر آئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

(بخاری' الجنائز' باب الصلاۃ علی القبر بعد ما یدفن' 1337؛ مسلم' 956' ابوداؤد' 3203' ابن ماجہ' 1527)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نماز باجماعت گھر اور بازار کی نماز سے پچیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے اس لئے کہ جب کوئی شخص اچھی طرح وضو کرے اور مسجد میں نماز ہی کے ارادے سے آئے تو مسجد میں پہنچنے تک جو قدم بھی اٹھاتا ہے اس پر اللہ ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور جب وہ مسجد میں پہنچ جاتا ہے تو جب تک نماز کے لئے وہاں رہے اسے نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے اور جب تک وہ اپنے اس مقام میں رہے جہاں نماز پڑھتا ہے فرشتے اس کے لئے یوں دعا کرتے ہیں: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ۔

''اے اللہ! اسے معاف کردے۔ اے اللہ اس پر رحم فرما!''

یہ اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک وہ بے وضو نہ ہو۔

(بخاری' الصلاۃ' باب الصلاۃ فی مسجد السوق' 477)

☆......ایک انصاری صحابی کا مکان سب کے مکانوں کی بہ نسبت مسجد نبوی سے زیادہ دور تھا لیکن اس کی کوئی نماز ایسی نہ تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ ہوتی ہو۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ان پر ترس آیا اور ان سے کہا کاش تم ایک گدھا خرید لیتے اور اس پر سوار ہو کر آ جایا کرتے' وہ تمہیں گرمی اور تاریکیوں میں کیڑے مکوڑوں سے محفوظ رکھتا۔

اس انصاری صحابی نے جواب دیا مجھے یہ پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے متصل ہو بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرے لئے مسجد میں آنے جانے کے قدم لکھے جائیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو یہ بات گراں گزری۔ انہوں نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انصاری سے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ سب کچھ جمع کر دیا ہے' جس ثواب کی تمہیں امید ہے وہ تمہیں مل جائے گا۔'' (مسلم' المساجد ومواضع الصلاۃ' باب فی کثرۃ الخطا الی المساجد' 1516)

☆ ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تمہارا گزر بہشت کے باغوں سے ہو تو وہاں سے میوے چن لیا کرو۔''

دریافت کیا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بہشت کے باغ اور میوے کیا ہیں؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسجدیں بہشت کے باغ ہیں اور اس کے میوے یہ ہیں: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

(ترمذی' الدعوات' باب حدیث فی اسماء اللہ...... 3509' امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن کہا ہے)

☆ ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کر کے (سب سے پہلے مسجد میں) جائے تو گویا

اس نے ایک اونٹ کی قربانی دی اور اگر دوسرے نمبر پر گیا تو گویا ایک گائے کی قربانی دی اور تیسرے نمبر پر گیا تو گویا اس نے ایک سینگوں والے مینڈھے کی قربانی دی اور جو چوتھے نمبر پر گیا تو گویا اس نے ایک مرغی صدقہ کی اور جو کوئی پانچویں نمبر پر گیا تو اس نے گویا انڈہ اللہ کی راہ میں دیا۔ لیکن جب امام خطبہ کے لئے باہر آجاتا ہے تو فرشتے خطبہ سننے میں مشغول ہوجاتے ہیں۔'' (بخاری الجمعۃ باب فضل الجمعۃ 881 مسلم 850 الترمذی 499)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو جمعہ کے دن غسل کرے اور اگر اس کے پاس خوشبو موجود ہو تو خوشبو لگائے اور اچھے کپڑے پہنے۔

وَعَلَيْهِ السَّكِيْنَةُ حَتّٰى يَاْتِيَ الْمَسْجِدَ ۔ ''اور اطمینان کے ساتھ مسجد میں آئے۔''

پھر اگر موقع ملے تو کچھ رکعتیں پڑھ لے اور کسی کو بھی تکلیف نہ دے پھر جب امام نکلے تو خاموش رہے حتیٰ کہ نماز ادا کرلے تو یہ عمل اس کے اس جمعے سے لے کر اگلے جمعے تک کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔''

(ابن خزیمۃ 1775 اس کے رجال ثقہ ہیں مجمع الزوائد 2/174)

☆...... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ وہ رمضان کے آخری عشرے میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے مسجد میں آئیں۔ کچھ دیر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کیں پھر واپس جانے کے لئے کھڑی ہوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں گھر چھوڑنے کے لئے روانہ ہوئے۔ جب وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے قریب والے مسجد کے دروازے پر پہنچیں تو دو انصاری آدمی ادھر سے گزرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں یہ میری بیوی صفیہ بنت حیی ہیں۔''

انہوں نے کہا: سبحان اللہ! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! (گویا) تعجب کا

اظہار کیا کہ ہم آپ علیہ السلام کے متعلق کوئی برا گمان کیسے کر سکتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شیطان خون کی مانند جسم میں دوڑتا ہے' مجھے خوف لاحق ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ بدگمانی نہ ڈال دے۔''

(بخاری' الاعتکاف باب ھل یخرج المعتکف لحوائجہ الی باب.... 2035' مسلم 2175' ابن ماجہ 1779)

☆......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عرب کے کسی قبیلے کے پاس ایک سیاہ فام باندی تھی جسے انہوں نے آزاد کر دیا مگر وہ ان کے ساتھ ہی رہا کرتی تھی۔ اس کا بیان ہے کہ ایک دفعہ اس قبیلے کی ایک لڑکی باہر نکلی اس پر سرخ تسموں کا ایک کمر بند تھا جسے اس نے اتار کر رکھ دیا یا وہ از خود گر گیا۔ ایک چیل ادھر سے گزری تو اس نے اس کو گوشت خیال کیا اور جھپٹ کر لے گئی۔ وہ کہتی ہے کہ اہل قبیلہ نے کمر بند تلاش کیا مگر کہیں نہ ملا۔ انہوں نے مجھ پر چوری کا الزام لگا دیا اور میری تلاشی لینے لگے یہاں تک کہ انہوں نے میری شرم گاہ کو بھی نہ چھوڑا اور کہتی ہے اللہ کی قسم! میں ان کے پاس کھڑی تھی کہ اتنے میں وہی چیل آئی اور اس نے کمر بند پھینک دیا تو وہ ان کے درمیان آ کر گرا۔ میں نے کہا: تم اس کی چوری کا الزام مجھ پر لگاتے تھے حالانکہ میں اس سے بری تھی اب اپنا کمر بند سنبھال لو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر وہ لونڈی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلی آئی اور مسلمان ہوگئی۔ اس کا خیمہ یا جھونپڑا مسجد میں تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وہ میرے پاس آ کر باتیں کیا کرتی تھی۔

(بخاری' الصلاۃ' باب نوم المرأۃ فی المسجد' 439)

☆......حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھر میں نہ پا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: ''تمہارے چچازاد کہاں ہیں؟'' انہوں نے عرض کیا: ہمارے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا' وہ مجھ سے ناراض ہو کر کہیں باہر چلے گئے ہیں یہاں نہیں

سوئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: ''دیکھو وہ کہاں ہیں۔'' وہ دیکھ کر آیا اور کہنے لگا: وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے۔ ان پر ایک پہلو پہ لیٹنے کی وجہ سے وہاں مٹی لگ گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جسم سے مٹی صاف کرتے ہوئے فرمانے لگے: قُمْ يَا اَبَا تُرَابَ۔

''اے ابوتراب اٹھو!'' (بخاری الصلاۃ' باب نوم الرجل فی المسجد' 441)

☆......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''بے شک اللہ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ دنیا میں رہے یا جو اللہ کے پاس ہے اسے اختیار کرلے تو اس نے اس چیز کو اختیار کیا جو اللہ کے پاس ہے۔'' یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ بوڑھا کس لئے روتا ہے۔

بات تو صرف یہ ہے کہ اللہ نے اپنے ایک بندے کو دنیا یا آخرت دونوں میں سے جسے چاہے پسند کرنے کا اختیار دیا ہے پس اس نے آخرت کو پسند کیا ہے تو اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ مگر بعد میں یہ راز کھلا کہ بندے سے مراد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سب میں سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبکر! تم مت روؤ میں لوگوں میں سے کسی کے مال اور صحبت کا اتنا زیر بار نہیں جتنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہوں۔ اگر میں اپنی امت سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اسلامی اخوت و محبت ضرور ہے۔ دیکھو مسجد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا سب کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔ (بخاری' الصلاۃ' باب الخوخۃ والممر فی المسجد' 466)

☆......سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات بندے جن کو اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے گا جس دن اس سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا:

اِمَامٌ عَادِلٌ ۔عادل حکمران۔

وَشَابٌ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ اللهِ ۔

وہ نوجوان جس نے جوانی اللہ کی عبادت میں گزار دی۔

وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ ۔

اور وہ آدمی جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے۔

وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ ۔

اور وہ دو آدمی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی رکھی اسی بنیاد پر ملے اور اسی پر جدا ہوئے۔

وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اَخَافُ اللهَ ۔

اور وہ آدمی جس کو حسب ونسب اور خوبصورت عورت نے برائی کی دعوت دی لیکن اس نے کہا: میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَاتَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ ۔

اور وہ آدمی جو اس قدر پوشیدہ طور پر صدقہ کرتا ہے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ دائیں نے کیا خرچ کیا ہے۔

وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ ۔

اور وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں رو دیں۔

(بخاری الزکاۃ باب الصدقۃ بالیمین 1423)



# (4)

# بصیرت افروز جواب کی تاثیر

تاتاری قوم جس نے عالم اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی اور جس نے لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ شیخ جمال الدین نامی ایک بزرگ کا حکیمانہ جملہ اس قوم کے اجتماعی طور پر اسلام قبول کرنے کا سبب بنا چنانچہ ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں:

''سلطان کاشغر کے مسلمان ہونے کی نسبت جس کا نام تغلق تیمور خان (1347-1363) تھا' لکھا ہے کہ بخارا سے ایک بزرگ شیخ جمال الدین کاشغر آئے اور انہوں نے تغلق تیمور کو مسلمان کیا۔ شیخ جمال الدین اور ان کے ساتھی ہم سفر تھے کہ نادانستہ تغلق کی شکاری زمین پر ان کا گزر ہوا۔ بادشاہ نے اس قصور میں ان سب لوگوں کی مشکیں کسوا کر اپنے سامنے طلب کیا اور نہایت غصہ کی حالت میں ان سے پوچھا: تم کیوں ہماری زمین پر بغیر اجازت داخل ہوئے؟ شیخ نے جواب دیا: ہم اس ملک میں اجنبی ہیں اور ہم کو مطلق خبر نہ تھی کہ ہم ایسی زمین پر چل رہے ہیں جس پر چلنے کی ممانعت ہے۔ بادشاہ کو جب علم ہوا کہ یہ لوگ ایرانی ہیں تو اس نے کہا: ایرانی سے کتا بہتر ہوتا ہے۔ شیخ نے کہا: سچ ہے' اگر دین برحق ہمارے پاس نہ ہوتا تو فی الحقیقت ہم کتے سے بھی بدتر تھے۔ یہ جواب سن کر تغلق تیمور حیران رہ گیا اور حکم دیا کہ جب ہم شکار سے واپس آئیں تو یہ ایرانی ہمارے سامنے حاضر کیے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بادشاہ نے شیخ جمال الدین کو علیحدہ لے جا کر کہا جو کچھ تم اس وقت کہتے تھے' اس کو اب سمجھاؤ۔ دین برحق سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ یہ سن کر شیخ نے اسلام کے احکامات اور ارکان کو ایسے جوش سے

بیان کیا کہ تغلق تیمور کا دل جو پہلے پتھر تھا' اب موم کی طرح نرم پڑ گیا۔ شیخ نے حالت کفر کا ایسا مہیب نقشہ کھینچا کہ بادشاہ کو اپنی غلطیوں سے اب تک بے بصیرت رہنے کا یقین ہو گیا لیکن اس نے کہا: اگر اس وقت میں اپنا مسلمان ہونا ظاہر کروں گا تو پھر رعایا کو راہ راست پر نہ لا سکوں گا' اس لئے کچھ عرصہ کے لئے تم سکوت کرو' جب میں اپنے باپ کے ملک اور تخت کا مالک بنوں تو تم اس وقت میرے پاس آنا۔ چغتائیہ سلطنت چھوٹی چھوٹی عملداریوں میں تقسیم ہو گئی تھی اور برسوں کے بعد تغلق تیمور اس قابل ہوا کہ ان سب عملداریوں کو شامل کر کے پھر قلمرو چغتائیہ کی مثل ایک سلطنت قائم کر دے۔ اس عرصہ میں شیخ جمال الدین اپنے وطن چلے گئے اور یہاں سخت بیمار پڑے۔ جب موت کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے رشید الدین سے کہا: "تغلق تیمور ایک دن بڑا بادشاہ ہوگا' تم اس وقت اس کے پاس جانا اور میرا اسلام پہنچا کر بے خوف و خطر بادشاہ کو یاد دلانا کہ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ چند سال کے بعد تغلق تیمور نے باپ کا تخت حاصل کر لیا تو ایک دن رشید الدین بادشاہ کے لشکر میں پہنچا کہ باپ کی وصیت پوری کرے لیکن باوجود کوشش کے اس کو خان کے دربار میں حضوری نہ ہوئی۔ آخر کار مجبور ہو کر اس نے یہ تدبیر کی کہ ایک دن علی الصبح تغلق کے خیمہ کے قریب اذان شروع کی۔ تغلق کی جب نیند خراب ہوئی تو غصہ ہوا۔ اس نے رشید الدین کو اپنے سامنے بلوایا۔ رشید الدین آیا اور اپنے باپ کا پیغام اس کو سنایا۔ تغلق کو پہلے ہی اپنے وعدہ کا خیال تھا' وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا' اس کے بعد اپنی رعایا میں اسلام کی اشاعت کی۔ اس زمانہ میں ان تمام ملکوں کا مذہب اسلام ہو گیا جو چغتائی بن چنگیز خان کی اولاد کے تسلط میں رہتے تھے۔"

(تاریخ دعوت و عزیمت' جلد ۱' ص 95)



# (5)

# آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا

حضرت عبداللہ الصنابحی نقل کرتے ہیں کہ ہم (رئیس السیاستہ) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ اس مجلس میں لوگوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح ہونے کا تذکرہ کیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم خاموش ہو جاؤ میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ ہم ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے: یا ابن الذبیحین اے دو ذبح شدہ کے بیٹے اس سے کچھ گن کر مجھے بھی عنایت فرمائیں۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے۔ لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین دو ذبح ہونے والوں سے کون مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: حضرت عبدالمطلب نے آب زم زم کا کنواں تلاش کرنا چاہا تو یہ قسم کھائی تھی کہ اگر مل گیا تو ایک بیٹا ذبح کروں گا۔ جب کنواں ظاہر ہو گیا تو قرعہ ڈالا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام نکلا۔ بالآخران کے بدلہ سو اونٹ قربان کیے گئے اور وہ دوسرے ذبح ہونے والے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ (رواہ ابن جریر کذا فی تفسیر ابن کثیر ج 4، صفحہ 24)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الوفاۃ میں تھے تو سوموار کا دن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرے مبارک کا پردہ اٹھایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا: وہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت انس

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھا تو یوں معلوم ہورہا تھا گویا کہ وہ چاندی کا ورق ہے اور آپ مسکرا رہے تھے اور قریب تھا کہ ہم فتنہ میں پڑ جاتے یعنی نماز توڑ دیتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تندرست دیکھنے کی خوشی میں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ گرادیا' پھر آپ رضی اللہ عنہ اسی روز دنیائے فانی سے تشریف لے گئے۔ (کذافی ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ۱ 'صفحہ 238)

☆......ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں لوگوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ ایک شخص گزرا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ اس شخص کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی خبر غیبی طور پر دی ہے اس کا نام سواد بن قارب ہے وہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ میں نے اس کو نہیں دیکھا لیکن اگر وہ زندہ ہے تو وہ یہی شخص ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بلوا کر پوچھا کیا تو سواد بن قارب ہے۔ اس نے کہا: ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تو اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کر۔ اس نے کہا: اے امیر المومنین میں ایک رات نیند اور بیداری کے درمیان تھا کہ میرے پاس ایک جنّی آئی اور پاؤں کی حرکت سے مجھے اٹھایا اور کہا اے سواد بن قارب اٹھ اور سوچ اور عقل کر اگر تجھے عقل ہے۔ لوئی بن غالب میں ایک نبی آیا ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور اس کی عبادت کی دعوت دیتا ہے۔

پھر اس نے کچھ شعر کہے: پھر وہ دوسری رات آئی اور یہی بات کہی پھر وہ تیسری رات آئی اور یہی بات کہی اور وہ اشعار بھی پڑھے تو میرے دل میں اسلام کی محبت داخل ہوگئی۔

میں نے صبح اپنا سامان سفر تیار کیا اور مکہ کی طرف چل دیا۔ راستہ میں مجھے خبر ملی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو مدینے ہجرت کر گئے ہیں تو میں وہاں سے مدینہ پہنچا۔

وہاں پہنچ کر میں نے پوچھا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا: مسجد میں۔ میں مسجد پہنچا تو آپ نے فرمایا: قریب ہو جا۔ آپ بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ میں آپ کے سامنے پہنچ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ قصہ بیان کر۔ میں

نے وہ قصہ سنایا اور مسلمان ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ میرے اس واقعہ سے خوش ہو گئے اور ان کی خوشی کے آثار ان کے چہرے پر دکھائی دیتے تھے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور ان سے چمٹ گئے اور فرمایا میں چاہتا تھا کہ میں یہ قصہ خود تجھ سے سنوں۔ کیا اب بھی اس قسم کے خواب آتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: جب سے قرآن پڑھنا شروع کیا ہے تو اس قسم کے خواب نہیں آتے۔

(اخرجہ محب اللہ طبی فی الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج 1 صفحہ 326)

☆...... حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: تم میں سے کس نے روزہ کی حالت میں صبح کی؟ لوگ خاموش ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ میں نے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر آپ نے پوچھا: آج کس نے مسکین کو صدقہ دیا؟ لوگ خاموش رہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر آپ نے دریافت کیا آج جنازہ کے ساتھ کون گیا؟ (کس نے جنازہ پڑھا) لوگ خاموش رہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر آپ نے پوچھا: آج مریض کی عیادت کس نے کی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے اور فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے حق دے کر مجھے مبعوث کیا' آج یہ خصوصیات جس آدمی میں جمع ہو گئیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (اخرجہ الملانی سیرتہ کذا فی الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ' صفحہ 174)

☆...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قحط اور بارش نہ ہونے کی شکایت کی تو آپ نے کہا: عیدگاہ میں منبر رکھا جائے۔ چنانچہ منبر رکھ دیا گیا اور سارے لوگ نکلے۔ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: تم نے قحط و بارش کے نہ ہونے کی شکایت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم دعا مانگو میں قبول کروں گا۔ پھر فرمایا:

الحمد لله رب العالمين ○ الرحمن الرحيم ○ مالك يوم الدين ○ لا الـه الا الله يـفعل مايريد' اللهم انت الله لا اله الا انت الغنى ونحن الفقراء ○

ہم پر بارش نازل کرا اور اس بارش کو ہمارے لئے فائدہ مند بنا دے۔ پھر آپ اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دینے لگی' پھر لوگوں کی طرف پھرے اور اپنی چادر کو الٹا کیا اور منبر سے اتر کر دو رکعت نماز استقاء ادا فرمائی' اللہ تعالیٰ نے فوراً بادل ظاہر فرما دیئے جن سے بجلی چمکی اور گرج سنائی دی' پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارش برسی (اور اس قدر برسی کہ) ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد تک واپس نہ آئے تھے کہ نالے بہہ پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کو دیکھا: وہ جلدی کر رہے ہیں اپنی پناہ گاہوں کی طرف بارش سے بچنے کے لئے تو مسکرا دیئے اور اتنا مسکرائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک نظر آنے لگے۔

(رواہ ابوداؤد و کذا فی آثار السنن' صفحہ 325)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت کا تذکرہ فرما رہے تھے۔ آپ کے پاس ایک دیہاتی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: ایک شخص جنت میں کہے گا اے رب میں کاشت کاری کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے کہا جائے گا اس جنت میں تیرے لئے ہر وہ چیز نہیں جو تو چاہتا ہے؟ وہ عرض کرے گا ضرور تمام چیزیں موجود ہیں لیکن میں زراعت کو پسند کرتا ہوں پس فوراً بیج ڈالا جائے گا اور ایک لمحہ میں کھیتی پک جائے گی اور صاف ہو کر (گندم) کے ڈھیر لگ جائیں گے پہاڑوں کی طرح۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! تو سیر نہیں ہوتا' یہ سن کر ایک دیہاتی نے کہا: یہ چاہت تو صرف قریش یا انصار کریں گے کیونکہ وہ زراعت پیشہ ہیں' ہم تو زراعت پیشہ نہیں ہیں (اور نہ ہم اس کی چاہت کریں گے) یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔

(رواہ البخاری' کذا فی التذکرہ للقرطبی ص ۵۳۳)

☆...... حضرت ابی سعد خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تمام زمین ایک روٹی بن جائے گی اور اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) اس کو ایک ہاتھ میں لے لے گا جیسا کہ تم اپنی روٹی سفر میں ساتھ لیتے ہو' اس سے اہل جنت کی مہمانی ہوگی۔ ایک یہودی آیا' اس نے کہا: اے ابوالقاسم اللہ تعالیٰ تجھ پر برکت نازل فرمائے' میں آپ کو بتاؤں کہ قیامت کے دن جنتیوں کی مہمانی کس چیز سے ہوگی۔ آپ نے فرمایا: بتا۔ اس نے کہا: قیامت کے دن ساری زمین ایک روٹی بن جائے گی جیسے کہ آپ پہلے فرما چکے ہیں لیکن اس کی بات سن کر اس کی طرف دیکھ کر مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر اس نے کہا: جنت والوں کا سالن بتاؤں؟ آپ نے فرمایا: بتا۔ اس نے کہا: بیل اور مچھلی کے جگر کے کباب ہوں گے جس کو ستر ہزار آدمی مل کر کھائیں گے۔ (رواہ البخاری ومسلم کذا فی التذکرہ للقرطبی' صفحہ 401)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو جمع کرے گا تو عرش کے نیچے سے آواز آئے گی کہاں ہیں اللہ کی معرفت والے' کہاں ہیں نیکی میں جلدی کرنے والے۔ کچھ لوگ کھڑے ہوں گے اور چلتے چلتے اللہ تعالیٰ کے سامنے پہنچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ باوجود جاننے کے دریافت فرمائے گا' تم کون ہو؟ وہ عرض کریں گے ہم تیری معرفت حاصل کرنے والے ہیں اور تو نے ہی ہم کو اس کا اہل بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم سچ کہتے ہو پھر ان سے کہا جائے گا جاؤ جنت میں میری رحمت سے داخل ہو جاؤ۔

یہ (اعزاز واکرام) دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے پھر فرمایا: مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تم کو قیامت کے ہولناک منظر سے بچالیا۔ (اخرجہ القرطبی فی التذکرہ' صفحہ 435)

☆...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا۔ آپ حجون کی گھاٹی کے پاس سے گزرے تو رو رہے تھے' پریشان تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں آپ کے رونے سے میں بھی رونے لگی۔ پھر آپ

سواری سے اترے اور فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے پکڑ لے' میں نے پکڑ کر اونٹ کے ساتھ بٹھا دیا (یعنی اونٹ کو تکیہ بنا دیا) کافی دیر تک آپ مجھ سے دور بیٹھے رہے' پھر واپس تشریف لائے تو آپ خوش تھے' مسکرا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب آپ اترے تھے تو رو رہے تھے اور میں بھی آپ کی وجہ سے رونے لگی' اب آپ مسکراتے ہوئے آئے ہیں یہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: میں اپنی والدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے پاس سے گزرا تھا' میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کو زندہ کرنے کا سوال کیا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ فرمادیا پھر وہ مجھ پر ایمان لائی' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو لوٹا دیا۔ (اخرجہ القرطبی فی التذکرہ' صفحہ 16)

☆...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور مسکرائے پھر فرمایا: اے ابن خطاب! تجھے معلوم ہے کہ میں تیری طرف دیکھ کر کیوں مسکرایا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہت بہتر جانتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عرفہ کی رات تیری طرف شفقت اور رحمت سے دیکھا ہے اور تجھے اسلام کی چابی بنا دیا ہے۔ (اخرجہ الملاء فی سیرتہ کذا فی الریاض النضر فی مناقب العشرۃ' صفحہ 308)



# (6)

# حسن بصری کا عمر ثانی کو اثر انگیز نصیحتیں فرمانا

(امام ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابو جعفر نے خبر دی وہ محمد بن یزید ادمی سے روایت کرتے ہیں انہیں معن بن عیسیٰ نے خبر دی' انہیں ابراہیم بن عبداللہ بن ابوالاسود نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خط لکھا فرمایا: اما بعد! آگاہ رہو! یہ دنیا گزرگاہ ہے اقامت گاہ نہیں۔ آدم علیہ السلام کو تو اس میں سزا کے طور پر بھیجا گیا تھا۔ امیر المومنین اس سے ڈرتے رہئے! اسے چھوڑ دینا ہی اس کا توشہ ہے' اس کا فقر ہی اس کا غنیٰ ہے' ہر لمحے کسی نہ کسی کو قتل کرتی رہتی ہے' جو اس کی عزت کرتا ہے اسے ذلیل کر دیتی ہے' جو اسے جمع کرتا ہے اسے فقیر کر دیتی ہے' یہ اس سم قاتل کی طرح ہے جسے انجان آدمی کھا لیتا ہے حالانکہ وہی اس کی موت (کا سبب بنتا) ہے اس میں اس شخص کی طرح بن کر رہو جو اپنے پھوڑے پھنسی کا علاج کرتے ہوئے تھوڑے دن پرہیز کرتا ہے اس اندیشے اور خوف سے کہ کہیں طویل عرصے تک اس کا خمیازہ نہ بھگتنا پڑے اور طویل مشقت کے خوف سے چند دن تلخ دوا پر صبر کر لیتا ہے۔ چنانچہ اس ناپائیدار فریبی و مکار اور جفا شعار گھر سے بچ کر رہئے! اس کی زیب و زینت محض دھوکہ اور لوگوں کو پھنسانے کا جال ہے' اپنی امیدیں دلا کر ہلاک کر ڈالتی ہے' اپنے چاہنے والوں کو توقع دلاتی رہتی ہے' یہ ایسی سجی سجائی دلہن کی طرح ہے آنکھیں جسے تاک رہی ہیں' دل اس پر فریفتہ اور نفوس اس کے عاشق زار ہیں' یہ اپنے تمام عاشقوں کو قتل کر چکی ہے مگر بعد والے پھر بھی پہلوں سے عبرت نہیں پکڑتے اور

نہ ہی دوسرا پہلے سے سبق حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا بھی نصیحت حاصل نہیں کرتا جبکہ اللہ تعالیٰ اس کے حالات بتا بھی چکا ہے۔ دنیا کا جو بھی عاشق اپنی چاہت کے مطابق اسے حاصل کر لیتا ہے وہ مغرور و سرکش ہو کر آخرت کو بھلا ڈالتا ہے۔ اس کی متاثر سوچ و عقل اسی میں استعمال ہونے لگتی ہے جس کے نتیجے میں اس کے قدم جادہ مستقیم سے ڈگمگا جاتے ہیں۔ جان کنی کے وقت جب موت اپنی سختیوں کے ساتھ آ پہنچتی ہے تو اسے بڑی ندامت اور حسرت ہوتی ہے۔ مطلوب حاصل کئے بغیر پریشانیوں کے ساتھ ہی چلا جاتا ہے نہ ہی اس کا نفس مشقت سے آرام پاتا ہے۔ چنانچہ بغیر تیاری و توشے کے دنیا سے چلا جاتا ہے۔ امیر المومنین! اس سے بچتے رہئے! جب آپ اس میں انتہائی خوش ہوں اس وقت انتہائی محتاط رہئے کیونکہ انسان جب دنیا میں مسرور ہو کر مطمئن ہو جاتا ہے تو وہ اسے مبتلائے مصیبت کر دیتی ہے۔ اس میں خوش ہونے والا دھوکے میں ہے اس کا نفع حاصل کرنے والا نقصان میں ہے اس کی خوشحالی و فراخی تنگی سے متصل (ملی ہوئی) ہے یہاں کی بقاء کا انجام فنا ہے اس کی خوشی باعث غم و حزن ہے۔ یہاں سے جانے والا واپس نہیں آتا اور آئندہ کا حال معلوم نہیں کہ اس کا انتظار ہو۔ اس کی آرزوئیں جھوٹی' اس کی امیدیں باطل' اس کی صفائی کدورت آمیز' اس کی زندگی حسرت بھری۔ یہاں انسان خطرات سے دوچار ہے۔ اگر غور و فکر کرے تو اسے نعمتوں سے محرومی کا خدشہ درپیش ہے اور مصائب کا سامنا علیحدہ ہے۔

اگر بالفرض اللہ تعالیٰ اس کے متعلق کچھ نہ بتائے اور نہ ہی اس کی کوئی مثال بیان فرمائے تب بھی صرف دنیا ہی سونے والے کی بیداری کے لئے اور غفلت زدہ کی تنبیہ کے لئے کافی ہوتی مگر اب جب کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی نصیحت و تنبیہ کا سامان آ چکا تب تو بطریق اولیٰ اس سے احتیاط ضروری ہے۔ اللہ کے ہاں اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں۔ جب سے اسے پیدا کیا ہے اس کی طرف نظر رحمت نہیں کی۔ آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تو یہ اپنے خزائن و مفاتیح کے ساتھ پیش کی گئی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرما

لیتے تو آپ کی شان میں مچھر کے برابر بھی کمی نہ ہوتی مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمانے سے انکار کر دیا کیونکہ آپ اللہ کے امر کی مخالفت پسند نہ فرماتے تھے نہ ہی خالق کی مبغوض چیز سے محبت کرنا پسند کرتے تھے اور نہ ہی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے پست کیا ہوا سے بلند کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے نیک بندوں سے آزمائش کے طور پر ہٹا رکھا ہے اور اپنے دشمنوں کے لئے دھوکے اور غرور کے لئے پھیلا رکھا ہے جسے دنیا پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے اور اس کے دھوکے میں آ جاتا ہے وہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کے ذریعے میری عزت کی گئی ہے اور اس معاملے کو بھلا دیتا ہے جو اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ مبارک پر پتھر باندھے اور جب کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے موسیٰ جب تو مالداری اور غنیٰ کو آتا دیکھے تو سمجھ لینا کہ یہ کسی گناہ کی نقد سزا مل رہی ہے اور جب فقر آتا دیکھے تو کہنا کہ صالحین کا شعار آ رہا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو عیسیٰ ابن مریم روح اللہ کی اقتداء کر سکتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے بھوک میرا سالن ہے' خوف میرا شعار ہے' اون میرا لباس ہے' سردیوں کا چمکتا سورج میری حرارت ہے' چاند میرا دماغ ہے' میرے پاؤں میری سواری ہیں' زمین سے پیدا ہونے والی نباتات میرا کھانا اور پھل ہے' نہ رات کو میرے پاس کچھ ہوتا ہے نہ دن میں اور روئے زمین پر مجھ سے زیادہ مستغنی کوئی نہیں ہے۔

(الاحیاء 226/3' الاتحاف 100/8' نہایۃ الارب 252/5)



# (7)

# صبر و تحمل کی اہمیت

حلم و بردباری، ضبط و تحمل اور مخالفین و معاندین سے عفو و درگزر کا معاملہ اولیاء اللہ اور خاصانِ خدا کا امتیازی وصف رہا ہے۔ قرآن و حدیث میں کثرت سے اس کی ترغیب و تحریص اور حلیم الطبع لوگوں کے بڑے فضائل و مناقب وارد ہوئے ہیں۔

حلم و بردباری کی عظمت و بزرگی کی اس سے بڑی دلیل کیا ہوگی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(1) وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (225:2) اور اللہ بخشنے والا ہے تحمل والا۔

(2) وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (235:2) اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا ہے تحمل والا۔

(3) وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ (263:2) اور اللہ بے پرواہ ہے تحمل والا۔

(4) اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (155:3) بیشک اللہ بخشنے والا ہے تحمل والا۔

(5) وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ (125:4) اور اللہ جاننے والا ہے تحمل والا۔

(6) وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (101:5) اور اللہ بخشنے والا ہے تحمل والا۔

(7) اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا (33:17) بیشک وہ اللہ ہے تحمل والا بخشنے والا۔

(8) وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ (59:22) اور بیشک اللہ البتہ جاننے والا ہے تحمل والا۔

(9) وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا (51:33) اور ہے اللہ جاننے والا تحمل والا۔

(10) اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا (41:35) بیشک وہ اللہ ہے تحمل والا بخشنے والا۔

(11) وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ (17:64) اور اللہ قدردان ہے تحمل والا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں نے ہر طرح ستایا بالخصوص مشرکین مکہ نے ظلم و جور کا ہر حربہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آزمایا۔ دندانِ مبارک کو شہید کیا گیا' جسد اطہر کو زخمی کر کے لہولہان کر دیا گیا' حالت سجدہ میں اونٹ کی بدبودار اوجھڑی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈال دی گئی' گالیوں کی بوچھاڑ کی گئی' ایک بدنہاد مشرک نے چہرۂ انور پر تھوکنے سے بھی دریغ نہ کیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **لقد أوذیت فی اللہ مالم یؤذ أحد** ۔ (بیہقی' احمد)

مجھے اللہ کی خاطر اتنا ستایا گیا کہ دنیا میں اتنا کسی کو نہیں ستایا گیا۔

لیکن یک قلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو معاف فرما کر دنیا کے سامنے شانِ حلم کا وہ نمونہ پیش فرمایا جس کی مثال پیش کرنے سے انسانی تاریخ قاصر ہے۔

8ھ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر جرار کی قیادت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہوئے تو تمام دشمن دست بستہ' سر افگندہ سامنے موجود تھے۔ ان کا سر قلم کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف اشارۂ ابرو کافی تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرما کر سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کہ

آج میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا **لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء** ( آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو)۔ (زاد المعاد 1: 424)

فاتحانہ مکہ آئے سر جھکائے چشم نم
امن کا اعلان کیا نادم ہوئے اہل وطن
ہندؔ ابوسفیانؔ وحشیؔ کر دیا سب کو معاف
تھک چکے تھے دشمنی کرتے کرتے جو مرد و زن

اسی طرح صحابہ وتابعین اور اسلاف امت کی زندگیوں پر ایک اچٹتی سی نگاہ ڈالیں تو ان کی پاکیزہ سیرتوں میں بھی عفو ودرگزر اور دشمن پروری کا پہلو نمایاں طور پر سامنے آتا ہے

بالخصوص اہل حق علماء ومشائخ کثر اللہ سوادھم کو توحید وسنت کی پاسداراور شرک وبدعت کی بیخ کنی کی پاداش میں دشنام اتہام کے جس طوفان کا سامنا کرنا پڑا اس کی مثالیں تاریخ اسلام میں خال خال ہی ملتی ہیں۔ دشمنوں کی تمام تر ہفوات کے جواب میں ان حضرات نے جس ضبط وتحمل اور صبر وبرداشت کا مظاہرہ کیا اس نے یقیناً صبر ایوب اور حلم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ کردی۔ اقبال مرحوم کا یہ شعر صحیح طور پر ان حضرات کا ترجمان حال ہے:

کہہ رہا ہے جوش دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

معروف دانشور حکیم محمد سعید بڑے پتے کی بات کہہ گئے:

میرا سرمایہ حیات یہ ہے کہ میں کبھی انتقام نہیں لیتا۔ میرے ساتھ اگر کوئی برائی کرتا ہے تو میں محبت اور خلوص کی طاقت سے اس کا جواب دیتا ہوں۔ زندگی کے اس عجیب و غریب تجربہ سے وہ سکون پہنچتا ہے جس کی کوئی حد ہے نہ انتہاء۔ اور کسی دانا کا یہ قول بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے: ''معافی بہترین انتقام ہے۔''

پھر تجربہ شاہد ہے کہ صبر وثبات اور ضبط وتحمل کے نتیجہ میں انسان کی شان نہیں گھٹتی بلکہ اس کا مقام ومرتبہ بلند سے بلندتر ہوجاتا ہے اور مخالف اگر بالکل گیا گزرا انسان نہ ہو تو اس کے اخلاق سے متاثر ہوکر خود شرمندہ ہوجاتا ہے اور اپنی غلط روش تبدیل کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ اسی حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

غرض اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ عاقل کو یہ نہ چاہیے کہ جس شخص کی بابت اس کو یہ خبر پہنچے کہ وہ اس کی آبروریزی کرتا ہے تو خود بھی اس کا مقابلہ ایسی ہی نفرت اور آبروریزی سے کرنے لگے کیونکہ اس سے بات بڑھ جائے گی اور معاملہ کرنا ناگوار صورت اختیار کرلے گا بخلاف اس کے اگر ہم تحمل وبردباری اور درگزر سے کام لیں تو اس صورت میں اچھا نتیجہ پیدا ہونے کی امید ہے اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جب اس مخالف کو یہ

معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اس ناگوار بات سے جو ہم تک پہنچائی گئی تھی اس کی براءت ظاہر کی اور اس کی نسبت یہ کہا ہے کہ خدا کی پناہ فلاں شخص ایسا نہیں ہے کہ لوگوں کی آبرو کے پیچھے پڑے تو یہ سن کر اس پر ندامت طاری ہو جاتی ہے (اور آئندہ کے لئے ہماری آبروریزی سے بالکل باز آجاتا ہے) اور دشمن کو زیر کرنے کے لئے یہ بہت بڑی سیاست (اور نہایت مجرب تدبیر) ہے اس پر تم کو عمل کرنا چاہئے۔

(ہم سے عہد لیا گیا ترجمہ الدر المنضود ص 327)

لیکن اس زمانے میں یہ افسوسناک المیہ بھی کسی سے مخفی نہیں کہ انسان کو رشک ملائک بنادینے والے یہ حسین وجمیل اوصاف زیورِ عمل بننے کی بجائے زینت اوراق بن چکے ہیں۔ان کے تذکروں سے ہم اپنی محفلوں کو تو رونق بخشتے ہیں مگر اس کی توفیق نہیں ملتی کہ ان کو اپنا کر اپنی زندگیاں سنوار لیں۔نتیجہ سامنے ہے کہ پورا معاشرہ بےعملی اور بدامنی کے سبب جنگ وجدال اور ظلم وفساد کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔

اس صورت حال کا تقاضا تھا کہ علماء کرام انسانی اقدار واخلاق کو عموماً اور حلم وضبط کو خصوصاً اپنی تقریر وتحریر کا موضوع بنا کر مسلم معاشرہ میں پھر سے انہیں زندہ کریں۔بطور مثال اپنے آقا ومولی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔

## محبوب خدا کی بُردباری کا واقعہ:

ابن حبانؒ حافظ طبرانی اور بیہقی نے اسلام قبول کرنے والے یہودیوں کے ایک بہت بڑے عالم سے روایت کی ہے کہ علاماتِ نبوت میں سے کوئی شئی باقی نہ رہی جس کو میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھ کر معلوم نہ کر لیا ہو مگر (صرف) دو علامتیں (ایسی رہ گئیں) جن پر میں مطلع نہ ہو سکا۔اول یہ کہ نبی آخر الزماں کی بردباری جہل پر سبقت کرے گی۔دوم یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جہل کی زیادتی بردباری ہی کو زیادہ کرے گی۔پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نرم برتاؤ کرتا رہا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختلاط کا موقع مل سکے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بردباری کو

معلوم کرسکوں چنانچہ ایک بار میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (بطریق بیع سلم) کچھ کھجوریں مدت مقرر کر کے خرید لیں اور پیشگی قیمت ادا کر دی۔ اس کے بعد مدت متعینہ سے ایک یا دو روز قبل ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر مجمع عام میں آپ کی چادر اور گریبان پکڑ لیا اور ترش روئی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گھورتے ہوئے میں نے کہا: (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) کیا آپ میرا حق ادا نہیں کریں گے؟ اے بنو عبدالمطلب! بخدا تم لوگ ہی ٹال مٹول کرنے والے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (سن رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: ''او دشمن خدا! کیا تو حضور کے بارے میں ایسی باتیں کرتا ہے جن کو (میں اپنے کانوں سے) سن رہا ہوں۔ بخدا اگر اس کا خوف نہ ہوتا جس کے قرب کا مجھے اندیشہ ہے تو ابھی تیری گردن مار دیتا۔'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف خاموشی' سنجیدگی اور مسکراہٹ کے ساتھ دیکھتے رہے پھر ارشاد فرمایا: ''اے عمر! میں اور یہ تجھ سے کسی اور چیز کے محتاج تھے یعنی اس بات کے کہ تو مجھ سے حسنِ ادائیگی کا کہنا اور اس کو نرمی کے ساتھ وصول کرنے کا۔ اچھا اس کو لے جاؤ اور اس کا حق ادا کر دو۔ نیز اس منازعت کے صلہ میں بیس صاع مزید دے دو۔'' (یہودی عالم کہتا ہے کہ) میں نے کہا: اے عمر! مجھ کو نبوت کی کل علامتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس دیکھتے ہی معلوم ہو گئی تھیں' صرف دو باقی تھیں سو آج وہ بھی معلوم ہو گئیں۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ سے راضی ہوں رب ہونے کے لحاظ سے اور اسلام سے راضی ہوں دین ہونے کے لحاظ سے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راضی ہوں نبی ہونے کے لحاظ سے۔ (تحفۃ العرب ''الحلم'' ص 14)

یاد رہے یہاں بیان کیا گیا واقعہ ایک طویل حدیث کا حصہ ہے۔ یہاں پر اس حدیث کے صرف انہی اجزاء کے بیان پر اکتفاء کیا گیا ہے جو موضوع سے متعلق ہیں' پورا واقعہ جاننے کے لئے ملاحظہ فرمایئے صحیح ابن حبان 521/1' المعجم الکبیر للطبرانی 222/5' رقم الحدیث 5147' السنن الکبریٰ للبیہقی 52/6' رقم الحدیث 11066۔

# (8)

# نفوس قدسیہ یعنی محدثین کرام

فقیہ نیشاپور ابوعبداللہ حسین بن ولید قرشی کالقب مکیل ہے۔ یہ سفیان ثوری وسفیان بن عینیہ وحماد بن زید وحماد بن ابی سلیمان وامام مالک وابن جریج واسرائیل وشعبہ وغیرہ کے شاگرد اور امام احمد بن حنبل وعبدالرحمٰن بن بشر واسحٰق بن راہویہ ویحیٰ بن یحییٰ نیشاپوری وغیرہ کے استاد حدیث ہیں۔

یہ بہت ہی سخی تھے۔ اپنے شاگرد کو حدیث سنانے سے پہلے فالودہ کھلاتے تھے۔ یحیٰ بن معین ودارقطنی وحاکم وابن حبان وغیرہ نے ان کو ثقہ بتایا اور خطیب نے بھی ان کو قابل اعتماد اور صاحب فتویٰ تحریر کیا اور حاکم نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ہمارے شہر (نیشاپور) میں حسین بن ولید سے بڑا نہ کوئی فقیہ ہوا نہ ان سے بڑھ کر کوئی سخی ومتقی ہوا۔ درس حدیث وفتاویٰ کے ساتھ قسم قسم کی نفلی عبادتوں میں دن رات مشغول رہتے اور بلاناغہ ہر تیسرے سال جہاد کے لئے تشریف لے جاتے اور ہر پانچویں سال حج کرتے تھے۔ امام بخاری کا قول ہے کہ 203ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

☆...... حضرت حسین بن علی بن الولید جعفی رحمۃ اللہ علیہ کا وطن کوفہ ہے اور یہ امام اعمش وزائدہ واسرائیل بن موسیٰ وفضیل بن عیاض وغیرہ بڑے بڑے ائمہ حدیث کی آغوش تعلیم وتربیت کے پروردہ ہیں اور امام احمد بن حنبل واسحٰق ویحیٰ بن معین وابوبکر بن ابی شیبہ وسفیان بن عینیہ جیسی شخصیتوں نے ان کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی ہے۔ یہ اپنے دور کے بہت ممتاز اور باوقار شیخ الحدیث تھے۔ امام احمد بن حنبل نے ان کے بارے

میں فرمایا: میں نے حسین جعفی سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ قتیبہ و موسیٰ بن داؤد بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عینیہ اپنی درسگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے کہا: حسین جعفی تشریف لائے تو سفیان بن عینیہ جلدی سے کھڑے ہوگئے اور چند قدم آگے بڑھ کر حسین جعفی کا ہاتھ چوم لیا۔ سفیان بن عینیہ اکثر فرماتے تھے کہ مجھے اس شخص پر تعجب ہے کہ جو کوفہ میں داخل ہوا اور حسین جعفی کی پیشانی کو بوسہ نہ دے۔

حجاج بن حمزہ کا قول ہے کہ میں نے حسین جعفی کو کبھی ہنستے مسکراتے ہوئے بھی نہیں دیکھا اور ان کی زبان سے کبھی کوئی ایسا لفظ نہیں سنا جس میں دنیاداری کی بو آتی ہو۔

خلیفہ بغداد ہارون الرشد نے امام کسائی سے پوچھا: اس وقت سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو امام کسائی نے حسین جعفی کا نام لیا۔

حمید بن ربیع خزاز کہتے ہیں کہ حسین جعفی نے کچھ دنوں حدیث کا درس بند کر دیا تھا اور ہمہ دن عبادت میں مشغول ہو گئے تھے مگر پھر انہوں نے کوئی خواب دیکھا جس سے متاثر ہو کر پھر درسگاہ میں بیٹھ گئے اور درس حدیث کی مجلس گرم ہوئی اور ہم لوگوں نے دس ہزار سے زیادہ احادیث کو ان سے سن کر لکھا۔

عجلی نے ان کو سچا و صالح و معتمد محدث لکھ کر فرمایا: میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں پایا۔ سفیان ثوری کا یہ حال تھا کہ جب حسین جعفی کو دیکھتے تھے تو لپک کر بڑا ہی پرجوش معانقہ فرماتے اور لوگوں سے کہتے کہ دیکھو! یہ حسین جعفی ہیں۔ یہ تو سادھو ہیں سادھو!

مشہور ہے کہ انہوں نے عمر بھر شادی نہیں کی حالانکہ خود بہت ہی خوبصورت اور تندرست تھے۔ یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری علانیہ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانے میں اگر طبقہ ابدال میں سے کوئی ولی باقی رہ گیا ہے تو وہ حسین جعفی ہیں۔ 119ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور 203ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

☆......حضرت حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت ہی ذہین شاگردوں میں سے ہیں۔ علم فقہ میں انتہائی ماہر بلکہ مجتہد ہونے کے

ساتھ ساتھ بہت بلند مرتبہ محدث بھی ہیں۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ میں نے اپنے مشائخ سے سن کر بارہ ہزار حدیثوں کو لکھا۔ باقی وہ احادیث اُن کے علاوہ ہیں جن کو انہوں نے زبانی یاد کر لیا تھا اور دائرۂ تحریر میں نہیں لائے۔

یہ بہت ہی متقی و عبادت گزار تھے اور اتباع سنت میں تو بے مثال تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے ان کو انتہائی عشق تھا۔ ان کا اصلی وطن کوفہ ہے اور یہ کوفہ کے قاضی بھی ہوئے مگر ان کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ اتنے بڑے عہدے پر فائز ہونے کے باوجود خود جو لباس پہنتے تھے وہی لباس اپنے غلاموں کو بھی پہناتے تھے۔ 204ھ میں وفات پائی۔ (تبصرة الدرایہ فی مقدمۃ الہدایہ)

☆..... حضرت حبیب بن محمد عجمی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو محمد اور اور وطن بصرہ ہے اور یہ وہی بزرگ ہیں جو سلسلہ چشتیہ کے شجرہ میں خواجہ حبیب عجمی کے نام سے مشہور ہیں۔ عام طور پر لوگ ان کو خالی ایک صوفی اور پیر طریقت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ اپنے دور کے مایہ ناز محدث و جلیل القدر شیخ الحدیث بھی تھے۔ یہ علم حدیث میں حضرت حسن بصری و محمد بن سیرین و بکر بن عبداللہ وغیرہ باکمال و مشہور محدثین کے شاگرد و جانشین تھے اور ان کے شاگردوں میں سلیمان تیمی و حماد بن سلمہ و معتمر بن سلیمان و عثمان بن ہیثم مودب وغیرہ محدثین کی بہت بڑی جماعت ہے۔

یہ بہت بڑے عابد و زاہد' کثیر العبادت و صاحب ولایت تھے۔ ابن حبان نے ان کو عابد و زاہد اور فاضل و صاحب تقویٰ لکھ کر فرمایا: یہ صاحب کرامات و مستجاب الدعوات تھے۔

ان کی کرامتوں میں بے شمار واقعات تذکرۂ اولیاء کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ ان کی ایک کرامت بہت ہی مشہور ہے کہ یہ ہر سال حج کے موقع پر آٹھویں ذوالحجہ کو بصرہ میں رہتے تھے اور نویں ذوالحجہ کو میدان عرفات میں لوگ انہیں دیکھتے تھے۔ (تہذیب التہذیب)

☆..... حضرت حاکم شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نام و نسب محمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ بن

عبدالمجید بن اسمٰعیل بن حاکم مروزی بلخی ہے۔ یہ فقہ حنفی کے بہت بڑے عالم اور نہایت ہی بلند پایہ محدث تھے۔ ساٹھ ہزار حدیثیں ان کو زبانی یاد تھیں۔

یہ علم حدیث میں علی بن محمد بن عصام بن اسمٰعیل مروزی وابراہیم بن یوسف رازی و ہیثم بن خلف بغدادی وعلی ابوالعباس بجلی کوفی و مفضل بن محمد کی واحمد بن سلیمان مصری وغیرہ عالمان حدیث وفقہائے کرام کے شاگرد ہیں۔

جس زمانے میں آپ بخارا کے قاضی ہوئے تو بادشاہ وقت امیر حمید کو بھی آپ فقہ حنفی کی تعلیم دیتے تھے اور بادشاہ آپ پر اس قدر اعتماد کرتا تھا کہ اس نے آپ کو وزیر بنا کر پوری سلطنت کے سیاہ وسفید کا مالک بنا دیا تھا۔ اس حالت میں بھی آپ نے علم دین کا مشغلہ ترک نہیں کیا اور مختصر و منتقیٰ وکافی وغیرہ فقہ حنفی کی کتابیں آپ نے اپنی وزارت ہی کے دور میں تصنیف فرمائی ہیں۔

منقول ہے کہ آپ کو شہادت کی بے حد تمنا تھی اور ہر نماز کے بعد شہادت کی دعا مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوگئی اور شہادت نصیب ہوئی۔ آپ کی شہادت کا واقعہ بڑا عیب وغریب ہے اور وہ یہ ہے کہ تنخواہ میں دیر ہونے کی وجہ سے بادشاہ کے کچھ فوجیوں نے بغاوت کر دی اور وزیر سلطنت ہونے کی وجہ سے باغی فوجیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ جب آپ کو پتہ چلا تو آپ نے نہایت اطمینان کے ساتھ حجامت بنوائی اور غسل کر کے بہترین کفن پہنا اور پوری رات صبح تک نماز پڑھتے رہے۔ بادشاہ نے باغیوں کے مقابلے کے لئے فوج بھیجی اور باغیوں سے اس فوج کی خونریز جنگ بھی ہوئی مگر باغی فوج غالب آئی اور بالآخر مکان کے اندر داخل ہوگئی۔ آپ بحالت نماز سجدے میں تھے کہ باغیوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الآخر 334ھ میں ہوا۔ (تبصرۃ الدرایہ)

# (9)

# جن کو عرفانِ الٰہی نصیب ہو جاتا ہے

ایک کنیز غلاف کعبہ اپنے ہاتھوں میں تھامے ہوئے کہہ رہی تھی میرے سردار، تجھے میرے چاہنے کی قسم! میرا دل واپس فرما دے۔ حضرت ابراہیم بن مہلب سائح رحمۃ اللہ علیہ وہیں موجود تھے۔ انہیں کنیز کی حاجات پر تعجب ہوا۔ ابن مہلب: تجھے کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تجھے چاہتا ہے؟

کنیز: اس کی عنایت آج مجھ پر کچھ نئی نہیں بلکہ میں پہلے سے جانتی ہوں۔ اس نے میرے لئے لشکر روانہ کئے۔ مال خرچ کئے۔ مجھے مشرکوں کے علاقے سے نکال کر توحید کے گہوارہ میں بلایا اور اپنی ذات کی معرفت کرائی۔ اے ابراہیم! کیا یہ سب مہربانیاں اور نوازشیں چاہنے کی نشانیاں نہیں؟ ابن مہلب: اچھا یہ بتاؤ تجھے اس سے جو محبت ہے وہ کیسی ہے؟

کنیز: بہت عظیم و جلیل۔ ابن مہلب: اس کی کیفیت تو بتاؤ؟

کنیز: خوش ذائقہ مشروب سے زیادہ رقیق اور گل قند سے زیادہ شیریں۔ یہ کہہ کر کنیز وہاں سے چلی گئی۔

اس کے اکرام تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد ہے اگر تو کسی قابل ہوتا

☆......ایک مرد صالح کے ہمسایوں میں ایک ضعیفہ خاتون بھی تھی جو بیہ اسن ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہدہ اور ریاضت میں بے حد مشق کرتی تھی۔ ناتوانی اور ضعف ۃ

اس کے جسم پر غلبہ تھا۔ اس مرد صالح کو اس کی حالت پر ترس آیا۔ اس نے ایک روز کہا: ''آپ کو اس قدر محنت و مشقت نہیں کرنی چاہئے کچھ اپنے جسم اور اعضاء کو بھی آرام دیجئے۔'' باخدا ضعیفہ نے جواب دیا ''اگر میں اپنی جان کو آرام دینے لگوں تو مالک حقیقی کے دروازے سے علیحدہ اور دور ہو جاؤں گی اور جو دنیوی مشاغل کے باعث اس سے دور ہوا اس نے خود کو عظیم آزمائش میں ڈالا اور سعی و کوشش کے ساتھ عمل کروں تو بھی میرے عمل کی حیثیت کتنی؟ اگر اس میں کوتاہی بھی کروں تو باقی کیا بچے گا۔''

حسرت و غم ان کو جو آگے بڑھیں۔ فراق انہیں جو محبوب سے دور رہیں۔ آگے بڑھنے والوں کی حسرت یہ کہ محشر میں جب مردے قبر سے اٹھیں۔ صالحین نور کے براق پر سوار جنت کو جائیں اور انہیں دوستوں کے رتبے ملیں۔ حور و غلمان ان کی خدمت کو دست بستہ ایستادہ ہوں اور پیچھے والے کف افسوس ملتے رہ جائیں۔ اس وقت حسرت و غم سے ان کے قلوب پارہ پارہ ہو کر بہہ جائیں گے۔ فراق یہ کہ لوگ میدان قیامت میں الگ الگ ٹولیوں میں تقسیم کئے جائیں گے۔ رب ذوالجلال سب کو یکجا فرمائے گا۔ ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا۔ گنہگار و! تم الگ ہو جاؤ' رب تعالیٰ کے پرہیزگار بندے بامراد ہوئے۔ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۔ آج کے دن اے گنہگار و! جدا ہو جاؤ۔ (یٰسین'36'59)

اس روز شوہر اپنی بیوی سے' بیٹا ماں سے اور دوست دوست سے الگ ہو جائے گا۔ کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا' نفسا نفسی کا عالم ہوگا' کسی کو عزت و تکریم سے بہشت میں لے جائیں گے۔ کسی کو زنجیر و سلاسل میں جکڑ کر داخل جہنم کریں گے۔ جدا جدا راستے اور منزلیں ہوں گی' آنکھوں سے اشکوں کی نہریں جاری ہوں گی۔ جدائی اور فراق کے عالم میں ایک دوسرے کو حسرت سے دیکھیں گے۔ اللہ رحیم و کریم اپنے کرم کے صدقے عذاب اور موجبات عذاب سے بچائے۔ آمین۔ (روض الریاحین)

☆......شہر بصرہ میں ایک متمول گھرانے کا خوش رو نوجوان تھا۔ زرق برق باس'

کھیاں کو دواور خوشحال زندگی' حضرت مالک بن دینار کو وہ ایک روز بصرہ سے دور کسی مقام پر مصروف آہ وبکا ملا۔ آنسوؤں کے موتی اس کی آنکھوں سے ڈھلک کر دامن کو بھگور ہے تھے۔ حضرت مالک نے اسے پہلے خوشحال اور ناتوانی میں دیکھا تھا اب اس کیفیت میں پا کر مشکل سے پہچان سکے۔ حضرت مالک بن دینار کی آنکھوں سے بھی آنسو چھلک پڑے۔ نوجوان نے حضرت مالک بن دینار سے گزارش کی ''آپ اپنے اوقات خاص میں میرے لئے دعا کیجئے گا اور رب تعالیٰ سے میری توبہ اور بخشش مانگئے گا' میں امید کرتا ہوں کہ آپ کی دعا کی برکت سے غفار وستار پروردگار مجھے معاف فرمادے'' اور کچھ پردرد اشعار پڑھے۔

اسی سال حج کے موقع پر حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے' اسے دوران انہوں نے دیکھا: حجاج کے اژدحام میں کوئی زار وقطار رو رہا ہے جس کی وجہ سے طواف کرنے والے رک رک جاتے ہیں۔ قریب پہنچ کر انہوں نے دیکھا تو وہ وہی بصری نوجوان تھا۔ حضرت مالک اس نوجوان کو پا کر مسرور ہوئے۔ سلام کر کے قریب گئے اور کہا پروردگار عالم کا شکر ہے کہ اس نے تیرے خوف کو امن سے بدل دیا اور تیری آرزو برآئی۔ اے نوجوان! بخدا بتا اب تیرا کیا حال ہے؟

نوجوان نے کہا: ''رب تعالیٰ کا کرم ہے اس نے مجھے بلایا میں چلا آیا اور پھر میں نے جو طلب کیا وہ مجھے عطا کیا۔''

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں میں طواف میں مصروف تھا کہ وہ وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد نہ میں اس سے ملا اور نہ کوئی خبر پائی۔

آں را کہ خبر شد خبرش باز نیاید

## ایک کمسن عارف:

شیخ ابراہیم جب سے حج کر کے لوٹے تھے ان کا عالم ہی عجیب تھا۔ ملاقات کرنے والے ان کی [illegible]بت میں ایک کشش اور روحانی لذت پاتے تھے خاص طور سے ان کے

ہاتھ کی خوشبو لوگوں کو مسحور کر دیتی۔ وہ ایسی پاکیزہ' لطیف اور دلنواز خوشبو تھی جس کے نام اور ندرت سے عطار بھی ناواقف تھے۔ عطر' گلاب' خس' کیوڑہ' مجموعہ ان کے ہاتھ کی خوشبو دریافت شدہ تمام عطریات سے ممتاز تھی۔ ہر مصافحہ کرنے والے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر الگ کرتا تو اس جاں افروز خوشبو کو دیر تک محسوس کرتا۔ ایک روز لوگوں نے دریافت کیا ''شیخ! آپ کے دست مبارک میں یہ غیر معمولی خوشبو کہاں سے آئی' اس کا راز کیا ہے؟''

شیخ ابراہیم نے فرمایا: سفر حج کے دوران وسط حجاز میں' میں اپنے قافلہ سے بچھڑ گیا۔ میں سو رہا تھا' میری آنکھ کھلی تو قافلہ جا چکا تھا۔ صحرائی علاقہ' تیز لو موسم' گرم گرم ہوا چلنے لگی۔ میں وہاں تنہا سخت پریشان' وہاں نہ کوئی آبادی تھی نہ انسان' لو کی تپش الگ جھلسا رہی تھی۔ اتنے میں مجھے ایک لڑکا نظر آیا۔ میں جلدی سے اس کی طرف لپکا یہ سوچ کر کہ کہیں یہ بھی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو جائے۔ وہ ایسا حسین تھا جیسے چودھویں کا چاند یا دوپہر کا دھمکتا سورج' قریب جا کر۔ شیخ ابراہیم: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

لڑکا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' یا ابراہیم!

شیخ ابراہیم: سبحان اللہ! تم میرا نام بھی جانتے ہو' کوئی سابقہ دید وشنید تو مجھے معلوم نہیں' تم نے مجھے پہچانا کیسے؟

لڑکا: اے شیخ! میں نے جب سے پہچانا بھولا نہیں' اور جب سے ملا جدا نہیں ہوا۔

شیخ ابراہیم: تم اس شدید گرمی کے موسم میں بیابان کے اندر کیسے قیام پذیر ہو؟

لڑکا: میں نے اس کے علاوہ کسی سے دوستی نہیں کی اور نہ کسی کی رفاقت اختیار کی' اور سب سے کٹ کر اسی کی طرف جا رہا ہوں۔ بس اسی کے معبود ہونے کا اقرار ہے۔

شیخ ابراہیم: کہاں سے کھاتے پیتے ہو؟ لڑکا: میرا محبوب میرا ضامن ہے۔

شیخ ابراہیم: بخدا میں اس تیز لو اور شدت گرمی سے تیری جان کے بارے میں ڈرتا ہوں۔

لڑکا یہ بات سن کر رونے لگا اور اشعار پڑھنے لگا جن کے مفہوم کو اردو کا جامہ پہنانے کی مولانا بدر القادری نے کوشش کی ہے۔

**اشعار کا منظوم اردو ترجمہ:**

مجھ کو ناصح نہ ڈرا راہ کی کٹھنائی سے
میں ہوں بے خوف مجھے یار کے گھر جانا ہے
عشق تڑپاتا ہے شوق حوصلہ اکساتا ہے
دوست اللہ کا انسانوں سے بیگانہ ہے
بھوک لگتی ہے تو کر لیتا ہوں اس سے سیری
ذکر پانی ہے مرا شکر مرا دانہ ہے
دہر میں کچھ بھی نہیں اس کی عنایت کے سوا
وہی ساقی وہی ساغر وہی میخانہ ہے
قوت عشق میری دیکھ! میرا جسم نہ دیکھ
ناصحا! لگتا ہے تو عشق سے بیگانہ ہے
عشق ہی کوہ کن و عشق ہی طوفاں بردار
عشق سے شوق بکف دشت ہے ویرانہ ہے
بے پر و بال اڑا کر مجھے لے جائے گا
جس کو میں جان گیا جس نے مجھے جانا ہے

**وصالِ محبوب حقیقی**

شیخ ابراہیم: میں تجھے خدائے ذوالجلال کی قسم دیتا ہوں مجھے اپنی عمر صحیح صحیح بتا۔
لڑکا: بخدا میری عمر بارہ سال ہے۔ بھلا آپ میری عمر کیوں دریافت کر رہے ہیں؟
شیخ ابراہیم: تیری باتوں نے مجھے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔
لڑکا: اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر و احسان ہے کہ اس نے مجھے بہت سے ایمان والوں پر

فضیلت دی۔

شیخ ابراہیم: کہتے ہیں میں اس بارہ سالہ عارف ربانی کی شیریں کلامی میں کھو گیا اور رب تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے لگا۔ جس نے اس کمسنی میں پھول جیسے لڑکے کے قلب کو اپنی محبت اور عرفان کا گہوارہ بنا دیا۔ مناجات سن کر لڑکے نے چند ثانیہ کے لئے اپنا سر جھکایا پھر سر اٹھا کر مجھے تیکھی نظروں سے دیکھا اور گویا ہوا۔

لڑکا: اے شیخ! حقیقتاً جدا وہ ہے جسے دوست ترک کر دے اور واصل وہ ہے جو اس کا اطاعت گزار رہے مگر آپ تو صرف قافلہ حجاج سے جدا ہو گئے ہیں۔

شیخ ابراہیم: صاحبزادے تو نے بالکل سچ کہا میں ایسا ہی ہوں میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر دعا کرنے کی درخواست کرتا ہوں تا کہ میں اپنے قافلے سے جا ملوں۔

لڑکے نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھا کر زیر لب کچھ پڑھا (شیخ ابراہیم کہتے ہیں) اس وقت مجھ پر غنودگی طاری ہوئی۔ ہوش اس وقت آیا جب میرے قافلے کے ساتھی نے مجھے مخاطب کر کے کہا: ''شیخ ابراہیم! سواری پر سنبھل کر بیٹھو کہیں گر نہ جانا۔ مجھے معلوم نہیں وہ لڑکا آسمان کی جانب پرواز کر گیا یا کہاں چلا گیا مگر میں اپنے قافلے میں پہنچ چکا تھا۔ یہ سب کیسے ہوا خود میرے لئے باعث تعجب ہے؟''

ہمارا قافلہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو ایک دن خانہ کعبہ کے قریب میری نگاہ ایک لڑکے پر پڑی جو غلاف بیت اللہ شریف سے لپٹ کر رو رہا تھا۔ میں نے پہچان لیا یہ وہی لڑکا ہے میرے قریب پہنچتے ہی غلاف کعبہ کو چھوڑ کر اس نے سجدہ میں سر رکھ دیا۔ میں نے اس کے سر اٹھانے کا انتظار کیا مگر اس نے سر نہیں اٹھایا۔ بہت دیر بعد میں نے اس کے بدن کو جنبش دی تو وہ بے جان تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

## خوشبو کا راز

میں لڑکے کا جنازہ وہیں چھوڑ کر اپنی قیام گاہ گیا۔ کفن و دفن کا انتظام کرنے کے لئے کچھ کپڑے وغیرہ لئے اور واپس حرم شریف آیا تو وہاں اسے نہیں پایا۔ لوگوں سے

دریافت کیا تو انہوں نے بھی کوئی خبر نہیں دی۔ گویا میرے سوا کسی نے اس لڑکے کو زندہ یا مردہ دیکھا ہی نہیں اور مصلحت خداوندی کے تحت اس کا احوال لوگوں سے پوشیدہ رہا۔ مجھے اس واقعہ نے بہت فکر مند کر دیا۔

اسی رات کی بات ہے میں نے خواب میں لڑکے کو دیکھا جو ایک عظیم جلوس کے آگے آگے چل رہا ہے۔ ایک نورانی بیش قیمت عبا زیب تن کئے ہوئے ہے۔ میں نے پوچھا: کیا میں وہی نہیں جس کی تم سے ملاقات ہوئی تھی؟ لڑکا: آپ بیشک وہی ہیں۔
شیخ ابراہیم: تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے کفن اور جنازہ کی فکر میں میں کتنا پریشان ہوا؟

لڑکا: شیخ ابراہیم! میری تجہیز و تکفین اس ذات نے کی جس نے مجھے میرے شہر سے نکالا' اپنی محبت کا شیدا بنایا۔ مجھے میرے گھر والوں سے الگ کر کے مسافرت بخشی۔ میری تمام حاجتوں کا وہی کفیل ہے۔ شیخ ابراہیم: تمہارے ساتھ رب تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟

لڑکا: مجھے اپنے حضور کھڑا کیا اور پوچھا تیری مراد کیا ہے؟ میں نے عرض کیا مولا! تو ہی میری منزل اور تو ہی مقصود ہے۔ تیرے سوا میری اور کوئی مراد نہیں۔ ارشاد فرمایا: تو میرا مخلص بندہ ہے۔ تیرا انعام یہ ہے کہ جس کا تو طالب ہے وہ تجھ سے پوشیدہ نہ رہے۔ میں نے عرض کیا میرے اہل زمانہ لوگوں کے حق میں میری سفارش قبول کر۔ رب تعالیٰ نے میری یہ التجا قبول فرمائی۔

شیخ ابراہیم فرماتے ہیں اسی عالم خواب میں لڑکے نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں جب نیند سے بیدار ہوا تو میرے ہاتھوں میں اس عارف کامل لڑکے سے مصافحہ کی برکت باقی رہ گئی کہ ان سے دلنواز خوشبو نکلتی ہے۔

امام ابو محمد عبداللہ بن یمنی یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شیخ ابراہیم کے ہاتھوں میں وہ خوشبو تا حیات باقی رہی اور ان سے مصافحہ کرنے والے کمسن عارف کے فیضان عشق سے متمتع ہوتے رہے۔

عطر و عنبر گلاب کی خوشبو
ارغوانی شباب کی خوشبو
سب فریب نظر ہیں حق ہے ایک
عشق حق کے نصاب کی خوشبو

(بزم اولیاء)

هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون

۱۲۰۳

# (10)

# جب تک بکے نہ تھے تو کوئی پوچھتا نہ تھا

صفوان بن امیہ مکہ کے بڑے سرداروں میں سے ایک تھا جس کا عمیر بن وہب سے معاملہ تھا۔ بدر کے قیدیوں میں صفوان کا والد امیہ بن خلف اور بھائی علی بھی تھے۔ انہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے گرفتار کیا تھا جو زمانہ جاہلیت میں ان کے دوست تھے۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ جاہلیت میں میرا نام عبدعمرو تھا۔ جب میں مسلمان ہوا تو میں نے اپنا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ امیہ نے کہا: دیکھو دوست! میں رحمٰن کو مانتا نہیں اور تم پرانے نام سے پکارے جانے پر جواب نہیں دیتے' کیوں نہ کوئی تیسرا نام رکھ لیا جائے جس کے ذریعے میں تمہیں بلا لیا کروں۔ پھر میں نے خود ہی کہا میں تمہیں عبدالالٰہ کہا کروں گا۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں بدر کے روز میں میدان جنگ سے غنیمت کے طور پر کچھ زرہیں جمع کر کے لے جا رہا تھا کہ امیہ نے مجھے آواز دی عبدالالٰہ! زرہیں پھینک دو اور مجھے گرفتار کر لو۔ میری رہائی کے عوض تمہیں بہت سا مال ملے گا۔ میں نے زرہیں پھینک دیں اور ایک ہاتھ سے امیہ اور دوسرے ہاتھ سے اس کے بیٹے کو پکڑ کر چلنے لگا۔ اچانک حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نظر ان پر پڑ گئی۔ چلا کر کہنے لگے: ساتھیو! آج یا تو یہ اللہ کا دشمن بچے گا یا میں بچوں گا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: دیکھو بلال! یہ میرا قیدی ہے۔ مگر انہوں نے انصار کو اپنی مدد کے لئے بلا لیا اور کہا یہ رہا کفار کا سرغنہ امیہ بن خلف' اب ہم دونوں میں

سے کوئی ایک ہی باقی رہے گا۔ حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں اسلامی لشکر کے سپاہیوں نے ہمیں گھیر لیا۔ میں اپنے قیدیوں کا بچاؤ کر رہا تھا مگر ایک آدمی نے تلوار سونت کر اس کے بیٹے کے پاؤں پر ماری۔ وہ تیورا کر گر پڑا۔ بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر امیہ نے اس زور کی چیخ ماری کہ میں نے ایسی چیخ کبھی نہیں سنی تھی۔ میں نے کہا: خدا کی قسم! میں بالکل تمہارے کام نہیں آسکتا۔ نکل بھاگو۔ مگر اب بھاگنے کی گنجائش کہاں تھی۔ لوگوں نے باپ اور بیٹے دونوں کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ عبدالرحمٰن کہا کرتے تھے اللہ بلال رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے' میری زرہیں بھی گئیں اور بلال ہی کی وجہ سے میں قیدیوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔

امیہ نے اہل اسلام پر جو ظلم وستم کئے تھے ان کا بدلہ بدر کے میدان میں چکا دیا گیا۔ اس کا بیٹا صفوان فتح مکہ تک اسلام کے خلاف سازشوں اور مخالفتوں میں مشغول رہا۔ یہ لوگ آج کی اصطلاح میں ''جنگی مجرم'' تھے۔ فتح مکہ کے دن یہ جدہ کی طرف بھاگ گیا۔ عمیر بن وہب آخر اس کے چچازاد اور ہمدرد تھے۔ وہ اپنے بیٹے وہب بن عمیر کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور صفوان کے لئے امان طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفوان آجائے' اسے امان ہے۔ عمیر نے عرض کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے جرائم بہت زیادہ ہیں' ہوسکتا ہے اسے اعتبار نہ آئے' اس کے لئے کوئی نشانی عطا فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اور ایک اور روایت کے مطابق اپنا عمامہ اتار کر عمیر کو دے دیا۔ عمیر صفوان کو سمجھا بجھا کر مکہ لانے میں کامیاب ہو گئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ صفوان نے سواری پر بیٹھے بیٹھے پوچھا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ وہب بن عمیر میرے پاس آیا ہے اور کہہ رہا ہے کہ آپ نے مجھے امان دے دی ہے اور ساتھ ہی سوچ بچار کے لئے دو ماہ کی مہلت بھی دی ہے۔ اس رحیم وشفیق اور سراپا عفو وکرم پیغمبر نے اس کے جواب میں فرمایا انزل ابا وهب ''اے ابو وہب! سواری

سے نیچے اتر آؤ۔" اَنْزِلْ وَلَكَ مَسِيْرُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ " آجاؤ! تمہیں دو نہیں چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے۔" تم اسلام کے بارے میں خوب غور وفکر کرلو۔

صفوان مکمل طور پر مطمئن ہونے کے بعد سواری سے نیچے اترا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالت کفر میں حنین کی طرف روانہ ہوگیا۔ غزوۂ حنین میں اسلحہ کی اشد ضرورت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اسلحہ طلب کیا۔ وہ بڑا ہوشیار تھا' کہنے لگا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اسلحہ پر زبردستی قبضہ کرنا چاہتے ہیں یا عاریتاً لینا چاہتے ہیں۔ اب ذرا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محبت بھرا جواب ملاحظہ فرمائیے۔ ارشاد ہوا: بَلْ طَوْعًا عَارِيَةً مَّضْمُوْنَةً "تمہاری مرضی اور خوشی سے عاریتاً لے رہا ہوں۔" یہ اسلحہ گارنٹی کے ساتھ قابل واپسی ہوگا۔ تمہاری مرضی ہے دو یا نہ دو۔ صفوان نے اسلحہ مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ جنگ کے آغاز میں مسلمانوں کو شکست ہو رہی تھی اور ان کے قدم لڑکھڑا گئے تھے۔ صفوان کا ماں جایا بھائی کلدہ بن حنبل اس کے پاس آیا اور اس شکست پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا: دیکھو صفوان! آخر یہ طلسم ٹوٹ ہی گیا۔ صفوان نے اسے ٹوکا اور کہا اپنی زبان کو لگام دو:

فَوَاللهِ لَاَنْ يَّرُبَّنِيْ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَّرُبَّنِيْ رَجُلٌ مِّنْ هَوَازِنَ يَعْنِيْ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ النَّضْرِيَّ .

اللہ کی قسم! قریش کا آدمی میرا سردار اور آقا بنے۔ یہ میرے لئے بنی ہوازن کے عوف بن مالک نضری کے غلبے سے کہیں زیادہ بہتر اور محبوب ہے۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ جنگ کا پانسہ مسلمانوں کے حق میں پلٹ گیا اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ صفوان کہتا ہے:

اَعْطَانِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ وَاِنَّهُ لَاَبْغَضُ النَّاسِ اِلَيَّ فَمَا زَالَ يُعْطِيْنِيْ حَتّٰى اِنَّهُ لَاَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ .

میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید بغض رکھتا تھا مگر آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے غنیمت سے مجھے بارہا مال عطا کیا۔ وہ مسلسل مجھے مال دیتے رہے۔ مجھے نوازتے رہے حتیٰ کہ وہ میری نگاہوں میں محبوب ترین شخصیت بن گئے۔

صفوان آپ کے حسن سلوک، حلم، حوصلہ اور فیاضی سے اس قدر متاثر ہوا کہ چار ماہ والی مہلت اور سوچ و بچار کا وقت سکڑ کر تین ہفتہ تک آ گیا اور حنین کے فوراً بعد ختم ہو گیا۔ اس نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ مکہ پہنچا لوگوں نے اس سے کہا مَنْ لَّمْ یُهَاجِرْ هَـلَكَ وَلَا اِسْلَامَ لِمَنْ لَّاهِجْرَةَ لَهٗ ''جس نے ہجرت کا شرف نہ پایا وہ تو برباد ہو گیا بلکہ جس نے ہجرت نہیں کی اس کا تو اسلام ہی قبول نہیں۔''

یہ بات اس کے علم میں آئی تو ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب کا مہمان بنا۔ آپ کو معلوم ہوا تو ارشاد فرمایا: لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْـفَتْحِ ''فتح مکہ کے بعد مکہ سے ہجرت ختم ہو گئی ہے۔'' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں سے غایت درجہ محبت رکھتے تھے اور ان کے معمولی سے معمولی کاموں میں بھی ذاتی دلچسپی لیتے تھے۔ پوچھا صفوان کس کے مہمان بنے ہو؟ عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس کا۔ فرمایا: نَـزَلْـتَ عَلٰى أَشَدِّ قُرَيْشٍ لِقُرَيْشٍ حُبًّا ''صفوان! تم ایک ایسی قریشی شخصیت کے مہمان بنے ہو جو قریش سے شدید محبت رکھتا ہے۔'' پھر فرمایا: ''ابو وہب! مکہ واپس چلے جاؤ، اپنے ڈیرے ہی پر قیام کرو اور لوگوں کو دین کی دعوت دیتے رہو۔'' چنانچہ وہ وفات تک مکہ مکرمہ میں ہی مقیم رہے۔

صفوان مکہ کے نہایت ممتاز سرداروں میں سے تھے۔ نہایت فصیح اللسان تھے۔ ان کے خاندان کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ لوگوں کو کھانا کھلانے والے اور خوب مہمان نوازی کرنے والے شرفاء میں سے تھے۔ یہ سلسلہ نسلوں سے چلا آ رہا تھا۔ ایک دن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا مکہ میں سب سے زیادہ مہمان نواز کون ہے؟ جواب ملا عبداللہ بن صفوان۔ کہنے لگے: بَخٍ بَخٍ تِلْكَ نَارٌ لَاتَطْفَأُ

''اس گھرانے کے مہمان خانے کی آگ کبھی بجھتی ہی نہیں۔'' صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بیالیس ہجری میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں وفات پا گئے اور ان کا بیٹا عبداللہ بن صفوان مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن زبیر کی جانب سے لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔

(البدایة والنھایة' 3/302.303,318 والسیرة النبویة لابن ہشام' 4/66,90 والتفصیل فی اسد الغابة' 3/24-26)





# (11)

# کس قدر عقل مند ہیں یہ لوگ

حضرت سیّدنا محمد بن داؤد دینوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سیّدنا اسحاق ہروی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ میں بصرہ میں موجود تھا کہ میرے پاس حضرت سیّدنا ابن خیوطی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''چلو ہم ابلہ چلتے ہیں۔'' (یہ بصرہ کے ایک قصبہ کا نام ہے)

چنانچہ ہم سفر پر روانہ ہوئے۔ بدرِ کامل نے اپنی روشنی سے سارے قصبے کو نور بار کیا ہوا تھا۔ ہر طرف خاموشی کا سماں تھا۔ جب ہم اس قصبہ کے قریب پہنچے تو وہاں ایک عظیم الشان عمارت نظر آئی جو کسی رئیس کی ملکیت میں تھی۔ پھر یکا یک خاموش فضاؤں میں سارنگی بجنے کی آواز آئی۔ جب ہم اس سمت گئے تو دیکھا: ایک لونڈی محل کے قریب بیٹھی سارنگی بجا رہی ہے اور بار بار ایک شعر گنگنا رہی ہے جس کا مفہوم یہ ہے ''تم روزانہ بدلتے ہو، کیا تمہیں اس کے علاوہ بھی کوئی شئے زیبا ہے۔''

اس عمارت کی ایک طرف ایک فقیر دو چادروں میں لپٹا ہوا بیٹھا تھا۔ جب اس نے یہ شعر سنا تو زور زور سے چیخنے لگا اور لونڈی سے کہنے لگا: ''خدارا! وہ شعر مجھے دوبارہ سناؤ' ہائے افسوس! میرا حال بھی میرے رب کے ساتھ ایسا ہی ہے۔ جلدی کرو' مجھے دوبارہ وہ شعر سناؤ۔ جب اس لونڈی کے مالک نے یہ حالت دیکھی تو لونڈی سے کہا: ''سارنگی بجانا چھوڑ دو اور اس فقیر کو جا کر شعر سناؤ' یہ خدا رسیدہ بزرگ ہے۔'' چنانچہ وہ لونڈی اس فقیر کے پاس آئی اور دوبارہ یہی شعر پڑھا۔ وہ شعر پڑھتی جاتی اور فقیر چیختا جاتا اور کہتا ''خدا

کی قسم! میری حالت بھی میرے رب کے ساتھ ایسی ہی ہے۔'' پھر یکدم اس نے ایک دل خراش چیخ ماری اور زمین پر گر پڑا۔ ہم اس کے پاس گئے اور اسے ہلا جلا کر دیکھا تو اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

جب یہ خبر اس عظیم الشان عمارت کے مالک کو پہنچی تو وہ نیچے آیا اور اس فقیر کی لاش کو اپنے گھر لے گیا۔ ہمیں اس واقعہ پر بہت افسوس ہوا۔ پھر ہم اپنے کام کے سلسلہ میں آگے روانہ ہو گئے۔ جاتے وقت ہم نے دیکھا: صاحب عمارت نے اپنے سامنے موجود تمام آلات لہو ولعب توڑ دیئے تھے۔

پھر جب صبح ہمارا گزر اسی مقام سے ہوا تو دیکھا: اس عمارت کے گرد لوگوں کا جم غفیر ہے اور وہاں اس فقیر کا جنازہ رکھا ہوا ہے۔ ایسے لگتا تھا گویا پورے شہر بصرہ میں اس فقیر کی موت کی اطلاع پہنچا دی گئی ہے۔ شہر کا ہر عام و خاص اس کے جنازے میں شرکت کے لئے موجود تھا۔ قاضی اور حکام بھی وہاں موجود تھے۔

پھر اس خدا رسیدہ بزرگ کے جنازہ کو سوئے قبرستان لے جایا گیا۔ اس کے پیچھے فوجی لشکر اور عوام و خواص کا ہجوم تھا۔ سب کے سب ننگے سر اور ننگے پاؤں تھے۔ سب افسردہ و غمگین تھے۔ جب اس مرد قلندر کو دفنایا گیا تو اس عمارت والے رئیس نے لوگوں سے کہا: ''تم سب لوگ گواہ ہو جاؤ' میرے تمام غلام اور لونڈیاں آج کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آزاد ہیں' میری تمام جاگیر اور مال و دولت سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف ہے' میری ملکیت میں چار ہزار دینار ہیں' میں انہیں بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کرتا ہوں۔'' پھر اس نے اپنا قیمتی لباس اتار کر پھینک دیا۔ اب اس کے پاس صرف ایک شلوار باقی بچی۔ اس نیک بخت رئیس کی یہ حالت دیکھ کر قاضی نے کہا: ''میرے پاس دو چادریں موجود ہیں' آپ وہ قبول فرمالیں۔'' چنانچہ قاضی صاحب نے اس رئیس کو وہ دو چادریں دے دیں۔ اس نے ایک کو اوڑھ لیا اور دوسری کو بطور تہبند استعمال کیا۔ لوگ میت سے زیادہ رئیس کی اس حالت پر روئے پھر وہ نیک بخت رئیس مالک حقیقی کی رضا

کی خاطر اپنی تمام دولت چھوڑ کر دائمی نعمتوں کے حصول کے لئے ایک نامعلوم سمت روانہ ہو گیا۔ (عیون الحکایات)

## جو نصیحت کرتے ہیں:

ایک مرتبہ حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیّدنا سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک تحریر بھیجی جس کا مضمون کچھ اس طرح تھا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی طرف سے آپ پر سلامتی ہو۔

وحدہ لاشریک ذات جو رحیم و کریم ہے' اس کی حمد و ثناء کے بعد عمر بن عبدالعزیز عرض کرتا ہے ''اے سالم بن عبداللہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! اللہ رب العزت نے اس امت کی حکومت کا بوجھ میرے کندھوں پر ڈال دیا ہے اور میرے مشورے کے بغیر ہی امورِ خلافت میرے سپرد کر دیئے گئے' میں نے کبھی بھی خلافت کی خواہش نہ کی تھی' بس اللہ رب العزت کی مرضی' اس اب کے حکم سے مجھے خلافت کی ذمہ داری ملی ہے لہٰذا میں امورِ خلافت کے تمام مسائل میں اسی کریم ذات سے مدد طلب کرتا ہوں کہ وہ مجھے اچھے اعمال اور اطاعت کی توفیق عطا فرمائے اور مجھے مخلوق پر شفقت و نرمی کی توفیق مرحمت فرمائے۔ وہی ذات میری مدد کرنے والی ہے' (اے میرے بھائی) جب آپ کے پاس میری یہ تحریر پہنچے تو مجھے امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت کے متعلق اور ان کے فیصلوں کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کرنا اور یہ بتانا کہ انہوں نے مسلمانوں اور ذمیوں کے ساتھ اپنے دورِ خلافت میں کیسا رویہ اختیار کیا؟ میں امورِ خلافت میں ان کی پیروی کرنا چاہتا ہوں' اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے گا۔''

وَالسَّلَامُ: من عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

جب یہ تحریر حضرت سیّدنا سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو انہوں نے حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا جواب لکھا جس کا مضمون کچھ اس طرح تھا ''اے عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! تم پر سلامتی ہو' اللہ رب العزت کی حمد و ثنا

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے بعد میں کہتا ہوں ''اللہ رب العزت قادرِ مطلق ہے'اس کی عظمت و بلندی کو کوئی نہیں پہنچ سکتا' اس کا کوئی شریک نہیں' وہ کسی غیر کے شریک ہونے سے منزہ ومبرا ہے'جب اس نے چاہا دنیا کو پیدا فرمایا اور جب تک چاہے گا باقی رکھے گا' اس نے دنیا کی ابتداء وانتہاء کے درمیان بہت قلیل مدت رکھی جو حقیقتاً دن کے کچھ حصے کے برابر بھی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس دنیا اور اس میں موجود تمام مخلوقات کی فناء کا فیصلہ بھی فرمادیا اور یہ سب چیزیں فانی ہیں' صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کو بقاء ہے'اس کے سوا باقی سب چیزیں فانی ہیں' جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ط لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۝

(پ20' القصص'88)

ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے' اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

(اے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ!) بے شک دنیا والے دنیا کی کسی چیز پر قادر نہیں' وہ خود مختار نہیں' جب انہیں حکم الٰہی ہوگا وہ اس دنیا کو چھوڑ دیں گے اور یہ بے وفا دنیا ان کو چھوڑ دے گی۔ اللہ تعالیٰ نے (لوگوں کی رہنمائی) کے لئے قرآن کریم اور دیگر کتب سماویہ نازل فرمائیں' انبیاء ورسل علیہم السلام مبعوث فرمائے' اپنی کتاب میں جزاء وسزا بیان فرمائی' مثالیں بیان فرمائیں اور اپنے دین کی وضاحت قرآن کریم میں فرمادی' حرام وحلال اشیاء کا بیان اسی کتاب میں فرما دیا اور عبرت آموز واقعات اس میں بیان فرمائے۔

اے عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! کیا تجھ سے اس بات کا وعدہ نہیں لیا گیا کہ تو ہر ایک انسان کے کھانے پینے کا ذمہ دار ہے اور تو ان کو کافی ہے بلکہ تجھے تو خلافت دی گئی ہے' بے شک تجھے بھی اتنا کچھ ہی کھانا اور لباس کافی ہے جتنا کہ ایک عام انسان کو کافی ہے' بے شک تجھے جو ذمہ داری ملی ہے یہ اللہ رب العزت ہی کی طرف سے

ملی ہے۔ اگر تجھ میں اتنی استطاعت ہے کہ تو اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو نقصان و بربادی سے بچا سکتا ہے تو ضرور بچا اور قیامت کی ہولناکیوں سے بچ اور نیکی کرنے کی طاقت اور برائی سے بچنے کی توفیق اللہ رب العزت ہی کی طرف سے ہے۔ بے شک جو لوگ تجھ سے پہلے گزرے انہوں نے جو کچھ کرنا تھا وہ کیا' جو ترقیاتی کام کرنے تھے کئے' جن چیزوں کو ختم کرنا تھا ختم کیا اور ہر شخص اپنے اپنے انداز میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتا رہا اور یہی سمجھتا رہا کہ اصل طریقہ یہی ہے جو میں نے اختیار کیا ہے' ان میں سے بعض لوگوں نے قابل گرفت لوگوں سے بھی نہایت نرمی سے کام لیا اور ان کی سرکشی کے باوجود انہیں بے جا ڈھیل دی تو اللہ رب العزت نے ایسے لوگوں پر آزمائش کا دروازہ کھول دیا۔ اگر تو بھی کسی قابل گرفت شخص سے نرمی کا برتاؤ کرنا چاہتا ہے تو کر' پھر اس کا انجام خود ہی دیکھ لے گا۔ اگر تو نے کسی مجرم سے کسی دینی معاملہ میں نرمی کا برتاؤ کیا تو اللہ رب العزت تجھ پر بھی آزمائش کے دروازے کھول دے گا' اگر تو کسی کو گورنر بننے کے قابل نہ سمجھے تو بے دھڑک اس کو عہدے سے معزول کر دے اور کسی کا خوف نہ کر اور اس بات سے نہ ڈر کہ اب کون گورنر و حاکم بنے گا۔ اس بات کا مالک اللہ رب العالمین ہے' وہ تیرے لئے ان نااہل گورنروں اور حاکموں سے بھی اچھے مددگار لوگ عطا فرما دے گا تو مخلوق سے بالکل نہ ڈر اور اپنی نیت کو خالص رکھ۔ ہر انسان کی مدد اس کی نیت کے مطابق کی جاتی ہے جس کی نیت کامل ہے تو اس کو اجر بھی کامل ہی ملے گا اور جس کی نیت میں فتور ہوگا اس کو صلہ بھی ایسا ہی دیا جائے گا۔ الغرض انسان کی مدد اس کی نیت کے مطابق کی جاتی ہے۔

اے عمر بن عبدالعزیز (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ)! اگر تو یہ چاہتا ہے کہ بروز قیامت تو اس حال میں آئے کہ کوئی تیرے خلاف ظلم کا دعویدار نہ ہو اور جو لوگ تجھ سے پہلے گزر گئے وہ تجھ پر رشک کرتے رہیں کہ اس کے متبعین کو اس سے کوئی شکایت نہیں' اس کی رعایا اس سے خوش ہے تو تو ایسے اعمال کر کہ تجھے اس دن وہ مقام حاصل ہو جائے یعنی اپنے اعمال اچھے رکھ اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نیکی کرنے کی قوت دی جاتی ہے اور

برائی سے بھی وہی ذات بچانے والی ہے۔

اور جو لوگ موت اور اس کی ہولناکیوں سے خوف کھاتے تھے مرنے کے بعد ان کی وہ آنکھیں ان کے چہروں پر بہہ گئیں جو دنیوی لذتوں سے سیر ہی نہ ہوتی تھیں' ان کے پیٹ پھٹ گئے اور وہ تمام چیزیں بھی ضائع ہو گئیں جو وہ کھایا کرتے تھے' ان کی وہ گردنیں جو نرم و نازک تکیوں پر آرام کرنے کی عادی تھیں آج قبر کی مٹی میں بوسیدہ حالت میں پڑی ہیں۔ جب وہ دنیا میں تھے تو لوگ ان سے خوش ہوتے اور ان کی خدمت کرتے لیکن آج یہی لوگ موت کے بعد ایسی حالت میں ہیں کہ ان کے جسم گل سڑ گئے' اگر ان لوگوں کو اور ان کی دنیوی غذاؤں کو آج کسی مسکین کے سامنے رکھ دیا جائے تو وہ بھی اس کی بدبو سے اذیت محسوس کرے' اب اگر ان کے تعفن زدہ جسموں پر خوب خوشبو مل جائے تب بھی ان کی بدبو ختم نہ ہو بلکہ خوشبو ملنا اسراف ہو گا۔

ہاں! اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت خاصہ سے حصہ عطا فرمائے اور اسے دائمی نعمتیں عطا فرمائے' بے شک ہم سب اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اے عمر بن عبدالعزیز (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ)! تیرے ساتھ واقعی ایک بہت بڑا معاملہ درپیش ہے' تو کبھی بھی جزیہ اور زکوۃ وصول کرنے کے لئے ایسے عامل مقرر نہ کرنا جو بہت زیادہ سختی کریں اور لوگوں سے بہت زیادہ ترش روئی سے پیش آئیں اور بے جا ان کا خون بہائیں۔ اے عمر! اس طرح مال حاصل کرنے سے بچ' ایسی خون ریزی سے ہمیشہ کوسوں دور بھاگ' اور اگر تجھے کسی گورنر کے بارے میں یہ خبر ملے کہ وہ لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور پھر بھی تو اسے گورنری کے عہدے سے معزول نہ کرے تو یاد رکھ! اگر تو اس طرح کی جرأتیں کرے گا تو تجھے جہنم سے بچانے والا کوئی نہ ہو گا اور تو رسوائی و ذلت کی طرف مائل ہو جائے گا۔ اللہ رب العزت ہم سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے' آمین۔
اور اگر تو ان تمام ظلم و زیادتی والے امور سے اجتناب کرتا رہا تو تجھے دلی سکون حاصل ہو گا اور تو مطمئن رہے گا۔

۔اے عمر بن عبدالعزیز (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ)! تو نے مجھ سے کہا: میں امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت اور ان کے فیصلوں کے متعلق تجھے معلومات فراہم کروں تو اے عمر بن عبدالعزیز (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ)! امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور کے مطابق فیصلے کیے۔ جیسی ان کی رعایا تھی اب ایسی نہیں' ان کے فیصلے اس دور کے اعتبار سے تھے اور تم اپنے دور کے اعتبار سے فیصلے کرو اور اپنے دور کے لوگوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان سے معاملات کرو' اگر تم ایسا کرو گے تو مجھے اللہ رب العزت سے امید ہے کہ وہ تمہیں بھی امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسی مدد و نصرت عطا فرمائے گا اور جنت میں ان کے ساتھ مقام عطا فرمائے گا۔ اور اے عمر بن عبدالعزیز! تم یہ آیت مبارکہ پڑھا کرو:

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ○ (پ12' ھود 88)

اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کے خلاف کرنے لگوں' میں تو جہاں تک بنے سنوارنا ہی چاہتا ہوں' اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے' میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اے عمر بن عبدالعزیز (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ)! اللہ رب العزت تجھے اپنے حفظ و امان میں رکھے اور دارین کی سعادتیں عطا فرمائے۔ آمین

وَالسَّلَامُ: من سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

(عیون الحکایات)

# (12)

## اذان شعائر اسلام میں سے ہے

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنی روایت میں بتلاتے ہیں:

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے لوگوں کو جمع کرنے کی خاطر گھنٹی بجانے کا حکم دے دیا تو رات کو جب میں سویا ہوا تھا' خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص گھنٹی اٹھائے گھوم رہا ہے۔ میں نے اسے کہا اے اللہ کے بندے! کیا تو گھنٹی بیچے گا؟ اس نے کہا: تم اسے کیا کرو گے؟ میں نے کہا: ہم اس کے ذریعے لوگوں کو نماز کی طرف بلائیں گے' اس نے کہا: کیا تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤ جو اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں' بتلایئے! اس نے کہا: پھر کہو:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۔

''اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے۔ اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے۔''

اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں' میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔''

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ۔

''نماز کی طرف آؤ' نماز کی طرف آؤ۔''

حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ۔

''کامیابی کی طرف آؤ' کامیابی کی طرف آؤ۔''

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

''اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

پھر جب صبح ہوئی تو میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور رات کو جو کچھ خواب میں دیکھا وہ آپ کو بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ نے چاہا تو بلاشبہ یہ خواب سچا ہے' تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ تم نے خواب میں جو کچھ سنا' اسے بتاتے جاؤ تا کہ وہ اذان کہے۔ ایسا اس لئے کہتا ہوں کہ تمہاری نسبت بلال کی آواز بلند ہے۔''

میں بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور اسے اذان کے الفاظ بتلائے تو اس نے اذان دی' جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں اذان کی آواز سنی' وہ سنتے ہی اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے دوڑے اور آ کر کہنے لگے: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا! میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا جس طرح عبداللہ بن زید نے دیکھا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ۔ ''پس اللہ کا شکر ہے۔''

(مسند احمد' واسنادہ حسن لذاتہ' 4/34' 16484' ابن حبان' واسنادہ حسن لذاتہ' 1689' ابوداؤد' واسنادہ حسن لذاتہ' 499)

☆ ..... سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ ۔

''جب تم اذان دینے والے کو سنو تو جیسا وہ کہتا ہے ویسا ہی کہو' پھر مجھ پر درود

پڑھو۔اس لئے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ اپنی رحمت نازل فرمائے گا پھر میرے لئے وسیلہ طلب کرو اور وسیلہ جنت میں ایک مرتبہ کا نام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے کسی ایک ہی بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا پس جو شخص میرے لئے وسیلہ طلب کرے گا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو گی۔ (صحیح مسلم' الصلوٰۃ' باب استحباب القول مثل قول المؤذن' 384' جامع الترمذی' المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم' 3614)

ابومحمد بن قتیبہ' ابوابراہیم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

## مشکل ترین مہم

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عمر رسیدہ ہو گئے تو انہیں بے خوابی کا مرض لاحق ہو گیا۔ رات کو جب وہ سوتے تو بسا اوقات عیسائیوں کے گرجا گھر سے اٹھنے والی ناقوس کی آواز ان کے کانوں سے ٹکراتی اور ان کی نیند اڑ جاتی۔ ایک دن صبح سویرے جب ان کی خدمت میں لوگ حاضر ہوئے تو فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ! هَلْ فِيكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مَا اٰمُرُهُ بِهٖ وَاُعْطِيْهِ ثَلَاثَ دِيَاتٍ اُعَجِّلُهَا لَهٗ وَدِيَتَيْنِ اِذَا رَجَعَ .

"اے عرب قوم! کیا تم میں سے کوئی ایسا بہادر ہے جو میرے حکم کی تعمیل کر سکے اسے میں مہم کی انجام دہی سے قبل تین دیت کے مساوی رقم دوں گا اور وہ جب مہم سے واپس آئے گا تو مزید دو دیت کے مساوی انعام سے نوازوں گا۔"

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بات سن کر غسان کا ایک نوجوان اٹھ کھڑا ہوا اور گویا ہوا:

اَنَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ .

"امیر المومنین! آپ کے حکم کو سرانجام دینے کے لئے یہ ناچیز حاضر خدمت ہے۔"

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تَذْهَبُ بِكِتَابِيْ اِلٰى مَلِكِ الرُّوْمِ فَاِذَا صِرْتَ عَلٰى بِسَاطِهٖ اَذَّنْتَ .

''تم میرا خط لے کر شاہِ روم کے پاس جاؤ گے' جب اس کے دربار میں پہنچ جاؤ تو بلند آواز سے اذان کہو گے۔'' غسانی نوجوان نے عرض کیا پھر کیا حکم ہے؟

امیر معاویہ نے فرمایا: صرف یہی درکار ہے۔ غسانی نوجوان گویا ہوا:

لَقَدْ كَلَّفْتَ صَغِيْرًا وَّأَعْطَيْتَ كَبِيْرًا .

آپ نے کام تو بہت معمولی دیا مگر معاوضہ بہت زیادہ رکھا۔

اس کے بعد نوجوان روم کو روانہ ہو گیا۔ شاہِ روم کا دربار لگا ہوا ہے' چاروں طرف سے وزراء اور درباریوں کا گروہ اسے گھیرے ہوئے ہے' بادشاہ ان کے درمیان جلوہ افروز ہے۔ فوجیوں کا دست چاق و چوبند' مخصوص وردی میں حفاظتی فرائض انجام دے رہا ہے۔ قالین بچھا ہوا ہے۔ ہیرے جواہرات کی رنگینیاں شاہِ روم کے دربار کی خوبصورتی میں چار چاند لگائے ہوئے ہیں اور کسی اہم موضوع پر دلچسپ بحث چل رہی ہے۔ اسی دوران امیر معاویہ کا نمائندہ غسانی نوجوان بلا جھجک شاہِ روم کے دربار میں داخل ہوتا ہے اور محافظین کے دستے کی صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھتا ہے اور اچانک وہاں موجود لوگوں کے کانوں سے اذان کا یہ کلمہ ٹکراتا ہے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ' اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ' اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ...... الخ .

اور امیر معاویہ کا ایلچی نوجوان پوری اذان سنا کر درباریوں کو متحیر کر دیتا ہے۔ شاہِ روم کے اردگرد فوجیوں اور محافظین کا دستہ ہے' وہ اپنی تلواریں فوراً سونت کر آگے بڑھتے ہیں کہ اس گستاخ مسلمان نے ہمارے شاہ کی توہین کی ہے' اب اس کا سر تن سے جدا ہونا چاہیے۔ اچانک شاہِ روم بلند آواز سے اپنے فوجیوں کو آگے قدم بڑھانے سے روک دیتا ہے۔ فوجیوں کے جذبات بھڑکے ہوئے ہیں۔ انہیں ایک ہی فکر ہے کہ اس گستاخ مسلم کا سر چاہیے اور بس! اتنے میں بادشاہ کی آواز گونجتی ہے۔ اپنی تلواریں میان میں رکھ لو۔

## شاہِ روم کی فراست

کچھ ہی لمحے بعد بادشاہ فوجیوں سے پہلے مسلمان ایلچی کے سامنے آتا ہے اور گھٹنے ٹیک کر بیٹھ جاتا ہے۔ اب جب کہ فوجیوں کی تلواریں میان میں واپس جا چکی ہیں، بادشاہ درباریوں سے مخاطب ہوتا ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے اوپر تمہارا اور تمہارے اوپر ان کا کیا حق ہے؟ غالباً بادشاہ اس جملے کے ذریعے سے اپنے درباریوں کے جذبات کو ٹھنڈا کرنا چاہتا تھا اور یہ بتانا چاہتا تھا کہ اس طرح کسی ایلچی کو قتل کرنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔

غرض معاملہ ٹھنڈا کرنے کے بعد بادشاہ مسند پر جا بیٹھا اور درباریوں سے مخاطب ہوا:

يَامَعْشَرَ الْبَطَارِقَةِ! اِنَّ مُعَاوِيَةَ قَدْ اَسَنَّ وَمَنْ اَسَنَّ اَرِقَ وَقَدْ اٰذَتْهُ النَّوَاقِيْسُ فَاَرَادَ اَنْ يُّقْتَلَ هٰذَا عَلَى الْاَذَانِ فَيَقْتُلُ مَنْ بِبِلَادِهٖ عَلٰى ضَرْبِ النَّوَاقِيْسِ وَبِاللّٰهِ لَيَرْجِعَنَّ اِلَيْهِ عَلٰى خِلَافِ مَا ظَنَّ ۔

''اے فوجیوں کی جماعت! معاویہ بوڑھے ہو چکے ہیں اور جو آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے وہ بے خوابی کا مریض بن جاتا ہے (اور رات کو اسے بہت کم ہی نیند آتی ہے) ناقوس کی آواز سے انہیں تکلیف ہوتی ہے، اس لئے انہوں نے اپنے اس نوجوان ایلچی کو میرے دربار میں اذان دینے کے لئے بھیجا ہے تاکہ اذان کے جرم میں اسے قتل کر دیا گیا تو وہ ناقوس بجانے کے جرم میں اپنے ملک کے سارے عیسائیوں کو قتل کر دیں، اس لئے اللہ کی قسم! ان کا یہ ایلچی ان کے خلاف توقع ان کے پاس واپس جائے گا (ہم اسے کوئی زک نہیں پہنچائیں گے)''

چنانچہ شاہِ روم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس نوجوان ایلچی کو کپڑے کے جوڑے عنایت کئے اور انعام و اکرام کے ساتھ سواری دے کر اسے روانہ کیا۔ جب وہ جوان واپس امیر معاویہ کی خدمت میں آیا تو انہوں نے پوچھا:

اَوَقَدْ جِئْتَنِیْ سَالِمًا؟ ”کیا تم صحیح سالم میرے پاس واپس آ گئے؟“

نوجوان نے جواب دیا: اَمَّا مِنْ قِبَلِكَ فَلَا ۔

میں آپ کی کرم فرمائی سے تو نہیں البتہ شاہِ روم کی کرم فرمائی سے واپس آ رہا ہوں۔

## حکمرانی کا ایک اصول

کہتے ہیں کہ جس زمانے میں مسلمانوں کا خلیفہ جس صلاحیت کا مالک ہوتا تھا' روم کا بادشاہ بھی اسی صفت کا حامل ہوا کرتا تھا۔ اگر مسلمانوں کا خلیفہ ہوشیار اور سیاستدان ہوتا تو روم کا بادشاہ بھی اسی طرح کا ہوتا اور مسلم خلیفہ کچھ کم لیاقت والا ہوتا تو شاہ روم بھی اسی کی مانند ہوتا۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں شاہ روم بہت ہی ہوشیار اور سیاستدان تھا' اس نے اپنی رعایا کے لئے دیوان بنوایا اور دشمنوں کی سازشوں کو ناکام کر کے انہیں سرنگوں کر دیا تھا۔ اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جو روم کا بادشاہ بنا وہ بھی انہی کی طرح ذہین و فطین تھا۔

(عیون الاخبار لابن قتیبہ' ص 85)

☆...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

جب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ کسی قوم سے جہاد کرنے کے لئے نکلتے تو ہمیں حملہ کرنے کا اس وقت تک حکم نہ دیتے جب تک صبح نہ ہو جاتی اور آپ انتظار نہ کر لیتے۔ اگر اذان سن لیتے تو ان پر حملہ سے رک جاتے اور اگر اذان نہ سنتے تو ان پر حملہ کا حکم دے دیتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم خیبر کی طرف نکلے تو ہم ان کے علاقے میں رات کو پہنچے' جب صبح ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان نہ سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہو گئے اور میں بھی حضرت ابوطلحہ کے پیچھے سوار ہو گیا۔ (ہماری سواری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے اتنے قریب تھی کہ) میرا پاؤں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو چھو رہا تھا۔

اور خیبر کے لوگ اپنی ٹوکریاں اور پھاوڑے لے کر (اپنے کھیتوں کی طرف) نکلے

(اچانک) انہوں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہنے لگے: اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ کی قسم یہ تو محمد اور ان کا لشکر ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں: جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**اَللّٰہُ اَکْبَرُ' اَللّٰہُ اَکْبَرُ' خَرِبَتْ خَیْبَرُ' اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَۃِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ .**

''اللہ اکبر! اللہ اکبر! خیبر برباد ہوگیا' بے شک جب ہم کسی قوم کے میدانوں میں (لڑائی کے لئے) اترتے ہیں تو ان ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے۔'' (بخاری' 585' 364)

☆...... حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں اور جنگل کو پسند کرتے ہو (یعنی جنگل میں بکریاں چرانے کو پسند کرتے ہو)

**(فَاِذَا کُنْتَ فِیْ غَنَمِكَ' اَوْبَادِیَتِكَ' فَاَذَّنْتَ بِالصَّلَاۃِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ' فَاِنَّہٗ: لَایَسْمَعُ مَدٰی صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ' جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَیْءٌ' اِلَّا شَہِدَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ) قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ: سَمِعْتُہٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ .**

سو جب تو اپنی بکریاں یا جنگل میں ہو اور نماز کے لئے اذان کہو تو بلند آواز سے اذان کہا کرو' کیونکہ موذن کی آواز جہاں تک بھی کوئی جن' انسان یا کوئی بھی چیز سنے گی وہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گی۔ (پھر) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔'' (بخاری' 584' 3122' 7109)



# (13)

# طاؤس ورباب آخر

خلافت عباسیہ‘ خلافت امویہ کی پوری پوری جانشین تھی‘ وہی دنیاداری کی روح‘ وہی شخصی وموروثی سلطنت کا نظام وآئین‘ وہی اس کی خرابیاں اور برے نتائج‘ وہی بیت المال میں آزادانہ تصرف اور وہی عیش وعشرت کی گرم بازاری۔ فرق اتنا تھا کہ امویوں کی سلطنت میں اور ان کے زمانہ کی سوسائٹی میں عربی روح کارفرما تھی۔ اس کی خرابیاں اور بے اعتدالیاں بھی اسی نوع کی تھیں۔ عباسی سلطنت کے جسم میں عجمی روح داخل ہوگئی تھی۔ وہ عجمی قوموں اور تہذیبوں کے امراض وعیوب اپنے ساتھ لائی تھی۔ سلطنت کا رقبہ اتنا وسیع ہوگیا تھا کہ ہارون الرشید نے ایک مرتبہ بادل کے ایک ٹکڑے کو دیکھ کر بڑے اطمینان سے کہا: امطری حیث شئت فسیاتینی خراجك ”جہاں تیرے جی میں آئے جاکر برس‘ تیری پیداوار کا خراج بہرحال میرے ہی پاس آئے گا۔“

دولت کی بہتات‘ مال کی بے وقعتی اور اس وقت کے تمدن وعیش کا اندازہ کرنے کے لئے تاریخ میں مامون کی شادی کا حال پڑھ لینا کافی ہے۔ مورخ لکھتا ہے:

”مامون مع خاندان شاہی وارکان دولت وکل فوج وتمام افسران ملکی وخدام حسن بن سہل (وزیراعظم جس کی لڑکی سے مامون کی شادی ہورہی تھی) کا مہمان ہوا اور برابر انیس دن تک اس عظیم الشان بارات کی ایسی فیاضانہ حوصلہ سے مہمانداری کی گئی کہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی نے بھی چندروز کے لئے امیرانہ زندگی بسر کرلی۔ خاندان ہاشم وافسران فوج اور تمام عہدہ داران سلطنت پر مشک وعنبر کی ہزاروں گولیاں نثار کی گئیں‘ جن پر کاغذ

لپٹے ہوئے تھے اور ہر کاغذ پر نقد' غلام' لونڈی' املاک' خلعت اسپ حاضر' جاگیر وغیرہ کی ایک خاص تعداد لکھی ہوئی تھی' نثار کی عام لوٹ میں یہ فیاضانہ حکم تھا کہ جس کے حصہ میں جو گولی آئے اس میں جو کچھ لکھا ہو' اسی وقت وکیل المخزن سے دلا دیا جائے۔ عام آدمیوں پر مشک و عنبر کی گولیاں اور درہم و دینار نثار کیے گئے۔ مامون کے لئے ایک نہایت مکلّف فرش بچھایا گیا جو سونے کی تاروں سے بنایا گیا تھا اور گوہر یاقوت سے مرصع تھا۔ مامون جب اس پر جلوہ فرما ہوا تو بیش قیمت موتی' اس کے قدموں پر نثار کئے گئے جو زریں فرش پر بکھر کر نہایت دل آویز سماں دکھاتے تھے۔"

(المامون از شبلی نعمانی' ص 107)

گنجینۂ لطف و عطائے خیر الوریٰ خیر الوریٰ ﷺ

# (14)

# ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

حضرت عبدالرحمٰن اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت مانگی' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دینے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ فرمائیں ورنہ سواریاں کم ہو جائیں گی' واپسی بھی مشکل ہوگی۔ آپ نے فرمایا: پھر تیری کیا رائے ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ لوگوں سے بقیہ زادِراہ جمع فرما کر برکت کی دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہمیں کھلائے گا۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر بچھوائی اور اعلان کروایا ہر شخص جو اس کے پاس تھا لے کر حاضر خدمت ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی پھر لوگوں سے کہا کھاؤ اور توشہ بھر لو۔ لوگوں نے اپنے اپنے توشہ دان بھر لئے۔ پھر ایک پانی کا برتن لایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا ہاتھ مبارک رکھا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے آپ کی انگلیوں سے پانی نکلتا ہوا خود دیکھا پھر لوگوں کو پانی پینے کا حکم دیا۔ لوگوں نے پانی پیا اور اپنے اپنے مشکیزے بھر لئے۔ یہ منظر دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یعنی مسکرا دیئے یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک نظر آنے لگے۔ پھر فرمایا:

**اشھد ان لا الـٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ رسولہ۔** (اخرجہ طبری فی الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ' ج 1' صفحہ 333)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔ کسی نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیوں ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے دو آدمی اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب و کتاب کے لئے کھڑے تھے۔ ایک نے کہا: یارب! اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے مجھے اس سے بدلہ لے کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے بھائی کا حق دو۔ وہ عرض کرے گا کہ میری نیکیاں تو ختم ہو گئیں۔ حق لینے والا کہے گا اے میرے رب میرے گناہوں کا بوجھ اس پر ڈال دے۔ یہ بیان کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر فرمایا: یہ محتاجی کا دن ہوگا' پھر اللہ تعالیٰ حق لینے والے سے کہے گا اوپر دیکھ اور جنت دیکھ۔ وہ اوپر عجیب و غریب نعمتیں دیکھے گا اور پوچھے گا یہ کس کے لئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو اس کی قیمت ادا کرے۔ وہ عرض کرے گا اس کی قیمت کون ادا کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو بھی ادا کر سکتا ہے' وہ عرض کرے گا کس چیز سے؟

اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے بھائی کو معاف کر کے وہ عرض کرے گا: اے رب! میں نے اس کو معاف کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور اس کو جنت میں داخل کر دے۔

پھر آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور آپس میں اصلاح کرو یعنی صلح کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مسلمانوں کے درمیان صلح کروائے گا۔

(رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب حسن الظن و کذافی التذکرۃ للقرطبی' صفحہ 319)

☆......عکراش بن ذویب کہتے ہیں کہ میری قوم بنی مرہ نے مجھے زکوٰۃ کا مال دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار کے درمیان تشریف فرما تھے۔ میں اونٹ لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا: کون لایا ہے؟ میں نے کہا: عکراش بن ذویب۔ آپ نے فرمایا:

نسب بیان کر۔ میں نے مرہ بن عبید تک نسب بیان کیا یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے اور فرمایا: یہ میری قوم کے اونٹ ہیں' یہ میری قوم کی زکوٰۃ ہے' پھر فرمایا: ان کو بیت المال کا نشان لگا کر ان کے ساتھ ملا دو' پھر میرا ہاتھ پکڑا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور پوچھا کیا کھانا ہے؟ تو ایک پیالہ لایا گیا اس میں ثرید تھا اور گوشت کے ٹکڑے تھے۔

میں نے کھانا شروع کیا۔ میرا ہاتھ پیالہ کی ہر جانب چکر لگاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے عکراش ایک جگہ سے کھاؤ کیونکہ سارا کھانا ایک ہی قسم کا ہے۔ پھر ایک پلیٹ میں کچی پکی خشک وتر کھجوریں لائی گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اس میں ہر طرف چکر لگاتا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عکراش جہاں سے چاہے کھالے کیونکہ یہ کھانا ایک قسم کا نہیں ہے۔

(رواہ ابو یعلی کذا فی تفسیر ابن کثیر' ج 4' صفحہ 346)

☆ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے خوش خوش نکلے اور ہنس رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ ہرگز ایک عسر دو یسروں پر غالب نہیں آسکتی۔ کیونکہ قرآن میں ہے **ان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا**۔ (رواہ ابن جریر و کذا فی تفسیر ابن کثیر' ج 4' صفحہ 642)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہنس رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ہنس رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا تمہیں پتہ ہے کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بندہ کے اپنے رب سے مخاطب ہونے پر' وہ کہہ رہا ہے اے رب کیا تو نے مجھے ظلم کرنے کی قوت نہیں دی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' بے شک' وہ عرض کرے گا' پھر میں اپنے خلاف اپنے علاوہ کسی کی گواہی قبول نہ کروں گا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کے لئے کافی ہے اور کراماً کاتبین تیرے گواہ ہیں پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا کہ بولو تو اس کے اعضاء بدن اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ الخ

(رواہ مسلم کذا فی التذکرہ للقرطبی' صفحہ 327)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اچانک آپ پر غنودگی طاری ہوئی پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر مبارک اٹھایا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں مسکرائے؟ آپ نے فرمایا: ابھی ابھی مجھ پر سورۂ الکوثر نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ کی تلاوت فرمائی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ وَاِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

پھر فرمایا: تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ حوض کی طرح ہے قیامت کے دن میری امت اس پر آئے گی۔ ان کے پینے کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہوں گے۔

(رواہ مسلم و کذا فی التذکرہ للقرطبی' صفحہ 349)

☆...... حضرت ابی طلحہ رضی اللہ عنہ انصاری کہتے ہیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ خوش معلوم ہو رہے تھے اور خوشی کے آثار آپ کے چہرۂ مبارک پر دکھائی دیتے تھے۔ میں نے عرض کیا حضور آج تو بہت خوش معلوم ہو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میرے رب کی طرف سے ابھی وحی آئی ہے کہ جو شخص آپ کی امت میں سے آپ پر (ایک بار) درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھے گا اور دس گناہ معاف کرے گا اور دس درجہ بلند کرے گا۔

(رواہ احمد والطبرانی کذا فی تفسیر ابن کثیر' ج 3' صفحہ 616)

☆......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیویوں کے بارے میں حکم دیا کہ (ان سے کہو) جو سامانِ دنیا چاہتی ہیں وہ آپ سے علیحدہ ہو جائیں یعنی ان کو طلاق دے دو اور جو بقناعت رہنا چاہیں وہ رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: تمہیں ایک معاملہ کا اختیار دیتا ہوں لیکن تو اس کے فیصلہ میں جلدی نہ کرنا جب تک اپنے والدین سے مشورہ نہ کر لے۔ میں نے عرض کیا: وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر سنائی:

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○

میں نے فوراً کہا میں اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو پسند کرتی ہوں اس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ام رومان سے مشورہ کی کیا ضرورت ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے اور مجھے اپنی گود میں لے لیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج 3' صفحہ 581)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سواری کی ضرورت ہے' مجھے اونٹ پر سوار کروا دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (بطور مزاح) اس سے فرمایا میں تو تجھے اونٹ کے بچہ پر سوار کروں گا۔ اس شخص نے پریشان ہو کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اونٹ کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑے اونٹ کو بھی تو اونٹنی نے جنا ہے یعنی یہ بھی تو اونٹ کا بچہ ہی ہے۔ (رواہ الترمذی فی الشمائل' صفحہ 17)

☆......حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت جس کا نام حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب تھا' حاضر ہوئیں (جو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی اور میرے والد کی پھوپھی تھیں) اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمادے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فلانے کی ماں! جنت میں بوڑھیاں داخل نہیں ہوں گی۔

وہ سن کر روتی ہوئی چلی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کہا جاؤ اس کو خبر دو کہ تو بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہوگی (بلکہ جوان ہو کر داخل ہوگی) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے ان کو جوان باکرہ بنایا ہے۔

☆..... حضرت عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا میرا گزر بنو قریظہ سے ہوا۔ اس میں میرا دوست ہے۔ اس نے مجھے توراۃ کا ایک مجموعہ دیا ہے' کیا اس کو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کروں (یعنی پڑھ کر سناؤں) یہ سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا۔ (یہ دیکھ کر) حضرت عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو نہیں دیکھتا؟ (جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو بدلا ہوا پایا) تو فوراً کہا ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی ہیں اور دین کے اسلام ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے یعنی آپ کا غصہ دور ہو گیا اور پھر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے پھر بھی اگر تم ان کی اتباع کرتے تو تم گمراہ ہو جاتے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے بغیرہ چارہ کار نہ ہوتا۔

(رواہ احمد وکذا فی تفسیر ابن کثیر ج 2 صفحہ 569)



# (15)

# کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(امام ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں اسحٰق بن ابراہیم نے خبر دی' انہیں ابوداؤد جعفری نے خبر دی وہ سفیان بن سعید سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے اور مال دنیا کی بہت بڑی بیماری ہے۔ حوارین نے پوچھا: اس کی کیا بیماری ہے؟ فرمانے لگے اس کے ہوتے ہوئے انسان فخر وغرور سے نہیں بچ سکتا۔ ان سے پوچھا گیا کہ اگر اس فخر وغرور سے بچ سکے تو پھر کیا فرماتے ہو؟ فرمانے لگے اس کا علاج معالجہ ہی اللہ کے ذکر سے غافل کر دے گا۔

☆......آپ ہی فرماتے ہیں: مجھے سریج بن یونس نے خبر دی' انہیں ولید بن مسلم نے انہیں اوزاعی نے' وہ یحیٰی بن کثیر سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے کہ کہاں گئے وہ حسین وجمیل چہروں والے جنہیں اپنی جوانی وصحت پر ناز تھا؟ کہاں ہیں وہ بادشاہ جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کیے اور انہیں دیوار بنا کر قلعوں کی طرح محفوظ کر دیا۔ وہ لوگ کہاں گئے جو ہمیشہ میدان جنگ میں غالب رہتے تھے؟ حوادثات زمانہ نے انہیں مٹا کر رکھ دیا چنانچہ وہ سب کے سب قبر کی تاریکیوں میں جا بسے' جلدی کرو! نجات حاصل کرو! نجات حاصل کرو! (حلیۃ الاولیاء 34/1' صفوۃ الصفوۃ 261/1)

☆......محمد بن حسین فرماتے ہیں: مجھے خالد بن یزید قرنی نے خبر دی۔ انہیں ابوشہاب نے خبر دی وہ عبدقیس کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر صبح و شام ایک منادی آواز دیتا ہے۔ اے لوگو! کوچ کرو! کوچ کرو!...... اور اس بات کی تصدیق تو کتاب اللہ سے بھی ہوتی ہے کہ وہ دوزخ بڑی بھاری چیز ہے جو انسان کے لئے بڑا ڈراوا ہے یعنی تم میں سے جو آگے بڑھے اس کے لئے بھی یا جو پیچھے ہٹے اس کے لئے بھی (اس سے موت مراد ہے)

(کتاب الزہد لابن ابی الدنیا)

☆...... محمد بن حسین فرماتے ہیں: مجھے یحییٰ بن راشد نے خبر دی انہیں ابو عاصم نے انہیں بزیع ہلالی نے وہ بنو تمیم کے مولیٰ شیم سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں: عامر بن عبداللہ نماز پڑھ رہے تھے میں ان کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے اپنی نماز کو مختصر کر کے مجھ سے پوچھا: "کیا حاجت ہے؟ اپنی حاجت بیان کر کے مجھے فارغ کر دیجئے، کیونکہ مجھے جلدی ہے۔ میں نے عرض کیا آپ کو کس چیز کی جلدی ہے؟ فرمانے لگے اللہ تجھ پر رحم فرمائے' مجھے ملک الموت کی جلدی ہے۔ فرماتے ہیں: یہ سن کر میں اٹھ کر چلا گیا اور وہ پھر نماز میں مصروف ہو گئے۔ (الاحیاء 668/4' الاتحاف 255/10)

☆...... محمد فرماتے ہیں: مجھے عبیداللہ بن محمد نے خبر دی' انہیں سلمہ بن سعید نے خبر دی وہ فرماتے ہیں: داؤد طائی بیمار ہو گئے تو کسی شخص نے ان سے کوئی حدیث معلوم کی۔ وہ فرمانے لگے مجھے چھوڑ دو' میں تو اپنی جان نکلنے کی تیاری میں لگا ہوا ہوں۔

(حلیۃ الاولیاء 335/7' الاحیاء 667/4)

☆...... ابوبکر صوفی نے خبر دی وہ فرماتے ہیں: میں نے ابو معاویہ اسود کو یہ فرماتے ہوئے سنا اے ابو معاویہ اگر تو اپنے لئے بہت سا ساز و سامان چاہتا ہے تو رات کو سونا چھوڑ دے اور غفلت نہ کرنا نیک اعمال آگے بھیجتے رہو۔ اپنے آپ سے زیادہ مشغولی کو ختم کرو' جس چیز کا اندیشہ اور خوف ہے اس کے آنے سے پہلے تیاری کر لو! بعد والوں کی روزی کی فکر اور اہتمام میں نہ پڑ اس لئے کہ تو ان کی روزی کا مکلف نہیں ہے۔

(الاتحاف 255/10)

☆...... ابوعلی طائی فرماتے ہیں: ہمیں محاربی نے خبر دی وہ اسمٰعیل بن مسلم سے روایت کرتے ہیں وہ ابومعشر سے وہ ابراہیم سے وہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر کام کو آہستہ اور تاخیر سے کرنا بہتر ہے سوائے آخرت کے کام کے اس میں جلدی کرنا چاہئے۔ (حاکم و بیہقی بروایت سعد بن ابی وقاص)

☆...... محمد بن حسین فرماتے ہیں ہمیں داؤد محبر نے خبر دی وہ صالح مری سے روایت کرتے ہیں' وہ حسن سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: قبر میں مومن کا سہارا وہ اعمال ہوتے ہیں جو وہ آگے بھیج چکا۔ اگر وہ اچھے ہوں تو اس کے ساتھ اچھا سلوک ہوتا ہے اور اگر برے ہوں تو برا سلوک ہوتا ہے۔ اللہ تم پر رحم فرمائے فرصت میں تیاری کو غنیمت سمجھو!

☆...... محمد بن حسین فرماتے ہیں: ہمیں بشر بن عمر زہرانی نے خبر دی' انہیں عبدالواحد بن صفوان نے وہ فرماتے ہیں: ہم لوگ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک جنازے میں جا رہے تھے' فرمانے لگے اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو آج کے دن کی تیاری کرے' جو اعمال آج تمہارے یہ قبروں والے بھائی نہیں کر سکتے تم لوگ وہ کر سکتے ہو۔ چنانچہ خوف حساب کتاب کے دن سے پہلے صحت و فراغت کو غنیمت سمجھو!

☆...... محمد فرماتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابوبکر نے خبر دی' انہیں جعفر بن سلیمان نے وہ فرماتے ہیں: میں نے ابومحمد حبیب عجمی سے سنا' وہ فرما رہے تھے فارغ مت بیٹھ! (تیاری میں لگے رہو) کیونکہ موت تمہاری تلاش میں ہے۔

(حلیۃ الاولیاء' 153/4' صفوۃ الصفوۃ' 317/3)

☆...... محمد فرماتے ہیں: ہمیں بشر بن عبداللہ نہشلی نے خبر دی وہ فرماتے ہیں: ہم لوگ ابوبکر نہشلی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ قریب المرگ تھے مگر اپنے سر سے اس طرح اشارے کر رہے تھے گویا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ بعض احباب نے ان سے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے' اس حالت میں بھی نماز؟ فرمانے لگے میں چاہتا ہوں کہ نامہ اعمال بند ہونے سے پہلے پہلے تیاری کر لوں۔ (سیر اعلام النبلاء' 333/7)

# (16)

# سر تسلیم خم ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں: عینیہ بن حصن مدینہ منورہ آیا اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے ہاں ٹھہرا۔ حر بن قیس ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقرب تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اصحابِ مجلس و مشاورت قراء حضرات ہوتے تھے بوڑھے ہوں یا جوان تو عینیہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: تیرا اس امیر (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے ہاں مرتبہ ہے میرے لئے ان کے ہاں حاضری کی اجازت حاصل کر۔ پس بھتیجے نے اس کے لئے اجازت طلب کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اجازت دے دی۔ جب عینیہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں) داخل ہوا تو کہنے لگا: ''اے خطاب کے بیٹے! خدا کی قسم تم ہمیں زیادہ مال نہیں دیتے اور ہم میں انصاف سے فیصلہ نہیں کرتے۔'' پس یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ غضبناک ہو گئے یہاں تک کہ اسے مارنے کا ارادہ کیا تو حر نے آپ سے کہا: ''اے امیر المومنین! یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے۔''

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۝

(سورۃ الاعراف 199)

''آپ عفو کو اختیار کریں اور نیکی کا حکم کریں اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔''

او یہ تو واقعی جاہلوں میں سے ہے (حر فرماتے ہیں) خدا کی قسم جب میں نے یہ

آیت تلاوت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے حال سے آگے نہیں بڑھے (کیونکہ) وہ تو کتاب اللہ (کے حکم) کا بہت اہتمام کرنے والے تھے۔

(صحیح بخاری 1702/4' رقم الحدیث 4366)

غلبہ اور قدرت ہوتے ہوئے دوسروں کی ناروا اور ناگوار باتوں کو برداشت کر لینا اور انہیں سزا دینے سے گریز کرنا بے شک ارباب ہمت اور اصحاب عزیمت کا کام ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ قدرت ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (الشوریٰ 43)

اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کیا تو بیشک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

## حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا حوصلہ و بردباری

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ میں حلم و بردباری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ لوگوں کی طعن و تشنیع سے بھری ہوئی باتیں سنتے اور ان کی جاہلانہ حرکتیں دیکھتے لیکن ان کے چہرے پر ذرا ملال نہ آتا بلکہ بڑی خندہ پیشانی سے ان کو برداشت کر لیتے تھے۔ یہ چیز ان کی انصاف دوستی اور خلق خدا پر شفقت کو ظاہر کرتی ہے اور ان کے وسعت ظرف و پختگی کردار کی آئینہ دار ہے۔ وہ خود لطیف طرز کے مزاج کو پسند کرتے تھے اور طعن و تمسخر سے پرہیز کیا کرتے تھے۔ ان کے پرلطف مزاج کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہوتا ہے کہ جب انہوں نے بنی کندہ میں شادی کی اور سسرال کے مکان کے درو دیوار کو خوشنما قیمتی پردوں سے آراستہ دیکھا تو پوچھنے لگے "کیا مکان کو بخار چڑھ گیا ہے کہ اس قدر کپڑے اسے لپیٹ دیئے گئے ہیں یا خانہ خدا بنی کندہ میں اتر آیا ہے کیونکہ کعبہ پر پردے چڑھائے جاتے ہیں۔"

تاریخ اور کتب سیر میں حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کی بردباری کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔

☆......خلیفہ بن سعید المرادی نے اپنے چچا سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو مدائن کی کسی شاہراہ پر سے گزرتے ہوئے دیکھا۔ اچانک ایک اونٹ جس پر سرکنڈے لدے ہوئے تھے وہ آپ سے آ کر ٹکرایا۔ آپ کو سخت چوٹ لگی اور جسم درد کرنے لگا۔ آپ پیچھے ہٹ کر شتربان کے پاس گئے اور بازو سے پکڑ کر ہلایا اور پھر اسے کہا: ''خدا تمہیں اس وقت تک زندہ رکھے جب تک تم نوجوانوں کی حکومت نہ دیکھ لو۔'' (طبقات ابن سعد ج 4 ص 87)

یہ جو کچھ آپ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تو تمہارا حاکم ہوتے ہوئے یہ باتیں برداشت کر لیتا ہوں لیکن جب بنو امیہ کے نوعمر امراء برسراقتدار ہوں گے تو وہ یہ چیزیں قطعاً برداشت نہیں کریں گے۔ پھر تمہیں ہماری قدر معلوم ہو گی۔

☆......قبیلہ بنی قیس کے ایک شخص کی روایت ہے کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا۔ وہ اس وقت ایک لڑائی میں لشکر اسلام کے سردار تھے۔ ان کا گزر فوجی نوجوانوں پر ہوا۔ وہ انہیں دیکھ کر (ازراہِ مذاق) ہنسنے لگے۔ یہ تمہارے سردار ہیں۔

میں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اے ابوعبداللہ! آپ دیکھتے نہیں یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: انہیں کہنے دو جو کچھ کہتے ہیں اور تم انہیں کچھ نہ کہو۔ بیشک بھلائی اور برائی تو آج کے بعد ہو گی۔ اگر تم سے ہو سکے تو خاک پھانک لو لیکن دو آدمیوں پر بھی امیر ہرگز نہ بنو اور مظلوم اور مجبور شخص کی بددعا سے بچنا کیونکہ (اس کے اور اللہ کے درمیان) پردہ نہیں ہوتا۔

ان تمام روایات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ سادگی سے رہتے تھے اور طاقت و اقتدار کے ہوتے ہوئے بھی لوگوں کی سخت' سست اور ناگوار باتوں کو بڑے تحمل کے ساتھ برداشت کر لیتے تھے ان سے ہرگز ناراض نہ ہوتے تھے اور نہ انتقامی کارروائی کرنے کا خیال تک دل میں لاتے تھے البتہ آپ شریعت اور قانون کی خلاف ورزی خواہ کسی سے ہو' اسے کبھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اس وقت یہ مرنجان مرنج شخصیت تیغ بے نیام بن جاتی

تھی۔ (سیرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، ص 213، 215)

## صحابہ کرام کی عاجزی وانکساری

ایک شخص نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو گالی دی۔ آپ نے فرمایا: ''میرے اور جنت کے درمیان ایک سخت ترین گھاٹی حائل ہے اگر میں اس سے پار ہو گیا تو بخدا مجھے تیری اس بات کی کوئی پروا نہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے ورے ہی روک دیا تو میں اس سے زیادہ کا مستحق ہوں جو تو نے مجھے کہا۔'' (محبہ العرب، ص 13)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کوفیوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔ ابھی چھ ماہ اور کچھ دن آپ نے خلافت کی تھی کہ ایک دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور چند شرائط طے ہو جانے کے بعد آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ اس پر امام حسن رضی اللہ عنہ کے دوست آپ کو ''عار الناس'' (یعنی لوگوں کے لئے عار) کہہ کے آواز دیتے تو آپ جواب دیتے کہ عار (شرم) اچھی ہے دوزخ سے۔

(الاستیعاب، 386/1، تہذیب الکمال، 244/6، فتح الباری، 65/13)

☆......ایک آدمی نے کہا: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِیْنَ'' (اے مسلمانوں کو ذلت دینے والے) آپ نے جواب دیا ''میں مسلمانوں کو ذلت و رسوائی دینے والا نہیں ہوں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مجھے تم مسلمانوں کو صرف مملکت کی خاطر جنگ کے شعلوں میں جھونکنا پسند نہیں۔''

(المستدرک، 192/3، رقم الحدیث، 4812، مصنف ابن ابی شیبہ، 476/7، رقم الحدیث، 37357)

☆......حضرت حسان رضی اللہ عنہ جن سے ''واقعہ افک'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سخت صدمہ پہنچا تھا، ان کی مجلس میں شریک ہوتے اور وہ ان کو بڑی خوشی سے جگہ دیتیں۔ ایک دفعہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ آئے اور اپنا ایک قصیدہ سنانے لگے۔ اس کے ایک شعر کا مطلب یہ تھا کہ ''وہ بھولی بھالی عورتوں پر تہمت نہیں لگاتی۔'' حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو افک کا واقعہ یاد آ گیا۔ اس پر صرف اسی قدر فرمایا: ''لیکن تم ایسے نہیں ہو۔''

بعض عزیزوں نے افک کے واقعہ میں ان کی شرکت کے سبب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو برا کہنا چاہا تو انہوں نے سختی سے روکا کہ ''ان کو برا نہ کہو کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مشرک شاعروں کو جواب دیا کرتے تھے۔''

(صحیح البخاری 1523/4 ' رقم الحدیث 3915 ' 1779 ' رقم الحدیث 4477 '
مسلم 1934/4 ' رقم الحدیث 2488)



# (17)

# محدثین کرام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین

حضرت حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو عبداللہ اور نام ونسب محمد بن ابی نصر فتوح بن عبداللہ بن حمیدی ازدی اور لقب حمیدی ہے۔ ان کا اصلی وطن اندلس ہے مگر آخر عمر میں بغداد کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ ابوبکر خطیب وغیرہ محدثین سے علمی استفادہ کیا تھا۔ مشہور محدث امیر بن ماکولا ان کے دوستوں میں سے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ پرہیزگاری و پاکدامنی میں حمیدی کے برابر میں نے کسی محدث کو نہیں دیکھا۔ بہت سے لوگوں نے گھر اور مجلس میں ان کا امتحان لیا مگر کبھی کہیں بھی ان کی زبان پر دنیا کا تذکرہ نہیں آیا۔ تقویٰ و پابندی شریعت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ابوبکر بن میمون ان کے مکان پر گئے' دروازہ کھٹکھٹایا مگر حمیدی غافل تھے' خاموش رہے۔ ابوبکر بن میمون یہ سمجھ کر اندر چلے گئے کہ جب ممانعت نہیں فرمائی تو مجھے اندر جانے کی اجازت ہے مگر اندر تشریف لے گئے تو حمیدی کی ران کھلی ہوئی تھی۔ حمیدی کو اس کا بے حد صدمہ ہوا اور دیر تک یہ کہتے ہوئے روتے رہے کہ افسوس کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا' آج تک کسی نے میری ران نہیں دیکھی تھی۔

17 ذوالحجہ 488ھ میں حمیدی کی وفات ہوئی۔ ابوبکر شاشی مشہور شافعی فقیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حمیدی نے بغداد کے رئیس الرؤسا امیر مظفر کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھ کو حضرت بشر حافی کی قبر کے پہلو میں دفن کیا جائے مگر امیر مظفر نے کسی وجہ سے وصیت پر عمل نہیں

کیا اور آپ کو شیخ ابو اسحق شیرازی کے پہلو میں دفن کر دیا۔ اس کے بعد بار بار امیر مظفر نے خواب میں دیکھا: حمیدی اس بات کی شکایت کرتے ہیں چنانچہ مجبور ہو کر امیر مظفر نے دو برس دو ماہ کے بعد آپ کی قبر کو کھود کر آپ کے جسم کو بشر حافی کے پہلو میں دفن کیا۔ یہ حمیدی کی کرامت ہے کہ دو برس دو ماہ گزر جانے کے باوجود آپ کا کفن صحیح و سالم اور جسم بالکل تر و تازہ تھا اور بہت دور دور تک خوشبو مہک رہی تھی۔ آپ بہت سی مفید کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ چنانچہ کتاب ''الجمع بین الصحیحین'' آپ کی مشہور تصنیف ہے جس میں بخاری و مسلم کی حدیثوں کو مسانید صحابہ کے مطابق مرتب کیا ہے۔

واضح رہے کہ یہ حمیدی وہ نہیں ہیں جو امام بخاری کے استاد اور سفیان بن عیینہ کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری کے استاد حمیدی ان سے بہت پہلے گزرے ہیں اور ان کی کنیت ابوبکر اور نام و نسب عبداللہ بن زبیر قریشی اسدی اور وطن مکہ مکرمہ ہے۔ ان کا سن وفات 219ھ اور ان کی تصنیف کردہ کتاب ''مسند حمیدی'' ہے۔

(بستان المحدثین وغیرہ)

☆......حضرت حسین بن مسعود بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو محمد ہے۔ بغشور کے رہنے والے تھے اس لئے بغوی کہلاتے ہیں۔ یہ حدیث و تفسیر و فقہ تینوں علوم میں معراج کمال پر پہنچے ہوئے بے نظیر عالم دین تھے۔ شافعی مذہب رکھتے تھے اور فقہ میں قاضی حسین بن محمد شافعی کے شاگرد خاص تھے۔ تمام عمر تصنیف اور حدیث و تفسیر و فقہ کے درس میں مشغول رہے۔ ہمیشہ باوضو درس دیتے تھے اور عمر بھر یہ عمل رہا کہ ساری رات نوافل پڑھتے اور دن بھر روزہ دار رہتے۔ زہد و قناعت کا یہ حال تھا کہ افطار کے وقت خشک روٹی کا ایک ٹکڑا تناول فرما لیتے۔ جب لوگوں نے بہت اصرار کیا کہ خشک روٹی سے دماغ میں خشکی ہو جائے گی تو بطور سالن کے روغن زیتون استعمال فرمانے لگے۔ آپ کی تصانیف میں سے ''شرح السنہ'' بہت مشہور ہے۔ 516ھ میں آپ کا وصال ہوا اور اپنے استاد قاضی حسین شافعی کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ (بستان المحدثین)

☆......حضرت خبیب بن عبداللہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ' عبداللہ بن زبیر صحابی رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاجزادے ہیں۔ یہ صحابہ میں سے اپنے والد اور ام المومنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور تابعین میں کعب اخبار وغیرہ رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ کثیر العلم' صاحب تقویٰ وعبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے کے صاحب کشف وکرامت بھی تھے۔ یعلی بن عقبہ کا بیان ہے کہ میں ان کے ہمراہ چل رہا تھا کہ یہ ناگہاں کھڑے ہو گئے اور یک دم زور زور سے کہنے لگے۔

''اس نے تھوڑا سا مانگا تھا اس کو بہت زیادہ دیا گیا اور زیادہ مانگا تو تھوڑا دیا گیا' پھر اس نے اس کو نیزہ مار دیا' پھر زمین پر پچھاڑ دیا' پھر قتل کر دیا۔''

یعلی بن عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے کچھ نہیں سمجھا اور حیرت سے ان کی طرف دیکھنے لگا تو مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا: اے یعلی! دیکھ! دیکھ! ابھی ابھی عمرو بن سعید قتل کر دیا گیا۔ میں حیرت سے ان کا منہ تکنے لگا اور خاموش رہا لیکن چند دنوں کے بعد واقعی یہ خبر آ گئی کہ ٹھیک اسی وقت میں عمرو بن سعید قتل کیا گیا تھا جس وقت خبیب بن عبداللہ نے اس کے مقتول ہونے کی خبر دی تھی۔ عمرو بن سعید وہ بدنصیب ظالم شخص ہے جس نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لئے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی تھی اور کعبہ معظمہ کی بے حرمتی کی تھی۔

اس قسم کے کشف وکرامات کی باتیں بہت زیادہ خبیب بن عبداللہ سے منقول ہیں اور ان کے باکرامت ولی ہونے کو تقریباً ہر شخص جانتا تھا۔

آپ کی وفات کا واقعہ بھی بڑا ہی دردناک ہے۔ آپ کی حق گوئی کی وجہ سے بنو امیہ کے ظالم امراء آپ کے دشمن ہو گئے تھے' چنانچہ اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کا دور حکومت تھا اور اس کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز نے مجبوراً ولید بن عبدالملک کے حکم کی تعمیل کی اور خبیب بن عبداللہ کو ایک سو کوڑے لگوائے۔ خبیب بن عبداللہ کوڑوں کی مار سے نڈھال ہو گئے اور ان کی وفات ہو گئی۔ اس واقعہ کا عمر بن عبدالعزیز کے قلب پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ فوراً گورنری سے مستعفی ہو گئے اور عمر بھر خبیب بن عبداللہ جیسے صاحب

کشف وکرامت ولی کو درہ لگانے پر شرمندہ ہو ہو کر کف افسوس ملتے اور روتے تھے۔

ابن حبان نے خبیب بن عبداللہ کا سن وفات 93ھ تحریر کیا ہے۔(تہذیب التہذیب)

☆......حضرت خالد بن عمران تجیبی رحمۃ اللہ علیہ' آپ افریقہ کے قاضی اور بہت بڑے محدث ہیں۔ حدیث میں سالم بن عبداللہ بن عمرو وہب بن منبہ وعروہ بن زبیر واعمش وغیرہ محدثین کے حلقہ درس سے استفادہ کیا تھا اور آپ کے شاگردوں کی جماعت میں یحییٰ بن سعید ولیث بن سعد وابن لھیعہ وغیرہ محدثین ہیں۔ عجلی وابن حبان وغیرہ نے آپ کی توثیق وتحسین فرمائی ہے اور ابن یونس نے آپ کا ان لفظوں میں تعارف کرایا کہ آپ اہل مغرب کے فقیہ اور اہل مصر ومغرب کے مفتی تھے اور آپ کے بارے میں عام طور پر یہ بات مشہور تھی کہ آپ صاحب کرامت ومستجاب الدعوات ولی ہیں۔ آپ کی دعائیں بہت جلد اور بہت زیادہ مقبول ہوتی تھیں۔ 129ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور آپ کی قبر انور افریقہ میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔(تہذیب التہذیب وغیرہ)

☆......حضرت خلیل بن احمد نحوی رحمۃ اللہ علیہ یہ فن عروض کے موجد' نحو کے امام' لغت کے ماہر اور کتاب العین کے مصنف ہونے کے ساتھ بہت ہی ثقہ ومعتمد وصالح محدث بھی تھے اور علم حدیث میں ایوب سختیانی وعاظم احول وغالب قطان وغیرہ محدثین کے وارثِ علوم وجانشین تھے اور ان کے تلامذہ میں سیبویہ ونضر بن شمیل وحماد بن زید وغیرہ اعلیٰ درجہ کے محدثین ہیں۔

یہ بہت ہی متوکل' قناعت پسند وگوشہ نشین بزرگ' عالم دین تھے اور تقویٰ ودیانت کے اعتبار سے بھی انتہائی صالح اور بے حد عبادت گزار تھے۔ امیہ بن خالد کا قول ہے کہ بصرہ میں خلیل بن احمد سے بڑھ کر ان کے ہمعصروں میں کوئی ثقہ وصالح محدث تھا ہی نہیں اور زہد وقناعت میں تو یہ بالکل نمونہ سلف تھے۔ بصرہ کے گورنر نے ان کے پاس قاصد بھیجا کہ آپ گورنمنٹ ہاؤس میں قیام فرمائیں اور میرے فرزندوں کو تعلیم دیں تو اس علم وقناعت کے بادشاہ نے اپنی جھولی میں سے ایک خشک روٹی نکالی اور گورنر کے

قاصد کو دکھا کر فرمایا تم گورنر سے کہہ دو کہ جب تک یہ سوکھی روٹی میرے پاس موجود ہے مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔

175ھ میں ان کی وفات ہوئی اور فن عروض ونحو ولغت وعلم حدیث کا یہ خزانہ بصرہ کی ایک زمین میں دفن کردیا گیا۔ (تہذیب التھذیب)

☆...... حضرت خلف بن ایوب بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوسعید ہے۔ آپ اہل بلخ کے امام، بہت بڑے فقیہ ومحدث اور اپنے دور کے اکابر اولیاء اللہ سے ہیں۔ فقہ و حدیث میں حضرت امام ابویوسف وامام محمد وامام زفر (شاگردانِ امام ابوحنیفہ) واسرائیل بن یونس وغیرہ فقہاء ومحدثین کے قابل فخر شاگرد ہیں اور امام احمد بن حنبل ویحیٰی بن معین و فقیہ ایوب بن حسن حنفی وغیرہ باکمال محدثین وفقہاء کے استاد ہیں۔

حافظ ذہبی نے فرمایا: خلف بن ایوب بلاشبہ عالم ربانی تھے۔ ایک مرتبہ خلف بن ایوب امام احمد بن حنبل کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو امام احمد نے اٹھ کر نہایت گرمجوشی کے ساتھ معانقہ فرمایا اور بے حد تعظیم کی اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا: دیکھو! خلف بن ایوب کا طرز اہل جنت کے طرز سے کتنا ملتا جلتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ حماد بن سلمہ کی درسگاہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا: خراسان سے آنے والوں میں آج تک خلف بن ایوب سے بہتر وباعظمت شخص کوئی میری مجلس درس میں نہیں آیا۔

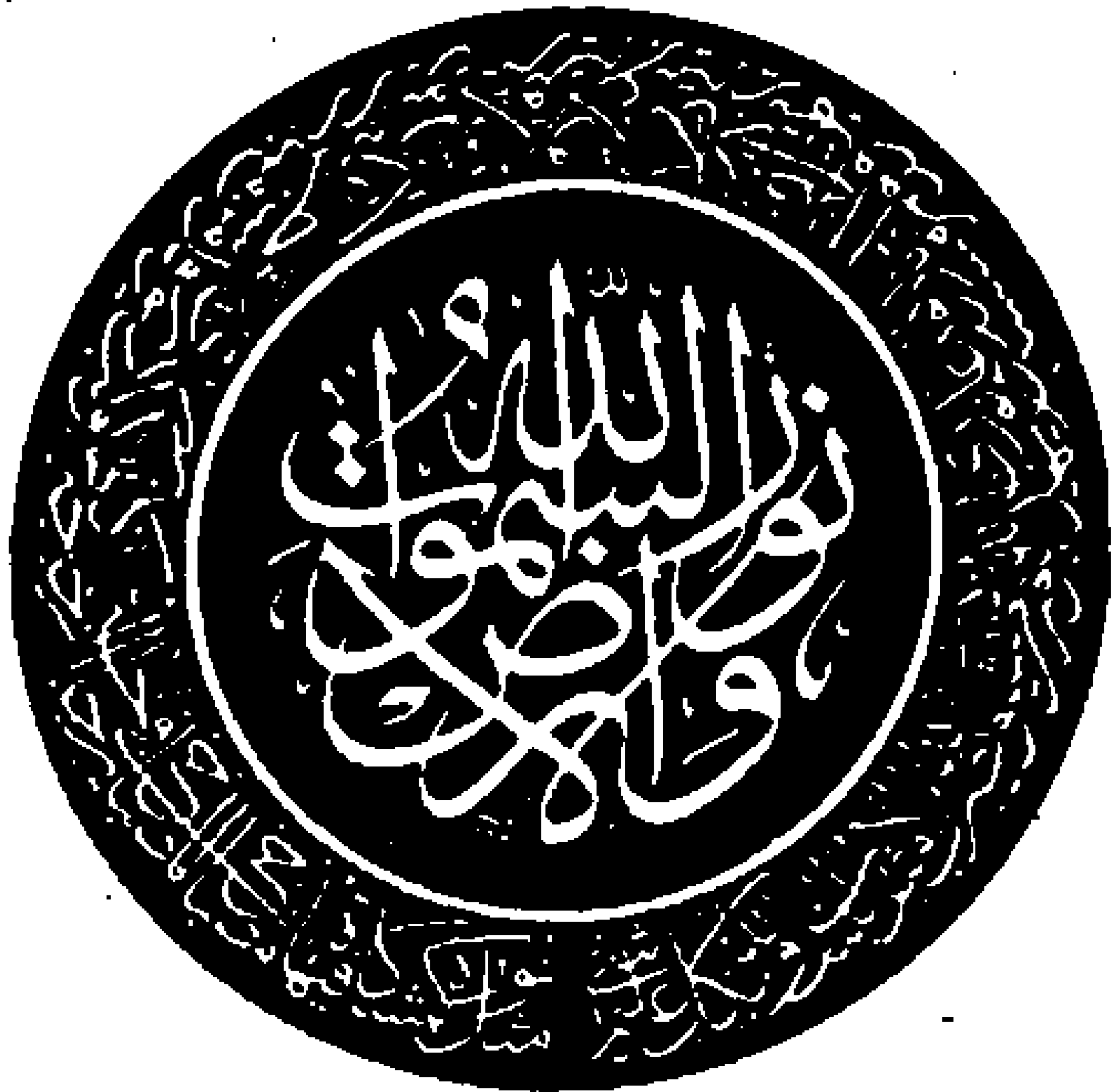
زہد وقناعت اور شانِ استغناء میں بھی آپ اپنے دور کے بے مثال عالم دین تھے۔ حد ہوگئی کہ ایک مرتبہ بلخ کا بادشاہ آپ کی زیارت کے لئے آپ کی درسگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے منہ پھیر لیا اور اس سے بات بھی نہیں کی۔

205ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ جب جنازہ اٹھایا گیا تو نوح بن اسد بادشاہ بلخ نے بڑھ کر سب سے پہلے آپ کے جنازہ کو کندھا دیا اور خود ہی نماز جنازہ پڑھائی۔ جب سلام پھیرا تو فضا میں سے ایک غیبی آواز آئی کہ اے نوح بن اسد! تو نے روئے زمین

کے بہترین عالم دین کی نماز جنازہ پڑھائی ہے تو بڑا کامیاب وخوش نصیب ہے کہ تو نے خلف بن ایوب کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حاکم نے تاریخ نیشاپور میں آپ کا سن وفات 225ھ اور ابن جوزی نے ''المنتظم'' میں 220ھ ذکر کیا ہے مگر ''میزان الاعتدال'' میں 205ھ ہی کو صحیح قول قرار دیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(تہذیب التہذیب والجواہر المضیۃ وغیرہ)



# (18)

# جنّ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مسکن

شاخوں سے ٹوٹے ہوئے پھول چند روز کے بعد مرجھا جاتے ہیں مگر حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پھولوں کی چند ایسی پنکھڑیاں تھیں جو سال بھر تک ترو تازہ ہری بھری اور عطر بار رہیں۔ وہ انہیں کہاں سے ملیں؟ خود فرماتے ہیں۔

میں سفر حج میں قافلہ کے ہمراہ تھا۔ یکا یک دل میں خیال آیا کہ سب سے جدا شاہراہ عام سے ہٹ کر چل، میں نے ایسا ہی کیا۔ تین دن اور تین راتیں اسی طرح چلتا رہا۔ اس دوران نہ مجھے بھوک پیاس لگی اور نہ کوئی دوسری حاجت محسوس ہوئی۔ بالآخر ایک سرسبز و شاداب باغ میں سے گزر ہوا جو ثمر دار پیڑوں اور رنگ برنگے خوشبودار پھولوں سے مرصع تھا۔ وہاں ایک خوبصورت تالاب بھی تھا۔ میں نے سوچا یہ تو جنت کا کوئی ٹکڑا ہے (باغ کی نفاست اور تزئین نے مجھے متعجب کر رکھا تھا) وہاں مجھے لوگوں کی ایک جماعت ملی جن کے چہرے انسانوں جیسے تھے، سب عمدہ لباس اور خوبصورت پٹکوں سے مرصع تھے۔ ان لوگوں نے مجھے اپنے حلقہ میں لے لیا۔ سلام کیا میں نے جواباً وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ میں نے دل میں سوچا شاید یہ جن حضرات ہیں۔

ان میں سے ایک نے کہا: ''ہم لوگ ایک مسئلہ کے سلسلے میں الجھے ہوئے ہیں۔ ہمارا تعلق قوم جن سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے لیلۃ العقبہ میں سنا۔ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک باتوں نے ہمیں ایسا وارفتہ بنایا کہ ہمیں کو دنیا کے سارے کاموں سے الگ کر دیا اور رب

تعالیٰ نے ہمارے واسطے یہاں یہ مقام متعین فرمایا ہے۔'' میں نے پوچھا: میرے اہل قافلہ ساتھی یہاں سے کتنے فاصلے پر ہیں۔ ان میں سے ایک نے تبسم کرتے ہوئے جواب دیا ''ابواسحٰق! یہ مقام جہاں آپ اس وقت ہیں' اللہ تعالیٰ کے اسرار وعجائب میں سے ایک ہے۔ یہاں انسانوں میں سے ایک شخص کے سوا کوئی نہیں آیا۔ اس کا یہیں انتقال ہوا اور وہ ہے اس کی قبر۔'' یہ کہہ کر اس نے ایک قبر کی جانب اشارہ کیا۔ وہ قبر لب تالاب تھی۔ قبر کے چاروں طرف پھولوں کی کیاریاں تھیں جن میں نہایت حسین وجمیل رنگ برنگ پھول مسکرا رہے تھے۔ اس جن نے مزید کہا: ''آپ کے ساتھیوں اور آپ کے درمیان مہینوں کا فاصلہ ہے۔''

میں نے پھر ان جنوں سے صاحب قبر کے بارے میں دریافت کیا۔ جواب ملا ایک روز ہم تالاب کے کنارے بیٹھے محبت کا ذکر کر رہے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا اور اس نے سلام کیا۔ ہم نے جواب دے کر پوچھا: ''کہاں سے آرہے ہو؟'' اس نے کہا: ''نیشاپور سے آرہا ہوں۔'' ہم نے پوچھا: ''کب چلے تھے؟'' کہا: ''سات روز ہوئے۔'' ہم نے پوچھا: ''گھر سے نکلنے کا سبب؟'' اس نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی:

وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ٥ (زمر:39)

''اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے حضور گردن جھکاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ ہو۔''

ہم نے پوچھا: ''انابت کیا ہے؟'' جواب ملا ''انابت یہ کہ اپنے رب کی طرف رجوع کر کے اسی کا ہو رہے۔ تسلیم کیا ہے؟ اس نے کہا: اپنی جان اس کے سپرد کر دے اور جانے کہ خدا میری بہ نسبت اس کا زیادہ مستحق ہے۔ ہم نے پوچھا: اور عذاب؟ عذاب کا مفہوم بتانے کے بجائے اس نے ایک چیخ ماری اور جاں بحق ہوا۔ مجھے سن کر تعجب ہوا میں

قبر کی بالیں پر گیا تو وہاں نرگس کے پھولوں کا گلدستہ رکھا ہوا تھا اور قبر پر عبارت تحریر تھی هٰذا قبر حبيب الله قتيل الغيرة ''یہ اللہ تعالیٰ کے دوست کی قبر ہے جسے غیرت عشق نے مارا۔'' وہاں مجھے ایک ورق ملا جس پر انابت کا مفہوم لکھا ہوا تھا جسے میں نے پڑھا۔ ان لوگوں نے اس کی تفسیر چاہی۔ میں نے اس کی تفسیر کی جسے سن کر ان پر مسرت وطرب کی کیفیت چھا گئی اور کہا: ''ہمیں اپنے مسئلہ کا جواب بھی مل گیا۔''

شیخ ابراہیم خواص فرماتے ہیں اس کے بعد مجھے نیند آئی اور سو گیا۔ آنکھ کھلی تو میں نے خود کو مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب پایا۔ میرے نزدیک ہی پھولوں کی یہ پنکھڑیاں تھیں۔ حضرت شیخ کے پاس وہ پنکھڑیاں سال بھر تک تر و تازہ اور خوشبودار رہیں۔ ایک سال بعد وہ پنکھڑیاں خود بخود غائب ہو گئیں۔ (روض الریاحین)

# (19)

# غزوۂ حنین کا حال

مکہ مکرمہ 8 ہجری میں فتح ہوا۔ یہ خبر اطراف مکہ میں آناً فاناً پھیل گئی۔ یہ معمولی کامیابی نہ تھی۔ طائف میں یہ خبر پہنچی تو وہاں کے بڑے بڑے سردار مالک بن عوف نصری کی قیادت میں مشورہ کے لئے اکٹھے ہو گئے۔ ان کا خیال تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی مکہ سے فارغ ہوں گے سیدھے طائف پر چڑھائی کریں گے۔ مالک بن عوف چالیس سال کا تجربہ کار قائد، بڑا بہادر اور نہایت جنگجو شخص تھا۔ اس کے سامنے طائف کے ممتاز جنگجو قبائل ہوازن اور ثقیف کے سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ ریاض سے طائف تک آپ سفر کریں تو راستے میں جو چھوٹی موٹی بستیاں آتی ہیں ان میں اکثریت عتیبی قبیلہ کے لوگوں کی ہے۔ یہ ہوازن قبیلہ کے لوگوں کی اولاد ہیں۔ یہ بڑے اڑیل، اکھڑ، طاقت ور اور متکبر لوگ تھے۔ انہوں نے دوران گفتگو مکہ کے لوگوں کا مذاق اڑایا کہ ان کو جنگ سے واقفیت نہ تھی اس لئے مسلمانوں کا تر نوالہ بن گئے۔ اگر مقابلہ ہمارے ساتھ ہوا تو پھر ہم انہیں دیکھ لیں گے۔

قصہ مختصر، لشکر طائف تیار ہوا۔ اس کا کمانڈر انچیف مالک بن عوف ہی مقرر کیا گیا۔ اس نے اہل طائف کو حکم دیا کہ اپنی عورتیں، بچے، جانور، اونٹ، بھیڑیں، بکریاں ہر چیز ساتھ لے آئیں اور حنین کے قریب وادی اوطاس میں خیمہ زن ہو جائیں۔ یہ بنو ہوازن کی ایک وادی ہے۔ جنگی نقطہ نظر سے عورتیں، بچے اور مال مویشی میدان جنگ میں لانا نہایت حماقت کی بات تھی۔ درید بن صمہ نامی ایک سردار نے اس کی مخالفت کی مگر وہ

بوڑھا ہو چکا تھا اور اسے کوئی قابل التفات نہیں سمجھتا تھا مگر اس کے باوجود اس نے مالک بن عوف سے پوچھا: یہ کیا بات ہے' میں اونٹوں کی بلبلاہٹ' گدھوں کی ڈھینچ' بچوں کا گریہ اور بکریوں کی ممیاہٹ سن رہا ہوں۔

اس نے جواب دیا: میں نے سوچا کہ ہر آدمی کے پیچھے اس کے اہل اور مال کو لگا دوں تاکہ وہ ان کی حفاظت کے جذبے سے جنگ کرے۔ درید نے کہا: تم تو نرے بھیڑوں کے چرواہے ہو۔ بھلا شکست کھانے والے کو بھی کوئی چیز بھاگنے سے روک سکتی ہے؟ مالک نے اس کا مشورہ مسترد کر دیا۔ کہا تم بوڑھے ہو' تمہاری عقل بھی سٹھیا چکی ہے' اللہ کی قسم! یا تو ہوازن میری بات مانیں گے یا میں اس تلوار کی انی پر ٹیک لگا دوں گا اور یہ میری پیٹھ کے آر پار ہو جائے گی' پھر اس نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی اور کہا: ہم مسلمانوں سے اتنی شدید لڑائی لڑیں گے کہ عرب میں اس کی کوئی مثال نہیں ملے گی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام' 180/4' والبدایۃ والنہایۃ' 317,316/4)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری خبریں مل رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تیاری فرمائی۔ 12 ہزار کا لشکر لے کر مقابلہ کے لئے مکہ سے نکلے۔ فوج کو دس حصوں میں تقسیم فرما دیا۔ دس کمانڈر مقرر ہوئے اور وادئ حنین کے ایک جانب خیمہ زن ہوئے۔ مکہ سے روانگی 6 شوال 8 ہجری سنیچر کی صبح ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ دوپہر کے بعد ایک نوجوان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کی تعداد' عورتوں' بچوں اور جانوروں کی آمد کا حال بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم آمیز لہجے میں فرمایا یہ سب کل انشاء اللہ مسلمانوں کا مال غنیمت بنے گا۔ مسلمانوں کے لشکر میں ی 2 ہزار کی تعداد میں نومسلم بھی تھے۔ ان کے دلوں میں ابھی ایمان راسخ نہ ہوا تھا۔ ان میں بعض شوق سے' بعض ایک دوسرے کہ کہنے پر اور بعض مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے فوج کے ساتھ چل پڑے تھے۔

شام ہوئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج رات کون پہرہ

دے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باری باری اپنے آپ کو پیش کیا۔ ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے آپ کو پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موافقت فرمائی۔ عرض کرنے لگے: ایک شرط ہے اور وہ جنت کی بشارت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر رضامندی ظاہر فرمادی اور انہوں نے ایک پہاڑ کی چوٹی پر پہرہ داری کے فرائض انجام دیئے۔ ادھر رات آئی تو حضرت انس بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ نے رضا کارانہ طور پر سنتری کے فرائض انجام دیئے۔

رات کو صحابہ کرام سو گئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا۔ فجر طلوع ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور فجر کی نماز ادا کی۔ ادھر پہرے دار جو رات بھر جاگتے رہے تھے، طلوع فجر کے وقت سو گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی جماعت کرائی تو اس دوران مالک اور اس قوم کے لوگوں نے جو تنگ گھاٹیوں اور دروں میں چھپے بیٹھے تھے، نکل کر زوردار حملہ کر دیا۔

(البدایہ والنہایہ 319,318/4 و تاریخ الاسلام 575/2)

## ان کے چہرے بگڑ گئے:

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نامی صحابی بیان فرماتے ہیں: حنین کے میدان میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے نیچے اترے، زمین سے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور اسے دشمنوں کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا: شَاهَتِ الْوُجُوْهُ ''چہرے بگڑ جائیں۔''

یہ مٹھی بھر مٹی چاروں طرف اس طرح پھیلی کہ دشمن کا کوئی آدمی ایسا نہ تھا جس کی آنکھ اس سے بھر نہ گئی ہو اور ان کی قوت ٹوٹ گئی۔ چند ساعتیں گزری تھیں کہ دشمن کو شکست فاش ہو گئی۔ ان کے ستر آدمی قتل کر دیئے گئے۔ ظہر کی اذان سے پہلے پہلے معرکہ ختم ہو گیا پھر دشمن کا تعاقب اور انہیں زنجیروں میں قید کرنے کا کام شروع ہوا۔ ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اشارہ کر کے فرما رہے تھے تم یہ قیدی پکڑو۔ دوسرے کو اشارہ فرمایا تم بکریاں پکڑو، تیسرے کو گائیں اور اونٹ جمع

کرنے کا حکم دیا۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں: اس قدر قیدی اور غنائم جمع ہوئے کہ ان کی تعداد کا صحیح علم اللہ ہی کے پاس تھا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اب مالک بن عوف کے دستے کی طرف بڑھے' اس کی تعداد ایک ہزار تھی۔ وہ شکست کا اعتراف کرتے ہوئے طائف کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ عورتیں' بچے' مال مویشی اور سامانِ حرب سب کچھ چھوڑ گیا اور طائف کے قلعے میں جا چھپا۔

صاحب الرحیق المختوم نے مالِ غنیمت کی تفصیل یہ بتائی ہے۔ قیدی چھ ہزار' اونٹ چوبیس ہزار' بکریاں چالیس ہزار سے زیادہ اور چاندی چار ہزار اوقیہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مالِ غنیمت جمع کر کے جعرانہ کے مقام پر حضرت مسعود بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں دے دیا۔ قیدیوں میں آپ کی رضاعی بہن شیما بنت حارث سعدیہ بھی تھیں۔ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا تعارف کرایا تو آپ نے ایک علامت کے ذریعے انہیں پہچان لیا۔ ان کی بڑی قدر فرمائی۔ عزت افزائی کی اور اپنی چادر بچھا کر انہیں بٹھایا۔ پھر احسان فرماتے ہوئے انہیں ان کی قوم میں واپس بھیج دیا۔
(553'552).

## حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کی ثابت قدمی

غزوۂ حنین میں جہاں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ ثابت قدم رہے وہاں ام سلیم رضی اللہ عنہا نامی معروف صحابیہ بھی ثابت قدم رہیں۔ یہ عظیم المرتبت خاتون خادم رسول اللہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں اور اپنے خاوند کے ساتھ میدان جنگ میں موجود تھیں۔ انہوں نے خنجر تھام رکھا تھا۔ ان کے خاوند ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یہ ام سلیم خنجر تھامے پھر رہی ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ام سلیم! اس خنجر کا کیا کروں گی؟ عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو میں اس کا پیٹ پھاڑ دوں

گا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس خاتون کی جرأت پر مسکرا دیے۔ ام سلیم پھر بولیں۔ کہنے لگیں یہ جو نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں اور ہماری ہزیمت کا باعث بنے ہیں انہیں تو سزا کے طور پر قتل کر دینا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ام سلیم اِنَّ اللّٰہَ قَدْ کَفٰی وَأَحْسَنَ ''اللہ نے ہمارا کام بخیر و خوبی بنا دیا'' اس لئے انہیں قتل کرنے سے کیا فائدہ؟ (مسلم شریف' 1809)

غزوۂ حنین میں آپ کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے کمال صبر و تحمل اور شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ ہر چند کہ وہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے مگر انہوں نے اللہ کے رسول کے ساتھ محبت اور وفاداری کا شاندار مظاہرہ کیا۔

انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام تھامی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ لگام تھامنے والا کون ہے؟ جواب میں عرض کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میں ہوں آپ کا چچازاد بھائی ابوسفیان بن حارث۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاشبہ بڑی مسرت اور تقویت پہنچی۔ جنگ کے اختتام پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی کافر کو قتل کیا اور اس کا گواہ بھی موجود ہو تو اس کافر کا ساز و سامان اسے ملے گا۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ایک کافر کو قتل کیا تھا۔ وہ کھڑے ہوئے اور کہا: میری گواہی کون دے گا؟ ادھر پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا اعلان دہرایا کہ مقتول کا سامان قاتل کو ملے گا۔ ابوقتادہ پھر کھڑے ہوئے کہ میری گواہی کون دے گا؟ ادھر کوئی شخص گواہی کے لئے کھڑا نہیں ہو رہا تھا۔ تیسری مرتبہ پھر اعلان ہوا ابوقتادہ پھر کھڑے ہو گئے۔ کہا میری گواہی کون دے گا؟ اب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ابوقتادہ تمہارا کیا قصہ ہے؟ عرض کی کہ میں نے فلاں کافر کو قتل کیا ہے۔ اتنے میں ایک دوسرا شخص کھڑا ہو گیا اور بولا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ابوقتادہ نے واقعی اس کافر کو قتل کیا تھا مگر اس مقتول کا سامان میرے پاس ہے فارضہ منی ''آپ ابوقتادہ کو اس بات پر آمادہ فرمائیں کہ وہ یہ ساز و سامان میرے پاس ہی

رہنے دیں۔" اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

لَاهَا اللّٰهِ اِذًا، لَا يَعْمِدُ اِلٰى أَسَدٍ مِنْ أُسْدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْكَ سَلَبَهٗ.

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ابوقتادہ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنگ کرتا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حق تمہیں نہیں دیں گے۔" اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابوبکر صدیق کے فیصلے پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔ ارشاد ہوا ابوبکر کا کہنا درست ہے تم ساز و سامان ابوقتادہ کے حوالے کر دو۔ ابوقتادہ کہتے ہیں کہ میں نے وہ ساز و سامان (زرہ تلوار اور ڈھال وغیرہ) بیچ ڈالا اور اس سے مدینہ کے محلہ بنو سلیم میں ایک باغ خریدا۔ اسلام لانے کے بعد یہ پہلا مال تھا جو میرے ہاتھ لگا۔ (صحیح البخاری حدیث 3142، 4321، 4322)

## اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ:

غزوۂ حنین کی تفصیل بیان کرتے ہوئے صحابی ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں جب جاگا تو دیکھا: مالک بن عوف اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ یہ ایک لشکر جرار تھا جو ہزارہا جنگجوؤں پر مشتمل تھا۔ یہ آناً فاناً میرے پہلو میں پہنچ گیا۔ میں اس حال میں تھا کہ اللہ کے رسول کو آواز دے کر بلوا بھی نہیں سکتا تھا۔ اب مالک نے چلا کر تیراندازوں کو حکم دیا کہ تیروں کی بوچھاڑ کر دو۔ یہ عرب کے مانے ہوئے تیرانداز تھے۔ پہاڑ کے اوپر تھے۔ ان کو ہدف صاف نظر آتا تھا چنانچہ وہ مسلمانوں کے اوپر چھا گئے۔ ادھر مسلمان اس اچانک حملہ کے لئے تیار نہ تھے۔ عام لوگوں میں مایوسی پھیل گئی۔ وہ اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کی طرف لپکے اور جس کا جدھر منہ لگا بھاگ کھڑا ہوا۔

ادھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو معرکہ کی طرف واپس بلوایا۔ اس ناگہانی حملہ میں مسلمانوں کے لشکر کے قدم اکھڑے تو سیرت نگاروں کے مطابق صرف 80 افراد ثابت قدم رہے اور جب دوبارہ زوردار حملہ ہوا تو ان کی تعداد صرف نو یا دس

تھی۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ کا ذکر کیا ہے۔ ان نازک ترین لمحات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر شجاعت روز روشن کی طرح سامنے آگئی۔ یعنی اس قدر ہلاکت بار حملے اور شدید بھگدڑ کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے مقابلے کے لئے بڑھ رہے تھے اور اپنے خچر کو ایڑ لگا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خچر کو دشمن کی طرف بڑھایا اور فرمایا: میں ابن العواتک ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دادی پردادی کا نام عاتکہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ اسی معروف خاتون کی طرف تھا کہ میں ان کا بہادر بیٹا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میان سے تلوار نکالی اور یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا: اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ۔

میں نبی ہوں۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں سردار عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

آپ کے چچا کے بیٹے ابوسفیان بن حارث اور چچا عباس رضی اللہ عنہما نے خچر کی لگام تھام رکھی تھی۔ وہ دونوں اسے روک رہے تھے کہ کہیں آگے نہ بڑھ جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز اتنی بلند تھی کہ دو پہاڑوں کے درمیان سنی جا سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ صحابۂ کرام کو پکاریں کہ اے بیعت رضوان والو۔ اے انصاریو اے مہاجرو۔ اے حدیبیہ والو کدھر ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آواز سنی تو آواز کی طرف پلٹے اور بھاگتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ جب سو آدمی جمع ہو گئے تو دشمن کا استقبال کیا۔ بنوخزرج کا نام پکارا گیا۔ بنوحارث بن خزرج کا اسی افراد پر مشتمل گروہ نہایت بہادر دلیر اور جنگجو تھا۔

انہیں پکارا گیا تو آواز سن کر وہ بھی پلٹ آئے۔ اللہ کے رسول پکاریں اور جواب نہ ملے یہ کیسے ممکن تھا! انہوں نے میانیں توڑ ڈالیں اور آگے بڑھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہادروں کے بہادر، شہسواروں کے شہسوار صبح فجر سے دن چڑھے تک دشمن کو روکے کھڑے تھے۔ دامن میں پہاڑ تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے فریقین میں دھواں دھار جنگ

شروع ہوگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اَلْآنَ حَمِیَ الْوَطِیْسُ** ''اب جنگ کی بھٹی پوری طرح گرم ہو چکی ہے''

(صحیح مسلم، حدیث 1775 و تاریخ الطبری 182/3 و دلائل النبوۃ للبیہقی 131/5-133)

اہل علم نے لکھا ہے کہ عربوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہلے شخص تھے جنہوں نے جنگی صورت حال کے بیان کے لئے یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

جنگ حنین میں مشرکین کا جھنڈا بنو ہوازن کے ایک شخص کے پاس تھا، اسے حضرت علی بن ابی طالب اور ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے جالیا اور مل کر اسے واصل جہنم کر دیا۔ جھنڈا اس کے ہاتھ سے گرا تو مشرکین کی قوت ٹوٹ گئی۔



# (20)

# نفس کُشی کا کامیاب طریقہ

حضرت سیدنا ابوالقاسم انباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے ایک شخص نے بتایا کہ میں ایک دن صبح صبح حضرت سیدنا بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ جیسے ہی میں دروازے کے قریب پہنچا تو اندر سے کسی کی درد بھری آواز سنائی دی۔ میں دروازہ کھٹکھٹانے سے باز رہا اور کان لگا کر گھر سے آنے والی درد بھری آواز سننے لگا۔ حضرت سیدنا بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک خربوزہ رکھا ہوا تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ شدید خواہش کے باوجود اس کو نہیں کھا رہے تھے بلکہ اپنے نفس کو ملامت کرتے ہوئے کہہ رہے تھے "اے نفس! تیرا ناس ہو' کیا تو اسے کھانا چاہتا ہے تجھے اس کی طرف رغبت کیوں ہوئی؟"

اسی طرح بار بار اپنے نفس کو ملامت کر رہے تھے' جب میں نے دیکھا: معاملہ طول پکڑ گیا ہے اور دن بلند ہو رہا ہے تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے دروازے پر دستک دے دی۔ آواز آئی "کون؟" میں نے اپنا نام بتایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اندر آ جاؤ۔" میں اندر داخل ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھ گیا اور میں نے عرض کی "اے ابونصر بشر بن حارث! آپ اپنے نفس پر اتنی سختی کیوں کر رہے ہیں؟ اسے حلال چیز کے کھانے سے کیوں روک رہے ہیں؟ کیا اللہ رب العزت نے بندوں کو رخصت اور رعایتیں عطا نہ فرمائیں؟ کیا یہ چیزیں ہمارے لئے حلال نہیں ہیں؟ پھر آپ اپنے اوپر اتنی سختی کیوں کر رہے ہیں؟"

حضرت سیّدنا بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: ''اے میرے بھائی! میں نے کافی عرصہ سے اپنے نفس کو صبر کا عادی بنا رکھا ہے۔ جب کبھی یہ کسی چیز کی خواہش کرتا ہے تو میں اسے صبر کی تلقین کرتا ہوں اور یہ صبر کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے' اگر اس کو ڈھیل دی جائے تو یہ مزید خواہشات کا متمنی ہوتا ہے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے۔ نفس کے لئے یہی بہتر ہے کہ انسان اسے خواہشات سے روکے رکھے۔ اگر اسے اس کی دل پسند چیز کھلاؤ گے تو وہ مزید طلب کرے گا اور اسے ہر طرح حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔''

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ خربوزہ پھینک دیا اور کہا: ''اسے یہاں سے اٹھالو۔'' پھر کچھ اشعار پڑھنے لگے' جن کا مفہوم یہ ہے ''بے شک میرا نفس مجھ سے مطالبہ کرتا ہے کہ میں پیٹ بھر کر اس کی من پسند غذائیں کھاؤں اور اپنے دین کو داؤ پر لگا دوں مگر یہ ناممکن بات ہے اور جو شخص دنیا حاصل کر لے لیکن دین سے محروم رہے تو وہ بہت زیادہ خسارے میں ہے۔'' (عیون الحکایات)



# (21)

# فریضۂ اقامت صلوٰۃ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ ۔ قَالُوْا لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ قَالَ: فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا ۔**

''دیکھو اگر کسی کے دروازے پر ایک نہر بہتی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے بدن پر میل باقی رہ جائے گی؟'' عرض کیا گیا نہیں بالکل نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسی طرح پانچوں نمازوں کی بھی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

(جامع ترمذی' الامثال' باب ماجاء مثل الصلوات الخمس' 2868' البخاری' 5288' النسائی' 462' الدارمی' 267/1' احمد 379/2' یہ حدیث حسن صحیح ہے)

☆......امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں:

میں نے عبیداللہ القواریری رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے ہوئے سنا ہے میری نمازِ عشاء کی جماعت کبھی فوت نہیں ہوئی تھی لیکن ایک دن ایسا ہوا کہ میرے پاس مہمان آ گیا میں اس کی خاطر مدارت کی وجہ سے مصروف ہو گیا' سو میں گھر سے نکلا کہ بصرہ کے قبائل میں نماز ادا کروں تو میں نے لوگوں کو دیکھا: وہ تو نماز پڑھ چکے تھے پس میں نے اپنے دل میں کہا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے:

''جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت تنہا نماز پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ ہے۔'' اور یہ بھی مروی ہے کہ ''جماعت کی نماز اکیلے پڑھنے سے ستائیس گناہ زیادہ ثواب رکھتی ہے۔'' (صحیح بخاری الاذان باب فضل صلاۃ الجماعۃ 645)

پس میں گھر لوٹ آیا پھر میں نے اس دن عشاء کی نماز ستائیس دفعہ پڑھی۔ پھر میں سو گیا۔ پس میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں ایک گھڑ سوار قوم کے ساتھ ہوں اور ہم آپس میں ایک دوسرے سے گھڑ دوڑ میں مقابلہ کر رہے ہیں لیکن ان کے گھوڑے میرے گھوڑے سے آگے جا رہے ہیں۔ میں نے اپنے گھوڑے کو ایڑی لگانا شروع کی تاکہ ان سے جا ملوں تو ان میں جو سب سے پیچھے تھا اس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا تم اپنے گھوڑے کو مت تھکاؤ تم ہمارا ساتھ نہیں پکڑ سکتے۔ میں نے اس آدمی سے کہا: میں تمہارا ساتھ کیوں نہیں پکڑ سکتا' پس اس شخص نے پلٹ کر جواب دیا اس لئے ہم نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی ہے اور تم نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا نہیں کی۔

(السیر' 444/11)

☆......سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی پسندیدہ خصلت کی بناء پر گھوڑوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ آپ کے پاس مضبوط اور تیز رفتار گھوڑے تھے اور ان کے پہلو پروں سے مزین تھے (یعنی وہ پروں والے گھوڑے تھے) جو ہواؤں میں اڑتے تھے اور ان کی تعداد بیس ہزار تھی۔ آپ ان کے جائزہ و معائنہ اور نظم و تنظیم میں مشغول رہے۔ اسی دوران نماز عصر نقش خیال سے اتر گئی کہ پڑھ نہ سکے حالانکہ قصداً ایسا نہ کیا تھا مگر جب یاد آیا کہ ان گھوڑوں کے پیار کی وجہ سے میری نمازِ فوت ہوگئی ہے تو کہنے لگے: اللہ ذوالجلال کی قسم! آج کے بعد میرے رب کی عبادت میں تم رکاوٹ نہ بن سکو گے۔ پھر ان کے پاؤں کاٹنے کا حکم دیا اور ان کی گردنیں اور کونچیں تلوار سے مارنے کا کہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قصے کا تذکرہ سورۂ ص میں کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝ فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝

"اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کئے بہت خوب بندے (تھے اور) وہ (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والے تھے۔ جب ان کے سامنے شام کو عمدہ و نفیس گھوڑے پیش کئے گئے تو کہنے لگے: میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے (غافل ہو کر) مال کی محبت اختیار کی یہاں تک کہ (آفتاب) پردے میں چھپ گیا۔ (بولے:) ان کو میرے پاس واپس لے آؤ پھر ان کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔"

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ خاص سلیمان علیہ السلام کو دیکھا کہ اس نے میرے اخلاص کی وجہ سے میرے عذاب سے خوفزدہ ہو کر اور میری محبت و جلالت کے سامنے سرافگندہ ہو کر صرف اس لئے ان نفیس گھوڑوں کو تہ تیغ کر دیا ہے کہ انہوں نے ان کو اپنی کشش میں اتنا محو کر دیا کہ نماز کا وقت نکل گیا ہے تو اللہ کریم نے اس کا صلہ اس سے کئی گنا بہتر دیا کہ سبک اندام اور چابک فرام ہوا تابع فرمان کر دی۔ سلیمان علیہ السلام جہاں جانا چاہیں ان کے لئے رواں دواں رہتی تھی۔ ایک ماہ کا سفر آغازِ دن سے اور ایک ماہ کا سفر دن کے پچھلے پہر طے کر لیتی تھی۔ یہ گھوڑوں کی رفتار دلکشا سے کہیں بہتر اور تیز تر تھی۔

اس واقعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی صداقت حقیقت کے روپ میں سامنے آجاتی ہے:

"اے انسان! اگر تو کوئی چیز بھی خوف الٰہی سے ترک کرے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے اس سے بہتر عنایت فرمائے گا۔"

(مسند احمد 363/5، بیہقی 335/5، حدیث صحیح ہے)

☆...... جب موسیٰ علیہ السلام اس دار فانی سے کوچ فرما گئے تو یوشع بن نون علیہ السلام (جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے نبی تھے) میدان تیہ سے بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے اور انہوں نے نہر اردن عبور کر لی اور اریحا مقام تک پہنچ گئے۔ یہ شہر مضبوط فصیلوں سے گھرا ہوا تھا۔ اس میں بلند و بالا محلات تھے اور وہاں کے رہائشی بہت کثرت میں تھے۔ یوشع بن نون علیہ السلام نے چھ ماہ تک اس کا محاصرہ جاری رکھا۔ ایک دن اسے گھیرے میں لے لیا اور لوگوں میں اجتماعیت و جوش پیدا کرنے کے لئے نرسنگا بجایا اور بہ یک آواز ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اس سیل جوش کے سامنے کوئی دیوار حائل نہ ہو سکی۔ اس کی فصیل میں دراڑ پڑ گئی اور ایک ہی دھماکہ سے زمین بوس ہو گئی۔ وہ اس میں داخل ہو گئے اور جو کچھ وہاں موجود تھا اسے بطور غنیمت سمیٹ لیا اور بارہ ہزار مرد وزن کو قتل کر دیا۔ انہوں نے بہت سے فرمان رواؤں سے معرکۂ حرب وضرب بپا کئے رکھا۔ شام کے علاقہ کے گیارہ ملکوں پر تسلط جما لیا۔ اس کا محاصرہ بروز جمعۃ المبارک عصر کے بعد جاری رہا۔ جب آفتاب غروب ہونے کے قریب ہوا اور ہفتہ کے دن نموذار ہونے ہی والا تھا جو کہ اس زمانہ میں بنی اسرائیل کی عبادت کا دن تھا' یوشع بن نون علیہ السلام نے کہا: اے آفتاب! تو بھی حکم الٰہی کا پابند ہے اور میں بھی اسی کے حکم سے آیا ہوں۔ اور کہا: اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا .

اے میرے اللہ! اسے روک دے۔ (تا کہ ہم جہاد جاری رکھ سکیں)

تو اللہ تعالیٰ نے اس کی روانی روک دی یہاں تک کہ وہ شہر فتح ہو گیا اور چاند کو حکم دیا وہ طلوع ہونے سے موقوف ہو گیا۔ (البدایہ والنہایہ' 324,323/1)

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الشَّمْسَ لَمْ تُحْبَسْ لِبَشَرٍ اِلَّا لِيُوْشَعَ لَيَالِيَ سَارَ اِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ ۔ (مسند احمد' 325/2' یہ حدیث امام بخاری کی سند پر ہے)

"آفتاب آج تک کسی بشر کے لئے رفتار میں موقوف نہیں ہوا' سوائے یوشع (بن نون علیہ السلام) کے۔ یہ ان راتوں کی بات ہے جب وہ بیت المقدس کی جانب (بغرض جہاد) گئے تھے۔"

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انبیائے کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی نے غزوہ کا اعلان فرمایا اور اپنی قوم سے کہا: جو آدمی شادی کے تمام اسباب رکھتا ہے اور اپنی بیوی کی رخصتی کا ارادہ رکھتا ہے وہ میرے ساتھ نہ جائے اور نہ ہی میرے ساتھ روانہ ہو۔ جو عمارت تیار کر رہا ہے اور ابھی تک اس نے چھت نہیں ڈالی اور نہ ہی وہ میرے ساتھ روانہ ہو جس کی بکریاں یا اونٹنیاں بچہ جننے کے قریب ہیں اور ان کی ولادت کا منتظر ہے۔ پس اللہ کے نبی نے معرکہ آرائی کی تیاری کی اور جب بستی کے نزدیک پہنچے تو نماز عصر پڑھی گئی تھی یا قریب تھی تو اس نبی علیہ السلام نے آفتاب سے کہا:

اَنْتِ مَأْمُوْرَةٌ وَّاَنَا مَاْمُوْرٌ اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيَّ شَيْئًا فَحُبِسَتْ عَلَيْهِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَجَمَعُوْا مَا غَنِمَا فَاَتَتِ النَّارُ لِتَاْكُلَهٗ نَابَتْ اَنْ تُطْعَمَهٗ فَقَالَ فِيْكُمْ غُلُوْلٌ .

اے سورج تو بھی پابند ہے میں بھی پابند ہوں۔ اے میرے اللہ! اس کو میرے اوپر روک دے' تو یہ آفتاب رک گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فتح سے ہمکنار فرمایا۔ انہوں نے مالِ غنیمت سمیٹا تا کہ آگ آئے اور اسے کھائے مگر آگ نے کھانے سے انکار کر دیا۔ نبی نے کہا: لوگو! تمہارے درمیان خیانت کا ارتکاب ہوا ہے۔

ہر قبیلہ کا آدمی میری بیعت کرے' انہوں نے بیعت کی تو ایک آدمی کا ہاتھ نبی کے ہاتھ میں چپک کر رہ گیا۔ پھر نبی نے فرمایا: تم نے خیانت کی ہے (اور خیانت کی ہوئی چیز) اب بھی تم میں موجود ہے۔ اس آدمی کا سارا قبیلہ میری بیعت کرے' تو قبیلہ نے

بیعت کی دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ چپک گئے۔ نبی نے کہا: ابھی خیانت ہے' تم نے خیانت کی ہے۔ تو انہوں نے گائے کے سر جتنا سونا پیش کر دیا جو خیانت کیا تھا۔ تب انہوں نے اس کو مال غنیمت میں رکھا جو کہ میدان میں پڑا تھا' تو آگ آئی اور اسے کھا گئی۔ اس وقت آگ آ کر جلا دیتی تھی مال غنیمت تقسیم نہیں ہوتا تھا۔

فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ مِنْ قَبْلِنَا ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ رَاٰی ضُعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَطَيَّبَهَا لَنَا ۔

(بخاری' فرض الخمس' باب قول النبی احل اللہ الغنائم' 3124' مسلم' 1747)

''ہم سے پہلے مال غنیمت حلال نہ تھا یہ ہماری کمزوری و بے بسی کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے حلال قرار دیا ہے۔''

جب بنی اسرائیل نے بیت المقدس پر کامل دستگاہ حاصل کر لی اس میں وہ رہے اور ان کے درمیان اللہ کے نبی یوشع بن نون علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات کے ذریعہ سے ان کے فیصلہ جات نمٹاتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایک سو ستائیس سال میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ان کی مدت حیات موسیٰ علیہ السلام کی وفات حسرت آیات کے بعد ستائیس سال بنتی ہے۔

☆......حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مؤذن کی آواز سنی اور ان کی حالت یہ تھی کہ ان کی روح نکلنے والی تھی یعنی قریب المرگ تھے تو انہوں نے کہا: میرا ہاتھ پکڑو ان سے کہا گیا کہ تم تو بیمار ہو تو انہوں نے جواب دیا: میں اللہ کے داعی (مؤذن) کی آواز سنتا ہوں پھر اس پر لبیک کیوں نہ کہوں۔ لوگوں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کو مسجد تک پہنچا دیا۔ پس وہ امام کے ساتھ مغرب کی نماز میں شریک ہو گئے۔ سو انہوں نے مغرب کی ایک رکعت ادا کی پھر انتقال فرما گئے۔ (السیر' 220/5)

☆......محمد بن مبارک الصوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب سعید بن عبدالعزیز سے نماز کی جماعت فوت ہو جاتی تو رونے لگتے۔

(ایضاً 34/8)

☆......حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایک انصاری صحابی کا گھر مسجد سے اتنا دور تھا کہ میرے خیال میں کوئی اور آدمی اس سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا لیکن وہ ہر نماز با جماعت ادا کرتے تھے ان سے کہا گیا کہ آپ کوئی گدھا خرید لیں تا کہ اندھیرے اور سخت گرمی میں اس پر سوار ہو کر جایا کریں۔

**قَالَ مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ مَنْزِلِيْ اِلٰى جَنْبِ الْمَسْجِدِ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ يُّكْتَبَ لِيْ مَمْشَایَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَرُجُوْعِيْ اِذَا رَجَعْتُ اِلٰى اَهْلِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قَدْ جَمَعَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ كُلَّهُ ۔**

"انہوں نے کہا: مجھے بھی پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو میں تو چاہتا ہوں کہ میرا مسجد کی طرف چل کر آنا اور جب میں اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر آؤں تو میرا لوٹنا لکھا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یقیناً اللہ نے تیرے لئے یہ سب جمع فرما دیا ہے۔""

(صحیح مسلم' المساجد' باب فضل کثرۃ الخطا الی المساجد' 663)

## حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک نابینا آدمی حاضر ہوا۔ اس کی آنکھیں بصارت سے ضرور محروم تھیں لیکن اس کا دل بصیرت سے پوری طرح منور تھا۔ یہی وہ مرد مومن تھا جس کو تاریخ اسلام عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے نام سے جانتی ہے اور جو عظمت کا ایک عظیم اور بلند و بالا منارہ تھا۔

یاد رہے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کے نام میں اختلاف ہے۔ اہل مدینہ ان کا نام عبداللہ بن قیس جب کہ اہل عراق ان کا نام عمرو بتاتے ہیں۔ بہر حال آپ اپنی کنیت ابن

ام مکتوم ہی سے معروف ہیں۔ ان کی والدہ ام مکتوم عاتکہ بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا سابقین مہاجرین میں سے تھیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا۔ بچپن ہی میں ان کی بینائی جاتی رہی۔۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کرتے تھے۔ وہ مدینہ میں ایک یہودیہ کے ہاں رہتے تھے جو ان کا بہت خیال رکھتی تھی لیکن تھی گستاخ رسول۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گستاخ رسول یہودیہ کے خون کو رائیگاں قرار دے دیا۔ عہد فاروقی میں انہوں نے معرکہ قادسیہ میں شرکت کی اور وہیں شہید ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء ج1 ص360، 365)

بہرحال یہ صاحب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معرکوں میں شریک ہوتے رہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بصارت سے محروم لوگوں کو جنگوں میں شرکت سے مستثنیٰ قرار دیا تھا لیکن عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں شرکت کرتے اور باضابطہ قتال کرتے تھے چنانچہ وہ اللہ کی راہ میں شہادت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ عبداللہ بن ام مکتوم ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے رسول! میں ایک نابینا آدمی ہوں، میرے اور مسجد کے درمیان راستہ ناہموار ہے، درختوں اور جھاڑیوں کی رکاوٹیں بھی ہیں، میرا گھر بھی مسجد سے خاصا دور ہے اور میرے پاس کوئی آدمی بھی نہیں ہے جو میری رہنمائی کر سکے اور ہاتھ پکڑ کر مسجد تک لا سکے۔ فَهَلْ تَجِدُلِیْ رُخْصَةً اَنْ اُصَلِّیَ فِیْ بَیْتِیْ؟

"تو کیا آپ میرے لئے اس بات کی کوئی رخصت پاتے ہیں کہ میں اپنے گھر ہی میں نماز پڑھ لیا کروں (اور مسجد میں حاضری کی مشقت سے بچ جاؤں؟)" (مسند احمد 423/3)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی مشقت و پریشانی دیکھی، عذر معقول تھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں، گھر میں نماز پڑھ سکتے ہو۔"

عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جب واپس ہوئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی ان کے پیچھے روانہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَیَّ بِهٖ ۔ ''اسے میرے پاس بلا کر لاؤ۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت تو عطا فرما دی تھی مگر جماعت کی فرضیت واہمیت کے پیش نظر انہیں واپس بلا لیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ؟ ''کیا تم نماز کے لئے اذان سنتے ہو؟''

عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے عرض کی جی ہاں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَاَجِبْ ۔

''پھر تو تمہیں مسجد میں نماز کے لئے آنا ہوگا۔'' (صحیح مسلم' المساجد' باب یجب اتیان المسجد علی من سمع النداء' 653 'ابن ماجہ' المساجد والجماعۃ' باب التغلیظ فی التخلف عن الجماعۃ' 791)

ایک دوسری روایت میں ہے: مَا اَجِدُ لَكَ رُخْصَةً ۔

''میں تمہارے لئے (گھر نماز پڑھنے کی) کوئی رخصت نہیں پاتا ہوں۔''

مطلب یہ تھا کہ میں تمہارے لئے جماعت چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھنے کی کوئی رخصت' کوئی گنجائش نہیں پاتا ہوں' اگرچہ تم نابینا ہو' اگرچہ تمہارے اور مسجد کے درمیان کانٹے ہیں' اگرچہ تمہارا گھر بہت دور ہے۔ اگرچہ تمہارے پاس کوئی آدمی نہیں ہے جو مسجد تک تمہاری رہنمائی کر سکے اور اگرچہ تم اس (اندھے پن) مصیبت میں پھنسے ہو لیکن جب اذان کی آواز تمہارے کانوں سے ٹکراتی ہے' یہ ربانی آواز تمہارے دل کو شعور و احساس تک رسائی عطا کرتی ہے تو پھر تمہارے لئے مسجد کی جماعت چھوڑ کر گھر کے اندر نماز پڑھنا درست نہیں' مسجد میں ضرور حاضر ہوا کرو۔

☆......ایک انصاری صحابی نے اپنی لونڈی سے کہا: پانی لاؤ میں نماز پڑھ کر سکون حاصل کروں۔ سننے والوں کو تعجب ہوا تو اس نے فرمایا: یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا: قُمْ یَا بِلَالُ فَاَرِحْنَا بِالصَّلٰوةِ ۔

''اے بلال! اٹھو ہمیں نماز کے ذریعہ سکون پہنچاؤ۔''

(ابوداؤد' الصلوۃ' 4986' مسند احمد' 371' حسن صحیح)

سیّدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نجد والوں میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ ہم اس کی آواز کی گنگناہٹ سنتے تھے لیکن سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ کیا کہتا ہے یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آیا تب معلوم ہوا کہ وہ اسلام کے بارے میں پوچھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دن رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں۔''

وہ بولا: ان کے سوا میرے اوپر اور کوئی نماز ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ ''نہیں مگر یہ کہ تو نفل پڑھنا چاہے۔'' (بخاری' 46' مسلم' 8)

## پانچ نمازوں پہ پچاس کا ثواب

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

پھر اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں' میں لوٹ کر آیا' جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا: اللہ نے کیا فرض کیا: آپ کی امت پر؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں ان پر فرض کیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ پھر اپنے رب کے پاس واپس جائیں کیونکہ آپ کی امت میں اس قدر طاقت نہیں میں اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر گیا۔ اس نے آدھی معاف کر دیں۔ پھر میں لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: اپنے پروردگار کے پاس لوٹ جائیں کیونکہ آپ کی امت میں اتنی طاقت نہیں' پھر میں اپنے پروردگار کے پاس لوٹ گیا۔ اس نے فرمایا: ''پانچ نمازیں فرض ہیں اور وہ پچاس کے برابر ہیں میری بات نہیں بدلتی۔''

(بخاری' 349' مسلم 63

☆......علامہ ابوعبداللہ محمد القرطبی نے ''الجامع لاحکام القرآن'' میں عمرو بن دینار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ میں رہنے والے ایک شخص کی بہن کا انتقال ہو گیا۔ اتفاق سے تدفین کے وقت اس شخص کی ایک تھیلی جس میں دینار بھرے ہوئے تھے قبر میں رہ گئی۔ چنانچہ اس نے قبر کھودی تو کیا دیکھتا ہے کہ پوری قبر آگ کے شعلوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس نے جا کر اپنی والدہ سے پوچھا: میری بہن کی عملی زندگی کیسی تھی؟ والدہ نے بتایا کہ ایک تو نماز کو اپنے وقت سے ٹال دیتی تھی یعنی قضا کر دیتی تھی دوسرا یہ کہ جب رات کو پڑوسی اپنے اپنے کمروں میں چلے جاتے تو یہ اٹھ کر ان کے دروازوں پر کان لگا لیتی اور ان کے رازوں کو حاصل کر لیتی تھی تو اس شخص نے اپنا چشم دید واقعہ ذکر کیا اور کہا: اس کی انہی بدعملیوں کا وبال ہے۔ (تفسیر قرطبی 302/8)

☆......ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟'' ہم نے عرض کی کہ نہیں۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ تو آپ کے منتظر ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے لئے برتن میں پانی رکھ دو (میں وضو اور غسل کروں گا)''

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم نے ایسا ہی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا پھر کھڑا ہونا چاہا مگر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟'' ہم نے عرض کی نہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ تو آپ کے منتظر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے لئے برتن میں پانی رکھ دو (میں وضو اور غسل کروں گا)'' ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم نے ایسا ہی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا پھر کھڑا ہونا چاہا مگر بے ہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا تو پوچھا کیا لوگ نماز پڑھ چکے۔ ہم نے عرض کی نہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ آپ کے منتظر ہیں اور لوگ مسجد میں

ٹھہرے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عشاء کی نماز کے لئے انتظار کر رہے تھے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

چنانچہ قاصد ان کے پاس پہنچا اور اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک نرم دل انسان تھے۔ انہوں نے فرمایا: اے عمر! آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ تب سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بقیہ دنوں میں نماز پڑھائی۔ (گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری کی شدت کے باوجود نماز کی فکر رہتی تھی)۔

(بخاری، الاذان، باب انما جعل الامام لیؤتم بہ، 687)



# (22)

# سکون حرام ہے مرے انہدام کے بعد

6 دسمبر 1992ء کی سلگتی شام جب بابری مسجد کھنڈر میں تبدیل ہو چکی تھی' اس وقت منہدم شدہ عمارت کے ملبے' ٹوٹے ہوئے گنبد و محراب کے ذروں اور شکستہ در و دیوار کے ریزوں سے نکلنے والی ''دردناک صدا'' جو مخاطب ہے فرزندانِ توحید و رسالت سے اور جو دراصل مسلمانوں کے نام شہید بابری مسجد کے ''آخری پیام'' کی حیثیت رکھتی ہے' نظم کے لباس میں پیش خدمت ہے۔ (ندا خیالی)

اُٹھو اُٹھو دم رُخصت سلام لو میرا
پیامِ دعوتِ توحید تھام لو میرا
کہاں ہو ایک خدا کے پکارنے والو!
دِلوں میں عظمت ایماں اتارنے والو!
عروسِ زیست کی زُلفیں سنوارنے والو!
میرے وجود کی بازی کو ہارنے والو!
یہ ریزہ ریزہ سی اینٹیں' پکارتی ہیں تمہیں
مرے لہو کی یہ چھینٹیں پکارتی ہیں تمہیں
نظر نظر میں مری یاد کو بسائے ہوئے
دلوں میں مشعل عزم و یقیں جلائے ہوئے

غرور حلقۂ باطل پہ تلملائے ہوئے
ہر اِک پیامِ نبوت گلے لگائے ہوئے
رسولِ پاک کی امت کے نونہالو اُٹھو
اُٹھو اُٹھو رہِ اسلام کے جیالو اُٹھو
نئے مزاج میں اپنے کو ڈھالنا ہے تمہیں
اُٹھو کمند ستاروں پہ ڈالنا ہے تمہیں
سسکتی قوم کو غم سے نکالنا ہے تمہیں
اُٹھو کہ نظم گلستاں سنبھالنا ہے تمہیں
بصد خلوص یہ میرا پیام لیکے اُٹھو
جہاں میں دعوتِ خیر الانام لیکے اُٹھو
تمام عالم امکاں کو ساتھ لیکے چلو!
زمیں پہ مشعل راہِ نجات لیکے چلو!
نبی کا سوزِ عمر کی صفات لیکے چلو!
کلامِ پاک کا نظم حیات لیکے چلو!
یہ دین ایک امانت ہے سارے عالم کی
تمہیں سپرد امامت ہے سارے عالم کی
مرا لہوٗ مری عالم میں واپسی کے لئے
پکارتا ہے تمہیں فرض منصبی کے لئے
بہارِ دینِ محمد کی تازگی کے لئے
اُٹھو سفینۂ عالم کی رہبری کے لئے
بلال و حیدر و خالد سی ہستیاں بن کر
مٹاؤ سطوتِ باطل کو آندھیاں بن کر

وفا کے پھول ہر اک گام پر بچھاتے چلو
لہو کے دیپ ہر ایک موڑ پہ جلاتے چلو
تمہارے پاس جو دولت ہے وہ لٹاتے چلو
جہاں میں نغمۂ توحید گنگناتے چلو
بھنور میں کشتیٔ ملت ہے ڈگمگائی ہوئی
بڑھو کہ سامنے جنت ہے جگمگائی ہوئی
یہ عشرتیں، یہ تغافل یہ مستیاں کب تک؟
''عروس زر'' پہ مٹیں گی جوانیاں کب تک؟
رسوم و جہل کا یہ سیل بیکراں کب تک؟
یہ بات بات پہ آپس میں تلخیاں کب تک؟
یہ آخری ہے میری التجا سلام کے بعد
سکوں حرام ہے اب میرے انہدام کے بعد



(23)

# رسول اللہ کا اپنے غلاموں کے ساتھ معاملہ

حضرت حمید بن ہلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے بحرین والوں سے جزیہ وصول کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ اتنا کثیر تعداد میں مال نہ پہلے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آیا اور نہ بعد میں' یہ اسی ہزار تھا۔ اس کو صف پر پھیلا دیا گیا اور اعلان کروایا گیا کہ جس کو مال چاہیے لے جائے۔ گن کر دینے کا رواج نہیں تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے اور اپنی چادر میں بہت سا مال جمع کر لیا۔ جب اس کو اٹھانے لگے تو نہ اٹھتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قریب کھڑے ہوئے تھے ان کی طرف دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرے سر پر رکھ دیجئے۔ یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے اور فرمایا: اس سے کم کرو جتنا خود اٹھا سکتے ہو اتنا لے جاؤ۔ (تفسیر ابن کثیر ج2 'صفحہ 399)

☆......صحیح احادیث میں یہ بات نقل کی گئی ہے کہ بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک سائبان نما کمرہ بنایا گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں وہاں دعا مانگ رہے تھے۔

(حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آ گئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے اٹھے اور پھر اپنے کمرہ سے یہ آیت تلاوت فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے: سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ؁

''تمہارا لشکر ہارے گا پیٹھ پھیر کے بھاگے گا۔'' (تفسیر ابن کثیر ج2 'صفحہ 356)

☆......حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہمیشہ ایک مشکیزہ شراب کا ہدیہ لایا کرتے تھے۔ (اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سے شراب نہیں پیا کرتے تھے لیکن کیونکہ حرمت نازل نہیں ہوئی تھی' اس لئے قبول کر کے کسی دوسرے کو ہدیہ کر دیا کرتے تھے)

جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو وہ پھر ہدیہ لائے (غالباً ان کو حرمت کا علم نہ ہوا ہوگا) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو ہنس پڑے اور فرمایا: یہ تو اب حرام ہو گئی ہے۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بیچ کر اس کی قیمت سے نفع حاصل کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے جب ان پر گائے اور بکری کی چربی حرام کر دی گئی تو انہوں نے اس کو پگھلا کر بیچا۔ اللہ کی قسم! جس طرح شراب حرام ہے اسی طرح اس کی قیمت سے نفع اٹھانا بھی حرام ہے۔

(رواہ احمد وابو یعلی کذا فی تفسیر ابن کثیر' ج 2' صفحہ 116)

☆......حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا چلو لڑیں تو انہوں نے کہا: ہم یہاں ہیں تو اور تیرا رب جا کر لڑو۔ جب ملک فتح ہو جائے تو ہم اس ملک میں داخل ہو جائیں گے لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے موقع پر مشرکین سے مقابلہ کے لئے مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اچھا مشورہ دیا۔ دوسرے مہاجرین نے بھی اچھا مشورہ دیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار فرماتے تھے اے مسلمانو! مجھے مشورہ دو اور اس بات سے آپ کا ارادہ یہ تھا کہ انصار بھی بولیں کیونکہ اس جگہ اکثریت انہی کی تھی۔ اس پر حضرت سعد بن معاذ (دوسری روایت میں حضرت مقداد) رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور' آپ ہم سے پوچھنا چاہتے ہیں؟ قسم ہے اس ذات کی (جس کے قبضہ میں ہماری جان ہے) اور جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ دریا میں کودنے کا حکم دیں گے تو ہم دریا میں کود جائیں گے۔ اگر آپ پہاڑ سے

کودنے کا حکم دیں گے تو ہم پہاڑ سے کودنے کو تیار ہیں۔ ہم قوم موسیٰ کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ ہم یہاں بیٹھے ہیں تو اور تیرا رب لڑو بلکہ ہم تو آپ کے دائیں بھی لڑیں گے' بائیں بھی لڑیں گے' آگے بھی لڑیں گے' پیچھے بھی لڑیں گے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک چمک اٹھا۔ (تفسیر ابن کثیر' ج 2' صفحہ 50)

☆...... حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ خیبر میں مجھے ایک چربی کی بھری ہوئی تھیلی ملی۔ میں نے اس کو بغل میں لے کر کہا آج اس جیسی چیز میرے علاوہ کسی کو نہیں ملی ہوگی (میری اس بات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے تھے لیکن مجھے خبر نہ تھی) جب میں ادھر متوجہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔

(تفسیر ابن کثیر' ج 2' صفحہ 26)

☆...... ہمدان یمن کا ایک بہت بڑا قبیلہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اول خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دعوت کی غرض سے ان کی طرف بھیجا۔ وہ چھ ماہ ٹھہرے رہے مگر کسی نے اسلام قبول نہ کیا۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خط دے کر روانہ فرمایا اور یہ فرمایا: خالد رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جا کر سب کو جمع کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھ کر سنایا اور اسلام کی دعوت دی۔ وہ سارا قبیلہ ایک ہی دن میں مسلمان ہو گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر کے ذریعہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی۔ آپ نے اطلاع ملتے ہی سجدہ شکر ادا کیا اور جوش مسرت سے کئی بار یہ فرمایا **السلام علی ھمدان' السلام علی ھمدان' السلام علی ھمدان** 'قبیلہ ہمدان پر سلامتی ہو' قبیلہ ہمدان پر سلامتی ہو' قبیلہ ہمدان پر سلامتی۔

(رواہ البیہقی کذا فی سیرۃ المصطفیٰ' ج 3' صفحہ 113)

## عکرمہ بن ابی جہل

ایک روایت میں ہے کہ عکرمہ سے قبل از اسلام فتح مکہ کے دن ایک مسلمان ان

کے ہاتھ سے شہید ہو گیا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو مسکرائے اور فرمایا: قاتل اور مقتول دونوں ہی جنت میں ہیں یعنی اس طرف اشارہ تھا کہ عنقریب مسلمان ہوں گے۔ (مدارج النبوت' ج2' صفحہ 393' کذا فی المصطفیٰ' ج3' صفحہ 45)

ام سلمہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا: میں نے خواب میں ابوجہل کے لئے جنت میں ایک خوشہ دیکھا۔ جب عکرمہ مسلمان ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اس کی تعبیر یہ ہے۔

(اصابہ لابن حجر کذا فی سیرۃ المصطفیٰ' ج3' صفحہ 45)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد جب تلاوت کے لئے بیٹھتے اور قرآن کھولتے تو روتے روتے غشی کی کیفیت ہوتی اور بار بار یہ کہتے:

**هٰذَا كَلَامُ رَبِّىْ ۔ هٰذَا كَلَامُ رَبِّىْ** ۔ یہ میرے پروردگار کا کلام ہے۔

(احیاء علوم الدین للغزالی' ج1' صفحہ 253' کذا فی سیرۃ المصطفیٰ' ج3' صفحہ 45)

☆......کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ مشہور شاعر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے۔

یہ ان میں سے ہیں جن کا خون آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن مباح قرار دے دیا تھا۔ یہ اس دن مکہ سے بھاگ گئے تھے۔ بعد میں مدینہ طیبہ حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں قصیدہ کہا جو بانت سعادہ کے نام سے مشہور ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت زیادہ خوش ہوئے اور اپنی چادر مبارک انہیں عنایت فرمائی۔ (سیرۃ المصطفیٰ' ج3' صفحہ 47)

☆......حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا' آپ کے دونوں بھتیجے عتبہ اور معتب پسران ابولہب کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا وہ روپوش ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible] میں

سوار ہو کر مقام عرفہ گیا وہاں سے دونوں کو اپنے ساتھ لایا۔ آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا' دونوں نے اسلام قبول کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور دونوں کا ہاتھ پکڑا' باب کعبہ کے قریب دیر تک دعائیں مانگتے رہے' پھر واپس آئے تو چہرۂ انور پر مسرت (اور خوشی) کے آثار ظاہر تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ مسرور رکھے' کیا بات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنے چچا کے دونوں بیٹے مانگے تھے اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کر دیئے اور میرے لئے ان کو ہبہ کر دیا۔

(الخصائص الکبریٰ' ج 1' صفحہ 264' کذا فی سیرۃ المصطفیٰ' ج3)

## یقینی جنتی

عصماء ایک یہودی عورت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت میں اشعار کہا کرتی تھی اور طرح طرح سے آپ کو ایذا پہنچاتی تھی۔ لوگوں کو آپ سے اور اسلام سے متنفر کرتی اور مسجد میں ایام ماہواری کے خون آلود کپڑے لا کر پھینک دیا کرتی تھی۔ ابھی آپ میدان بدر میں تھے کہ اس نے پھر توہین آمیز اشعار کہے۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بن عدی کو سنتے ہی جوش آ گیا اور یہ منت مانی' اگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے صحیح وسالم واپس آ گئے تو اس کو میں ضرور قتل کروں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر سے کامیاب و کامران تشریف لائے تو عمیر رضی اللہ عنہ رات کے وقت تلوار لے کر روانہ ہوئے اور اس کے گھر میں داخل ہوئے۔ چونکہ یہ نابینا تھے' اس لئے عصماء کو ہاتھ سے ٹٹولا اور بچے اس سے دور کئے اور تلوار کو سینہ پر رکھ کر اس زور سے دبایا کہ پشت سے پار ہو گئی۔

نذر پوری کر کے واپس آئے اور صبح کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں مجھ سے کوئی مواخذہ تو نہ

ہوگا؟

آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ آپ عمیر رضی اللہ عنہ بن عدی کے اس فعل سے بے حد مسرور ہوئے یعنی خوش ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا اگر ایسے شخص کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے اللہ اور اس کے رسول کی غائبانہ مدد کی ہو تو عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لو۔ (سیرۃ المصطفیٰ للکاندھلوی' ج 2' صفحہ 166)

## مکہ کے جگر گوشے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کر کے واپس ہوئے تو میرے بھائی کا خط میرے پاس آیا۔ اس نے میری رغبت اسلام کی طرف اور زیادہ کر دی۔

اس سے میرے اس خواب کی تائید بھی ہوئی کہ میں ایک ویران تنگ جگہ سے نکل کر سرسبز اور کشادہ شہروں میں چلا گیا ہوں۔

میں نے سامان سفر تیار کیا اور یہ چاہا کوئی میرا رفیق سفر بن جائے۔ میں صفوان بن امیہ کے پاس گیا اور میں نے کہا: تم دیکھتے نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عرب وعجم پر غلبہ پا لیا۔ اگر اس کے پاس جائیں اور اس کی اتباع کر لیں تو یہ ہمارے لئے بہتر ہوگا۔

لیکن صفوان نے نہایت سخت جواب دیا: اگر میرے علاوہ روئے زمین پر تمام لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر لیں میں پھر بھی ان کی اتباع نہ کروں گا۔

پھر میں عکرمہ بن جہل کے پاس گیا۔ اس سے بھی وہی بات کہی جو صفوان سے کہی تھی۔ اس نے بھی وہی جواب دیا۔ میں نے سوچا کہ ان کے باپ اور بھائی بدر میں مارے گئے ہیں' اس لئے ان کو غصہ ہے۔

پھر میں عثمان بن طلحہ سے ملا اور اس کو بھی وہی کہا جو ان دونوں سے کہا تھا۔ اس نے میری بات کو قبول کر لیا اور کہا میں بھی مدینہ چلتا ہوں مقام یاجج (ایک جگہ کا نام ہے) میں ملاقات کریں گے۔ جو پہلے پہنچ جائے وہ دوسرے کا انتظار کرے۔

ہم چلے اور مقام یاج میں جمع ہو گئے اور جب وہاں سے چل کر ہم مقام حدہ میں پہنچے تو عمرو بن عاص سے ملاقات ہوئی۔ ہم نے ایک دوسرے کو مرحبا کہا اور ہم نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ تو اس نے کہا: اسلام لانے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے۔ ہم نے کہا: ہم بھی اسی ارادہ سے نکلے ہیں۔

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ ہم تینوں مدینہ میں داخل ہوئے اور اپنی سواریوں کو مقام حدہ میں بٹھایا۔ کسی نے ہمارے آنے کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی۔ آپ ہماری آمد کی خبر سن کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا: مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو پھینک دیا۔

خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عمدہ کپڑے پہنے اور آپ کی خدمت میں حاضری کے لئے چلا۔ راستہ میں مجھے میرا بھائی ملا اور کہا: جلدی چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری آمد کی خبر ہو چکی ہے۔ وہ آپ کی آمد سے مسرور ہیں اور تمہارے منتظر ہیں۔ ہم تیزی کے ساتھ چلے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ مجھے دیکھ کر مسکرائے۔ میں نے کہا: **السلام علیك یارسول الله صلی الله علیه وسلم** ۔ آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے عرض کیا: **اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله** ۔ آپ نے فرمایا: قریب ہو جاؤ اور یہ فرمایا تمام تعریفیں اس ذات پاک کی ہیں جس نے تجھے اسلام کی توفیق دی، میں دیکھتا تھا کہ تجھ میں عقل ہے اور امید کرتا تھا کہ وہ عقل تیری خیر اور بھلائی کی طرف رہنمائی کرے گی۔

(سیرۃ المصطفیٰ، ج 2، صفحہ 435)

# (24)

# اللہ کا اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک

(امام ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں خلف بن ہشام نے خبر دی' انہیں ابوشہاب نے' وہ سفیان سے روایت کرتے ہیں' وہ ایک شخص سے اور وہ وہب بن منبہ سے' وہ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو فرمایا تم اس کے دنیوی ٹھاٹھ باٹھ سے نہ ڈرنا' اس کی پیشانی تو میرے قبضے میں ہے۔ وہ میری اجازت کے بغیر نہ تو بول سکتا ہے نہ ہی پلک جھپک سکتا ہے اور نہ ہی سانس لے سکتا ہے نہ ہی اس کے دنیوی ساز وسامان سے تعجب کرنا کہ یہ تو دنیوی زندگی کی آرائش اور دولت مندوں کی زینت کا سامان ہے' اگر میں چاہوں تو تمہیں بھی دنیا کی آرائش کا وہ سامان عطا کرسکتا ہوں کہ جسے فرعون بھی دیکھے تو بول اٹھے کہ یہ تو میرے بس سے بھی باہر ہے۔ مگر میں اسے تم سے تو دور ہی رکھنا چاہتا ہوں' اپنے دوستوں کے ساتھ شروع ہی سے میرا یہی معاملہ ہے کہ میں دنیوی مال ومتاع ان کے لئے پسند نہیں کرتا اور دنیوی نعمتیں ان سے اس طرح دور رکھتا ہوں جس طرح ایک مہربان چرواہا اپنی بکریوں کو مہلک چراگاہ سے دور رکھتا ہے اور اس کی زیبائش ان سے اس طرح ہٹا دیتا ہوں جس طرح ایک مشفق چرواہا اپنے اونٹ کو خارشی اونٹوں کے پاس بیٹھنے سے ہٹا دیتا ہے اور یہ بات اس وجہ سے نہیں کہ وہ لوگ میری نگاہوں میں ذلیل یا بے قدر ہیں بلکہ اس لئے ہے تاکہ وہ لوگ میری کرامت وعزت' اعزاز واکرام کا بھرپور صحیح سالم حصہ حاصل کرلیں جو دنیوی غرور و دیگر معائب سے پاک صاف ہو۔ اور میرے دوست جو زینت اختیار کرتے ہیں وہ تو عجز

وانکساری' خشوع وخضوع اور خوف وتقویٰ کے ساتھ اختیار کرتے ہیں۔ یہ اوصاف ان کے دلوں میں بسے ہوتے ہیں اور ان کے جسموں سے ظاہر ہوتے ہیں' یہی اوصاف ان کا لباس ہیں اور یہی ان کا شعار ہے جسے ظاہر کرتے ہیں' یہی ان کے دل کا شعور ہے' یہی ان کے لئے ذریعہ نجات ہے جس کے ذریعے کامیاب ہوں گے' یہی ان کا مقصد ہے جس کی آرزو رکھتے ہیں' یہی ان کی بزرگی ہے جس پر انہیں بجا طور پر فخر ہے' یہی ان کی علامت ہے جس سے وہ معروف ہیں' جب تیری ان سے ملاقات ہو تو ان کے سامنے عاجزی اختیار کرنا' اپنے دل وزبان کو ان کے سامنے پست رکھنا اور خوب اچھی طرح جان لو! جو شخص میرے کسی دوست کو خوف زدہ کرتا ہے وہ مجھ سے ٹکراتا ہے میں قیامت کے روز اس سے اچھی طرح انتقام لوں گا۔

(مسند احمد'79'83' حلیۃ الاولیاء'10'11)



# (25)

# حضرت امیر معاویہ کا حلم و بردباری

آپ اس درجہ کے حلیم و بردبار تھے کہ آپ کا حلم ضرب المثل بن گیا اور آپ کے تذکرہ کے ساتھ حلم کا تصور اتنا لازم ہو گیا کہ بغیر اس کے آپ کا تذکرہ نامکمل ہے۔ آپ کے مخالفین آپ کے پاس آتے اور بسا اوقات انتہائی نازیبا رویہ اور سخت کلامی کے ساتھ پیش آتے مگر آپ اسے ہنسی میں ٹال دیتے۔ یہی وہ رویہ تھا جس نے بڑے بڑے سرداروں اور آپ کے مخالفوں کو آپ کے سامنے سر جھکانے پر مجبور کر دیا چنانچہ حضرت قبیصہ بن جابر کا قول ہے کہ ''میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو بردبار نہیں پایا۔''

(الآحاد والمثانی' 377/1' سیر اعلام النبلاء' 153/3)

ابن عون کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک عام آدمی کھڑا ہوتا اور ان سے کہتا ''اے معاویہ! تم ہمارے ساتھ ٹھیک ہو جاؤ ورنہ ہم تمہیں سیدھا کر دیں گے۔'' اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ''بھلا کس چیز سے سیدھا کرو گے؟'' تو وہ جواب میں کہتا کہ لکڑی سے۔ آپ فرماتے ''اچھا! پھر ہم ٹھیک ہو جائیں گے۔''

(حافظ ذہبی' تاریخ الاسلام' ص323' ج2)

حضرت مسور رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ شروع میں آپ کے مخالف تھے پھر وہ آپ کے پاس اپنی کسی حاجت سے آئے۔ آپ نے وہ حاجت پوری کی۔ پھر انہیں بلایا اور فرمایا: ''اے مسور! تم ہم پر کیا طعن و تشنیع کرتے رہے ہو؟'' حضرت مسور رضی اللہ عنہ

نے جواب دیا ''اے امیر المومنین! جو کچھ ہوا اسے بھول جائیے۔'' آپ نے فرمایا: ''نہیں وہ سب باتیں جو تم میرے متعلق کہا کرتے تھے بیان کرو۔'' چنانچہ حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے وہ تمام باتیں آپ کے سامنے دہرا دیں جو آپ کے متعلق کہا کرتے تھے۔ آپ نے خندہ پیشانی کے ساتھ تمام الزامات کو سنا اور ان کا جواب دیا۔ آپ کے اس رویہ کا اثر یہ ہوا کہ اس واقعہ کے بعد حضرت مسور رضی اللہ عنہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے' بہترین الفاظ میں کرتے اور ان کے لئے دعائے خیر کیا کرتے تھے۔ (خطیب بغدادی' تاریخ بغداد' ص208' ج1)

آپ کے حلم اور بردباری کے واقعات کتب تاریخ میں بھرے پڑے ہیں۔ منہ پھٹ لوگ اور مخالفین آتے اور جس طرح منہ میں آتا شکایتیں پیش کرتے مگر آپ انتہائی بردباری سے کام لیتے' ان کی شکایات سنتے' ان کی تکلیفوں کو حتی الامکان دور کرتے اور ان کو انعامات سے نوازتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ جب وہ آپ کی مجلس سے اٹھتے تو آپ کے گرویدہ ہو کر مجلس سے باہر آتے۔ خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''غصہ کے پی جانے میں جو مزہ مجھے ملتا ہے وہ کسی شئے میں نہیں ملتا۔''

(تاریخ طبری' ص157' ج2)

مگر یہ سب حلم اور بردباری اس وقت تک ہوتی جب تک کہ دین اور سلطنت کے امور پر زد نہ پڑتی ہو۔ اسی وجہ سے اگر کہیں سختی کرنے کا موقع ہوتا تو سختی بھی فرماتے اور اصولوں پر کسی قسم کی مداہنت برداشت نہ کرتے۔ چنانچہ آپ کا قول ہے:

''اِنِّیْ لَاَحُوْلُ بَیْنَ النَّاسِ وَبَیْنَ اَلْسِنَتِهِمْ مَالَمْ یَحُوْلُوْا بَیْنَنَا وَبَیْنَ مُلْکِنَا۔'' (تاریخ طبری'3/268)

''میں لوگوں اور ان کی زبانوں کے درمیان اس وقت تک حائل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ ہمارے اور ہماری سلطنت کے درمیان حائل نہ ہونے لگیں۔''

اسی طرح ایک اور موقعہ پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اصول سیاست بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جہاں میرا کوڑا کام دیتا ہے وہاں تلوار کام میں نہیں لاتا۔ جہاں زبان کام دیتی ہے وہاں کوڑا کام میں نہیں لاتا۔ اگر میرے اور لوگوں کے درمیان بال برابر تعلق بھی قائم ہو اسے قطع نہیں ہونے دیتا' جب لوگ اسے کھینچتے ہیں تو میں ڈھیل دے دیتا ہوں اور جب وہ ڈھیل دیتے ہیں تو میں کھینچ لیتا ہوں۔'' (یعقوبی'ص238'ج2)

## کاتب وحی کا عفو ودرگزر:

حق تعالیٰ نے آپ کو دیگر صفاتِ محمودہ کے علاوہ حسن خلق اور عفو و درگزر کی اعلیٰ صفات سے بھی نوازا تھا۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مخالفین اور جہلاء آپ کے پاس آتے' بدتہذیبی کے ساتھ پیش آتے اور آپ حوصلگی سے کام لے کر درگزر کرتے۔ اس سلسلہ میں ایک عجیب وغریب واقعہ کا ذکر بے جا نہ ہوگا جس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے صبر وتحمل' فداکاری اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر روشنی پڑتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ بابرکات میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ جو حضرت موت کے بادشاہ کے بیٹے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد کچھ روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقیم رہے۔ جب وہ واپس ہونے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کسی ضرورت کی وجہ سے ان کے ساتھ کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ساتھ ہو لئے۔ یہ پیدل تھے اور وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار' حضرت وائل رضی اللہ عنہ خاندانی شہزادے تھے اور نئے نئے اسلام لائے تھے' شہزادگی کی خوبو ابھی باقی تھی اس لئے انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ بٹھانا گوارانہ کیا۔ کچھ دور تک تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پیدل چلتے رہے مگر عرب کے صحرا کی گرامی الامان والحفظ جب پاؤں تپتی ہوئی ریت میں جھلسنے لگے تو تنگ آ کر

حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے گرمی کی شکایت کی اور کہا: مجھے بھی اپنے ساتھ سوار کر لیجئے مگر وہ شہزادگی کی شان میں تھے' کہنے لگے: یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں تمہیں سوار کرلوں؟ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو بادشاہوں کے ساتھ سوار ہو سکتے ہوں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا اپنے جوتے ہی دے دیجئے کہ ریت کی گرمی سے کچھ بچ جاؤں مگر انہیں نے اس سے بھی انکار کر دیا اور کہنے لگے: تمہارے لئے بس اتنا شرف کافی ہے کہ میری اونٹنی کا جو سایہ زمین پر پڑ رہا ہے اس پر پاؤں رکھ کر چلتے رہو۔ مختصر یہ کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سوار ہونے دیا اور نہ اس قیامت خیز گرمی سے بچنے کا کوئی اور انتظام کیا اور سارا راستہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیدل طے کیا۔ ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی خاندانی اعتبار سے کچھ کم رتبہ نہیں تھے' وہ بھی سردارِ قریش کے بیٹے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کے لئے پیشانی پر شکن ڈالے بغیر ان کے ساتھ چلتے رہے مگر یہی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت آتے ہیں جب وہ بادشاہ بن چکے ہیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ انہیں پہچانتے ہیں اور وہ سارا واقعہ ان کی آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے مگر اس کے باوجود وہ سب کچھ بھلا کر ان کی بھرپور مہمانداری کرتے ہیں اور ان کے ساتھ انتہائی عزت واکرام کا برتاؤ کرتے ہیں۔

(تاریخ کبیر للبخاری' 175/8' المعجم الصغیر' 1176-784/7' الطبقات الکبریٰ' 349/1)

اس واقعہ سے آپ کے اخلاقِ کریمانہ' بلند حوصلگی اور عفو ودرگزر کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

## خال المومنین کے دورِ حکومت پر ایک شیعہ مؤرخ کا تبصرہ:

مضمون کے آخر میں اس تبصرہ کو نقل کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا جو ساتویں صدی ہجری کے مشہور مؤرخ ابن طباطبا نے اپنی کتاب ''الفخری'' میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے دورِ حکومت پر کیا ہے۔ اس تبصرہ کی اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہے کہ یہ تبصرہ

ایسے مؤرخ نے کیا ہے جو شیعہ ہے اور اثنا عشری طبقے سے تعلق رکھتا ہے اگر چہ اس تبصرہ میں کہیں کہیں اس نے جانبداری سے بھی کام لیا ہے مگر بحیثیت مجموعی اس میں تعصب کم اور حقیقت کا عنصر زیادہ غالب ہے۔ مؤرخ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دنیوی معاملات میں بہت ہی دانا تھے' فرزانہ عالم تھے' حلیم اور باجبروت فرمانروا تھے' سیاست میں کمال حاصل تھا اور دنیاوی معاملات کو سلجھانے کی اعلیٰ استعداد رکھتے تھے' دانا تھے' فصیح و بلیغ تھے' حلم کے موقع پر حلم اور سختی کے موقع پر سختی بھی کرتے تھے لیکن حلم بہت غالب تھا' سخی تھے' مال خوب دیتے تھے' حکومت کو پسند کرتے تھے بلکہ اس سے دلچسپی تھی' رعایا کے شریف لوگوں کو انعامات سے نوازتے رہتے تھے اس لئے قریشی شرفاء مثلاً عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما' عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما' ابان بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما اور خاندانِ ابوطالب کے دوسرے لوگ دمشق کا سفر کر کے ان کے پاس جاتے تھے اور (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ خاطر تواضع اور مہمان نوازی کے علاوہ ان کی ضروریات پوری کرتے رہتے' یہ لوگ ہمیشہ ان سے سخت کلامی کرتے اور نہایت ناپسندیدہ انداز سے پیش آتے لیکن یہ کبھی تو اسے ہنسی میں اڑا دیتے اور کبھی سنی ان سنی کر دیتے اور جب ان حضرات کو رخصت کرتے تو بڑے اعلیٰ تحائف اور انعامات دے کر رخصت کرتے۔ ایک بار انہوں نے ایک انصاری کو پاس پانچ سو دینار یا درہم بھیجے۔ انصاری نے بہت کم خیال کیا اور اپنے بیٹے سے کہا: یہ رقم لے جاؤ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے منہ پر مار کر واپس کرو۔ پھر اس سے قسم دے کر کہا: جیسا میں نے بتایا ہے اسی طرح کرے۔ وہ رقم لے کر (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور کہا:

اے امیر المومنین! میرے والد گرم مزاج اور جلد باز ہیں' انہوں نے قسم دے کر ایسا حکم دیا ہے اور میں ان کے خلاف کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ یہ سن کر (حضرت)

معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا: تمہارے والد نے جو حکم دیا ہے اسے پورا کر لو اور اپنے چچا (یعنی میرے) ساتھ نرمی بھی ملحوظ رکھو (یعنی زور سے نہ مارو) وہ صاحبزادے شرما گئے اور رقم ڈال دی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رقم دگنی کر کے انصاری کو بھجوادی۔ آپ کے لڑکے یزید کو جب خبر ہوئی تو غصہ میں اپنے والد کے پاس آیا اور کہا:

''آپ حلم میں مبالغہ سے کام لینے لگے ہیں۔ اندیشہ ہے کہ لوگ اسے آپ کی کمزوری اور بزدلی پر محمول کرنے لگیں۔'' انہوں نے کہا: ''بیٹے! حلم میں نہ کوئی ندامت کی بات ہے نہ برائی کی۔ تم اپنا کام کرو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔''

اس قسم کے کردار نے (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ عالم بنا دیا اور مہاجرین وانصار میں ہر وہ شخص ان کے آگے جھک گیا جو اپنے آپ کو ان سے زیادہ حق دار خلافت سمجھتا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدبر ترین انسان تھے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک بار اہل مجلس سے فرمایا: ''تم لوگ قیصر وکسریٰ اور ان کی سیاست کی تعریف کرتے ہو حالانکہ تمہارے اندر معاویہ رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔''

(الفخری' ص 129' ماخوذ از حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق' ص 297' 299)

# (26)

## حضرت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

ان کی کنیت ابوبکر اور نام ونسب احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی ہے۔ 24 ذوالقعدہ 392ھ میں پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر سے علم حدیث پڑھنا شروع کر دیا اور اس علم کی طلب میں بصرہ، کوفہ، اصفہان، نیشاپور، ہمدان، رے، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ وغیرہ کی مرکزی درسگاہوں میں حاضری دی اور حافظ ابونعیم صاحب ''حلیۃ الاولیاء'' وغیرہ کے شاگرد خاص ہوئے اور ان سے علمی استفادہ کرنے والوں میں محدث ابن ماکولا بہت ہی مشہور ہیں۔

خطیب بغدادی نے مکہ معظمہ میں صحیح بخاری کو ستی کریمہ بنت احمد مرزویہ سے صرف پانچ دن میں ختم کیا اور ابوعبدالرحمٰن اسمٰعیل بن احمد ضریر حیری کی خدمت میں صرف تین مجلسوں میں صحیح بخاری کو ختم کیا اور کشمیہنی کی درسگاہ میں اس طرح صحیح بخاری کو ختم کیا کہ مغرب کے وقت سے پڑھنا شروع کرتے اور نماز فجر تک پڑھتے رہتے۔ دو راتیں اسی طرح گزریں۔ تیسرے دن چاشت کے وقت سے مغرب تک اور مغرب کے وقت سے صبح تک پڑھا اور پوری صحیح بخاری ختم کر ڈالی۔

حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ دماغ کی یہ طاقت اور قرأت کی ایسی مہارت انتہائی نادر الوجود ہے۔

خطیب بغدادی نے ساٹھ سے زیادہ کتابیں تصنیف کی ہیں مگر ان کی کل تصنیفات میں تاریخ بغداد بے حد مشہور ہے جو درحقیقت ان کا بہت بڑا علمی شاہکار ہے۔

منقول ہے کہ خطیب بغدادی جب حج کے لئے گئے تو زمزم شریف کے کنویں کے پاس تین مرادوں کی دعا مانگی۔ اول یہ کہ تاریخ بغداد اس قدر مقبول ہو کہ علماء اس کی روایت کریں۔ دوسرے یہ کہ جامع مسجد منصور بغداد میں مجھے تعلیم حدیث کا شرف حاصل ہو۔ تیسرے یہ کہ میری قبر حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے متصل ہو۔ آپ کی یہ تینوں دعائیں مقبول ہو گئیں' چنانچہ تاریخ بغداد کی مقبولیت کا حال اس سے ظاہر ہے کہ اس زمانے کے بزرگوں میں سے کسی نے یہ خواب دیکھا کہ خطیب بغدادی کی درسگاہ میں تاریخ بغداد کی قرأت کے لئے لوگ حاضر ہیں اور اس مجلس میں شیخ نصر بن ابراہیم مقدسی بھی تشریف لائے ہیں اور ایک نہایت ہی ہیبت وجلال والے بزرگ بھی مجلس میں رونق افروز ہیں جن کے جمال سے آنکھیں منور ہوتی ہیں۔ ان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تاریخ بغداد سننے کے لئے تشریف لائے ہیں۔

سبحان اللہ! مقبولیت کا یہ وہ اعلیٰ شرف جو خطیب بغدادی اور ان کی کتاب تاریخ بغداد کو حاصل ہوا یقیناً اس پر دونوں جہاں کی نعمتیں قربان ہیں۔ بغداد کی جامع مسجد منصور میں آپ کی مجلس درس بھی قائم ہوئی اور بغداد میں آپ کے عروج کا یہ عالم تھا کہ بادشاہ نے یہ حکم دے دیا تھا کہ کوئی واعظ' کوئی خطیب' کوئی محدث اس وقت تک وعظ وخطبہ و درس حدیث کی مجلس نہیں قائم کر سکتا جب تک وہ خطیب بغدادی سے اجازت نامہ حاصل نہ کر لے۔ اسی طرح آپ کی تیسری مراد بھی پوری ہو گئی اور آپ کو حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کی جگہ مل گئی۔ اس کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس ایک قبر کی جگہ بھی باقی نہیں تھی' صرف ایک پختہ قبر کی جگہ تیار تھی جو بغداد کے ایک صالح نوجوان نے اپنے لئے پہلے ہی تیار کر رکھی تھی۔ اس کے سوا کوئی جگہ نہیں تھی۔ لوگوں نے نوجوان سے یہ جگہ دینے کی درخواست کی تو اس نے منع کر دیا پھر اہل بغداد نے اس نوجوان صالح کے باپ سے

ملاقات کی اور خطیب بغدادی کی تمنا کا ذکر کیا تو باپ نے اپنے صالح فرزند کو بلا کر فرمایا: اے نورِ نظر! تم بتاؤ اگر حضرت بشر حافی زندہ ہوتے اور ان کی مسند کے پاس صرف ایک ہی آدمی کے بیٹھنے کی جگہ ہوتی تو اس خالی جگہ میں تم بیٹھتے یا خطیب بغدادی؟ نوجوان صالح نے جواب دیا: خطیب بغداد کے ہوتے ہوئے مجھے وہ جگہ ہرگز نہیں ملتی تو باپ نے کہا: اے فرزند صالح یہی صورت اب بھی ہے کہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں اس ایک قبر کے سوا دوسری کوئی جگہ خالی نہیں ہے تو پھر تم ہی بتاؤ کہ تم اس جگہ کے زیادہ مستحق ہو یا خطیب بغدادی؟ لڑکے نے باپ کی تقریر سن کر بخوشی اجازت دے دی کہ اس قبر میں خطیب بغدادی کو دفن کیا جائے چنانچہ اسی قبر میں خطیب بغدادی دفن ہوئے۔

خطیب بغدادی بہت مالدار شخص تھے اور علم حدیث کے طلبہ و محدثین پر بے دریغ مال خرچ کرتے تھے۔ جس وقت بیمار ہوئے تو چونکہ ان کا کوئی وارث نہیں تھا اس لئے اپنی تمام کتابوں کو وقف کر دیا اور اپنا سارا مال خدا کی راہ میں خرچ کر دیا۔

عبادت کا ذوق بھی کرامت کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ سفر حج میں ہر روز ترتیل و تجوید کے ساتھ روزانہ بلا ناغہ ایک قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے جس کو تمام لوگ لفظ بہ لفظ سنتے تھے۔ سفر کی تکان اور بیماری کی حالت میں بھی آپ اپنے ورد کا ناغہ نہیں فرماتے تھے۔

7 ذوالحجہ 462ھ کو آپ نے رحلت فرمائی۔ شیخ ابواسحٰق شیرازی نے سب سے پہلے آپ کے جنازے کو کاندھے پر اٹھایا۔ آپ کی وفات کے بعد بغداد کے اولیاء میں سے کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور حال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

اَنَا فِیْ رَوْحٍ وَّرَیْحَانٍ وَّجَنَّةِ نَعِیْمٍ

''یعنی میں راحت و آرام اور نعمتوں کی جنت میں ہوں۔'' (بستان المحدثین)

# (27)

# اور بو پہنچ گئی

شیخ ابواسحاق نے دیکھا کہ ایک نہایت مہیب بڑے منہ والا سانپ ان کی جانب بڑھ رہا ہے۔ اس کے منہ میں خوشبودار پھولوں کی شاخیں ہیں اور وہ سانپ کہہ رہا ہے کہ اپنے معضرات کے ساتھ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ یہاں تمہاری کیا ضرورت؟ مولا پاک اس بندۂ حق کی حفاظت کے لئے کافی ہے۔ وہ اپنے دوستوں سے باخبر ہے۔ یہ دیکھ کر شیخ ابواسحاق بے ہوش ہو گئے۔

شیخ ابواسحاق حج کے ارادہ سے تنہا سفر کر رہے تھے۔ راستہ میں رات کو ایک جگہ پڑاؤ کر لیا تھا۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی' تھکے ماندے تھے' نیند نے آگھیرا۔ ابھی اچھی طرح سوئے نہیں تھے کہ کان میں سے کسی کے کراہنے کی آواز آئی۔ اٹھ کر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ضعیف انسان زندگی کی آخری ہچکیاں لے رہا ہے۔ انہیں دیکھا تو کہا اے ابواسحاق! میں کل سے تمہارا منتظر ہوں۔ اس ویرانے میں نہ کوئی آبادی تھی نہ دور دور تک مکان کا نام ونشان' ضعیف مرد کے قریب ہی پھولوں کے ڈھیر موجود تھے۔ کچھ پھول تو ایسے تھے جو معروف ومشہور ہیں مگر ان میں کچھ ایسے پھول بھی تھے جنہیں اسحاق نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

شیخ اسحاق نے پوچھا: ''آپ کہاں کے باشندے ہیں؟'' ضعیف مرد نے پتہ بتایا اور عرض حال کیا کہ میں ایک خوشحال گھرانے کا عزت دار انسان تھا' میرے دل میں تنہائی کی خواہش پیدا ہوئی۔ جنگل اختیار کیا' بیابانوں کی خاک چھانی اور اب موت کے

دروازے پر دستک دے رہا ہوں۔ میں نے رب ذوالجلال کی بارگاہ میں دعا کی کہ اس وقت اللہ کا کوئی دوست یہاں آ جائے۔ سو تم آ گئے۔ شیخ ابواسحاق نے مرد ضعیف سے اس کے والدین اور کنبہ کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا: ''ماں' باپ' بھائی' بہن سب ہیں۔'' شیخ اسحاق نے پوچھا: کیا ان لوگوں کی یاد نہیں آتی؟ مرد ضعیف نے کہا: یوں تو کبھی نہیں آتی تھی لیکن آج مجھے خواہش ہوئی کہ ان کی بو حاصل کروں تو وحشی درندوں اور جنگل کی مخلوق نے مجھ پر رحم کھایا اور مجھے اس باغ میں لا کر آرام پہنچایا۔ مرد ضعیف ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ شیخ ابواسحاق کی نظر اس مہیب سانپ پر پڑی۔

شیخ ابواسحاق ہوش میں آئے تو اس مرد خدا کا وصال ہو چکا تھا۔ اسی عالم بے خودی میں شیخ کو پھر نیند آ گئی۔ جب بیدار ہوئے تو حجاز کے راستے پر تھے۔ فریضہ حج سے فارغ ہو کر انہوں نے اس مرد باصفا کے وطن کا سفر کیا۔ وہاں انہیں ایک عورت ملی جس نے پانی کا برتن اٹھا رکھا تھا۔ ابواسحاق کہتے ہیں وہ اس مرد صالح کے بہت مشابہ تھی۔ اس نے مجھے دیکھا تو پوچھا۔ ابواسحاق میں تین روز سے تیری منتظر تھی۔ اس مرد کا حال بتاؤ۔ شیخ نے سارا ماجرا سنا دیا۔ جب اس بات کا ذکر کیا کہ اس نے کہا: آج مجھے خواہش ہوئی کہ ان کی بو پاؤں تو عورت چیخ مار کر گری اور یہ کہتے ہوئے کہ آہ! بو پہنچ گئی' اپنی جان دے دی۔ اس کے بعد کچھ اور خوش پوشاک عورتیں کمر میں پٹکے باندھے نکلیں اور انہوں نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔ (روض الریاحین)



# (28)

# یہ ہے بلند نصیبی

حنین کے میدان میں شکست کھانے کے بعد دشمن کے ایک گروہ نے طائف کا رخ کیا۔ ان میں سے کچھ لوگ نخلہ کی طرف بھاگے۔ دوسرے نے اوطاس کی راہ لی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں تعاقب کرنے والوں کی ایک جماعت اوطاس کی طرف روانہ فرمائی۔ وہاں عربوں کے بوڑھے جنگجو کمانڈر دُرید بن صمہ سے مقابلہ ہوگیا۔ درید کو واصل جہنم کیا گیا۔ اس کے ساتھی تتر بتر ہو گئے۔ مجاہدین کے اس گروہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ بنو جشم کے ایک کافر نے میرے چچا ابو عامر کی طرف تیر پھینکا جو ان کے گھٹنے میں پیوست ہوگیا۔ وہ ان کی طرف بڑھے، پوچھا چچا جان! یہ تیر آپ کو کس نے مارا ہے؟ انہوں نے حملہ آور کی طرف اشارہ کیا۔ ابو موسیٰ اس کی طرف لپکے۔ جشمی بھاگ کھڑا ہوا۔ انہوں نے اس کا پیچھا کیا اور عار دلائی کہ تم میں کچھ دم خم ہے تو مقابلہ کرو۔ تھوڑی دیر بعد دونوں طرف سے تلواریں بلند ہوئیں۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ایسا بھرپور وار کیا کہ اللہ کا دشمن زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ وہ ابو عامر کی طرف پلٹے اور کہا چچا میں نے آپ کے قاتل کو واصل جہنم کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا: پہلے میرے گھٹنے سے تیر نکالو۔ جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے تیر کھینچا تو گھٹنے کا پانی نکل پڑا۔ ابو عامر پر نقاہت چھا گئی۔ ان کا آخری وقت آچکا تھا......

قارئین کرام! اب ذرا اگلے الفاظ غور سے پڑھیے اور سوچیے کہ ایک کھرے

مسلمان کی انتہائی تڑپ اور آخری تمنا کیا ہوتی ہے۔ کہنے لگے: بھتیجے! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام عرض کرنا اور ان سے میری بخشش کی دعا کے لئے درخواست کرنا' پھر اس دستہ پر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کمانڈر مقرر فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد آخری ہچکی لی اور شہید ہو گئے۔ دستہ واپس ہوا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ ابوعامر کا قصہ عرض کیا اور ان کی آخری خواہش ظاہر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا' وضو کیا اور دست مبارک اٹھا کر اللہ سے دعا کی: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِیْ عَامِرٍ ''اے اللہ! عبید بن سلیم ابوعامر کی مغفرت فرما۔'' ابوموسیٰ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اس قدر بلند کر رکھے تھے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آ رہی تھی۔ پھر عرض کیا: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيرٍ مِّنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ ''اے اللہ! اسے قیامت کے دن اپنی مخلوق میں بہت ساری خلقت پر فوقیت دینا۔'' یہ دعا سن کر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوعامر کی بلند نصیبی پر بڑا رشک آیا۔ خود کلامی کرنے لگے۔ واہ ابوعامر! واہ واہ! کیا خوب ہے تمہارا مقدر! تمہاری فضیلت کے کیا کہنے! اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے اپنے رب سے کیا کیا مانگ رہے ہیں...... پھر سوچنے لگے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار سے راز و نیاز میں مصروف ہیں۔ بحر رحمت تموج پر ہے۔ کیوں نہ میں بھی فائدہ اٹھاؤں...... جلدی سے آگے کھسک کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو گئے اور بڑی لجاجت سے عرض کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لئے بھی دعا فرما دیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے ساتھی کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور رب العزت کی بارگاہ میں عرض کیا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ وَأَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُدْخَلًا كَرِيمًا ''اے اللہ! عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعری) کے گناہوں کو معاف فرما اور اسے یوم قیامت اپنی کریمانہ ضیافت سے بہرہ ور فرما۔''

(صحیح البخاری' حدیث 4323' و صحیح مسلم' حدیث 2498)

# (29)

# سفر ہو تو ایسا' رفیق سفر ہو تو ایسا

حضرت سیّدنا محمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' حضرت سیّدنا مخول نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ حضرت سیّدنا بہیم رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس آئے اور مجھ سے فرمانے لگے: ''میرا حج کا ارادہ ہے' اگر تمہارے علم میں کوئی ایسا شخص ہے جو حج کا ارادہ رکھتا ہو تو مجھے اس کے بارے میں بتاؤ کہ ہم دونوں سفر حج پر روانہ ہوں اور ایک دوسرے کی رفاقت میں حج کی سعادت حاصل کریں۔'' میں نے حضرت سیّدنا بہیم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی ''ہمارے پڑوس میں ایک دین دار اور بہت نیک شخص رہتا ہے' وہ بھی حج کا ارادہ رکھتا ہے' آیئے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس سے ملاقات کرا دیتا ہوں۔ چنانچہ میں انہیں اپنے اس دوست کے پاس لے گیا اور اسے صورت حال سے آگاہ کیا تو وہ تیار ہو گیا اور کہا: ''انشاء اللہ ہم ایک ساتھ سفر حج پر روانہ ہوں گے۔''

پھر ہم وہاں سے چلے آئے اور حضرت سیّدنا بہیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ کچھ ہی دنوں بعد میرا وہی دوست میرے پاس آیا اور کہنے لگا: ''میں یہ چاہتا ہوں کہ جس شخص کو آپ نے میرا رفیق بنایا ہے آپ اسے میرا رفیق نہ بنائیں بلکہ اس کے لئے کوئی اور رفیق تلاش کر لیں' میں اس کے ساتھ سفر نہیں کر سکتا۔'' جب میں نے یہ سنا تو اپنے اس دوست سے کہا: ''تجھ پر افسوس ہے! آخر کیوں تو اس کے ساتھ سفر کرنے کو تیار نہیں؟ خدا کی قسم! پورے کوفہ میں میرے نزدیک ان سے بڑھ کر کوئی متقی و پرہیز گار نہیں' میں نے ان کے ساتھ کئی سمندری اور صحرائی سفر کئے ہیں' میں نے ان میں

ہمیشہ بھلائی اور خیر ہی کو پایا اور تم ہو کہ ان کی رفاقت سے محروم رہنا چاہتے ہو' آخر وجہ کیا ہے؟" وہ کہنے لگا: "مجھے خبر ملی ہے کہ جسے آپ میرا رفیق بنانا چاہتے ہیں وہ تو ہر وقت روتے ہی رہتے ہیں اور انہیں رونے سے کبھی فرصت ہی نہیں ملتی' ہر وقت آہ و بکا کرتے رہتے ہیں' اب آپ ہی بتایئے کہ میں ایسے شخص کے ساتھ سفر کیسے کر سکتا ہوں؟ ان کے رونے کی وجہ سے ہمارا سفر خوش گوار نہیں رہے گا اور ہمیں بہت پریشانی ہوگی۔"

میں نے اپنے اس دوست سے کہا: "بعض اوقات انسان وعظ و نصیحت سن کر رو پڑتا ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟ یہ تو رقت قلبی کی وجہ سے ہوتا ہے' کیا آپ کبھی وعظ و نصیحت سن کر نہیں روئے؟" اس نے کہا: "یہ تو آپ بجا فرما رہے ہیں لیکن ان کے بارے میں مجھے یہ خبر ملی ہے کہ وہ ہر وقت ہی روتے رہتے ہیں اور ان کا رونا بہت طویل ہوتا ہے۔"

میں نے کہا: "آپ اس کی صحبت اختیار کریں' اللہ رب العزت آپ کو اس مرد صالح کے ذریعے برکتیں عطا فرمائے گا' آپ بے فکر ہو کر ان کے ساتھ سفر کریں۔"
چنانچہ میرا وہ دوست تیار ہو گیا اور کہنے لگا: "ٹھیک ہے' میں ان کے ساتھ سفر کرنے کو تیار ہوں' اللہ رب العزت ہمارے اس سفر میں خیر و برکت عطا فرمائے۔"

پھر جس دن ان کی حج کے لئے روانگی تھی تو میں اور میرا دوست حضرت سیّدنا بہیم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک دیوار کے سائے تلے بیٹھے زار و قطار رو رہے ہیں اور آپ کے آنسو داڑھی مبارک کو تر کرتے ہوئے زمین پر گر رہے ہیں۔

جب میرے دوست نے یہ دیکھا تو مجھ سے کہنے لگا: "دیکھو! انہوں نے تو ابھی سے ہی رونا شروع کر دیا' بقیہ سفر میں ان کا کیا حال ہوگا۔ آپ نے تو مجھے بڑی آزمائش میں ڈال دیا ہے' میں ان کے ساتھ سفر کس طرح کر سکوں گا؟" میں نے کہا: "ہو سکتا ہے یہ اپنے اہل و عیال سے جدائی کی وجہ سے رو رہے ہوں۔" میری یہ بات حضرت سیّدنا

بہیم رحمۃ اللہ علیہ نے سن لی اور کہا: ''اے مخول! میں گھر والوں سے جدائی کی وجہ سے نہیں رو رہا بلکہ مجھے تو سفر آخرت کی طوالت اور صعوبتیں رلا رہی ہیں۔'' یہ کہہ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ پھر رونے لگے۔

مجھ سے میرا دوست کہنے لگا: ''ان کی رفاقت کے لائق تو حضرت سیّدنا داؤد طائی اور حضرت سیّدنا ابوالاحوص رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ ہیں کیونکہ وہ بھی ایسے ہی رونے والے ہیں۔ جب یہ سب جمع ہوں گے تو انہیں قرار نصیب ہو جائے گا پھر سارے ہی رو رو کر جان دے دیں گے، میں ان کی رفاقت کے قابل نہیں۔''

میں نے پھر اپنے دوست کو سمجھایا اور کہا: ''آپ تھوڑا صبر سے کام لیں اور انہیں برداشت کریں، ہوسکتا ہے کہ یہ سفر آپ کے لئے ذریعہ نجات بن جائے۔'' بالآخر وہ کہنے لگا: ''اکثر لوگ جب حج پر روانہ ہوتے ہیں تو وہ خوش خوش اور بہت زیادہ زادِ راہ لے کر جاتے ہیں اور ان میں کوئی بھی غم زدہ یا محتاج نہیں ہوتا۔ میں نے تو ہمیشہ ایسے ہی خوشحال لوگوں کے ساتھ سفر کیا ہے، اب پہلی مرتبہ مجھے ایسے شخص کی رفاقت مل رہی ہے جو گریہ و زاری کرنے والا ہے۔ بہر حال میں ان کے ساتھ سفر ضرور کروں گا شاید! یہ میرے سفر کے لئے خیر و برکت کا سبب بنے۔'' بالآخر میرا وہ دوست سفر کے لئے تیار ہو گیا۔ حضرت سیّدنا بہیم رحمۃ اللہ علیہ کو ہمارے مابین ہونے والی گفتگو کا علم نہ تھا ورنہ وہ اگر ہماری باتیں سن لیتے تو کبھی بھی میرے اس دوست کے ساتھ سفر نہ کرتے۔ بہر حال میں نے ان دونوں کو سوئے حرم روانہ کر دیا۔

مدینہ جانے والو! جاؤ جاؤ فی امان اللہ
کبھی تو اپنا بھی لگ جائے گا بستر مدینہ میں

پھر جب حاجیوں کے قافلے فریضۂ حج ادا کر کے اپنی آنکھوں سے سبز سبز گنبد اور خانہ کعبہ کے جلوے دیکھ کر واپس کوفہ پہنچے تو میں اپنے اس دوست کے پاس گیا اور سلام کیا اور پوچھا: ''آپ نے اپنے رفیق کو کیسا پایا؟'' اس نے مجھے دعائیں دیتے ہوئے کہا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو میری طرف سے اچھا بدلہ عطا فرمائے' خدا کی قسم! آپ نے جس مردِ قلندر کو میرا رفیق بنایا مجھے ان میں حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت کے جلوے نظر آتے تھے' انہوں نے حق صحبت خوب ادا کیا۔ وہ خود تنگ دست ہونے کے باوجود مجھ پر خرچ کرتے رہے حالانکہ میں اپنے ساتھ بہت سا زادِراہ لے کر گیا تھا مگر وہ مجھ پر اپنے زادِراہ سے خرچ کرتے رہے' میں جوان تھا اور وہ ضعیف العمر لیکن پھر بھی انہوں نے میری خدمت کی۔ وہ میرے لئے کھانا تیار کرتے اور مجھے کھلاتے اور خود سارا دن روزہ رکھتے' اللہ رب العزت انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین''

میں نے اپنے دوست سے پوچھا: ''آپ خوف زدہ تھے کہ وہ روتے بہت زیادہ ہیں' اس کا کیا ہوا؟ کیا تمہیں ان کے رونے سے پریشانی نہیں ہوئی؟'' وہ کہنے لگا: ''خدا کی قسم! مجھے ان سے محبت ہوگئی اور ان کے رونے کی وجہ سے مجھے قلبی سکون ملتا اور میں بھی ان کے ساتھ رویا کرتا تھا پھر ابتداءً تو ہمارے رونے کی وجہ سے دوسرے رفقاء کو پریشانی ہوئی لیکن پھر وہ بھی ہم سے مانوس ہوگئے پھر ایسا ہوتا کہ ہمیں روتا دیکھ کر وہ بھی رونا شروع کر دیتے اور ان سب نے ہم سے پیار ومحبت بھرا سلوک کیا اور جب ہم روتے تو ہمارے رفقاء بھی یہ کہتے ہوئے رونے لگتے کہ جس غم نے انہیں رلایا ہے وہ سفر آخرت کا غم تو ہمیں بھی لاحق ہے پھر ہم کیوں نہ روئیں! لہٰذا وہ بھی ہمارے ساتھ رونے لگے۔ الحمدللہ! ہمارا یہ سفر بہت اچھا رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔''

پھر میں سیّدنا بہیم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا: ''آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رفیق کو کیسا پایا؟'' وہ فرمانے لگے: ''الحمدللہ! وہ بہت اچھے رفیق ثابت ہوئے' وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنے والے' قرآن پاک کی بہت زیادہ تلاوت کرنے والے' بہت جلد رو دینے والے اور اپنے ہم سفر کی لغزشوں سے درگزر کرنے والے تھے۔''

(عیون الحکایات)

# (30)

# نماز میں خشوع وخضوع

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ ہجرت کے پہلے سال مہاجرین کے گھروں میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے بچے یہی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہیں۔ عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے بہتر نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو یوں جم کر کھڑے ہوتے کہ دیکھنے والا خیال کرتا یہ لکڑی کا تنا کھڑا ہے۔ بڑی لمبی نماز پڑھتے۔ مسلم بن یناق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک بار تو رکوع اتنا طویل کیا کہ ہم نے سورۂ البقرۃ' آل عمران' النساء' المائدہ تلاوت کر لی۔ جن دنوں حجاج بن یوسف ان کے خلاف حرم کعبہ میں سنگ باری کر رہا تھا' منجنیق سے پتھر برستے' وہ نماز پڑھ رہے تھے تو ان سے بے نیاز ہو کر التفات نہ کرتے۔ ایک بار نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے بیٹے ہاشم پر چھت سے سانپ آ گرا' اہل خانہ گھبرا اٹھے سانپ سانپ پکارا مگر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما برابر نماز پڑھتے رہے' وہ گویا نماز میں اس قدر مستغرق تھے کہ انہیں اس واقعہ کی خبر تک نہ ملی۔ (السیر' 3/369-370' الحلیہ' 1/335)

☆...... حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کا مدینہ طیبہ کے فقہاء سبعہ میں شمار ہوتا تھا۔ بڑے عابد و زاہد اور کبار تابعین میں سے تھے۔ روزانہ دن کو قرآن میں دیکھ کر ربع قرآت کرتے اور پھر رات تہجد کی نماز میں اسی قدر تلاوت فرماتے۔ نماز میں ان کے خشوع اور انہماک کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاؤں کو موذی بیماری لاحق ہوئی اور بڑھتی چلی

گئی۔ طبیبوں نے ٹانگ کاٹ دینے کا مشورہ دیا وہ اس پر آمادہ ہوئے تو انہوں نے کہا: ہم آپ کو ایسی دوائی پلاتے ہیں جس سے آپ کی قوت عقل وفکر زائل ہو جائے گی اور یوں آپ ٹانگ کاٹنے کی ٹیس و درد سے بچ جائیں گے۔ انہوں نے فرمایا: بالکل نہیں، میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص ایسی چیز کھائے کہ اس کی عقل ماؤف ہو جائے، ٹانگ کاٹنی ہے تو میں نماز پڑھتا ہوں آپ اسی دوران اپنا کام تمام کر لیں، مجھے اس کا احساس نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے دو رکعت نفل شروع کیے تو طبیبوں نے آری سے ٹانگ کاٹ دی مگر انہیں احساس تک نہ ہوا۔ (البدایہ، 102/9)

☆...... مسلم بن یسار بصری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بصرہ کے فقہاء اور اصحاب فتویٰ میں ہوتا ہے۔ بڑے عابد و زاہد تابعی تھے۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ جب نماز پڑھتے تو اس قدر اطمینان سے کھڑے ہوتے کہ بالکل ادھر ادھر حرکت نہ کرتے، دیکھنے والا سمجھتا کہ گویا کپڑا لٹکا ہوا ہے۔ میمون بن حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ اچانک مسجد کا ایک کونہ گر گیا، باہر بازار میں لوگ گھبرا گئے مگر حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں نماز برابر پڑھتے رہے۔ التفات تک نہ کیا گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ آپ جب گھر تشریف لاتے تو اہل خانہ ان کے احترام میں ساکت و خاموش ہو جاتے مگر عجیب بات ہے کہ جب حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ گھر میں نوافل پڑھنا شروع کر دیتے تو اہل خانہ آپس میں باتیں کرنے لگتے اور ہنسی مذاق شروع کر دیتے۔ گویا وہ سمجھتے تھے کہ ہماری باتوں کا انہیں نماز کے دوران احساس نہیں ہوتا۔ (السیر، 512/4، الحلیہ، 2-290-291)

☆......سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اگر تم منصور کو نماز پڑھتے دیکھتے تو سمجھتے کہ نماز کے دوران ان کی روح پرواز کر جائے گی۔" (ایضا، 40/5)

☆......حافظ عبدالحق نے جعفر بن زید العبدی سے نقل کیا ہے:

میں کابل کی لڑائی میں تھا اور لشکر میں حضرت صلۃ بن اشیم رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے،

رات ہوئی تو میں نے ارادہ کیا کہ آج رات میں دیکھوں گا کہ صلہ کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ لشکر سو گیا تو وہ لشکر سے علیحدہ گئے۔ انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھنے لگے۔ اسی دوران ایک شیر آیا اور آ کر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں ڈر کے مارے درخت پر چڑھ گیا اور سارا منظر دیکھتا رہا۔ حضرت صلہ شب بھر نماز پڑھتے رہے اور شیر ان کے سامنے بیٹھا رہا۔ جب سلام پھیرا تو شیر سے کہا چلے جاؤ' جا کر اپنا رزق تلاش کرو' شیر چلا گیا اس کے بعد انہوں نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں سجدہ میں فوت ہی نہ ہو گئے ہوں' سجدہ سے سر اٹھایا تو وہ گم شدہ بچے کی طرح رو رہے تھے۔ (الحلیہ' 240/2)

## امام زین العابدین اور خوفِ خدا کا عالم

☆......حضرت سیدنا علی بن حسین بن علی رحمۃ اللہ علیہ جن کا لقب کثرت عبادت کی بناء پر زین العابدین ہوا' اللہ کی راہ میں بلا حساب خرچ کرتے۔ رات کے اندھیرے میں فقراء اور مساکین کے گھروں میں سامان خود اٹھا کر پہنچاتے اور ان کو خبر تک نہ ہوتی کہ سامان لانے والا کون ہے؟ یہ راز تو تب کھلا جب ان کا انتقال ہوا اور فقراء کے گھروں میں سامان پہنچنا بند ہو گیا۔ اللہ کے خوف و ڈر کا یہ عالم تھا کہ حضرت امام مالک اور امام ابن عیینہ فرماتے ہیں حج کے لئے احرام باندھا اور لبیک کہنے لگے: تو جسم کانپنے لگا' لبیک کہنے کی ہمت نہ رہی۔ فرمایا

مجھے خوف آ رہا ہے کہ میں لبیک کہوں تو کہیں یہ جواب نہ آئے لا لبیک تیری حاضری قبول نہیں' بڑی مشکل سے لبیک کہا تو ان پر غشی طاری ہو گئی اس طرح لرزتے کانپتے انہوں نے فریضہ حج ادا کیا' وضو کرتے تو رنگ زرد ہو جاتا' نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا' پوچھنے والے نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا:

اَلَا تَدْرِیْ بَیْنَ یَدِیْ مَنْ اَقُوْمُ وَلِمَنْ اُنَاجِیْ ۔

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں اور کس سے مناجات کرتا ہوں۔"

ایک بار تو ایسا بھی ہوا کہ گھر میں آگ بھڑک اٹھی' آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھتے رہے' نماز سے فارغ ہوئے تو آپ سے کہا گیا کہ اس پریشانی میں نماز ختم کر دیئے' فرمایا آخرت کی آگ نے دنیا کی آگ سے غافل کر دیا تھا۔

(السیر'4/38-400'التہذیب'7/304-307)

امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایک رات حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نماز کے لئے حرم پاک میں داخل ہوئے میں نے سنا سجدہ میں یہ کلمات کہہ رہے تھے:

عُبَیْدُکَ بِفَنَائِکَ فَقِیْرُکَ بِفَنَائِکَ مِسْکِیْنُکَ بِفَنَائِکَ سَآئِلُکَ بِفَنَائِکَ ۔

''تیرا چھوٹا سا بندہ تیرے صحن میں' تیرا فقیر تیرے صحن میں' تیرا مسکین تیرے صحن میں' تیرا بھکاری تیرے صحن میں۔''

امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے یہ کلمات یاد کر لئے جب بھی ان کلمات سے میں نے کسی مصیبت کے موقع پر دعا کی اللہ تعالیٰ نے وہ مشکل دور فرما دی۔

(السیر'4/393)

## امام بخاری علیہ الرحمۃ

سید الفقہاء' امام المحدثین حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ایک بار آپ کے رفقاء نے آپ کو ایک باغ میں آنے کی دعوت دی۔ جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو نماز پڑھانے کے بعد سنتیں پڑھنے لگے اور ان میں بڑا لمبا قیام کیا' جب نماز سے فارغ ہوئے تو اپنی قمیص اٹھا کر اپنے ساتھی سے فرمایا:

''دیکھیں میری قمیص کے نیچے کیا ہے' چنانچہ اس نے دیکھا تو بھڑ نکلی' جس کے ڈنگ کے جسم پر سولہ سترہ نشان تھے اور جسم متورم ہو چکا تھا۔ ساتھی نے عرض کیا آپ نے

نماز کیوں نہ توڑ دی؟ انہوں نے فرمایا: میں ایک سورت پڑھ رہا تھا اور دل چاہتا تھا اس کو ختم کرلوں۔" (تاریخ بغداد 12/2)

☆......امام محمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ علیہ کا کبار محدثین میں شمار ہوتا ہے "قیام اللیل" ان کی معروف کتاب ہے۔ امام محمد بن یعقوب بن الاخرم وغیرہ فرماتے ہیں: میں نے امام محمد بن نصر سے بہتر نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا' بھڑ ان کی پیشانی پر ڈنگ مارتی رہی' ایک قول میں ہے کہ کان پر ڈنگ مارتی رہی' یہاں تک کہ خون رسنے لگا مگر آپ نے حرکت نہ کی۔ ہم ان کے خشوع اور بہترین طریقے پر نماز پڑھنے سے تعجب کرتے تھے' اپنی ٹھوڑی سینہ پر لگا لیتے اور ایسے کھڑے ہوتے جیسے کوئی لکڑی کا ستون ہے۔

(السیر' 36/41)



# (31)

# سورۂ یٰسین کی برکت

صاحب فوائد الفواد لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ امام ناصرالدین بستی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے اور اس بیماری میں آپ کو مرض سکتہ ہو گیا' اعزاء و اقرباء نے آپ کو مردہ تصور کر کے دفن کر دیا۔ رات کے وقت آپ کو ہوش آیا' خود کو مدفون دیکھا' سخت متحیر ہوئے' اس حیرت و پریشانی و اضطراب میں آپ کو یاد آیا کہ جو شخص حالت پریشانی میں چالیس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اضطراب کو رفع کرتا ہے اور تنگی فراخی سے بدل جاتی ہے۔ چنانچہ آپ نے سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کی۔ ابھی انتالیس مرتبہ پڑھ چکے تھے کہ ایک کفن چور نے کفن چرانے کی نیت سے آپ کی قبر کھودی۔ امام نے اپنی فراست سے معلوم کیا کہ یہ کفن چور ہے چالیسویں مرتبہ آپ نے بہت دھیمی آواز سے پڑھنا شروع کیا کہ دوسرا شخص نہ سن سکے' ادھر آپ نے چالیسویں مرتبہ پوار کیا ادھر کفن چور بھی اپنا کام پورا کر چکا تھا۔ آپ اٹھ کر قبر سے باہر آئے' کفن چور اس قدر ڈرا کہ اس کا دل پھٹ گیا اور چل بسا۔ امام ناصرالدین کو خیال ہوا کہ اگر میں فوراً شہر چلا جاؤں تو لوگوں کو سخت پریشانی و حیرت و ہیبت ہو گی' آپ رات کو ہی شہر میں گئے اور ہر محلّہ کے دروازے کے آگے پکارتے تھے کہ میں ناصرالدین بستی ہوں تم لوگوں نے مجھے سکتہ کی حالت میں دیکھ کر غلطی سے مردہ تصور کیا اور دفن کر دیا' میں زندہ ہوں۔ اس واقعہ کے بعد امام ناصرالدین نے قرآن کریم کی تفسیر لکھی۔''

(فوائد الفواد' مترجم' ص 139)

اس طرح کا واقعہ چوتھی صدی ہجری میں بھی ایک بزرگ مشہور عالم بدیع الزمان کے ساتھ بھی پیش آیا کہ وہ بیمار تھے' بیماری کے عالم میں اس پر سکتہ طاری ہوا۔ لوگ سمجھے کہ انتقال ہو گیا۔ اس لئے ان کی تکفین وتجہیز کر دی گئی اور دفن کر دیا گیا حالانکہ وہ زندہ تھے۔ قبر میں ہوش آیا چیخ پڑے۔ لوگوں نے قبر دوبارہ کھودی تو آپ نے داڑھی ہاتھ سے پکڑ رکھی تھی اور قبر کی ہولناکی کی وجہ سے انتقال کر گئے تھے۔

(وفیات الاعیان' ج 1 'ص 128)



قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ

۱۳۸۵

# (32)

# حضور ﷺ کی خوشی صحابہ کی معراج

فتح مکہ کے دن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم طواف کر رہے تھے تو فضالہ نامی ایک شخص نے آپ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب ہوئے تو پوچھا کیا تو فضالہ ہے؟ اس نے کہا: ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اپنے دل میں کیا کہہ رہا تھا۔ اس نے کہا: کچھ نہیں بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا تھا۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یعنی مسکرائے اور اس سے کہا استغفار کر اور پھر میرے سینہ پر ہاتھ رکھا جس سے میرا دل مطمئن ہو گیا۔

فضالہ کہتے ہیں کہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ سے ہاتھ نہیں اٹھایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق سے مجھے زیادہ محبوب ہو گئے۔

(رواہ ابن ہشام فی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 4، صفحہ 37)

☆...... انصار جب بیعت ثانیہ کے لئے تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اللہ کی طرف دعوت دی اور قرآن پڑھ کر سنایا اور اسلام کی رغبت دلائی اور آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات پر بیعت کرتے ہو کہ تم میری اس طرح حفاظت کرو گے جیسے تم اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو؟

حضرت برا ابن معرور نے کہا: ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، ہم آپ کی اسی طرح حفاظت کریں گے جس طرح ہم اپنی عورتوں اور بچوں

کی کرتے ہیں۔ ہم اہل حرب ہیں اور اسلحہ والے ہیں اور یہ بات ہمیں اپنے اکابر سے ملی ہے۔

ابوالہیثم التیہان نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک ہم میں یہود سے دوستی ہے ان سے دوستی توڑ دیں گے کیا یہ بات آپ کو پسند ہے کہ اگر ہم ایسا کریں پھر اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غلبہ دے دے' پھر آپ اپنی قوم کی طرف لوٹ آئیں اور ہمیں وہاں چھوڑ کر آئیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: میرا خون تمہارا خون ہے' میری عزت تمہاری عزت ہے' میں تم سے ہوں تم مجھ سے ہو' میں اس سے لڑوں گا جس سے تم لڑو گے اور میں اس کو امن دوں گا جس کو تم امن دو گے۔

(رواہ ابن ہشام فی سیرۃ النبی' ج2' صفحہ 50)

## غیرتِ ایمانی

حدیبیہ کے موقع پر اہل مکہ نے عروہ بن مسعود الثقفی کو حالات کا جائزہ لینے کے لئے روانہ کیا' یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: قریش نے قسم اٹھالی ہے کہ آپ کو فاتحانہ داخل نہ ہونے دیں گے۔ انہوں نے تیاری مکمل کرلی ہے۔ کل جب مقابلہ ہوگا یہ آپ کے ساتھ جو مختلف قبائل کے لوگ ہیں کہ بھاگ جائیں گے اور آپ اکیلے رہ جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: جو آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے لات (بت کا نام ہے) کی شرم گاہ چاٹ' کیا ہم بھاگ جائیں گے؟ اس نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ابی قحافہ کے بیٹے ہیں۔ اس نے کہا: اگر تیرا مجھ پر احسان نہ ہوتا تو میں ضرور تجھے اس کا جواب دیتا۔

وہ پھر بات کرتے ہوئے اپنا ہاتھ آپ کی داڑھی مبارک کی طرف لے جاتا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جو مسلح ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہوئے تھے انہوں نے کہا: اپنا نجس اور پلید ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کو نہ لگا ایسا نہ ہو کہ میں تیرا ہاتھ توڑ دوں۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی یہ غیرت دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔ عروہ نے کہا: یہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تیرے بھائی کا بیٹا مغیرہ بن شعبہ ہے۔

☆...... ابن شہاب نے کہا: اشعث بن قیس وفد بنی کندہ میں حاضر خدمت ہوئے۔ یہ اسی سوار تھے۔ جب یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو بالوں کو تیل لگایا اور کنگھی کی، اور سرمہ لگایا اور صاف وشفاف جبہ پہنا جس کے کناروں پر ریشم لگا ہوا تھا۔ جب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اسلام نہیں لائے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں (بلکہ) لائے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ریشم اتار کر پھینک دیا۔

پھر اشعث بن قیس نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بنو آکل المرار ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابن آکل المرار ہیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے پھر فرمایا: یہ نسبت تم حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ربیعہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرو کیونکہ یہ دونوں تاجر تھے۔ جب دور دراز علاقے میں نکل جاتے اگر ان سے کوئی پوچھتا تم کون ہو تو یہ فرماتے ہم بنو آکل المرار ہیں۔ (یہ نسبت ہے)۔

(رواہ ابن ہشام فی سیرۃ النبی' 4 'صفحہ 254)

☆...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقیع سے لوٹے تو میرے سر میں درد تھا۔ میں کہہ رہی تھی ہائے میرا سر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! ہائے میرا سر (یعنی بطورِ مزاح فرمایا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کوئی بات نہیں اگر تو اس دردِ سر میں مرگئی تو میں تجھ کو کفن دوں گا اور تیری نماز جنازہ پڑھ کر تجھے دفن کر دوں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ میرے بعد آپ میرے گھر میں اور بیوی لائیں گے؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔

(رواہ ابن ہشام فی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم' ج 4 'صفحہ 321)

☆...... حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حبشہ سے اس دن واپس آئے جس دن خیبر کی فتح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے سے ملالیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ مجھے جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی ہے یا خیبر کی فتح سے۔

(رواہ ابن ہشام فی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم' ج3' صفحہ 414)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

# (33)

# پروردگارِ عالم کا ابن مریم سے خطاب

(امام ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں حکم بن موسیٰ نے خبر دی' انہیں خلیل بن ابوالخلیل نے وہ صالح بن ابوشعیب سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے آپ کو میرے سامنے غمگین رکھو اور اپنی آخرت کے لئے مجھے ذخیرہ بناؤ۔ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کیجئے۔ میں تجھے اپنے قریب کرلوں گا' مجھ ہی پر بھروسہ کیجئے میں تیری کفایت کروں گا' میرے علاوہ کسی اور سے دوستی نہ لگانا' ورنہ میں تجھے رسوا کردوں گا' مصیبتوں پر صبر کرتے رہنا' تقدیر پر راضی رہنا' میری چاہت وخوشی کے مطابق بن جانا۔ میری چاہت وخوشی تو یہ ہے کہ میری اطاعت ہونا فرمانی نہ ہو' مجھ سے قریب رہو۔ اپنی زبان کو میرے ذکر سے زندہ رکھو! تیرا دل میری محبت سے لبریز ہو' غفلت کے اوقات میں بھی میرے سامنے ہوشیار رہو۔ مجھ سے ڈرتے رہو امید لگائے رکھو! اور اپنے دل کو خشیت سے ماردو!

میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے راتوں کو بیدار رہو' اس روز کی تیاری کے لئے جس میں جزا سزا دوں گا' دن بھر میرے لئے روزہ رکھو۔ نیک کاموں میں اپنی استعداد کے مطابق بڑھتے رہو' مخلوق میں میرا عدل قائم کرو' میری خیرخواہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ میں نے تجھ پر شیطانی امراض وقلبی وساوس سے شفا کی چیز اتاری ہے' جو نگاہوں میں جلا بخشتی ہے' تنگی وپریشانی کو دور کرتی ہے اور ایک جگہ بند ہو کر نہ بیٹھو ورنہ تو تیری مثال اس شخص کی سی ہوگی جو قبر میں زندہ پڑا ہوا سانس لے رہا ہو۔ میں

تجھے کھلی کھلی صاف باتیں بتا رہا ہوں' جو قوم بھی مجھ پر ایمان لائی اس نے میرے سامنے عاجزی اختیار کی اور جس نے میرے سامنے عاجزی وانکساری اختیار کی وہ میرے اجر و ثواب کی امیدوار ہوئی' میں تجھے گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ایسے لوگ جب تک میرے طریقے میں تغیر و تبدل نہ کریں وہ میرے عتاب و پکڑ سے مامون ہیں' میں تیری آنکھوں میں غم و حزن بھروں گا' جب باطل پرست لوگ ہنسی مذاق میں مصروف ہوں تو اس وقت آخرت کی ہولناکیاں' سختیاں اور ان مصائب سے ڈر جو آنے والے ہیں جس وقت نہ کوئی مال کام آئے گا نہ اہل واولاد۔ دنیا میں اپنے آپ پر اس شخص کی طرح روتے رہو جس کے تمام اہل وعیال ختم ہو چکے ہوں اور دنیا اس سے جاتی رہی ہو اور اس نے خواہشات کو دنیا والوں ہی کے لئے چھوڑ دیا ہو اور اس کی نظریں صرف ان چیزوں پر لگی ہوئی ہوں جو اللہ کے ہاں (اپنے بندوں کے لئے) ہیں اور اجر و ثواب کی امید لگائے اس پر جمے رہو' صابرین کے لئے میں نے جن چیزوں کا وعدہ کر رکھا ہے اگر وہ تجھے مل جائیں تو تمہارے لئے بہت بڑی بشارت ہے' دنیا میں تو دن بدن امیدیں لگائے رکھو' اور ان میں قوتِ لایموت پر راضی رہو' سادگی پر اکتفاء کیے رہو اور اسے کم ہی استعمال کرو۔ جو تم استعمال کر چکے ہو اس کا ذائقہ کہاں باقی رہا اور جو تجھے نہیں ملے گا اس کی لذت کہاں سے حاصل ہو گی' اگر تم ان نعمتوں کو دیکھ لو جو میں نے اپنے دوستوں کے لئے تیار کر رکھی ہیں تو ان کے حصول کے شوق اور خوشی میں تمہارا دل پگھل جائے اور تمہاری جان نکل جائے۔

(کتاب الزہد لابن ابی الدنیا)



# (34)

# امام زین العابدین کا تحمّل وبرداشت

قرآن کریم کی آیت: وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ کی تفسیر میں ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت سیّدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہما کا ایک عجیب واقعہ نقل فرمایا ہے: آپ کی ایک کنیز آپ کو وضو کرا رہی تھی کہ اچانک پانی کا برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے اوپر گرا تمام کپڑے بھیگ گئے۔ غصہ آنا طبعی امر تھا۔ کنیز کو خطرہ ہوا تو اس نے فوراً یہ آیت پڑھی وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ یہ سنتے ہی خاندانِ نبوت کے اس بزرگ کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا' بالکل خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد کنیز نے آیت کا دوسرا جملہ والعافین عن الناس پڑھ دیا تو فرمایا: میں نے تجھے دل سے بھی معاف کر دیا۔ کنیز بھی ہوشیار تھی اس کے بعد اس نے تیسرا جملہ بھی سنایا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ جس میں احسان اور حسن سلوک کی ہدایت ہے۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے یہ سن کر فرمایا: جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔

(معارف القرآن' ج2' ص189' شعب الایمان6/317-8316)



# (35)

## حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

ابو سلیمان داؤد بن نصیر طائی کوفہ کے مشہور فقیہ اور نامور عابد و زاہد ہیں۔ یہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور علم حدیث میں اعمش و حمید طویل و عبد الملک بن عمیر وغیرہ محدثین سے بھی استفادہ کیا ہے اور سفیان بن عیینہ و ابن علیہ و وکیع وغیرہ کے استاد ہیں۔ یہ ابتداء میں تعلیم و تعلم کے بہت ہی شیدائی تھے اور فقہ و حدیث کے بہت نامور معلم تھے لیکن پھر ایک دم علمی مشغلہ چھوڑ کر ہمہ تن عبادت میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ کوفہ میں ''فقیہ زاہد'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ان کے زہد و قناعت کا عجیب عالم تھا۔ عطان بن مسلم کہتے ہیں کہ ہم جب بھی داؤد طائی کے مکان پر گئے تو اس کے سوا ہمیں وہاں کوئی سامان نظر نہیں آیا کہ ایک چٹائی بچھی ہوئی ہے اور اس پر تکیہ کے لئے ایک اینٹ رکھی ہوئی ہے اور ایک جھولی میں خشک روٹی کے چند ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں اور ایک لوٹا ہے جس سے وہ وضو و استنجاء بھی فرماتے ہیں اور اسی سے پانی بھی پیتے ہیں۔

ان کو اپنے والد کی میراث میں سے بیس دینار ملے تھے۔ اسی رقم کو انہوں نے بیس سال تک خرچ کیا اور عمر بھر نہ کسی بادشاہ کا نذرانہ لیا' نہ دوستوں کا ہدیہ قبول کیا اور اس طرح زندگی بسر فرمائی کہ محارب بن دثار فرمایا کرتے تھے کہ اگر داؤد طائی اگلی امتوں میں ہوتے تو ضرور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان کا قصہ بیان فرماتا۔

ابو نعیم نے ان کا سن وفات 160ھ بتایا اور ابن نمیر کا قول ہے کہ 165ھ میں ان کا وصال ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تہذیب التہذیب)

# (36)

## اولیاء اللہ کا مرکز

بحری سفر درپیش تھا' تاجروں کے ساتھ مال تجارت بھی تھا اور عزم حج بھی۔ یک بیک کشتی ٹوٹ گئی۔ بہت جتن کیے گئے مگر اموال تجارت پانے کی کوئی سبیل پیدا نہ ہوئی۔ ادھر حج کے ایام بالکل قریب آ گئے۔ فرصت اگر چند روز کی اور اجازت دیتی تو ممکن تھا مال تجارت بچانے کی راہ نکل آتی۔ ایک تاجر جسکا پچیس ہزار دینار کا سرمایہ ساتھ تھا اس نے سب چھوڑ کر حج کی حاضری کو مقدم کیا۔ اس کے چند ہمراہی تاجروں نے کہا: تم یہ کیا کر رہے ہو؟ اس نے جواب دیا "بخدا اگر مجھے دنیا کا مال مل جائے پھر بھی میں اسے ادائے حج اور اولیاء اللہ کی ملاقات پر ترجیح نہیں دے سکتا اس لئے میری نگاہوں نے ان کی عظمت پہچان لی ہے۔" ہمراہیوں نے دریافت کیا "آخر کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ۔" اس نے کہا: ایک مرتبہ ہم خشکی کے راستے سفر حج کر رہے تھے۔ پانی ختم ہو گیا۔ سب پیاس سے پریشان تھے۔ میں نے پورے قافلہ کا چکر لگایا مگر قیمت دینے پر بھی کہیں پانی میسر نہیں آیا۔ پیاس کے غلبہ نے بے حال کر دیا۔ اس وقت میں ایک طرف چل پڑا۔ وہاں ایک درویش سے ملاقات ہوئی۔ اس کے پاس ایک برچھی تھی اور ایک چھاگل۔ اس نے میری پیاس دیکھی تو حوض جیسی ایک جگہ پر اپنی برچھی زمین میں ماری تو پانی نالی بنا کر برچھی کی جڑ سے جاری ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے حوض بھرنے لگا۔ میں نے پہلے تو خوب پی کر سیرابی حاصل کی اس کے بعد اپنا مشکیزہ بھرا اور تمام ساتھیوں کو جا کر بتایا۔ اس طرح سب آسودہ ہوئے۔

اب آپ ہی لوگ بتائیں ایسے ایسے مردان حق جمع ہوتے ہیں ان مقدس مقامات کی حاضری کیسے ترک کی جا سکتی ہے۔ (روض الریاحین)

# (37)

## تربیت کا ایک انداز

ہوازن اور ثقیف کے بہت سے شکست خوردہ افراد حنین سے بھاگ کر اپنے کمانڈر مالک بن عوف کے ساتھ طائف میں قلعہ بند ہو گئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حکمت عملی کے تحت ابھی تک مال غنیمت تقسیم نہیں کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے خالد بن ولید کو ایک ہزار مجاہدین کی فوج دے کر طائف روانہ فرمایا پھر خود تشریف لے گئے۔ دشمن نے سال بھر کا سامان خورد ونوش جمع کر لیا تھا۔ محاصرہ چالیس دن تک جاری رہا۔ بعض روایات میں دس، بیس، اٹھارہ اور پندرہ دن کا ذکر بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنگ میں اس عہد کی مناسبت سے جدید ترین جنگی اصول اور اسلوب اختیار فرمائے۔ یہیں پہلی مرتبہ منجنیق کا استعمال ہوا۔

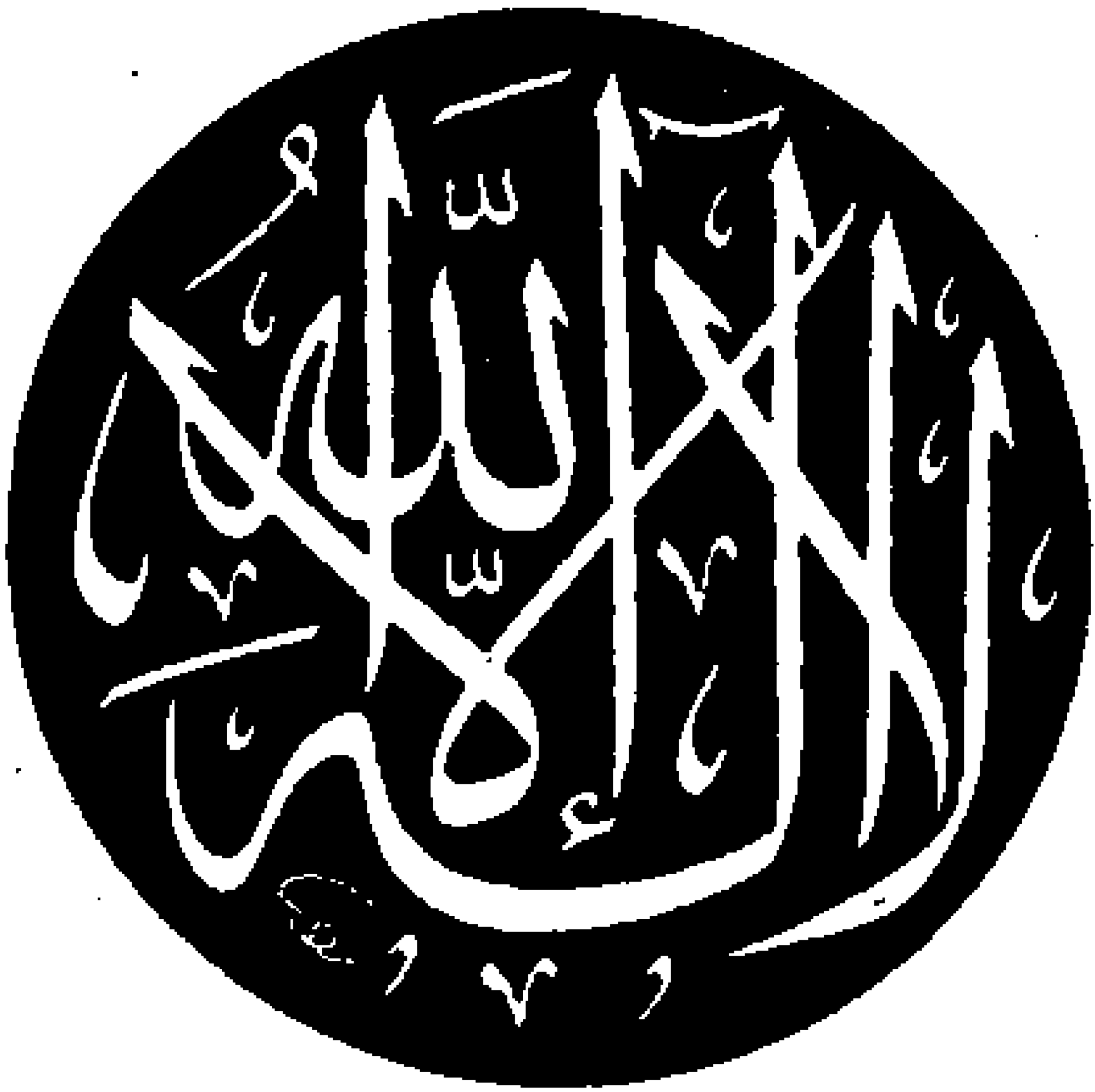
قلعہ کی دیوار میں شگاف ڈالنے کے لئے متعدد گولے پھینکے گئے۔ دبابہ جسے آج کی اصطلاح میں ٹینک کہا جا سکتا ہے' کا استعمال ہوا۔ دبابہ لکڑی سے بنایا ہوا چھوٹا سا گھر تھا جس کے اندر گھس کر آگ لگانے کے لئے قلعے کی دیوار تک رسائی ہو جاتی تھی۔ دشمنوں کی تیراندازی سے بچنے کا یہ موثر اور منفرد انداز تھا۔ دشمن کو زیر کرنے کے لئے انگوروں کے باغ کو آگ لگا دی گئی۔ یہ حکمت عملی کامیاب رہی۔ ثقیف نے اللہ اور قرابت کا واسطہ دے کر التجا کی کہ درختوں کا کاٹنا بند کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے واسطے اور قرابت کی خاطر ہاتھ روک لیا۔ دوران محاصرہ اعلان فرمایا: جو غلام قلعہ سے اتر کر ہمارے پاس آ جائے اس کو آزادی ہے چنانچہ 23 آدمی قلعہ سے نکل کر

مسلمانوں میں شامل ہو گئے اور انہیں آزادی مل گئی۔ محاصرے نے طول پکڑا تو ایک حکمت عملی کے تحت اسے ختم کر کے واپس جعرانہ تشریف لائے۔ طائف سے نکلتے وقت لوگوں نے ثقیف کے لئے بددعا کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بدلے یہ دعا فرمائی اے اللہ! ثقیف کو ہدایت عطا فرما اور انہیں میرے پاس لے آ۔ ابھی تک مال غنیمت تقسیم نہیں ہوا تھا۔ آپ چند دن مال غنیمت تقسیم کئے بغیر ٹھہرے رہے۔ تاخیر کا مقصد یہ تھا کہ ہوازن والے تائب ہو کر آ جائیں تو جو کچھ کھویا ہے سب لے جائیں۔

حنین کے بعد طائف کے محاصرے کے دوران مالک بن عوف ہوازنی نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خفیہ پیغام بھیجا تھا کہ اگر آپ محاصرہ اٹھا دیں تو وہ تائب ہو کر چلا آئے گا۔ اگر ہم شکست قبول کر لیں اور مسلمان ہونے کا اعلان کر دیں تو عرب مدتوں تک ہمیں عار دلاتے رہیں گے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عالی ظرف دوراندیش بردبار بلند حوصلہ اور اعلیٰ اخلاق والے قائد تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھا لیا۔ پھر مالک بن عوف کا انتظار فرماتے رہے مگر اس نے آنے میں تاخیر کر دی۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کرنا شروع کیا۔ معلم حکمت صلی اللہ علیہ وسلم ہر موقع محل پر امت کا تزکیہ اور تربیت فرماتے تھے۔ حکیم بن حزام آئے۔ یہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے۔ انہوں نے حصہ مانگا۔ آپ نے کافی مال دے دیا۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکیم کو مال و دولت دنیا کے بارے میں نصیحت فرمائی۔ سنو! اے حکیم! اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ اوپر والا ہاتھ وہ ہوتا ہے جو عطا کرتا ہے اور نیچے والا ہاتھ وہ ہوتا ہے جو لیتا ہے۔ قارئین کرام! یہ چند کلمات عالیہ کیا تھے؟ بجلی کا کڑکا تھے۔ ان انقلاب آفریں کلمات نے زندگی بھر کے لئے حکیم بن حزام کا مزاج بدل ڈالا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ پھر وہ لوگوں کے مال سے ہمیشہ کے لئے مستقل طور پر بے نیاز ہو گئے۔ خلافت صدیقی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں زکاۃ اور غنیمت

کے مال سے حصہ دینا چاہا مگر انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ تربیت محمدی کا ایسا اثر ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں عطیات سے نوازنا چاہا مگر انہوں نے کہا: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عہد کر لیا تھا اسے ہرگز نہیں توڑوں گا اور ابداً کسی سے کچھ نہیں لوں گا۔

(السیرۃ الحلبیۃ'3-80-84)



# (38)

## رونے والی آنکھیں

حضرت سیّدنا عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے حضرت سیّدنا یزید بن مرثد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: ''میں نے ہمیشہ آپ کو روتے ہوئے ہی دیکھا ہے کبھی آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے خالی نہیں ہوتیں؟ آخر آپ اتنا کیوں روتے ہیں؟'' تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: ''آپ یہ سوال کیوں کر رہے ہیں؟'' میں نے کہا: ''اس امید پر کہ شاید مجھے اس سوال کی وجہ سے کچھ فائدہ حاصل ہو اور مجھے کوئی نصیحت آمیز جواب ملے۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میرے رونے کی وجہ تم پر ظاہر ہے۔'' میں نے پھر پوچھا: ''آپ صرف تنہائی میں ہی ایسی گریہ وزاری کرتے ہیں یا اس کے علاوہ بھی روتے ہیں؟'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا: ''خدا کی قسم! مجھ پر یہ حالت اکثر طاری رہتی ہے۔ کبھی میرے سامنے کھانا لایا جاتا ہے تو مجھ پر خوف خدا سے رقت طاری ہو جاتی ہے اور میں کھانے سے بے پرواہ ہو جاتا ہوں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہوتا ہوں تو اچانک مجھ پر یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور میں بے اختیار رونا شروع کر دیتا ہوں' مجھے دیکھ کر میرے بچے اور تمام گھر والے بھی رونا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ انہیں معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیوں رو رہے ہیں بس میرے رونے کی وجہ سے وہ بھی میرے ساتھ رونے لگتے ہیں۔

میری زوجہ اکثر یہ شکایت کرتی ہے کہ ہائے افسوس! شاید ہی مسلمانوں کی عورتوں میں کوئی ایسی عورت ہوگی جس کے شوہر کو آپ جیسا غم لاحق ہو' میں تو تمہاری محبت و پیار کو

ترس گئی ہوں، عورتوں کو جو خوشی اور سرور اپنے شوہر کی خوشی سے ملتا ہے میں اس سے محروم ہوں، آپ پر کبھی ایسی خوش طاری نہیں ہوتی جسے دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔"

میں نے پوچھا: "اے بھائی! آخر وہ کون سی چیز ہے جس نے آپ کو اتنا غمزدہ اور خوف وحزن کا مجسمہ بنا دیا ہے؟" تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: "اے میرے بھائی! اگر میری نافرمانیوں کے صلہ میں مجھے گرم پانی میں غوطے لگانے کا فیصلہ سنا دیا جاتا تو پھر بھی یہ اتنی سخت سزا ہے کہ اس کی وجہ سے رونا چاہئے لیکن معاملہ تو اس سے کہیں زیادہ سخت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی وجہ سے مجرموں کو جہنم کی آگ میں قید کیا جائے گا اور وہ آگ ہماری برداشت سے باہر ہے، پھر میں اس آگ کے خوف سے کیوں نہ روؤں۔"

دردِ سر ہو یا بخار آئے تڑپ جاتا ہوں
میں جہنم کی سزا کیسے سہوں گا یارب (عزوجل)

(عیون الحکایات)



# (39)

# نفلی نمازیں

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: مَنْ صَلّٰی ثِنْتَیْ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً فِیْ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ بُنِیَ لَہٗ بِھِنَّ بَیْتٌ فِی الْجَنَّۃِ ۔

''جو ایک دن اور رات میں بارہ رکعتیں (چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو ظہر کے بعد' دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو رکعتیں نماز فجر سے پہلے) ادا کرے اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیا جاتا ہے۔''

فَمَا تَرَکْتُھُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُھُنَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

''جب سے میں نے یہ حدیث رسول اللہ سے سنی تب سے اب تک میں نے یہ سنتیں نہیں چھوڑیں۔''

(راوی حدیث) حضرت عنبسہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب سے میں نے یہ حدیث ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے سنی تب سے اب تک میں نے یہ سنتیں نہیں چھوڑیں۔ عمرو بن اوس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب سے میں نے حضرت عنبسہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حدیث سنی ہے اب تک میں نے بھی یہ سنتیں نہیں چھوڑیں۔

(صحیح مسلم' صلاۃ المسافرین' باب فضل السنن الراتبۃ قبل الفرائض وبعدھن وبیان عددھن' 1696)

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

میں رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بسر کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضو کا پانی اور دوسری چیزیں لایا کرتا۔ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوشی

سے ) ارشاد فرمایا: ''کوئی چیز مانگنا چاہتے ہو تو مانگ لو۔'' میں نے عرض کیا جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت چاہتا ہوں۔آپ نے پھر پوچھا میں نے پھر یہی بتلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ ۔

''تو پھر کثرت سجود کے ساتھ اپنے لئے میری مدد کر۔''

(صحیح مسلم الصلاۃ باب فضل السجود 1094 'ابوداؤد 1320 'نسائی 1137 '1617 'ترمذی 3416 'ابن ماجہ 3879)

☆......حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا سلمان رضی اللہ عنہ اور سیّدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرما دیا تھا پس سلمان رضی اللہ عنہ ایک روز اپنے بھائی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لئے ان کے گھر گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی اہلیہ ام درداء رضی اللہ عنہا میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے ہے انہوں نے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا تمہارے بھائی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو دنیا کی کوئی حاجت ہی نہیں۔ اتنے میں ابودرداء بھی تشریف لے آئے اور انہوں نے اپنے بھائی سلمان کے لئے کھانا تیار کیا اور ان سے کہا تم کھاؤ میرا تو روزہ ہے۔ انہوں (سلمان) نے فرمایا میں تو اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک تم میرے ساتھ نہیں کھاؤ گے۔

چنانچہ انہوں نے نفلی روزہ توڑ کر ان کے ساتھ کھانا کھایا پھر جب رات ہوئی تو وہ نوافل پڑھنے لگے۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا ابھی سو جاؤ چنانچہ وہ سو گئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد اٹھے' آپ نے پھر روک دیا وہ پھر سو گئے۔ جب رات کا آخری پہر ہوا تو حضرت سلمان نے ان سے کہا اب اٹھ کر قیام کرو چنانچہ دونوں نے اٹھ کر نوافل پڑھے پھر حضرت سلمان نے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے کہا یقیناً تمہارے رب کا تمہارے اوپر حق ہے اور تمہارے گھر والوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اس لئے ہر صاحب حق کو اس کا حق دو! پھر حضرت ابودرداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

حاضر ہوئے اور یہ سارا واقعہ بیان فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سلمان نے سچ کہا۔'' (صحیح بخاری' الصیام' باب من اقسم علی اخیہ......الخ' 1968)

## وہ تھے کس منزل میں اور تو......

منصور بن معتمر کوفی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار کوفہ کے کبار محدثین میں ہوتا ہے۔ حضرت حسن بصری' ابراہیم نخعی' سعید بن جبیر اور مجاہد رحمہم اللہ جیسے تابعین کے شاگرد رشید تھے۔ نہایت عابد و زاہد' روزہ دار اور شب زندہ دار تھے۔ کثرت سے رونے کے سبب بینائی جاتی رہی تھی۔ ساٹھ سال ان کا معمول رہا کہ دن کو روزہ رکھتے اور شب بھر قیام کرتے۔ حافظ عبدالحق اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان کی ایک پڑوسن تھی' رات کو سونے کے لئے اپنی بیٹی کے ہمراہ چھت پر چلی جاتی اور رات کے آخری حصہ میں نیچے آجاتی۔ اس کی بیٹی حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ کو نماز پڑھتے دیکھتی' جب ان کی وفات ہوگئی تو اس نے اپنی والدہ سے پوچھا یہاں چھت پر رات کو لکڑی کا ایک تنا ہوتا تھا وہ اب کہاں ہے؟ اس کی والدہ نے کہا: بیٹی وہ تنا نہیں بلکہ حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ تھے جو شب بھر نماز پڑھتے تھے۔ اس نے کہا: اماں اس قدر عبادت میں تو میں کئی سالوں سے اسے دیکھتی رہی اور آپ کہتی ہیں وہ منصور تھے ان کو کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا وہ فوت ہوگئے اور لوگوں نے انہیں دفن کر دیا۔ سعادت مند بیٹی نے کہا: اماں آج سے میں بھی اللہ کی عبادت کیا کروں گی چنانچہ اس کے بعد وہ نیک خاتون بیس سال زندہ رہی۔ دن کو روزہ اور شب بھر قیام کرتی۔ (کتاب التہجد' الحلیہ' 40/5)

☆......حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو جلدی جلدی نماز پڑھتے دیکھا تو انہوں نے اسے اپنے پاس بلایا اور فرمایا: بھائی تمہاری کوئی حاجت و ضرورت ایسی نہ تھی جو تم نماز میں اپنے رب سے طلب کرتے: اِنِّیْ لَاَسْاَلُ اللّٰہَ فِیْ صَلَاتِیْ اَسْاَلُہُ الْمِلْحَ .

''میں تو اپنی نماز میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں حتیٰ کہ نمک کی ضرورت

ہوتی ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں۔''

(البدایہ 103/9' الزہد لاحمد ص 371)

## سرکار کے فرمان کا اثر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب موجود تھے تو جب بھی کوئی شخص کوئی خواب دیکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے بیان کرتا' میرے دل میں بھی یہ تمنا پیدا ہوگئی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کروں۔ میں ان دنوں کنوارا تھا اور نو عمر بھی تھا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد میں سویا کرتا تھا تو میں نے خواب میں دو فرشتوں کو دیکھا کہ مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ بل دار کنویں کی طرح پیچ در پیچ تھی۔ کنویں ہی کی طرح اس کے بھی دو کنارے تھے اور اس کے اندر کچھ ایسے لوگ تھے جنہیں میں پہچانتا تھا۔ میں اسے دیکھتے ہی کہنے لگا' دوزخ سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں' دوزخ سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس کے بعد مجھ سے ایک دوسرے فرشتے کی ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھ سے کہا: خوف نہ کھا۔ میں نے اپنا یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا خواب بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُاللهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ .

''عبداللہ بہت اچھا لڑکا ہے' کاش! رات میں وہ تہجد کی نماز پڑھا کرتا۔''

سالم نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کے بعد رات میں بہت کم سویا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری' فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم' باب مناقب عبداللہ بن عمر' 3738)

☆..... سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کو ڈر ہو کہ رات کے آخری حصے میں نہ اٹھ سکے گا تو وہ رات کے اول حصے میں وتر (نماز عشاء کے بعد) پڑھ لے اور جس کو امید ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں

اٹھے گا تو وہ وتر رات کے آخری حصے میں پڑھے اس لئے کہ آخری رات کی نماز ایسی ہے کہ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔'' (مسلم 755)

☆......سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رمضان میں آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے' آئندہ رات ہم مسجد میں جمع ہو گئے اور ہم نے امید کی کہ آپ ہماری طرف آئیں گے' ہم مسجد میں رہے یہاں تک کہ ہم نے صبح کر دی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہم نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے امید کی تھی کہ آپ ہماری طرف نکلیں گے اور ہمیں نماز پڑھائیں گے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَرِهْتُ اَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمُ الْوِتْرَ .

''میں نے ناپسند سمجھا کہ وتر تم پر فرض کر دیے جائیں۔''

(صحیح ابن خزیمہ' 2-138-107)

## دُعا قبول ہوگئی

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بڑے مشہور صحابی ہیں' وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ مجھے مرتے وقت اس طرح کی شدت پیش نہ آئے گی جیسے عام لوگوں کو پیش آتی ہے چنانچہ ان کی دعا اس طرح قبول ہوئی کہ وہ ایک دن درمیانی رات میں تہجد کی نماز پڑھنے میں مشغول تھے' نماز کے دوران ہی سجدے کی حالت میں آپ کی وفات ہوگئی۔ اسی وقت آپ کی ایک صاحبزادی نے خواب میں دیکھا کہ آپ وفات پا چکے ہیں وہ گھبرا کر اٹھی اور دوڑی ہوئی آپ کے مصلیٰ تک آئی اس نے آپ کو آواز دی لیکن جواب ندارد۔ جا کر دیکھا تو سجدے کی حالت میں ہی آپ کی روح قبض ہو چکی تھی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ (الاصابہ' 51/7)

☆......رات کی نماز کو نمازِ تہجد' قیام اللیل' نفلی نماز اور نمازِ وتر تراویح کا نام دیا جاتا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ لَّكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ وَمُكَفِّرَةٌ لِّلسَّيِّئَاتِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ .

''تہجد ضرور پڑا کرو' کیونکہ وہ تم سے پہلے صالحین کی روش ہے اور تمہارے لئے قربِ الٰہی کا سبب ہے اور گناہوں کے دور ہونے کا سبب ہے اور یہ گناہوں سے باز رکھنے والا ہے۔'' (ترمذی' الدعوات' باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم' 3539' ابن خزیمہ' 135' الطبرانی فی الکبیر' 109/8' یہ حدیث صحیح ہے۔)

## نیک میاں بیوی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى وَاَيْقَظَ امْرَاَتَهُ فَصَلَّتْ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِيْ وَجْهِهَا الْمَاءَ .

''اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ایسے آدمی پر جو قیام اللیل کے لئے اٹھتا ہے اور ساتھ اپنی بیوی کو بھی بیدار کرتا ہے تاکہ وہ بھی نماز ادا کرے۔ اگر وہ بیوی اٹھنے سے انکار کرتی ہے (یا سستی کرتی ہے) تو یہ پانی کے چھینٹے اس کے چہرے پر مارتا ہے۔''

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَاَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَاَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَصَلّٰى فَاِنْ اَبٰى نَضَحَتْ فِيْ وَجْهِهِ الْمَاءَ .

''اللہ تعالیٰ ایسی عورت پر رحم فرمائے جو نماز (تہجد) کے لئے رات کو بیدار ہو اور نماز پڑھے اور اپنے خاوند کو بیدار کرے وہ بھی نماز پڑھے اور اگر وہ (نیند کے غلبہ کی وجہ سے) انکار کرے تو پانی کے چھینٹے مارے۔''

(ابوداؤد' الصلاۃ' باب قیام اللیل' 1308' النسائی' 205/3' ابن ماجہ' 1336' احمد' 250/2' 436/2' ابن حبان' 647' ابن ابی شیبۃ فی المصنف' 271/2' جمع الجوامع' 360/4' 12491' اسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے)

☆......حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''تم تہجد کیوں نہیں پڑھتے۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری جانیں تو اللہ کے اختیار میں ہیں۔ جب وہ ہمیں اٹھانا چاہے گا' ہمیں اٹھا دے گا۔ جب انہوں نے یہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کچھ ناراض سے) واپس چلے گئے اور کوئی جواب نہیں دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جاتے ہوئے اپنی ران پر ہاتھ مارتے جا رہے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے: وَكَانَ الْإِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا۔ ''انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے۔''

(بخاری' التہجد' باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قیام اللیل......1127)



# (40)

# نیت کا اثر

جہانگیر بادشاہ اپنی ''توزک'' میں لکھتا ہے:

''ایک سلطان گرمی کے موسم میں ایک باغ کے دروازہ پر پہنچا' وہاں ایک بوڑھا باغبان کھڑا تھا' اس کو دیکھ کر سلطان نے پوچھا: کیا اس باغ میں انار ہے۔ باغبان نے کہا: ''ہے۔'' سلطان نے کہا: ''ایک پیالہ انار کا رس لاؤ۔'' باغبان کی ایک لڑکی صورت کے جمال اور سیرت کے حسن سے آراستہ تھی۔ باغبان نے اس سے انار کا رس لانے کو کہا۔ وہ گئی اور ایک پیالہ بھر کر انار کا رس لے آئی۔ پیالہ پر انار کی کچھ پتیاں رکھی ہوئی تھیں۔ سلطان نے اس کے ہاتھ سے پیالہ لیا اور پورا پی گیا۔ پھر لڑکی سے پوچھا پیالہ کے رس کے اوپر تم نے پتیاں کس لئے رکھ دی تھیں۔ لڑکی نے عرض کیا اس گرمی میں آپ پسینہ میں غرق تھے' رس کا ایک سانس میں پی جانا آپ کے لئے مناسب نہ تھا' میں نے احتیاطاً اس پر پتیاں ڈال دی تھیں کہ آپ آہستہ آہستہ اس کو نوش جان فرمائیں۔ سلطان کو یہ حسن ادا بہت پسند آئی۔ اس کے بعد اس باغبان سے پوچھا: تمہیں ہر سال اس باغ سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ اس نے جواب دیا ''تین سو دینار۔'' سلطان نے پوچھا: حکومت کو کیا دیتے ہو؟ باغبان نے کہا: میرا بادشاہ درخت سے کچھ نہیں وصول کرتا ہے بلکہ کھیتی سے عشر لیتا ہے۔ سلطان کے دل میں یہ خیال گزرا کہ میری مملکت میں بہت سے باغ اور درخت ہیں اگر باغ سے بھی عشر لیا جائے تو کافی رقم جمع ہو سکتی ہے اور رعیت کو بھی زیادہ نقصان نہیں پہنچے گا اس لئے میں حکم دوں گا کہ باغات کے محصولات سے بھی خراج لیا جائے۔ یہ

سوچ کر اس نے انار کا رس پھر پینے کو مانگا۔ لڑکی رس لانے گئی تو بہت دیر میں آئی۔ جب پیالہ لائی تو سلطان نے کہا: پہلی بار تم گئیں تو بہت جلدی آئیں' اس بار دیر بھی کی اور رس بھی کم لائیں۔ لڑکی نے کہا: ''پہلی بار ایک انار میں پیالہ بھر گیا تھا' اس مرتبہ میں نے پانچ چھ انار نچوڑے پھر بھی رس پورا نہیں ہوا'' یہ سن کر سلطان کو حیرت ہوئی۔ باغبان نے عرض کیا ''محصول کی برکت بادشاہ کی نیت پر منحصر ہے' میرا خیال ہے کہ آپ بادشاہ ہیں' آپ نے جس وقت باغ کی آمدنی مجھ سے پوچھی اسی وقت آپ کی نیت میں تبدیلی پیدا ہوئی اور پھل سے برکت چلی گئی۔'' یہ سن کر سلطان متاثر ہوا اور دل سے باغ کی آمدنی کا خیال دور کر دیا۔ اس کے بعد پھر انار کا رس مانگا۔ لڑکی گئی اور جلد ہی پیالہ بھر کر انار کا رس لے آئی۔ تب سلطان نے باغبان کی فراست کی داد دی۔ اپنے دل کی بات بتائی اور اس کی لڑکی کا خواستگار ہوا۔ (بزم رفتہ کی سچی کہانیاں' ج2' ص419)



# (41)

# تیرا کان سچا تھا

5 ہجری میں بنو المصطلق کی مشہور جنگ ہوئی۔ اس میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کی باہم لڑائی ہوگئی۔ معمولی بات تھی مگر بڑھ گئی۔ ہر ایک نے اپنی اپنی قوم سے دوسرے کے خلاف مدد چاہی اور دونوں طرف جماعتیں پیدا ہوگئیں اور قریب تھا کہ آپس میں لڑائی کا معرکہ گرم ہو جائے کہ درمیان میں بعض لوگوں نے بڑھ کر صلح کرا دی۔ عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار نہایت مشہور منافق اور مسلمانوں کا سخت مخالف تھا مگر چونکہ اسلام ظاہر کرتا تھا' اس لئے اس کے ساتھ خلاف برتاؤ نہ کیا جاتا تھا۔ اس کو جب اس قصے کی خبر ہوئی تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ لفظ کہے اور اپنے دوستوں سے خطاب کرتے کہا یہ سب کچھ تمہارا اپنا ہی کیا ہوا ہے۔ تم نے ان لوگوں کو اپنے شہر میں ٹھکانا دیا' اپنے مالوں کو ان کے درمیان آدھوں آدھ بانٹ دیا' اگر تم ان لوگوں کی مدد کرنا چھوڑ دو تو اب بھی یہ سب چلے جائیں اور یہ بھی کہا: اللہ کی قسم ہم لوگ اگر مدینہ پہنچ گئے تو ہم عزت والے مل کر ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نوعمر بچے تھے۔ وہاں موجود تھے' یہ سن کر تاب نہ لا سکے۔ کہنے لگے: اللہ کی قسم! تو ذلیل ہے تو اپنی قوم میں بھی ترچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ تیرا کوئی حمایتی نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں۔ رحمٰن کی طرف سے بھی عزت دیئے گئے ہیں اور اپنی قوم میں بھی عزت والے ہیں۔ عبداللہ بن ابی نے کہا: اچھا خاموش رہ میں تو ویسے ہی مذاق میں کہہ رہا تھا مگر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے

فرض کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درخواست بھی کی کہ اس کافر کی گردن اڑا دی جائے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ عبداللہ بن ابی کو جب اس کی خبر ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ قصہ پہنچ گیا ہے تو حاضر خدمت ہو کر جھوٹی قسمیں کھانے لگا کہ میں نے کوئی لفظ ایسا نہیں کہا' زید نے جھوٹ نقل کر دیا۔ انصار کے بھی کچھ لوگ حاضر خدمت تھے۔ انہوں نے بھی سفارش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عبداللہ قوم کا سردار ہے' بڑا آدمی شمار ہوتا ہے' ایک بچہ کی بات اس کے مقابلہ میں قابل قبول نہیں' ممکن ہے کہ سننے میں کچھ غلطی ہوگئی یا سمجھنے میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا عذر قبول فرمالیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو جب اس کی خبر ہوئی کہ اس نے جھوٹی قسموں سے اپنے آپ کو سچا کر دیا اور زید رضی اللہ عنہ کو جھٹلا دیا تو شرم کی وجہ سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بھی ندامت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے۔ بالآخر سورۂ منافقون نازل ہوئی جس سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی سچائی اور عبداللہ بن ابی کی جھوٹی قسموں کا حال ظاہر ہوا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی وقعت موافق مخالف سب کی نظروں میں بڑھ گئی اور عبداللہ بن ابی کا قصہ بھی سب پر ظاہر ہو گیا۔ جب مدینہ منورہ قریب آیا تو عبداللہ بن ابی کے بیٹے جس کا نام بھی عبداللہ تھا اور بڑے پکے مسلمانوں میں تھے مدینہ منورہ سے باہر تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور باپ سے کہنے لگے: اس وقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک اس کا اقرار نہ کرے کہ تو ذلیل ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں۔ اس کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ صاحبزادہ ہمیشہ سے باپ کے ساتھ بہت احترام اور نیکی کا برتاؤ کرنے والا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں تحمل نہ کر سکا آخر اس نے مجبور ہو کر اس کا اقرار کیا کہ واللہ! میں ذلیل ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں' اس کے بعد مدینہ میں داخل ہو سکا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب سورۂ منافقون نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور ان کا کان ملا اور مسکرائے اور فرمایا: تیرا کان سچا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تیری تصدیق نازل کر دی۔ (تفسیر ابن کثیر' ج 4' صفحہ 446)

# (42)

## یہ ہے دنیا

عبداللہ (یعنی ابن ابی الدنیا' جہاں بھی مطلقاً عبداللہ آئے گا وہاں یہی مراد ہوں گے) فرماتے ہیں: مجھے فہد بن حماد اور داؤد بن عمروضی نے خبر دی' انہیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی' وہ ریاح بن زید سے روایت کرتے ہیں' وہ عبدالعزیز بن جوارن سے' وہ وہب بن منبہ سے' وہ فرماتے ہیں: دنیاو آخرت کسی شخص کی دو بیویوں کی طرح ہیں' اگر ایک کو راضی کرے گا تو دوسری ضرور ناراض ہوگی۔

(کتاب الزہد لابن مبارک' 210' حلیۃ الاولیاء' 51/4)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے سریج نے خبر دی' انہیں خلف بن خلیفہ نے' وہ ابوالحکم سیار سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: دنیاو آخرت دونوں کسی انسان کے دل میں جمع ہوتی ہیں تو ان میں جو غالب رہے گی دوسری اس کے تابع ہوگی۔

(حلیۃ الاولیاء' 313/8' الاحیاء' 223/3)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے عون بن ابراہیم نے خبر دی' انہیں احمد بن ابی الحواری نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں: میں نے ابوسلیمان سے سنا وہ فرما رہے تھے جب آخرت کسی انسان کے دل میں آتی ہے تو دنیا اس سے مزاحمت کرنے لگتی ہے اور جب دنیا کسی کے دل میں آبستی ہے تو آخرت اس سے مزاحمت نہیں کرتی اس لئے کہ آخرت باعزت اور شریف چیز ہے اور دنیا کمینی و ذلیل ہے۔ (الحلیہ' 260/9' صفوۃ الصفوۃ' 225/4)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ہارون بن عبداللہ نے خبر دی' انہیں سیار نے خبر

دی' انہیں جعفر نے' وہ فرماتے ہیں: میں نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے سنا' وہ فرما رہے تھے کہ تو دنیا کے لئے جس قدر غمگین ہوگا اتنا ہی آخرت کا فکر تیرے دل سے نکل جائے گا اور جس قدر آخرت کے لئے غمگین وفکر مند ہوگا اتنا ہی دنیا کا فکر تیرے دل سے نکل جائے گا۔ (الاحیاء233/3' صفوۃ الصفوۃ279/3)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن علی بن شقیق نے خبر دی' انہیں ابواسحٰق ابراہیم بن اشعث نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں: میں نے فضیل بن عیاض سے سنا' وہ فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قیامت کے روز دنیا کو ادھیڑ عمر نیلی آنکھوں والی بوڑھی عورت کی شکل میں لایا جائے گا جس کے دانت باہر کو نکلے ہوئے انتہائی بدشکل ہوگی۔ وہ ساری مخلوق کے سامنے ظاہر ہوجائے گی تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تم اسے پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے ہم اس کی پہچان سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں تو کہا جائے گا' یہی وہ دنیا ہے جس کی وجہ سے تم ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے' اسی کی وجہ سے قطع رحمی کرتے تھے' اسی کی وجہ سے ایک دوسرے سے بغض' حسد اور دھوکہ دہی کرتے تھے۔ اس کے بعد اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا' وہ پکارے گی' میرے پروردگار! میرے متبعین اور میرے چاہنے والے کہاں ہیں' ان کو بھی میرے ساتھ کردیا جائے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اس کے متبعین اور چاہنے والوں کو بھی اس کے ساتھ بھیج دو۔

(الاحیاء229/3' الاتحاف108/8)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں محمد بن علی نے خبر دی انہیں ابراہیم بن اشعث نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں: میں نے فضیل بن عیاض سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ایک شخص کی روح کو اوپر لے جایا جارہا تھا' راستے میں ایک عورت ملی جو ہر قسم کے زیورات اور عمدہ لباس سے مزین تھی۔ جو شخص بھی اس کے پاس سے گزرتا ہے وہ عورت اسے زخمی کردیتی ہے' جب پیٹھ پھیر کر جاتی ہے تو انتہائی حسین وجمیل معلوم ہوتی ہے اور سامنے سے آتی ہے تو انتہائی قبیح صورت وبدشکل دکھائی دیتی ہے۔ ادھیڑ عمر بوڑھی

نیلی اور چوندھی آنکھوں والی ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ وہ کہنے لگی اللہ تجھے مجھ سے اس وقت تک نہیں بچائیں گے جب تک تم روپے پیسے کو برا نہ سمجھنے لگو۔ میں نے پوچھا: تو کون ہے؟ وہ بولی آپ مجھے نہیں جانتے؟ میں نے کہا: نہیں! وہ کہنے لگے: میں ہی تو دنیا ہوں۔ (الاحیاء' 229/3' الاتحاف' 109/8)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن علی نے خبر دی' انہیں ابواسحٰق نے خبر دی' فرماتے ہیں: میں نے فضیل بن عیاض سے سنا وہ فرمار ہے تھے کہ قیامت کے روز دنیا کو اس حال میں لایا جائے گا کہ وہ اپنی زیب وزینت اور آرائش کی وجہ سے مٹک مٹک کر چل رہی ہوگی' وہ کہے گی میرے معبود! مجھے اپنے سب سے حقیر اور گھٹیا بندے کا ٹھکانہ بنا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے بندے کے لئے میں اسے پسند نہیں کرتا' میرے نزدیک تیری تو کوئی حیثیت ہی نہیں تو تو نیست و نابود ہو جا۔ چنانچہ وہ نیست و نابود ہو جائے گی۔ (ربیع الابرار' 40)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن علی نے خبر دی' انہیں ابراہیم بن اشعث نے' وہ فرماتے ہیں: مجھے ابن عیینہ نے کہا: مجھے عبدالواحد کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ بعض حالات میں شدت پیاس کی وجہ سے میں پوری دنیا کو ایک گھونٹ پانی کے بدلے بیچ دوں۔ (کتاب الزہد لابن ابی الدنیا)



# (43)

# حضرت عمر بن عبدالعزیز کی قوت برداشت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ عنفوانِ شباب سے لے کر تا دمِ مرگ حاکمانہ حیثیت کے ساتھ زندگی بسر کی تاہم وہ ہمیشہ حلیم، نرم خو اور متحمل مزاج رہے۔

(1) ایک بار ایک خارجی نے سلیمان بن عبدالملک کو برا بھلا کہا جس کی پاداش میں سلیمان نے اس کو قتل کروا دیا لیکن قتل سے پہلے جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا: آپ بھی اس کو برا بھلا کہہ لیجئے۔

سلیمان بن عبدالملک کی زندگی میں تو یہ ان کا مشورہ تھا لیکن اس کی وفات کے بعد جب خود خلیفہ ہوئے تو اس پر عمل کرنے کا وقت آیا چنانچہ ایک بار ان کے عامل عبدالحمید بن عبدالرحمٰن نے ان کو لکھا کہ میرے اجلاس میں ایک شخص اس جرم میں پیش کیا گیا ہے کہ وہ آپ کو گالیاں دیتا ہے۔ میں نے اس کی گردن اڑا دینی چاہی تھی لیکن پھر اس خیال سے قید کر دیا کہ اس بارے میں آپ کی رائے لے لوں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا: ''اگر تم اس کو قتل کر دیتے تو میں تم سے قصاص لیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو گالی دینے پر کوئی شخص قتل نہیں کیا جا سکتا اس لئے اگر تمہارا جی چاہے تو اس کو گالی دے لو ورنہ رہا کر دو۔''

(السنن الکبریٰ للبیہقی، 184/8، سیرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مصنفہ عبدالسلام ندوی، ص 53، 54)

(2) ایک بار منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک شخص نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم فاسق ہو۔ یہ سن کر صرف اس قدر بولے: ''تم جھوٹے گواہ ہو میں

تمہاری شہادت کو قبول نہیں کرتا۔'' (ایضاً ص 54)

(3) ایک بار کسی نے ان کو نامناسب کلمات کہے' لوگ بولے: آپ کیوں چپ ہیں؟ فرمایا: ''تقویٰ نے منہ میں لگام لگادی ہے۔'' (ایضاً)

(4) ایک بار کسی نے ایک آدمی کی نسبت ان سے کہا: یہ آپ کو گالی دیتا ہے۔ انہوں نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر کہا' اب بھی روگردانی کی۔ اس نے تیسری بار کہا تو بولے: ''عمر اس کو اس طرح ڈھیل دے رہا ہے کہ اس کو خبر تک نہیں ہوتی۔'' (ایضاً)

(5) ایک بار رات کو مسجد میں گئے' ایک شخص سو رہا تھا۔ اندھیرے میں اس کو ان کے پاؤں کی ٹھوکر لگ گئی تو اس نے جھلا کر کہا کیا تم پاگل ہو؟ بولے: نہیں۔ چپڑاسی نے اس گستاخی پر اس کو سزا دینی چاہی لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے روک دیا اور کہا: اس نے مجھ سے صرف یہ پوچھا تھا کہ تم پاگل ہو؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ (ایضاً)

(6) ایک بار کسی شخص نے ان کو سخت بات کہی۔ بولے: ''تو چاہتا ہے کہ حکومت کے اس غرور میں میں بھی تیرے ساتھ وہی سلوک کروں جو تو کل (قیامت کے دن) میرے ساتھ کرے گا۔'' یہ کہہ کر اس کو معاف کر دیا۔ (ایضاً)

(7) ایک بار وہ قیلولہ کرنے کے لئے اٹھے۔ ایک آدمی ہاتھ میں کاغذات کا پلندہ لئے ہوئے بڑھا اور پلندے کو ان کی طرف پھینک دیا۔ انہوں نے مڑ کے دیکھا تو پلندہ منہ پر جا کے گرا اور رخساروں پر چوٹ لگی اور گالوں سے خون جاری ہو گیا لیکن انہوں نے نہایت خاموشی کے ساتھ اس کی عرضی پڑھی اور اس کی حاجت کو پورا کیا۔ (ایضاً)

(8) ایک بار ایک بچے نے ان کے کسی لڑکے کو مارا۔ لوگ اس کو ان کی بی بی فاطمہ کے پاس لے گئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دوسرے کمرے میں تھے۔ شور سنا تو کمرے سے نکل آئے۔ اس کے بعد ایک عورت آئی اور کہا: یہ میرا بچہ ہے اور یہ یتیم

ہے۔انہوں نے پوچھا:اس یتیم بچہ کو وظیفہ ملتا ہے؟ بولی نہیں۔فرمایا:اس کا نام وظیفہ خوار بچوں میں لکھ لو۔فاطمہ نے کہا: اگر میرے بچے کو دوبارہ مارے تو اس کے ساتھ خدا یہ سلوک کرے۔بولے:تم نے اس کو گھبرا دیا۔(ایضاً)

(9) ایک بار ایک شخص پر سخت برہم ہوئے اور اس کو برہنہ کر کے کوڑے لگوانا چاہے لیکن جب کوڑے لگانے کا وقت آیا تو بولے: اس کو رہا کر دو۔اگر میں غصہ میں نہ ہوتا تو اس کو سزا دیتا۔پھر یہ آیت پڑھی: وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (ایضاً)

(10) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے طلب کر کے فرمایا لوگوں کا میرے متعلق کیا خیال ہے؟ میں نے کہا: وہ کہتے ہیں کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے۔اس کے جواب میں کہا: ان کا خیال غلط ہے' مجھ پر جادو نہیں کیا گیا بلکہ مجھے زہر دیا گیا ہے اور مجھے وہ وقت بھی یاد ہے جب زہر پلایا گیا ہے۔اس کے بعد اپنے ایک غلام کو بلا کر کہا: تجھ پر افسوس! زہر پلانے پر تجھے کس نے اکسایا اور آمادہ کیا؟ اس نے جواب دیا: زہر پلانے کے عوض مجھے ایک ہزار اشرفیاں دی گئیں اور ساتھ ہی میری آزادی کا وعدہ بھی کیا گیا۔آپ نے فرمایا: وہ اشرفیاں لے آؤ۔ چنانچہ جب وہ غلام ایک ہزار اشرفیاں لے آیا تو آپ نے اس سے وہ اشرفیاں لے کر سرکاری بیت المال میں جمع کرا دیں اور اس زہر دینے والے غلام سے فرمایا: یہاں سے خاموشی سے اس طرح بھاگ کہ کوئی تجھے دیکھ نہ سکے۔(تاریخ الخلفاء' ص 276)



# (44)

# بے مثال لوگ

حضرت داؤد بن معاذ عتکی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوسلیمان اور وطن بصرہ ہے۔ یہ حماد بن زید و عبدالوارث وغیرہ محدثین کے شاگرد اور امام ابوداؤد ابوحاتم و جعفر فریابی وغیرہ علمائے حدیث کے شیخ ہیں۔ امام نسائی وغیرہ نے ان کو ثقہ محدث بتایا اور اسمٰعیل ہروی نے فرمایا: داؤد بن معاذ اپنے دور میں سب عالموں سے افضل تھے اور عبادت و ریاضت میں تو اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ تمام عمر روزہ رکھا اور کبھی بستر پر پیٹھ لگا کر نہیں سوئے اور زندگی بھر بغیر سالن کے روٹی کھائی اور خوف الٰہی سے چالیس برس تک سر اٹھا کر آسمان کی طرف نہیں دیکھا۔ امام احمد بن حنبل کی طرح خلق قرآن کے فتنے میں ان کو بھی کوڑے لگائے گئے تھے اور قید خانے میں ان پر بھی بڑے بڑے مظالم کے پہاڑ توڑے گئے لیکن امام احمد بن حنبل کی طرح یہ بھی صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر تمام تکلیفوں کو برداشت کرتے رہے اور آخر دم تک حق پر ثابت قدم رہے۔ (تہذیب التہذیب)

☆......حضرت دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوالحسن اور نام و نسب علی بن عمر بن احمد ہے۔ بغداد کے محلے دار القطن میں رہتے تھے اس لئے دار قطنی کہلاتے ہیں۔ شافعی المذہب تھے۔ 306ھ میں پیدا ہوئے اور ابوالقاسم بغوی و ابوبکر بن داؤد محاملی وغیرہ محدثین سے حدیث کی سماعت کی اور بغداد کے علاوہ بصرہ و مصر و شام وغیرہ کے علمی مراکز کا دورہ کر کے بہت سے فقہاء و محدثین سے بھی علم حاصل کیا اور حاکم و تمام رازی و ابونعیم وغیرہ محدثین ان کے حلقہ درس کے فیض یافتہ ہیں۔ یہ علم حدیث کے علاوہ فن نحو و قرأت

میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ حافظہ بے حد قوی تھا' چنانچہ منقول ہے کہ یہ ایک دن اسمٰعیل صفار محدث کی درسگاہ میں حاضر ہو کر احادیث لکھ رہے تھے۔ جب سولہ صفحات کے قریب لکھ چکے تو اسمٰعیل صفار نے فرمایا: دارقطنی! تم لکھنے میں اس قدر مشغول رہتے ہو کہ نہ اچھی طرح حدیثوں کو سنتے ہو نہ سمجھتے ہو تو دارقطنی نے عرض کیا: جناب کو یاد ہے کہ اس وقت تک آپ نے کتنی حدیثیں لکھائی ہیں؟ اسمٰعیل صفار نے فرمایا: مجھ کو تو یاد نہیں۔ دارقطنی نے عرض کیا: جناب نے اس وقت تک اٹھارہ حدیثیں لکھوائی ہیں۔ پہلی حدیث فلان عن فلان ہے' دوسری حدیث فلان عن فلان ہے۔ تیسری فلان عن فلان ہے۔ اسی طرح اٹھارہ حدیثوں کی پوری سندیں مع متونِ حدیث اپنے حفظ سے زبانی پڑھ کر سنا دیں۔ اسمٰعیل صفار اور تمام حاضرین مجلس ان کی قوتِ حافظہ پر حیران و متعجب رہ گئے۔

ان کے لطائف میں سے ایک یہ ہے کہ ابوالحسن بیضاوی ایک طالب علم کو ان کی خدمت میں احادیث لکھنے کے لئے لائے۔ پہلے تو دارقطنی نے ٹالا مگر جب ابوالحسن بیضاوی نے اصرار کیا تو دارقطنی نے بیس سندیں اس طالب علم کو ایسی لکھوائیں جن میں ہر سند کا متن حدیث یہ تھا کہ نعم الشیء الهدية امام الحاجة (یعنی اپنی حاجت سے قبل کچھ ہدیہ پیش کرنا بہت اچھی بات ہے) دوسرے دن یہ طالب علم کچھ ہدیہ لے کر حاضر ہوا تو سترہ سندیں لکھوائیں اور ان سب کا متن یہ تھا کہ اذا اتاکم کریم قوم فاکرموه یعنی جب تمہارے پاس کسی قسم کا معزز آدمی آئے تو اس کی عزت کرو۔

اس واقعہ سے دارقطنی کے تبحر علمی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے چنانچہ حاکم و خطیب بغدادی وغیرہ فن حدیث کے بڑے بڑے اماموں نے دارقطنی کے علم و فضل کی وسعت اور علمی مہارت کی شہادت دی ہے۔ دارقطنی صاحب تصانیف بھی ہیں اور ان کی کتابوں میں سنن دارقطنی بہت مشہور و معروف ہے۔

8 ذوالقعدہ بروز جمعرات 385ھ کو ان کی وفات ہوئی۔ حافظ ابونصر بن ماکولا محدث کا بیان ہے کہ میں نے ان کی وفات کے بعد خواب دیکھا کہ میں نے فرشتوں

سے ملاقات کی اور دارقطنی کا حال پوچھا: آخرت میں ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرشتوں نے جواب دیا: جنت میں ان کا لقب ''امام'' ہے۔ (بستان المحدثین)

☆ ..... حضرت ذکوان مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوصالح اور لقب سُمّان وزیات ہے۔ یہ تابعی ہیں اور حضرت ابوہریرہ وابوالدرداء وابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں اور ان کے شاگردوں میں زہری و اعمش و عطاء بن ابی رباح جیسے جید و باکمال محدثین ہیں۔

ابن معین وابوحاتم وابوزرعہ وابن سعد وغیرہ حدیث کے اماموں نے ان کی وسعت علم وجلالت شان کی شہادت دی اور ان کو ثقہ وصالح وکثیر الحدیث ومستقیم الروایت لکھا۔ یہ بہت ہی رقیق القلب تھے اور ان پر خوف الٰہی کا بڑا غلبہ تھا۔ اعمش کا بیان ہے کہ یہ اپنی مسجد میں پنج وقتہ لوجہ اللہ اذان دیتے تھے۔ ایک دن امام کے آنے میں تاخیر ہوگئی تو لوگوں نے ان کو امامت کے لئے کھڑا کر دیا۔ قرأت شروع کرتے ہی ان پر اس قدر رقت طاری ہوگئی کہ کثرتِ گریہ سے قرأت نہیں فرما سکے۔

یہ امراء وسلاطین کے نذرانوں سے بے حد متنفر تھے اور دوستوں کے ہدایا وتحائف سے بھی پرہیز فرماتے تھے۔ اپنے ذریعہ معاش کے لئے گھی اور روغنِ زیتون کوفہ میں لاکر فروخت کیا کرتے تھے اسی لئے سمان (گھی والا) اور زیات (روغن زیتون والا) کہلاتے تھے۔ 101ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

☆ ..... حضرت ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابومریم اور نام ونسب ربعی بن حراش بن جحش عبسی ہے۔ کوفہ کے رہنے والے جلیل القدر تابعی ہیں اور علم حدیث میں حضرت عمر وحضرت علی وعبداللہ بن مسعود وابوموسیٰ اشعری وغیرہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد رشید ہیں اور آپ کے شاگردوں میں منصور بن معتمر بہت نامور ہیں جو شعبہ وغیرہ بلند مرتبہ محدثین کے استاد ہیں۔

آپ بہت ہی متقی، عبادت وریاضت میں ممتاز اور صاحب کرامات تھے۔ زندگی

پھر کبھی کوئی جھوٹ آپ کی زبان پر نہیں آیا۔ آپ کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ آپ نے قسم کھائی تھی کہ میں اس وقت تک نہیں ہنسوں گا جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ میں جنتی ہوں۔ چنانچہ تمام عمر میں کبھی نہیں ہنسے مگر انتقال کے بعد آپ کو غسل دینے والوں کا بیان ہے ک جب تک ہم لوگ انہیں غسل دیتے رہے وہ برابر لگا تار مسکرا مسکرا کر ہنستے رہے۔ 101ھ یا104ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (نووی وتہذیب التہذیب)

☆......حضرت ربیع بن حراش رحمۃ اللہ علیہ' یہ مذکورہ بابا ربعی بن حراش کے بھائی ہیں۔ یہ بھی محدث ہیں اور صلاح وتقویٰ میں ممتاز' صاحب عبادت وکرامت بزرگ تھے۔ انہوں نے بھی اپنے بھائی کی طرح قسم کھائی تھی کہ جب تک مجھے یقین نہ ہو جائے کہ میرا ٹھکانہ جنت میں ہے میں ہرگز نہیں ہنسوں گا چنانچہ یہ بھی عمر بھر کبھی نہیں ہنسے مگر وفات کے بعد غسال نے غسل دینے کے لئے آپ کو تخت پر لٹایا تو یہ سب کے سامنے مسکراتے رہے اور ہنستے رہے اور حاضرین ان کی اس کرامت پر حیران ہو کر تعجب کرتے رہے۔ ان کے ایک بھائی کا نام مسعود بن حراش ہے۔ یہ بھی محدث وصاحب کرامت تھے۔ ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ وفات کے بعد انہوں نے دفن سے کچھ پہلے لوگوں سے بات چیت کی۔

غرض ربعی بن حراش و ربیع بن حراش و مسعود بن حراش تینوں بھائی محدث و باکرامت صاحب ولایت تھے۔ (نووی وطبقات شعرانی)

☆......حضرت ربیع بن صبیح سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوبکر اور وطن بصرہ ہے۔ انہوں نے علم حدیث حسن بصری وحمید طویل وثابت بنانی وغیرہ سے سیکھا اور ان سے علمی استفادہ کرنے والوں میں امام ابوداؤد عبداللہ بن مبارک ووکیع جیسے باکمال ائمہ حدیث ہیں۔

یہ بہت بہادر اور بڑے زبردست مجاہد بھی تھے۔ محمد بن مثنیٰ وابن سعد کا بیان ہے کہ یہ سندھ کے جہاد میں شریک ہوئے تھے اور سمندر میں 160ھ میں ان کی وفات ہوئی

اور ایک جزیرہ میں مدفون ہوئے۔ بہت نیک و صالح محدث اور اعلیٰ درجہ کے عبادت گزار بزرگ تھے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ بصرہ کے بے نظیر زاہد اور بے مثال عابد تھے۔ رات کو ان کے گھر سے تلاوت کی کثرت اور تہجد کے باعث شہد کی مکھی کے چھتوں کی سی آواز آیا کرتی تھی۔ گھر میں بچہ بچہ عابد شب زندہ دار و تہجد گزار تھا۔

(تہذیب التہذیب)

☆...... حضرت ربیع بن نافع حلبی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوتوبہ ہے اور انہوں نے طرطوس کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ ابواسحٰق فرازی و معاویہ بن سلام و سفیان بن عیینہ وغیرہ محدثین کے حلقہ درس میں علم حدیث پڑھا اور امام ابوداؤد صاحب السنن ان کے خاص الخاص شاگرد ہیں اور امام بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ بھی بالواسطہ ان کے تلامذہ میں سے ہیں۔ ابوحاتم نے ان کو ثقہ و صادق و حجت فرمایا اور امام ابوداؤد کا بیان ہے کہ لمبی لمبی حدیثیں انہیں خوب یاد تھیں۔

یہ ہمیشہ ننگے پاؤں چلتے پھرتے تھے۔ عمر بھر کبھی جوتی نہیں پہنی اور ٹوپی بہت اونچی پہنتے تھے اور ان کے بارے میں عوام و خواص کا یہ قول تھا کہ یہ صاحب کرامت ولی اور ابدال میں سے ہیں۔ 241ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)



# (45)

# بارگاہ محبوب حقیقی کے نظارے

میدان عرفات میں شب کا آخری حصہ تھا۔ حجاج کرام سے سارا میدان بھرا پڑا تھا۔ حضرت ابوعبداللہ جوہری رحمۃ اللہ علیہ شب بیداری کے بعد تھوڑی دیر کے لئے سو گئے۔ خواب دیکھا کہ آسمان سے دو فرشتے نازل ہوئے۔ پہلا فرشتہ بولا: اس سال کتنے لوگوں نے حج کیا۔

دوسرا فرشتہ: چھ لاکھ انسانوں نے مگر ان میں سے صرف چھ کا حج قبول ہوا۔ شیخ جوہری نے سنا تو انہیں نہایت دکھ ہوا اور انہوں نے چاہا کہ اپنے منہ پر طمانچے لگائیں اور زور زور سے اپنی حرماں نصیبی پر ماتم کریں۔ اتنے میں مزید سنا۔ دوسرا فرشتہ بولا: جن لوگوں کا حج مقبول نہیں ہوا۔ رب تعالیٰ نے ان کے حق میں کیا فیصلہ فرمایا؟ پہلا فرشتہ: کریم نے ان پر نظر کرم فرمائی۔ اس نے چھ مقبولوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ بخش دیئے اور چھ کے صدقے میں چھ لاکھ کا حج قبول فرمالیا۔ اس کا فضل بے نہایت اور اس کی عطا بے شمار ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔

☆ ...... حضرت علی بن موفق کا یہ ساٹھواں حج تھا۔ حرم شریف میں تھے ان کے ذہن میں خیال آیا کہ کب تک حج کے لئے ہر سال ویرانوں اور جنگلوں کی خاک چھانو گے۔ اتنے میں نیند کا غلبہ ہوا۔ سو گئے اور کسی پکارنے والے کی آواز سنی۔

''اے موفق کے فرزند! تم اپنے گھر اسی کو تو بلاتے ہو جسے دوست رکھتے ہو تو اس کے لئے مژدہ جسے اس کے مولا نے دوست رکھا اور اپنے گھر بلا کر مقام بلند سے سرفراز

کیا۔"

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے خانہ کعبہ کے پاس ایک جوان کو دیکھا جو پیہم نماز پڑھتا اور رکوع وسجود کرتا چلا جا رہا تھا' رکنے کا نام ہی نہ لیتا۔ انہوں نے پاس جا کر کہا تم بہت نماز پڑھتے چلے جا رہے ہو۔ جواب دیا میں از خود کیسے واپس ہو جاؤں' انتظار ہے کہ اجازت ملے تو جاؤں۔ شیخ ذوالنون مصری فرماتے ہیں اتنے میں میں نے دیکھا کہ اس جوان کے اوپر ایک رقعہ گرا جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ خط خدائے عزیز و غفار کی جانب سے اس بندہ شاکر و مخلص کے لئے ہے واپس جا تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف ہیں۔

☆......ایک بزرگ کا بیان ہے کہ وہ خانہ کعبہ کے پاس تھے' انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص کپڑے میں منہ چھپائے ہوئے چاہ زمزم کے پاس گیا' اپنی ایک چھاگل میں آب زمزم نکال کر پیا۔ کہتے ہیں کہ اس کا بچا ہوا پانی میں نے لے کر پیا تو اس میں مجھے ایسے شہد آمیز پانی کا مزہ ملا جس سے عمدہ کبھی مجھے میسر ہی نہ ہوا۔ اس کے بعد نظر پھیری تو وہ جا چکے تھے۔

دوسرے روز یہ چاہ زمزم کے پاس ان کے انتظار میں بیٹھے رہے' آج بھی دیکھا کہ وہ بزرگ چہرے پر کپڑا اڈالے ہوئے تشریف لائے اور ایک ڈول سے پانی نکال کر پیا۔ کہتے ہیں ان کا بچا ہوا پانی آج جو میں نے پیا تو اس میں شکر ملے ہوئے دودھ کا نادر و نایاب ذائقہ تھا۔ فرماتے ہیں میں نے آج تک زندگی میں اس قدر لذیز مشروب کبھی نہیں پیا جتنا لذیز اس مرد خدا کا بچا ہوا زمزم شریف تھا۔ (بزم اولیاء)

## کعبہ روحانیوں کا مرکز:

حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ کے ولی کا لوگوں سے خلط ملط رکھنا باعث ذلت ہے اور لوگوں سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہنا اس کے لئے باعث عزت ہے۔ یہ مقرب طبقہ خلق سے متنفر تنہا رہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن صالح

مشغول بحق تھے۔ فضل الٰہی ان کے شامل حال تھا۔ لوگوں سے بچنے کے لئے ایک شہر چھوڑ کر دوسرے شہر کا رخ کیا کرتے تھے حتیٰ کہ مکہ مکرمہ پہنچے' وہاں بہت روز رہے۔ حضرت سہل بن عبداللہ نے پوچھا: "یہاں تو آپ کا قیام کافی دنوں رہا۔" فرمایا کیوں نہ ہو اس جیسا کوئی شہر میں نے دیکھا ہی نہیں جہاں اس سے زیادہ نزول ورحمت و برکت ہوتا ہو یہاں صبح و شام فرشتوں کی آمد رہتی ہے' اس شہر مبارک میں میں نے بے شمار عجائبات دیکھے ہیں۔ میں یہاں فرشتوں کو مختلف صورتوں میں مصروف طواف دیکھتا ہوں۔ جو کچھ بھی دیکھتا ہوں ذکر کروں تو ناقص الایمان لوگ باور نہ کریں۔

حضرت سہل نے عرض کیا "ان کے احوال کے بارے میں کچھ مجھے افادہ فرمائیں۔" ارشاد فرمایا: "کوئی ولی کامل ایسا نہیں جو مکہ مکرمہ میں شب جمعہ نہ آتا ہو' میں نے یہاں اسی لئے قیام کیا ہے۔ میں ان اولیاء کے عجائب کا نظارہ کرتا ہوں۔ میں نے مالک بن قاسم جیلی رحمۃ اللہ علیہ ولی اللہ کو دیکھا' وہ تشریف لائے تو ان کے ہاتھ پر کھانے کا اثر تھا۔ میں نے پوچھا: آپ ابھی کھانا کھا کر آرہے ہیں' کہنے لگے: استغفر اللہ! ایک ہفتہ سے میں نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں نے اپنی والدہ کو ان ہاتھوں سے کھانا کھلایا اور نماز فجر میں شرکت کے لئے تیزی سے آیا۔ ان کے گھر سے یہاں تک کا فاصلہ نوسو فرسخ تھا' تمہارا اس پر ایمان ہے؟" حضرت سہل نے کہا: جی ہاں! فرمایا اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے ایک مرد مومن سے ملایا۔ راوی بیان فرماتے ہیں: نوسو فرسخ کی ایک سوسترہ منزلیں ہوتی ہیں جو تین ماہ 27 روز کی مسافت ہے' موجودہ حساب سے تین ہزار کلومیٹر سمجھئے۔

ایک صاحب باطن نے خانہ کعبہ کے گرد انبیاء و اولیاء اور فرشتوں کی زیارت کی ہے۔ یہ اکثر شب جمعہ میں تشریف لاتے ہیں۔ اسی طرح شب دوشنبہ و شب پنجشنبہ کو کی۔ بزرگ نے انبیاء اور اولیاء علیہم السلام ورضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک بڑی تعداد شمار کرائی اور اس مقام کا بھی ذکر کیا جہاں وہ حضرات اپنے اہل قرابت اور احباب کے ہمراہ

تشریف فرما ہوتے ہیں۔ انہوں نے حضور انور سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جن کے جلو میں اولیاء اللہ کی اتنی بڑی تعداد ہوتی ہے جس کا علم خدائے تعالیٰ ہی کو ہے۔

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد خانہ کعبہ میں مقام ابراہیم کے مقابل جمع ہوتے ہیں۔ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام اور کچھ انبیاء علیہم السلام رکن یمانی و رکن شامی کے درمیانی حصہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کچھ دوسرے انبیاء علیہم السلام حجر اسود کی طرف بیٹھتے ہیں اور اسی جگہ فرشتوں کی ایک جماعت کو دیکھا، حضور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کے پاس مع صحابہ و اولیاء تشریف فرما ہوتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ حضرت ابراہیم و عیسیٰ علیہما السلام تمام نبیوں سے زیادہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیار فرماتے ہیں:

**یعرف ذلك من له الاطلاع على الاخبار والاثار بل يفهم ذلك من القران** ۔ (روض الریاحین)

# الکلمة الطیبة

# (46)

# جود وسخا کے حیران کن مناظر

جنگ حنین کے مالِ غنیمت میں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان بن حرب کو سو اونٹ عطا فرمائے۔ اس نے کہا: میرے بیٹے یزید کو بھی کچھ مرحمت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی سو اونٹ دے دیئے۔ اب وہ کہنے لگا: میرے بیٹے معاویہ کو بھی کچھ عطا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی سو اونٹ عطا فرما دیئے۔ ہر ایک کو چھ چھ کلو چاندی بھی دی۔ گویا تنہا ابوسفیان کو اس کے بیٹوں سمیت تین سو اونٹ اور اٹھارہ کلو چاندی ملی۔ صفوان بن امیہ کو سو اونٹ ملے' پھر دوبارہ سو' پھر سہ بارہ سو' گویا تین سو اونٹ دیئے گئے۔ حارث بن کلدہ کو سو اونٹ عطا ہوئے۔ بنی سلیم کا شاعر عباس بن مرداس آیا اس کو سو کی بجائے پچاس اونٹ ملے تو اس نے قصیدہ پیش کر دیا جس میں بڑے بڑے سرداروں کا ذکر کیا جن کو سو سو اونٹ عطا کیے گئے تھے۔ اس نے بتایا کہ وہ اور ان کے آباء واجداد عزت و شرف میں ایک جیسے تھے۔ ان کو مزید پچاس اونٹ مل گئے۔ بعض دیگر سرداروں کو پچاس' پچاس اور بعض کو چالیس چالیس اونٹ ملے۔ حتیٰ کہ لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بے دریغ خرچ کرتے ہیں کہ انہیں فقر کا اندیشہ ہی نہیں ہوتا۔ (مؤلفۃ القلوب) کو دینے کے بعد حضرت زید بن ثابت کو مالِ غنیمت کی تقسیم کا حساب لگانے پر مامور کیا گیا۔ ہر مجاہد کے حصے میں چار چار اونٹ اور چالیس چالیس بکریاں آئیں۔ شہسواروں میں سے ہر ایک کو بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں ملیں۔

عصر کی نماز ادا فرمائی تو مالک بن عوف نصری اپنے ہمراہیوں کے ساتھ آ پہنچا۔ یہ کل تک اپنی فوج کا کمانڈر انچیف تھا' شاعر تھا' خطیب تھا اور اپنے قبیلہ ہوازن کا سردار تھا مگر آج اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عاجزی کے کھڑا ہوا تھا۔ کہنے لگا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اور پھر اشعار پڑھنے کی اجازت طلب کی جو دے دی گئی۔ ان اشعار میں اللہ کے رسول کی مدح اور تعریف تھی۔ آپ نے ان اشعار کو استحسان کی نگاہ سے دیکھا اور فرمایا: مَاذَا تُرِيْدُ يَا مَالِكُ؟ ''مالک کیا چاہتے ہو؟'' اس نے کہا: میں اپنے قیدی' لونڈیاں' بچے اور مال و دولت (جو چھوڑ کر بھاگا تھا) لینا چاہتا ہوں۔

ارشاد ہوا دونوں میں سے ایک چیز اختیار کر لو۔ مال و دولت یا عورتیں اور بچے۔ اس نے کہا: عزت و ناموس کے مقابلے میں کوئی چیز افضل نہیں۔ صحابہ کو حکم دیا کہ ان کی عورتیں اور بچے واپس کر دو۔ بعض بدو سرداروں نے انکار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا: جس میں عفو و درگزر کا ذکر تھا پھر فرمایا: میں اپنا اور بنی عبدالمطلب کا حصہ واپس کرتا ہوں۔ دوسرے لوگوں نے بھی یکے بعد دیگرے عورتیں اور بچے واپس کر دیئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے قیدیوں کو ایک ایک قبطی چادر عطا فرما کر واپس بھیج دیا۔

پھر آپ نے جعرانہ ہی سے عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ ادا کیا۔ عتاب بن اسید کو مکہ کا والی مقرر فرمایا۔ 24 ذی القعدہ 8 ہجری کو مدینہ منورہ واپسی ہوئی۔

(ملخص من السیرۃ النبویۃ لابن ہشام 4/141-146' و تاریخ اسلام 2/602-609)

# (47)

## مثالی دورِ خلافت

حضرت سیّدنا سہل بن یحییٰ الروزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد جب حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دفن کر دیا اور قبرستان سے واپس آنے لگے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سواری پیش کی گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: "یہ کیا ہے؟" عرض کیا گیا "یہ وہ سواری ہے جس پر خلفاء سوار ہوا کرتے ہیں' چونکہ اب آپ ہی ہمارے خلیفہ ہیں لہٰذا شاہی سواری حاضر خدمت ہے' قبول فرمایئے۔"

یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اسے مجھ سے دور کر دو' میرے لئے میرا خچر ہی کافی ہے۔" چنانچہ آپ شاہی سواری کو چھوڑ کر اپنے خچر پر سوار ہو گئے اور پھر ایک خادم آیا اور عرض کی "حضور! چلئے' میں آپ کے خچر کی لگام پکڑ کر ساتھ ساتھ چلتا ہوں۔" آپ نے اس سے بھی انکار فرما دیا اور خود ہی اپنے خچر پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے اور لوگوں سے فرمایا: "تم مجھے عجیب و غریب مخلوق نہ سمجھو' میں تمہاری ہی طرح ایک عام مسلمان ہوں' مجھے اپنے جیسا ہی سمجھو۔"

سب لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں داخل ہوئے اور منبر پر چڑھ کر خطبہ دینے لگے۔ تمام لوگ جمع ہو گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سننے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اے لوگو! میرے کندھوں پر خلافت کا بارِ گراں رکھ دیا گیا ہے مگر میں اسے سرانجام دینے کی طاقت نہیں رکھتا لہٰذا جس نے میری

بیعت کی ہے میں اسے اختیار دیتا ہوں کہ وہ میرے علاوہ جس کے ہاتھ پر چاہے بیعت کر لے میں یہ خلافت قبول نہیں کرتا لہٰذا مسلمانوں میں سے تم جسے چاہو اپنا خلیفہ مقرر کر لو۔" جب لوگوں نے یہ سنا تو ان کی چیخیں بلند ہونے لگیں اور سب نے بیک زبان کہا: "اے عمر بن عبدالعزیز! ہم نے آپ ہی کو خلیفہ مقرر کیا' ہم آپ سے راضی ہیں' ہم سب آپ ہی کی خلافت پر متفق ہیں۔ آپ اللہ کا نام لے کر امورِ خلافت سرانجام دیں' اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے گا۔" جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کی یہ عقیدت دیکھی اور آپ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ لوگ بخوشی میری خلافت قبول کرنے پر آمادہ ہیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے کے بعد لوگوں سے کچھ اس طرح مخاطب ہوئے "اے لوگو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں' تم تقویٰ اختیار کرو اور اپنی آخرت کے لئے اعمال صالح کرو۔ بے شک جو شخص آخرت کے لئے نیک اعمال کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دنیوی حاجات کو خود پورا فرمائے گا۔

اے لوگو! تم اپنے باطن کی اصلاح کی کوشش کرو' اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر کی اصلاح فرمائے گا۔ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو اور موت سے پہلے اپنے لئے اعمال صالحہ کا خزانہ اکٹھا کر لو' موت تمام لذات ختم کر دے گی۔ اے لوگو! تم اپنے آباؤ اجداد کے احوال میں غور و فکر کیا کرو وہ بھی دنیا میں آئے اور زندگی گزار کر چلے گئے اسی طرح تم بھی چلے جاؤ گے۔ اگر تم ان کے احوال کو یاد نہ رکھو گے تو موت تمہارے لئے بہت سختی کا باعث ہو گی لہٰذا موت سے پہلے موت کی تیاری کر لو۔

اور بے شک یہ امت مسلمہ اپنے رب' اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی کتاب قرآن مجید کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑا نہیں کرے گی' اس مسئلے میں ان کے درمیان اختلاف نہ ہو گا بلکہ ان کے درمیان عداوت و فساد تو درا ہم و دنانیر کی وجہ سے ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں کسی ایک کو بھی ناحق کوئی چیز نہ دوں گا اور حق دار کو اس کا حق

ضرور دوں گا۔"

پھر آپ نے مزید فرمایا: "اے لوگو! جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے، تم پر اس کی اطاعت واجب ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرے اس کی اطاعت ہرگز نہ کرو۔ جب تک میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا رہوں اس وقت تک تم میری اطاعت کرنا، اگر تم دیکھو کہ (معاذ اللہ) میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کر رہا تو اس معاملے میں تم میری ہرگز اطاعت نہ کرنا۔"

یہ خطبہ دے کر آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ اپنا مال و دولت اور تمام کپڑے وغیرہ منگوائے اور انہیں بیت المال میں جمع کرا دیا، پھر تمام شاہی لباس جو خلفاء کے لئے تھے اور تمام آرائشی چیزیں منگوائیں اور حکم دیا کہ ان کو بیچ کر بیت المال میں جمع کرا دو۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہوئی اور تمام رقم مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کر دی گئی۔

آپ دن رات لوگوں کے مسائل حل کرنے میں مصروف رہتے۔ کبھی تو ایسا بھی ہوتا کہ آرام کے لئے بالکل وقت نہ ملتا اور آپ لوگوں کے مسائل کی وجہ سے آرام کو ترک کر دیتے۔ ایک دن ظہر کی نماز سے قبل بہت زیادہ تھکاوٹ محسوس ہونے لگی تو کچھ دیر قیلولہ کرنے کے لئے کمرے میں تشریف لے گئے، ابھی آپ لیٹے ہی تھے کہ آپ کے صاحبزادے حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے "اے امیر المومنین! آپ یہاں کیسے تشریف فرما ہیں؟" آپ نے فرمایا: "مجھے مسلسل بے آرامی کی وجہ سے بہت زیادہ تھکاوٹ ہو رہی تھی اس لئے کچھ دیر کے لئے آرام کی غرض سے آیا ہوں۔" تو آپ کے صاحبزادے نے کہا: "حضور! لوگ آپ کے منتظر ہیں اور مظلوم اپنی فریاد لے کر حاضر ہیں اور آپ یہاں آرام فرما ہیں۔" آپ فرمایا: "میں ساری رات نہیں سو سکا اب تھوڑی دیر آرام کر کے ظہر کے بعد لوگوں کے مسائل حل کروں گا۔" تو آپ کے عظیم صاحبزادے نے کہا: "اے امیر المومنین! کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ ظہر تک زندہ رہیں

گے؟

آپ نے جب اپنے لخت جگر کا فکر آخرت سے بھرپور یہ جملہ سنا تو فرمایا: ''اے میرے بیٹے! میرے قریب آؤ۔'' جب وہ قریب آئے تو آپ نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمانے لگے: ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے ایسی اولاد عطا فرمائی جو دین کے معاملہ میں میری مدد کرتی ہے۔''

پھر آپ فوراً ہی آرام کیے بغیر تشریف لائے اور اعلان کروا دیا کہ جس کا کسی پر کوئی حق ہے یا جس کو کوئی مسئلہ درپیش ہے وہ آ جائے' میں اسے اس کا حق دلواؤں گا اور اس کے مسائل حل کروں گا۔ تھوڑی دیر میں ایک ذمی کافر آیا اور کہنے لگا: ''میں حمص سے آیا ہوں اور آپ سے کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ چاہتا ہوں۔'' آپ نے پوچھا: ''آخر تمہارا معاملہ کیا ہے؟ تم کس بات کا فیصلہ چاہتے ہو؟'' وہ ذمی جواباً کہنے لگا: ''عباس بن ولید نے میری زمین مجھ سے غصب کر لی ہے۔'' عباس بن ولید بھی اسی مجلس میں موجود تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا: ''اے عباس! تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟'' عباس بن ولید کہنے لگے: ''حضور! یہ زمین مجھے امیر المومنین ولید بن عبدالملک نے دی تھی' ان کی لکھی ہوئی سند میرے پاس موجود ہے۔'' پھر آپ نے ذمی سے فرمایا: ''اے ذمی! تو اس بارے میں کیا کہتا ہے؟ اس کے پاس تو زمین کی ملکیت کی سند ولید بن عبدالملک کی طرف سے موجود ہے جس کے مطابق یہ زمین عباس کی ملکیت میں ہے۔'' ذمی کہنے لگا: ''اے امیر المومنین! میں آپ سے کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ چاہتا ہوں۔'' امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: ''ولید بن عبدالملک کی کتاب (سند) کی بجائے کتاب اللہ زیادہ لائق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ لہٰذا اے عباس! تو یہ زمین اس ذمی کو واپس کر دے۔ چنانچہ آپ نے وہ زمین عباس بن ولید سے لے کر اس ذمی کو دلوائی' تب آپ کو قرار حاصل ہوا۔ اسی طرح جو بھی جائداد اور زمین وغیرہ شاہی خاندان کے پاس ناحق موجود تھی وہ سب کی سب آپ نے ان کے حق داروں کو

واپس کرا دی، جن لوگوں کے اموال ناحق مقبوض تھے سب ان کو واپس کر دیئے گئے۔ آپ نے انتہائی عدل وانصاف کا مظاہرہ کیا اور شاہی خاندان کے پاس کوئی چیز بھی ایسی نہ چھوڑی جس پر کسی دوسرے کا حق ثابت ہو رہا ہو۔

جب آپ کے عدل وانصاف پر مبنی ان فیصلوں کی خبر عمر بن ولید بن عبدالملک کو پہنچی تو اس نے آپ کی طرف ایک مکتوب بھیجا اور آپ کو بہت زیادہ سخت الفاظ میں مخاطب کیا۔ چنانچہ اس نے لکھا:

''اے عمر بن عبدالعزیز! تم نے اپنے سے پہلے تمام خلفاء پر عیب لگایا ہے اور تم حد سے تجاوز کر گئے ہو، تم نے بغض وعناد کی وجہ سے اپنے پہلوں کے طریقے کو چھوڑ دیا ہے اور ان کے خلاف چل رہے ہو، تم نے قریش اور ان کی اولاد کی میراث کو جبراً بیت المال میں داخل کر کے اللہ کی نافرمانی کی ہے اور قطع رحمی سے کام لیا ہے۔ اے عمر بن عبدالعزیز! اللہ سے ڈرو اور اس بات کا خیال کرو کہ تم ظلم وزیادتی سے کام لے رہے ہو، اے عمر بن عبدالعزیز! ابھی تمہارے پاؤں صحیح طور پر تخت خلافت پر جمے نہیں اور تم نے ایسے سخت فیصلے کرنا شروع کر دیئے ہیں۔ یاد رکھو! تم اللہ کی نگاہ میں ہو جو بہت جبار وقہار ہے۔''

جب حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز کو یہ خط ملا تو آپ نے اس کو پڑھ کر اسی انداز میں اسے عدل وانصاف اور جراَتِ ایمانی سے بھرپور خط روانہ کیا جس کا مضمون کچھ اس طرح تھا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اللہ کے بندے عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے عمر بن ولید کو۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور سلام ہو تمام رسولوں پر۔

اما بعد! اے عمر بن ولید! مجھے تمہاری طرف سے جو مکتوب ملا ہے اس کا جواب اسی انداز میں لکھ رہا ہوں۔ اے عمر بن ولید! تو ذرا اپنے آپ کو پہچان کہ کس کی اولاد ہے؟ تو ایک ایسی لونڈی کے بطن سے پیدا ہوا تھا جسے ذبیان بن دیان نے خرید تھا اور اس کی

قیمت بیت المال سے ادا کی تھی پھر اس نے وہ لونڈی تیرے والد کو تحفۃً دے دی تھی اور اب تو اتنا شدید وسخت بن رہا ہے اور تو گمان کر رہا ہے کہ میں نے حدود اللہ نافذ کر کے ظلم کیا ہے۔ یاد رکھ! وہ زمین اور جائیداد جو تمہارے خاندان والوں کے پاس ناحق تھی وہ میں نے ان کے حق داروں کو دے کر ظلم نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ ظالم تو وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کا لحاظ نہ رکھا اور جس نے ایسے لوگوں کو گورنر اور بلند حکومتی عہدے دیئے جو صرف اپنے اہل خانہ اور اپنی اولاد کا بھلا چاہتے تھے اور مسلمانوں کی مشکلات اور ان کے حقوق سے انہیں کوئی غرض نہ تھی اور وہ اپنی مرضی کے فیصلے کرتے تھے۔ اے عمر بن ولید! تجھ پر اور تیرے باپ پر بہت زیادہ افسوس ہے بروزِ قیامت تم دونوں سے حق مانگنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی' اس دن لوگ تم سے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے اور مجھ سے زیادہ ظالم تو حجاج بن یوسف تھا جس نے ناحق خون بہایا اور مالِ حرام پر قبضہ کیا اور مجھ سے زیادہ ظلم ونافرمان تو وہ شخص تھا جس نے اللہ تعالیٰ کی حدود قائم کرنے کے لئے قرہ بن شریک جیسے شخص کو مصر کا گورنر مقرر کیا حالانکہ وہ نرا جاہل تھا' اس نے شراب کو عام کیا اور آلاتِ لہو ولعب کو خوب پروان چڑھایا۔

اے عمر بن ولید! تمہیں مہلت ہے کہ جن جن کا حق تم پر ہے جلد ان کو واپس کر دو ورنہ تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے پاس جو بھی ایسا مال ہے کہ اس میں کسی غیر کا حق شامل ہے تو میں اسے حق داروں میں تقسیم کر دوں گا اور اگر تم غور وفکر کرو تو تمہارے اموال میں بہت سارے لوگوں کا حق شامل ہے۔ اگر دنیا وآخرت کی بھلائی چاہتے ہو تو دوسروں کے حق واپس کر دو۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْنَا وَلَا سَلَامُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ یعنی ہم پر سلامتی ہو اور ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی نہ ہو۔

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی سیرت وکردار سے آپ کے دشمن بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور انہوں نے بھی اعتراف کیا کہ یہ مردِ مجاہد واقعی خلافت کے

لائق ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ آپ کی جان کے درپے تھے' انہوں نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کی اچھی سیرت اور کردار سے متاثر ہو کر اپنے ارادوں کو ترک کر دیا۔ خوارج بھی آپ سے دشمنی رکھتے تھے اور آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے لیکن جب ان کو آپ کی سیرت اور طرزِ حکومت کی خبر ہوئی تو انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ ہم ایسے عظیم شخص سے جنگ کریں اور اسے قتل کر دیں' یہ کام ہمیں زیب نہیں دیتا' لہٰذا وہ اپنے اس مذموم فعل سے باز رہے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ نہایت عدل و انصاف سے امورِ خلافت انجام دیتے رہے۔ (عیون الحکایات)



# (48)

## یادِ اُو سرمایۂ ایماں بود

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چکی پیسنے کی وجہ سے جو تکلیف پہنچی تھی اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس گئیں تو انہوں نے آپ کو نہ پایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پایا اور ان سے اپنے آنے کی وجہ بیان کی۔ جب آپ تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کی وجہ بیان کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے جب کہ ہم اپنے بستر پر لیٹ چکے تھے میں نے اٹھنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم دونوں اپنی جگہ رہو۔'' اور آپ ہم دونوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم کو ایک ایسی بات سکھاتا ہوں جو تمہاری طلب کردہ چیز سے بدرجہا بہتر ہے جب تم سونے کے لئے اپنے بستر پر جایا کرو تو چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہو اور تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ کہو یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔ (بخاری النفقات باب خادم امراۃ 5362 مسلم 2727)

☆...... حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں) سے منقول ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت نماز فجر کے لئے ان کے پاس سے نکلے اور وہ اپنے مصلیٰ پر بیٹھی ہوئی تھیں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت

کے وقت واپس تشریف لائے وہ اپنی جگہ یعنی مصلیٰ پر بدستور بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر فرمایا: ''جس حالت میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا اسی طرح مسلسل بیٹھی ہوئی ہو؟'' (یعنی صبح کے وقت سے اب تک کہ چاشت کا وقت آ گیا ہے مصلیٰ پر بیٹھی ہوئی اسی طرح ذکر الٰہی میں مشغول ہو) انہوں نے کہا: جی ہاں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ ۔

''میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمے تین مرتبہ کہے ہیں وہ چار کلمے ایسے ہیں کہ اگر ان کو اس چیز سے تولا جائے جس کے کہنے میں تم ابتدا دن سے اب تک مشغول رہی ہو (یعنی ذکر میں) تو یقیناً چار کلمے اس چیز پر بھاری رہیں گے۔ (یعنی ان چار کلموں کا ثواب اس پورے وقت ذکر الٰہی میں تمہاری مشغولیت کے ثواب سے زیادہ ہوگا) اور وہ چار کلمے یہ ہیں:
سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ ۔ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں اس کی مخلوقات کی تعداد کے بقدر اور اس کی ذات کی مرضی کے موافق اور اس کے عرش کے وزن کے مطابق اور اس کے کلموں کی سیاہی کے برابر۔'' (مسلم' الذکر والدعاء' باب التسبیح اول النھار وعند النوم' 2726' الترمذی' 3555)

☆...... سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ''جس نے شام کو تین بار یہ دعا پڑھ لی اسے صبح تک کوئی اچانک مصیبت نہیں آئے گی۔'' وہ دعا یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي

السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ .

''اللہ کے نام سے کہ جس کے نام کی برکت سے کوئی چیز زمین میں ہو یا آسمان میں نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ خوب سنتا ہے اور خوب جانتا ہے۔''

اور جس نے صبح کے وقت تین بار یہ دعا پڑھ لی اسے شام تک کوئی اچانک مصیبت نہیں آئے گی۔ راوی نے بیان کیا کہ اس حدیث کو روایت کرنے والے ابان بن عثمان کو فالج ہو گیا تھا' تو ان سے حدیث سننے والا ان کا شاگرد انہیں تعجب سے دیکھنے لگا (کہ پھر آپ کو یہ فالج کیونکر ہو گیا؟) تو انہوں نے کہا: مجھے دیکھتے کیا ہو؟ اللہ کی قسم! میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جھوٹ نہیں بولا ہے اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا ہے لیکن جس دن مجھے یہ فالج ہوا اس دن غصے میں تھا اور کلمات پڑھنا بھول گیا تھا۔ (سنن ابی داؤد' الادب' باب ما یقول اذا اصبح' 5088' صحیح)

## عرش کا سایہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سات آدمی جنہیں اللہ عرش کا سایہ عطا فرمائے گا:

اِمَامٌ عَادِلٌ ۔عادل حکمران۔

وَشَابٌ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ اللهِ .

وہ نوجوان جس نے جوانی اللہ کی عبادت میں گزار دی۔

وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ .

اور وہ آدمی جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے۔

وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ .

اور وہ دو آدمی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی رکھی اسی بنیاد پر ملے اور اسی پر جدا ہوئے۔

وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اَخَافُ اللهَ .

اور وہ آدمی جس کو حسب و نسب والی خوبصورت عورت نے برائی کی دعوت دی لیکن اس نے کہا: میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَاتَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ ۔

اور وہ آدمی جو اس قدر پوشیدہ طور پر صدقہ کرتا ہے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ دائیں نے کیا خرچ کیا ہے۔

وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ ۔

اور وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں رو دیں۔

(بخاری' الزکاۃ' باب الصدقۃ بالیمین' 1423)

☆......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا کلام بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا اصْطَفَى اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهٖ أَوْ لِعِبَادِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ۔

"وہ کلام جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لئے یا اپنے بندوں کے لئے چن لیا ہے (اور وہ یہ ہے) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔"

(مسلم' الذکر والدعاء' باب فضل سبحان اللہ وبحمدہ' 2731)

## بخت نصر اور دانیال علیہ السلام

بخت نصر' جسے بنوخذ نصر بھی کہتے ہیں۔ 561 تا 604 قبل عیسوی میں پیدا ہوا ہے۔ یہ بابل کا بادشاہ تھا' اہل مصر کو تاخت و تاراج کرتا ہوا یروشلم (بیت المقدس) تک پہنچا' اسے جلا کر خاکستر بنا دیا اور یہودا کے باسیوں کو بابل کی جانب جلاوطن کر دیا۔ المنجد۔ یہ ایسا بادشاہ تھا جس نے شام کی طرف سے بیت المقدس میں قدم رکھا۔ آتے ہی بنی اسرائیل کو قتل کرنا شروع کر دیا اور بیت المقدس کا شہر زبردستی چھین لیا اور بنی اسرائیل کے بچوں کو قید کر لیا' ان قیدیوں میں دانیال علیہ السلام بھی تھے۔ ادھر دانیال نبی ہیں۔

عہد قدیم کے سفروں میں صاحب سفر ہیں۔ عہد قدیم والے نے تو ان کی نبوت کا انکار کیا ہے۔ دوسری جانب مسیح علیہ السلام کے مقلدین نے ان کو چار کبار انبیائے کرام علیہم السلام میں شمار کیا ہے۔ (المنجد) البدایہ والنہایہ ج 2 ص 36 تا 38..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی قبر کو اس وقت معلوم کیا تھا جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان علاقوں کو فتح کیا تھا۔ بعد ازاں مختلف قبریں کھود کر ان کی میت کو دوبارہ کسی ایک قبر میں چھپا دیا گیا تا کہ مشرکوں کی غلط اظہارِ عقیدت کا مرکز نہ بن جائے۔

بخت نصر بادشاہ کو نجومیوں اور اہل علم نے یہ بتا دیا تھا کہ فلاں رات کو ایک لڑکا یعور نامی پیدا ہوگا جو تیری سلطنت میں فساد پیدا کرے گا۔

بخت نصر نے کہا: اس رات جو بچہ بھی پیدا ہوگا میں اسے قتل کروا دوں گا۔ دانیال کو پکڑ کر (جو معصوم قیدیوں میں سے تھا) شیر کی کچھاڑ میں ڈال دیا کہ وہ اسے چیر پھاڑ ڈالے گا لیکن معاملہ اس کے برعکس ہوا کہ شیر اور شیرنی دونوں دانیال کو پیار سے چاٹتے رہے اسے ذرہ برابر نقصان نہ پہنچایا۔ دانیال کی والدہ آئیں دیکھا کہ شیر اور شیرنی اس سے پیار کر رہے ہیں تو اس نے بچہ اٹھالیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے دانیال کو بچالیا۔

ابن ابی دنیا نے حسن سند سے بیان کیا ہے کہ اس بستی کے واقفان حال نے کہا ہے کہ دانیال نے اپنی انگوٹھی کے نگینہ میں اپنی تصویر بنا رکھی تھی اور چاٹنے والے شیر اور شیرنی کا انداز محبت بھی اس میں نقش کر لیا تھا کہ بچپن میں اللہ تعالیٰ نے جو انعام کیا تھا اسے بھول نہ جاؤں۔ (البدایۃ والنہایۃ 2/41-42 بحوالہ ابن ابی الدنیا وقال ابن کثیر اسنادہ حسن)

☆..... ایک روایت میں ہے (کہ یہ بڑی عمر کا واقعہ ہے) موسیٰ علیہ السلام سے طویل مدت کے بعد بنی اسرائیل کے ایک نبی تھے جن کا نام دانیال تھا ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی۔ بادشاہ نے ان کو گرفتار کر لیا اور ایک کنویں میں بھوکے شیر کے سامنے ان کو پھینک دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر ان کے حسن توکل کی آزمائش کر لی اور پرکھ لیا کہ یہ میرے پاس جو ہے اسی پر صبر و قناعت کیے ہوئے ہیں تو شیروں کا منہ موڑ دیا

اور دانیال ان کی کمر پر سوار ہو گئے مگر وہ شیر تابع ہیں ایک ذرّہ برابر ضرر نہیں پہنچا رہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارمیاء (ارمیاء بنی اسرائیل کے چار بڑے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے یہودا کی مملکت کے خاتمے سے پہلے نبوت کا اعلان کیا تھا اور اس وقت کے بادشاہوں کی ستم روانیوں کو برداشت کرتے رہے تھے)

نبی شام سے بھیجا تاکہ دانیال کو اس مصیبت سے رہائی دلائیں اور جو انہیں ہلاک کرنا چاہتا ہے یہ اسے تباہ کر دیں۔

سیّدنا عبداللہ بن ابی ہذیل کہتے ہیں:

بخت نصر نے دو شیر بھوکے رکھے' پھر انہیں ایک کنویں میں ڈالا اور پھر دانیال کو لایا۔ انہیں ان کے پاس پھینک دیا۔ اللہ کی قدرت وہ دونوں شیر ذرہ برابر ہیجان میں نہ آئے حالانکہ بھوکا ہونے کی وجہ سے انہیں غیظ وغضب کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی بوٹی بوٹی نوچ لینی چاہئے تھی مگر جتنی دیر اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی دانیال وہاں ٹھہرے' پھر انسانوں کی طرح انہیں کھانے پینے کی اشتہاء ہوئی تو اللہ نے ارمیاء نبی کو وحی کی حالانکہ وہ وہاں سے دور شام کے علاقہ میں تھے کہ دانیال کے لئے کھانا پینا تیار کرو۔ ارمیاء عرض کناں ہوئے۔ میرے پروردگار! میں شام کی سرزمین مقدس میں ہوں' دانیال سرزمین بابل میں ہیں جو کہ عراق میں ہے وہاں رسائی کیسے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہمارے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جو کچھ کہا ہے اسے تیار کریں سواری کا بندوبست ہم خود کریں گے' جو تجھے اور تیار کھانے کو اٹھا لے جائے گی' تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سواری کا انتظام کر دیا۔ اب وہ کنویں کے کنارے کہ جہاں اللہ کے نبی قید تھے پہنچتے ہیں۔ کنارے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پکارتے ہیں اور مندرجہ ذیل مکالمہ ہوتا ہے:

## دو نبیوں کا ذکر الٰہی میں مکالمہ

دانیال: کون ہے؟

ارمیاء: میں ارمیاء نبی ہوں۔

دانیال: کس لئے تشریف لائے؟

ارمیاء: مجھے رب کائنات نے آپ کے لئے بھیجا ہے۔

دانیال: کیا رب ذوالجلال نے میرا ذکر کیا ہے؟ ارمیاء: ہاں۔

یہ سن کر دانیال اس طرح اللہ تعالیٰ کی تعریفات کے نغمات بلند کرنے لگے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَا یَنْسٰی مَنْ ذَکَرَہٗ ۔

''تمام تعریفات اس اللہ کریم کے لئے جو اسے نہیں بھولتا جو اس کو یاد کرتا ہے۔''

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَا یُخَیِّبُ مَنْ رَجَاہُ ۔

''تمام تعریفات اس اللہ کریم کے لئے جو اس کے ساتھ امیدیں وابستہ کرتا ہے وہ اسے نامراد نہیں کرتا۔''

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَنْ تَوَکَّلَ عَلَیْہِ کَفَاہُ ۔

''تمام تعریفات اس ذات بے ہمتا کے لئے جو اس پر توکل کرتا ہے تو وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔''

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَنْ وَثِقَ بِہٖ لَمْ یَکِلْہُ اِلٰی غَیْرِہٖ ۔

''تمام تعریفات اس اللہ کریم کے لئے کہ جو اس پر اعتماد کرتا ہے تو وہ اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتے ہوئے غیر کی جانب نہیں سونپتا۔''

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یَجْزِیْ بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا وَبِالسَّیِّاٰتِ غُفْرَانًا ۔

''تمام تعریفات اس اللہ کریم کے لئے جو احسان کا بدلہ احسان دیتا ہے اور برائی کے عوض مغفرت کا عطیہ دیتا ہے۔''

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یَجْزِیْ بِالصَّبْرِ نَجَاۃً ۔

''تمام تعریفات اس اللہ کریم کے لئے جو صبر کے عوض نجات دیتا ہے۔''

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یَکْشِفُ ضُرَّنَا بَعْدَ کَرْبِنَا ۔

''تمام تعریفات اس اللہ کریم کے لئے جو ہماری پریشانی کے بعد ہماری تکلیف دور کرتا ہے۔''

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ ثِقَتُنَا حِیْنَ تَسُوْءُ ظُنُوْنُنَا بِاَعْمَالِنَا ۔

''تمام تعریفات اس اللہ کریم کے لئے کہ جو ہمارا اس وقت سہارا ہے کہ جب ہمارے بداعمال کے ساتھ ہماری بدگمانیاں بڑھ جاتی ہیں۔''

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ رِجَاءُ نَا حِیْنَ تَنْقَطِعُ الْحِیَلُ مِنَّا ۔

''تمام تعریفات اس اللہ کریم کے لئے کہ جو ہماری آرزوؤں کا مرکز ہے اس وقت کہ جب ہماری حیلہ سازیوں کے تمام اسباب ختم ہو جاتے ہیں۔''

(البدایہ والنہایہ 140/21)

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امت محمدیہ کے نام پیغام:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَقِیْتُ اِبْرَاھِیْمَ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اَقْرِئْ اُمَّتَکَ مِنِّی السَّلَامَ وَاَخْبِرْھُمْ اَنَّ الْجَنَّۃَ طَیِّبَۃُ التُّرْبَۃِ عَذْبَۃُ الْمَاءِ وَاَنَّھَا قِیْعَانٌ وَاَنَّ غِرَاسَھَا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ۔

''شب معراج کو میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہئے اور ان کو بتلائیے کہ جنت کی مٹی بڑی عمدہ ہے' پانی میٹھا ہے' لیکن وہ چٹیل میدان ہے (اس میں کاشت کرنے کی ضرورت ہے) اس کی کاشت کاری سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ہے۔''

(جامع الترمذی' الدعوات' باب ان غراس الجنۃ' 3426)

☆......ایک دوسری روایت میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

مر أمتك فليكثروا من غراس الجنة فان تربتها طيبة وأرضها واسعة قال وماغراس الجنة قال لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔

''اپنی امت سے کہیں کہ وہ جنت میں خوب کاشت کاری کریں' اس لئے کہ اس کی مٹی بڑی عمدہ ہے اوراس کی سرزمین فراخ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: جنت کی کاشت کاری کیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔''

(مسند احمد' 418/5' الصحیحہ' 165/1-166-105' الاسراء والمعراج' ص 99' 107)

## فرشتے ذکر کی مجالس تلاش کرتے ہیں:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ ۔

''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے راستوں میں (اللہ کا) ذکر کرنے والوں کو ڈھونڈتے رہتے ہیں اور جب ان کو اللہ کا ذکر کرنے والے مل جاتے ہیں تو وہ (اپنے ساتھی فرشتوں کو) پکارتے ہیں کہ ادھر آؤ تمہارا مقصود حاصل ہوگیا (یعنی اللہ کا ذکر کرنے والے مل گئے) پھر فرمایا:

فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا ۔

یہ فرشتے ان لوگوں کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور آسمان دنیا تک (تہہ بہ تہہ پہنچ جاتے ہیں) پھر فرمایا: (ذکر کی مجلس برخواست ہونے کے بعد یہ فرشتے اللہ کے پاس پہنچتے ہیں تو) اللہ تعالیٰ ان سے دریافت کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ واقف ہوتا ہے: مَا يَقُوْلُ عِبَادِيْ ۔

میرے بندے کیا کہہ رہے تھے؟ یہ کہتے ہیں کہ (اے اللہ!) تیری تسبیح وتکبیر اور حمد و ثنا کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (اے فرشتو!) کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟

فرشتے کہتے ہیں نہیں واللہ! انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ مجھے دیکھتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی؟ فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو اس سے کہیں زیادہ تیری حمد وثنا اور تسبیح وتقدیس بیان کرتے۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اے فرشتو!) وہ مجھ سے کس چیز کا سوال کر رہے تھے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ تجھ سے جنت مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ جو اس کی طلب کرتے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر دیکھتے تو کیا ہوتا۔ فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ جنت دیکھ لیتے تو بہت شدت سے اس کی خواہش کرتے پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ دوزخ سے پناہ مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر اس کو دیکھتے تب ان کی کیا کیفیت ہوتی؟ فرشتے کہتے ہیں: اگر اس کو دیکھتے تو اس سے اور زیادہ بچتے اور بہت خوف کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِنِّیْ اُشْهِدُكُمْ اِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ ۔

''(اے فرشتو!) میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ ان لوگوں کو میں نے معاف کر دیا ہے۔''

پھر ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ ان ذکر کرنے والے لوگوں میں سے ایک آدمی ذکر کرنے والوں میں سے نہیں تھا بلکہ کسی ضرورت سے وہاں چلا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا یَشْقٰی بِهِمْ جَلِیْسُهُمْ ۔

''وہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کا ہم نشیں بھی محروم نہیں رہتا۔''

(بخاری' الدعوات' باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ' 6408)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ رب العزت فرماتا ہے:

''میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس سے معاملہ کرتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی ایسے ہی (پوشیدگی میں) یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے کسی گروہ میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے ایسی جماعت میں یاد کرتا ہوں جو ان سے بہتر ہے اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں چار ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں (میری رحمت) اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔''

(مسلم' الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار' باب فضل الذکر والدعاء' 2675)

الله

# (49)

## آسان حل

ایک حکیم صاحب تھے۔ ایک شخص ان کے پاس آیا۔ اس کے پاس ایک ڈبہ تھا۔ اس نے ڈبہ کھول کر ایک زیور نکالا۔ اس نے کہا: یہ خالص سونے کا زیور ہے' اس کی قیمت دس ہزار روپے سے کم نہیں' اس وقت مجھے مجبوری ہے۔ آپ اس کو رکھ کر پانچ ہزار روپے مجھے دے دیجئے۔ میں ایک ماہ میں روپیہ دے کر اسے واپس لے لوں گا۔ حکیم صاحب نے کہا: نہیں۔ میں اس قسم کا کام نہیں کرتا مگر آدمی نے کچھ اس انداز سے اپنی مجبوری بیان کی کہ حکیم صاحب کو ترس آگیا اور انہوں نے پانچ ہزار روپیہ دے کر زیور لے لیا۔ اس کے بعد انہوں نے زیور کو لوہے کی الماری میں بند کر کے رکھ دیا۔ مہینوں گزر گئے اور آدمی واپس نہیں آیا۔ حکیم صاحب کو تشویش ہوئی۔ آخر انہوں نے ایک روز اس زیور کو لوہے کی الماری سے نکالا اور اس کو بیچنے کے لئے بازار بھیجا مگر سنار نے جانچ کر بتایا کہ وہ پیتل کا ہے۔ حکیم صاحب کو سخت صدمہ ہوا تاہم روپیہ کھونے کے بعد وہ اپنے آپ کو کھونا نہیں چاہتے تھے' انہوں نے اس کو بھلا دیا۔ انہوں نے صرف یہ کیا کہ جس زیور کو وہ اس سے پہلے بند الماری میں رکھے ہوئے تھے' اس کو ایک کھلی الماری میں ڈال دیا۔ انہوں نے اس کو سونے کے خانہ سے نکال کر پیتل کے خانہ میں رکھ دیا۔

انسانی معاملات کے لئے بھی یہی طریقہ بہترین طریقہ ہے۔ انسانوں کے درمیان اکثر شکایت اور تلخی صرف اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ ایک آدمی سے ہم نے جو امید قائم کر رکھی تھی اس میں وہ پورا نہیں اترا۔ ہم نے ایک آدمی کو با اصول سمجھا تھا مگر تجربہ کے بعد اس کو بے اصول پایا تو گویا جس چیز کو ہم نے سونے کی الماری میں محفوظ کر رکھا تھا۔ اس کو نکال کر پیتل کی الماری میں ڈال دیا۔ (راز حیات)

# (50)

## مسکراہٹیں میرے حضور ﷺ کی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک شخص نے (جس کا نام عینیہ بن حصین تھا) گھر کے اندر آنے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ برے قبیلہ کا آدمی ہے' پھر اس کو آنے کی اجازت دے دی۔ تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ ہنسنے لگے۔ جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں وہ کہا پھر اس کے ساتھ ہنستے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدترین شخص وہ ہے کہ لوگ اس سے اس کے شر کی وجہ سے بچتے ہیں۔ (مؤطا امام مالک' صفحہ 705)

☆...... جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی اور ان کی عدت گزر گئی تو ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو فرما رہے تھے کہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اونگھ سی طاری ہو گئی (کیونکہ اکثر وحی کے وقت ایسا ہوتا تھا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے متوجہ ہوئے اور فرمایا: کوئی شخص حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس جائے اور اسے خوشخبری دے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اس کا نکاح کر دیا۔

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ (الآیہ طبقات ابن سعد ج8' صفحہ 72)

☆...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح ہوا اس وقت میری عمر چھ برس کی تھی اور جب میری رخصتی ہوئی تو میری عمر نو برس کی

تھی۔ میں مدینہ کی بچیوں سے کھیلا کرتی تھی۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے، میں کھیل رہی تھی، جب وہ چلی گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی وجہ سے خوش ہوئے یعنی ان کا میرے ساتھ کھیلنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند آیا۔

(طبقات ابن سعد، ج 8 صفحہ 40)

☆...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں آئے اور میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی اور ہمارے پاس ایک پروں والا گھوڑا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کیا ہے تو میں نے عرض کیا یہ گھوڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا گھوڑے کے پر ہوتے ہیں؟ عرض کیا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا ہے کیونکہ اس کے پر تھے۔

(طبقات ابن سعد، ج 8، صفحہ 42)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں نے کہا: آج سارا دن کہاں رہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ام سلمہ کے پاس۔ میں نے کہا: آپ ام سلمہ سے سیر نہیں ہوتے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔

☆...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک روز میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ بتائیں کہ اگر آپ کو دو چیزیں ملیں ان میں سے ایک مستعمل ہو اور دوسری غیر مستعمل ہو تو آپ کون سی چیز کو پسند فرمائیں گے؟

آپ نے فرمایا: غیر مستعمل کو۔ تو میں نے کہا: پھر میں آپ کی دوسری بیویوں جیسی نہیں کیونکہ وہ پہلے خاوندوں سے ہو کر آئی ہیں اور میں صرف آپ کے پاس آئی ہوں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔ (طبقات ابن سعد، ج 8، صفحہ 55)

# (51)

## دنیا دے وچ رکھ فقیرا ایسا بین کھلون

(ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن علی نے خبر دی' انہیں ابراہیم نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں: میں نے فضیل کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یوں فرمایا گیا ہے اے انسان! دنیا کو ایسا ٹھکانہ بنا جو تیرا بوجھ برداشت کر سکے اور اس کے اندر اپنے قیام کو آرام دہ بنا' یہ دنیا تجھے اس شخص کی مانند نہ بنا دے جو دشمن سے بھاگ کر اپنے اہل وعیال کی طرف دوڑتا ہے' راستہ انتہائی خوفناک ہے جس میں سکون وراحت نام کی کوئی چیز نہیں۔ اس میں رہائش اختیار کرنے کے لئے اور عمدہ ساز وسامان کی حفاظت کے لئے اپنی جان کھپاتا ہے' اگر ایسا عمل تجھ سے نہیں ہوسکتا تو کم ازکم آرزو تو رکھنی چاہئے۔ اس راستے کا ڈاکو نہ بننا اور ان میں سے نہ بننا کہ

يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ وَاَنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ .

''یہ لوگ اس سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں یہ لوگ اپنے آپ ہی کو تباہ کر رہے ہیں اور کچھ خبر نہیں رکھتے۔'' (انعام 26:2)

آنکھ کی بصارت کے ساتھ جب تک دل کی بصیرت نہ ملے تو وہ غلط ہی دیکھتی ہے گویا کہ اس نے دیکھا ہی نہیں۔ یہی تو اندھے پن کی نشانی ہے کہ جب تو اپنے آپ کو پہچاننا چاہے یا کسی اور کو پہچاننا چاہے تو یہی تیری ہلاکت کا سبب بن جائے (یعنی ایسی چیزیں دکھائے جو ہلاکت کا سبب بنیں) اور اللہ کی رحمت سے مایوس کر دے' یہ دل کا

اندھا پن ہے اگرچہ انسان بینا ہو۔ (حلیۃ الاولیاء 89/8)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں اسحٰق بن ابراہیم نے خبر دی' انہیں یحییٰ بن عمان نے خبر دی' وہ اشعث بن اسحٰق قمی سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اپنے آپ کو ہلاک میں ڈال کر دنیا کے پیچھے مت پڑو کہ دینی ساز و سامان ترک کر کے دنیا طلب کرو' تم دنیا میں ننگے آئے تھے (کہ کوئی دنیوی سامان تمہارے ساتھ نہ تھا) اسی طرح بے متاع اس سے نکل جاؤ۔ آج تو اس کے حصول کا فکر ہے کل اس کے حساب کتاب کی مشغولی ہوگی۔ (مسند احمد' ص 120)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں اسحٰق نے خبر دی' انہیں یحییٰ بن یمان نے' وہ اشعث سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: عیسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا آپ کوئی گھر بنالیں۔ فرمانے لگے جو لوگ ہم سے پہلے تھے ان کی بوسیدگی ہی ہماری عبرت کے لئے کافی ہے۔ (قصر الامل' 255)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے اسحٰق نے خبر دی' انہیں ابواسامہ نے' انہیں سلیمان بن مغیرہ نے' وہ ثابت بنانی سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: عیسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا آپ ایک گدھا لے لیں تاکہ بوقت ضرورت اس پر سوار ہوسکیں؟ فرمانے لگے اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ایسا معاملہ نہ فرمائے گا کہ مجھے کسی چیز میں پھنسا کر اپنی ذات سے ہٹا دے۔ (مسند احمد' ص 73' مصنف ابن ابی شیبہ' 195/13)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ہیثم بن خالد بصری نے خبر دی' انہیں ہیثم بن جمیل نے خبر دی' انہیں محمد مسلم نے' وہ ابراہیم بن میسرہ سے روایت کرتے ہیں' وہ طاؤس سے' وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا سے بے رغبتی جسم وقلب کے لئے راحت ہے اور دنیا کی رغبت غم وحزن کو بڑھاتی ہے۔

(کنز العمال' 6061' 184/3)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابوحاتم رازی نے خبر دی' انہیں ہشام بن عمار

نے' انہیں صدقہ نے' وہ عتبہ بن ابوحکیم سے روایت کرتے ہیں' انہیں ابوالدرداء رہاوی نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا سے بچ کر رہو یہ ہاروت و ماروت سے بھی بڑی جادوگر ہے۔

(الاحیاء 219/3)





# (52)

# اپنے وقت کا حلیم ترین انسان

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک روز ظہر کی نماز کے بعد گھر تشریف لے گئے۔ بالا خانے پر آپ کا کمرہ تھا۔ جا کر آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی (آپ اندازہ کیجئے جو شخص ساری رات کا جاگا ہو اور سارا دن مصروف رہا ہو اس وقت اس کی کیا کیفیت ہو گی؟ ایسے میں کوئی آ جائے تو کتنا ناگوار ہوتا ہے کہ یہ شخص بے وقت آ گیا لیکن) امام صاحب اٹھے' زینے سے نیچے اترے' دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہیں۔ امام صاحب نے اس سے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ اس نے کہا: ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے۔ فرمایا: جب میں مسائل بتانے کے لئے بیٹھتا ہوں' وہاں آ کر تو مسئلہ پوچھا نہیں اب بے وقت کیا مسئلہ معلوم کرنا ہے؟ اس نے کہا: میں کیا بتاؤں جب میں آ رہا تھا تو اس وقت مجھے یاد تھا کہ کیا مسئلہ معلوم کرنا ہے لیکن اب میں بھول گیا' یاد نہیں رہا کہ کیا مسئلہ پوچھنا تھا۔ امام صاحب نے فرمایا: اچھا جب یاد آ جائے تو پوچھ لینا۔ آپ نے اس کو برا بھلا نہیں کہا' نہ اس کو ڈانٹا ڈپٹا بلکہ خاموشی سے واپس اوپر چلے گئے۔

ابھی جا کر بستر پر لیٹے ہی تھے کہ دوبارہ دروازہ پر دستک ہوئی۔ آپ پھر اٹھ کر نیچے تشریف لائے اور دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہی شخص کھڑا ہے۔ آپ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: ابھی تک تو یاد تھا مگر جب آپ آدھی سیڑھی تک پہنچے تو میں وہ مسئلہ بھول گیا۔ اگر ایک عام آدمی ہوتا اس وقت اس کے اشتعال کا کیا عالم ہوتا؟ مگر امام صاحب

اپنے نفس کو مٹا چکے تھے۔ امام صاحب نے فرمایا: اچھا بھائی! جب یاد آ جائے تو پوچھ لینا۔ یہ کہہ کر آپ واپس چلے گئے اور جا کر بستر پر لیٹ گئے۔ ابھی لیٹے ہی تھے کہ تیسری بار پھر دروازے پر دستک ہوئی۔ آپ نیچے تشریف لائے' دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہی شخص کھڑا ہے۔ اس نے کہا: حضرت وہ مسئلہ یاد آ گیا۔ امام صاحب نے پوچھا: کیا مسئلہ ہے؟ اس نے کہا: یہ مسئلہ معلوم کرنا ہے کہ انسان کی نجاست (پاخانہ) کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے یا میٹھا ہوتا ہے؟ (العیاذ باللہ یہ بھی کوئی مسئلہ ہے) اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا تو وہ اب تک ضبط بھی کر رہا ہوتا تو اب اس سوال کے بعد تو اس کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو جاتا لیکن امام صاحب نے بہت اطمینان سے جواب دیا: اگر انسان کی نجاست تازہ ہو تو اس میں کچھ مٹھاس ہوتی ہے اور اگر سوکھ جائے تو کڑواہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر وہ شخص کہنے لگا: کیا آپ نے چکھ کر دیکھا ہے؟ (العیاذ باللہ) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہر چیز کا علم چکھ کر حاصل نہیں کیا جاتا بلکہ بعض چیزوں کا علم عقل سے بھی حاصل کیا جاتا ہے اور عقل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تازہ نجاست پر مکھی بیٹھتی ہے خشک پر نہیں بیٹھتی۔ اس سے پتہ چلا کہ دونوں میں فرق ہے ورنہ مکھی دونوں پر بیٹھتی۔

جب امام صاحب نے یہ جواب دے دیا تو اس شخص نے کہا: امام صاحب! میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں' مجھے معاف کیجئے گا۔ میں نے آپ کو بہت ستایا لیکن آج آپ نے مجھے ہرا دیا۔ امام صاحب نے فرمایا: میں نے کیسے ہرا دیا؟ اس شخص نے کہا: ایک دوست سے میری بحث ہو رہی تھی۔ میرا کہنا تھا کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ علماء کے اندر سب سے زیادہ بردبار ہیں اور وہ غصہ نہ کرنے والے بزرگ ہیں اور میرے دوست کا یہ کہنا تھا کہ سب سے بردبار اور غصہ نہ کرنے والے بزرگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ہم دونوں کے درمیان بحث ہو گئی اور اب ہم نے جانچنے کے لئے یہ طریقہ سوچا تھا کہ میں اس وقت آپ کے گھر پر آؤں جو آپ کے آرام کا وقت ہوتا ہے اور اس طرح دو تین مرتبہ آپ کو اوپر نیچے دوڑاؤں اور پھر آپ سے ایسا سوال کروں اور یہ

دیکھوں کہ آپ غصہ ہوتے ہیں یا نہیں؟ میں نے کہا: اگر غصہ ہو گئے تو میں جیت جاؤں گا اور اگر غصہ نہ ہوئے تو تم جیت گئے لیکن آج آپ نے مجھے ہرا دیا اور واقعہ یہ ہے کہ میں نے اس روئے زمین پر ایسا حلیم انسان جس کو غصہ چھو کر بھی نہ گزرا ہو آپ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔

اس سے اندازہ لگائیے کہ آپ کا کیا مقام تھا۔ اس پر ملائکہ کو رشک نہ آئے تو کس پر آئے۔ انہوں نے اپنے نفس کو بالکل ہی مٹا دیا تھا۔ (اصلاحی خطبات ج 8' ص 272'274)

## صاحبانِ کمال کے حاسد

جو شخصیت جس قدر باکمال اور مقبول عنداللہ ہوتی ہے اسی تناسب سے اس کے حاسدوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے۔ جو درخت پھل دار ہوتا ہے پتھر بھی اسے مارے جاتے ہیں۔ "لا یرمی شجر الاذو ثمر" خود امام صاحب کی زندگی میں جب معاندین وحاسدین کی طرف سے آپ کو رنج پہنچتا تو یہ شعر پڑھا کرتے:

إِنْ يَحْسُدُنِيْ فَإِنِّيْ غَيْرُ لَائِمِهِمْ
قَبْلِيْ مِنَ النَّاسِ أَهْلِ الْفَضْلِ قَدْ حُسِدُوْا
فَدَامَ لِيْ وَلَهُمْ مَا بِيْ وَمَا بِهِمْ
وَمَاتَ أَكْثَرُنَا غَيْظًا بِمَا يَجِدُ

ترجمہ: اگر لوگ مجھ پر حسد کرتے ہیں تو کریں میں ان کو ملامت نہیں کروں گا کیونکہ اہل فضل پر مجھ سے پہلے بھی لوگ حسد کرتے آئے ہیں۔ میرا اور ان کا یہی شیوہ رہا ہے' وہ اپنے حال پر رہیں اور میں اپنے حال پر اور ہم سے اکثر لوگ حسد کر کے مر گئے ہیں۔ (عقود الجمان' ص 398 وتاریخ بغداد 367/13)

☆......امام اعظم کے صبر وتحمل' بردباری اور فکر آخرت کا یہ عالم تھا کہ ایک موقع پر کسی خارجی نے امام صاحب کو برا بھلا کہا' غلیظ گالیاں دیں اور متبدع اور زندیق تک کہا۔ امام صاحب نے جواب میں ارشاد فرمایا: غفر اللہ لک ھو یعلم منی خلاف

ماتقول ۔اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے تو جو کچھ کہہ رہا ہے خدا جانتا ہے کہ وہ مجھ میں نہیں ہے۔

اس کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر گریہ طاری ہوا اور فرمانے لگے میں بھی اللہ سے عفو کی امید رکھتا ہوں' مجھے خدا کا عذاب رلاتا ہے۔ عذاب کے تصور سے گریہ بڑھ گیا اور روتے روتے غش کھا کر گر گئے۔ جب افاقہ ہوا تو فرمانے لگے بارالہا! جس نے بھی مجھ پر ایسی بات کہی جو مجھ میں نہیں تھی اس کو معاف فرما۔

(ایضاً' ص 114' بحوالہ عقود الجمان' ص 227' 228' ومناقب موفق' ص 249)

☆......حاسدوں کا گروہ گاہے گاہے شہر کے غنڈوں کو آمادہ کر کے امام اعظم کو بری بھلی باتیں بھی سنوایا کرتا تھا۔ تذکرہ نگاروں نے بیسیوں واقعات نقل کئے ہیں۔ ہم یہاں بطور نمونہ ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ لکھا ہے کہ انہی غنڈوں میں ایک شخص امام صاحب کو سرراہ برا بھلا اور سخت سست کہتے ہوئے پیچھا کئے جا رہا تھا۔ مقصود یہ تھا کہ امام صاحب بھی اس کی یاوہ گوئیوں کے جواب میں کچھ کہیں مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کی خرافات اور مغلظ گالیاں سنتے' سر جھکائے گھر کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ جب امام صاحب نے کچھ بھی جواب نہ دیا تو گالیاں بکنے والا کھسیانا سا ہو کر کہنے لگا: کیا مجھے کوئی کتا فرض کر لیا ہے کہ میں بھونک رہا ہوں اور تم جواب نہیں دیتے۔

بلکہ اسی قسم کا ایک اور واقعہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب امام صاحب اپنے گھر کے دروازہ پر پہنچ گئے تب گالیاں بکنے والے سے خطاب کر کے فرمایا لو بھائی! اب تو میری حویلی آ گئی میں اندر چلا جاؤں گا۔ اگر جی نہ بھرا ہو تو میں ٹھہر جاتا ہوں تم اپنی بھڑاس اچھی طرح نکال لو۔ (ایضاً' ص 128' بحوالہ عقود الجمان' ص 291' 292)

☆......کسی بدنصیب نے غیض وغضب اور شدت بغض وعداوت میں آ کر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو طمانچہ مارا تو حضرت امام اعظم نے حد درجہ تلطف و انکساری سے فرمایا بھائی! میں بھی تمہیں طمانچہ مار سکتا ہوں لیکن مارتا نہیں۔ میں خلیفہ سے

تمہاری شکایت کر سکتا ہوں لیکن نہیں کرتا۔ سحر گاہی کے وقت تیرے ظلم سے خدا تعالیٰ کے آگے فریاد کر سکتا ہوں لیکن نہیں کرتا اور قیامت کے روز تمہارے ساتھ خصومت اور مقدمہ کر کے انصاف حاصل کر سکتا ہوں مگر یہ بھی نہیں کرتا بلکہ اگر مجھے قیامت کے روز رستگاری حاصل ہوئی اور میری سفارش قبول ہوئی تو تیرے بغیر جنت میں قدم بھی نہ رکھوں گا۔ (ایضاً ص 129 بحوالہ حدائق الحنفیہ)

## حوصلہ اور برداشت کی انتہا

عبدالرزاق بن ہمام کی روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے امام اعظم سے بڑھ کر حلیم اور طبعاً بردبار نہیں دیکھا۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ امام صاحب مسجد خیف میں تشریف فرما تھے۔ تلامذہ و معتقدین کا حلقہ قائم تھا۔ اتفاق سے میں بھی اسی محفل میں موجود تھا کہ بصرہ سے آئے ہوئے کسی صاحب نے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ امام صاحب نے انہیں مفصل جواب دیا۔ سائل نے کہا: اس مسئلہ میں امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں کہا ہے اور ان کی یہ رائے ہے۔ امام صاحب نے فرمایا: اَخطَاَ الْحَسَنُ امام حسن سے غلطی ہوئی ہے۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا تھا کہ اس حلقہ سے ایک شخص کھڑا ہوا جس نے منہ کو لپیٹ رکھا تھا اور امام صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگا: یا ابن الزانیة۔ اے بدکار عورت کے بچے۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ حسن نے غلطی کی؟ لوگوں نے اس کی یہ شنیع حرکت دیکھی تو مشتعل ہوئے بہت سوں کے خون کھولنے لگے اور بہت سوں نے آستینیں چڑھا لیں۔ قریب تھا کہ اس کو یہیں اپنے کئے کی بدترین سزا دے دیں مگر امام صاحب نے بڑی متانت اور وقار سے سب کو خاموش کر دیا اور قدرے غور و تامل کے بعد فرمانے لگے: نَعَمْ اَخطَاَ الْحَسَنُ وَاَصَابَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فِيْمَا رَوَاهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ جی ہاں! حسن سے غلطی ہوئی اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ درست کہتے ہیں جس طرح کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے۔ ایسے موقع پر جب کوئی بے تمیزی اور گستاخی سے پیش آتا اور گروہی وابستگی میں بغض و عداوت

اور استہزاء و گستاخی کی انتہا کو پہنچ جاتا تب بھی امام صاحب دعائیں دیتے' معاف کرتے اور نفع و خیر خواہی کے سراپا پیکر بن جاتے۔

(ایضاً' ص 129 'بحوالہ عقود الجمان' ص 287 وابوزہرہ' ص 52)

☆...... یزید بن کمیت کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا تو ایک شخص نے ان سے گستاخانہ گفتگو شروع کی۔ امام صاحب تحمل سے جواب دیتے تھے لیکن وہ اور شوخ ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ اس نے امام کو زندیق کہہ دیا۔ اس پر فرمایا: خدا تم کو بخشے وہ خوب جانتا ہے کہ میری نسبت تم نے جو لفظ کہا وہ صحیح نہیں ہے۔ امام صاحب خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی پر لعنت نہیں کی' کسی سے انتقام نہیں لیا' کسی مسلمان یا ذمی کو نہیں ستایا' کسی سے فریب اور بدعہدی نہیں کی۔

(سیرت النعمان مصنفہ شبلی نعمانی' ص 60)

☆...... امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام صاحب میں کچھ شکر رنجی تھی۔ ایک شخص نے امام صاحب سے آکر کہا: سفیان آپ کو برا کہہ رہے تھے۔ امام صاحب نے فرمایا: خدا میری اور سفیان دونوں کی مغفرت کرے۔ سچ یہ ہے کہ ابراہیم نخعی کے موجود ہوتے ہوئے بھی اگر سفیان دنیا سے اٹھ جاتے تو مسلمانوں کو سفیان کے مرنے کا ماتم کرنا پڑتا۔ (بحوالہ بالا)

ایک اور دن حلقۂ درس قائم تھا تو ایک نوعمر نے مسئلہ پوچھا۔ امام صاحب نے جواب دیا۔ اس نے کہا: ابوحنیفہ! تم نے جواب میں غلطی کی۔ ابوالخطاب جرجانی بھی حلقہ میں شریک تھے۔ ان کو نہایت غصہ آیا اور حاضرین کو ملامت کی کہ تم لوگ بڑے بے حمیت ہو امام کی شان میں ایک لونڈا جو جی میں آتا ہے کہہ جاتا ہے تم کو ذرا جوش نہیں آتا۔ امام صاحب نے ابوالخطاب کی طرف خطاب کیا اور فرمایا: ان لوگوں پر کچھ الزام نہیں' میں اس جگہ بیٹھا ہوں تو اسی لئے بیٹھا ہوں کہ لوگ آزادانہ میری رائے کی غلطیاں ثابت کریں اور میں تحمل کے ساتھ سنوں۔ (ایضاً' ص 61)

## محلے کا موچی اور امام صاحب

محلہ میں ایک موچی رہتا تھا جو نہایت رنگین طبع اور خوش مزاج تھا۔ اس کا معمول تھا کہ دن بھر مزدوری کرتا' شام کو بازار جا کر گوشت اور شراب مول لاتا' کچھ رات گئے دوست احباب جمع ہوتے' خود سیخ پر کباب لگاتا اور یاروں کو کھلاتا۔ ساتھ ہی شراب کا دور چلتا اور مزے میں آ کر یہ شعر گاتا:

أَضَاعُوْنِیْ وَاَیَّ فَتًی اَضَاعُوْا
لِیَوْمِ کَرِیْھَۃٍ وَّسَدَادِ ثَغْرٍ

یعنی لوگوں نے مجھ کو ہاتھ سے کھو دیا اور کیسے بڑے شخص کو کھویا جو لڑائی اور رخنہ بندی کے دن کام آتا ہے۔ امام صاحب ذکر و شغل کی وجہ سے رات کو سوتے کم تھے' اس کی نغمہ سنجیاں سنتے اور فرطِ اخلاق کی وجہ سے کچھ تعارض نہ کرتے۔ ایک رات کوتوال شہر ادھر آ نکلا اور اس غریب کو گرفتار کر کے قید خانہ میں بھیج دیا۔ صبح کو امام صاحب نے دوستوں سے تذکرہ کیا کہ رات ہمارے ہمسایہ کی آواز نہیں آئی؟ لوگوں نے رات کا ماجرا بیان کیا۔ اسی وقت سواری طلب کی' دربار کے کپڑے پہنے اور دارالامارۃ کا قصد کیا۔ یہ عباسیہ کا عہد حکومت تھا اور عیسیٰ بن موسیٰ جو کہ خلیفہ منصور کا برادر زادہ اور تمام خاندان میں عقل و تدبیر اور شجاعت و دلیری کے لحاظ سے ممتاز تھا' کوفہ کا گورنر تھا۔ لوگوں نے اطلاع دی کہ امام ابو حنیفہ آپ سے ملنے آ رہے ہیں۔ اس نے درباریوں کو استقبال کے لئے بھیجا اور حکم دیا کہ وہ دارالامارۃ کے صحن تک امام صاحب کو سواری پر لائیں۔ سواری قریب آئی تو تعظیم کو اٹھا اور نہایت ادب سے لا کر بٹھایا۔ پھر عرض کیا: آپ نے کیوں تکلیف کی مجھ کو بلا بھیجتے میں خود حاضر ہوتا۔ امام صاحب نے فرمایا: ہمارے محلّہ میں ایک موچی رہتا ہے کوتوال نے اس کو گرفتار کر لیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ رہا کر دیا جائے۔ عیسیٰ نے اسی وقت داروغہ جیل کو حکم بھیجا اور وہ رہا کر دیا گیا۔ امام صاحب عیسیٰ سے رخصت ہو کر چلے تو موچی بھی ہم رکاب ہوا۔ امام صاحب اس کی طرف مخاطب ہوئے کہ "کیوں ہم نے تم کو

ضائع تو نہیں کیا" یہ اس شعر کی طرف اشارہ تھا جس کو وہ ہمیشہ پڑھا کرتا تھا "أَضَاعُوْنِيْ وَاَيَّ فَتًى اَضَاعُوْا" اس نے عرض کیا "نہیں آپ نے ہمسائیگی کا حق ادا کیا ہے۔" اس کے بعد اس نے عیش پرستی سے توبہ کی اور امام صاحب کے حلقۂ درس میں بیٹھنے لگا۔ رفتہ رفتہ فقہ میں مہارت حاصل کی اور فقیہ کے لقب سے ممتاز ہوا۔

(ایضاً ص 61، 62، بحوالہ کتاب الاغانی وابن خلقان وعقود الجمان)

☆......ایک شخص نے کھڑے ہو کر بازار میں امام صاحب کی شان میں گستاخی کی اور گالیاں دیں۔ حضرت امام اعظم نے غصہ کو ضبط فرمایا اور اس کو کچھ نہیں کہا اور گھر پر واپس آنے کے بعد ایک کپڑے میں کافی درہم و دینار رکھ کر اس شخص کے گھر تشریف لے گئے۔ دروازے پر دستک دی۔ یہ شخص باہر آیا تو اشرفیوں کا یہ دستر خوان اس کے سامنے یہ کہتے ہوئے پیش فرمایا: آج تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا، اپنی نیکیاں مجھے دے دیں، میں اس احسان کا بدلہ ادا کرنے کے لئے یہ تحفہ پیش کر رہا ہوں۔ امام رحمۃ اللہ علیہ کے اس معاملہ کا اس کے قلب پر اثر ہونا ہی تھا، آئندہ کو اس بری خصلت سے ہمیشہ کے لئے تائب ہو گیا۔ حضرت امام سے معافی مانگی اور آپ کی خدمت اور صحبت میں علم حاصل کرنے لگا یہاں تک کہ آپ کے شاگردوں میں ایک بڑے عالم کی حیثیت اختیار کر لی۔

(تفسیر معارف القرآن، ج2، ص190)



# (53)

## زرارہ' زہری زبید' زہرہ' زیاد' زفر' زہیر

یہ سب حضرات محدثین کرام اور باکرامت لوگ ہیں چنانچہ حضرت زرارہ بن ابی اوفی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوحاجب ہے۔ بصری تابعی ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے شرف تلمذ رکھتے ہیں اور آپ کے تلامذہ میں قتادہ وعوف بہت مشہور محدثین ہیں۔

آپ بصرہ کے قاضی بھی تھے اور قبیلہ قشیر کی مسجد میں لوجہ اللہ امامت فرماتے تھے۔

نہایت ہی عابد و زاہد اور خوف وخشیت الٰہی میں ڈوبے ہوئے عالم باعمل تھے۔ تلاوت قرآن مجید کے وقت وعید وعذاب کی آیتیں پڑھ کر لرزہ براندام بلکہ کبھی کبھی خوف الٰہی سے بے ہوش ہو جاتے تھے۔ بہز بن حکیم کا بیان ہے کہ ایک دن فجر کی نماز میں آپ نے فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۙ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝ کی آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن صور پھونکا جائے گا وہ دن بہت ہی سخت دن ہوگا۔ یہ آیت پڑھتے ہی آپ پر حالت نماز میں اس قدر خوف خداوندی کا غلبہ ہوا کہ لرزتے کانپتے ہوئے زمین پر گر پڑے اور آپ کی روح پرواز کر گئی۔ بہز بن حکیم کہتے ہیں کہ میں بھی ان کی نعش مبارک کو مسجد سے گھر تک اٹھا کر لے جانے والوں میں شامل تھا۔ یہ واقعہ 93ھ میں ہوا۔ (اکمال وترمذی شریف)

☆...... حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوبکر اور نام ونسب محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حارث بن زہرہ بن کلاب ہے۔ زہری آپ

کا مشہور لقب اور آپ کا وطن مدینہ منورہ ہے۔ تابعی محدثین میں آپ بہت ہی جلیل القدر وعظیم المرتبت عالم دین اور علم حدیث میں اپنے دور کے مشہور مقتدیٰ وامام ہیں۔ امام مالک وقتادہ جیسے ائمہ حدیث وفقہ نے آپ کی صحبت وشاگردی کا شرف حاصل کیا۔ تقریباً دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سینکڑوں کبار تابعین سے آپ نے احادیث سماعت فرمائیں اور ہزارہا تابعین وتبع تابعین آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔

آپ کی علمی جلالت اور علم حدیث میں مہارت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام مکحول سے لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کی نظر میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: محمد بن شہاب زہری۔ لوگوں نے پوچھا: پھران کے بعد؟ فرمایا: محمد بن شہاب زہری۔ لوگوں نے دریافت کیا: پھران کے بعد؟ تو فرمایا: محمد بن شہاب زہری۔

امام نسائی کا بیان ہے کہ دنیا بھر میں سب سے بہترین حدیث کی سندیں چار ہیں:

**(1) الزهری عن علی بن الحسین عن ابیه . (2) الزهری عن عبیدالله ابن عباس . (3) ایوب عن محمد عن عبیدة عن علی . (4) منصور عن ابراهیم عن علقمه عن عبدالله بن مسعود .**

مذکورہ بالا چار بہترین سندوں میں سے دو میں زہری موجود ہیں۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اکثر اپنی مجلسوں میں فرمایا کرتے تھے کہ زہری سے زیادہ احادیث کا جاننے والا اب کوئی باقی نہیں رہا۔ اسی طرح امام مالک ولیث وغیرہ حدیث کے اماموں نے بھی زہری کے علم وفضل اور عبادت وسخاوت کی مدح وثناء فرمائی۔

نووی کا بیان ہے کہ علم وحفظ، اتقان وصبر، اجتہاد وتقویٰ، عبادت وسخاوت وغیرہ میں آپ کے احوال بے شمار ومشہور آفاق ہیں۔ آخر عمر میں آپ نے مدینہ منورہ سے منتقل ہو کر شام میں سکونت اختیار فرمائی تھی جہاں رمضان 124ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

(نووی، اکمال، تہذیب التہذیب وغیرہ)

☆...... حضرت زبید بن حارث کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن یا ابو عبداللہ ہے اور وطن کوفہ ہے۔ یہ مرہ بن شراحیل و ابووائل و ابراہیم نخعی و ابراہیم تیمی و مجاہد وغیرہ باکمال علمائے حدیث کی درسگاہوں کے فیض یافتہ ہیں اور شعبہ و سفیان ثوری و منصور و اعمش وغیرہ کے استاذ حدیث ہیں۔ شعبہ کا قول ہے کہ مجھے کوفہ میں زبید بن حارث سے افضل و بہتر کوئی استاد حدیث نظر نہیں آیا۔

ابن حبان نے ان کو ثقاتِ محدثین کی فہرست میں لکھ کر فرمایا: یہ بے حد عبادت گزار اور انتہائی صالح و متقی عالم حدیث تھے۔ ابن شبرمہ کہتے ہیں کہ زبید بن حارث رات بھر نفل نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ ابونعیم کا قول ہے کہ 122ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(تہذیب التہذیب)

☆...... حضرت زھرہ بن معبد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو عقیل اور وطن مدینہ منورہ ہے لیکن آخر عمر میں انہوں نے مصر کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ یہ تابعی ہیں اور علم حدیث کے لئے عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کی صحبت و شاگردی اختیار کی اور سعید بن میسب و عمر بن عبدالعزیز وغیرہ تابعین سے بھی علمی فیض اٹھایا اور ان کی درسگاہ سے علمی استفادہ کرنے والوں میں حیوہ بن شریح ولیث قابل ذکر ہیں۔ امام نسائی و ابوحاتم وغیرہ نے ان کو معتمد درست حدیثوں والا اور سچا لکھا اور ابو محمد دارمی کا قول ہے کہ ان کے بارے میں عام طور پر محدثین کا یہی خیال تھا کہ یہ باکرامت ولی اور طبقہ ابدال میں سے ہیں۔ یہ اسکندریہ گئے تھے جہاں 127ھ یا 125ھ میں ان کی وفات ہوئی اور اسکندریہ میں ہی مدفون ہوئے۔ (تہذیب التہذیب)

☆...... حضرت زیاد بن ابی زیاد مخزومی رحمۃ اللہ علیہ کا وطن مدینہ منورہ ہے لیکن یہ دمشق میں آکر مقیم ہو گئے تھے۔ یہ علم حدیث میں محمد بن کعب قرظی و ابوالجریہ وغیرہ سے تلمذ رکھتے ہیں اور امام مالک و محمد بن اسحٰق وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔

امام نسائی و ابن حبان نے ان کو قابل اعتماد محدث اور عابد و زاہد بزرگ تحریر فرمایا۔

عمر بن عبدالعزیز ان کے علم وفضل اور تقویٰ وعبادت کی وجہ سے ان کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے۔

یہ بہت ہی گوشہ نشین وقناعت گزین محدث تھے اور علم وعمل کے اعتبار سے ایک بے مثال اور قابل تقلید عبادت گزار صاحب علم تھے۔ عام طور پر ان کو اپنے زمانے کا افضل الناس اور باکرامت ولی سمجھتے تھے اور محدثین تو ان کو ابدالوں میں شمار کرتے تھے۔ انہوں نے 135ھ میں وفات پائی اور دمشق میں دفن کیے گئے۔ (تہذیب التہذیب)

☆ ..... حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا نسب نامہ زفر بن ہذیل بن قیس بن سلیم بن قیس بن ذہل عنبری ہے اور لقب فقیہ حنفی ہے۔ یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے بہت ہی محبوب ومعتمد شاگرد ہیں۔ حسن بن زیاد کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہ کی مجلس میں سب سے آگے امام زفر بیٹھتے تھے اور امام ابوحنیفہ ہر موقع پر امام زفر کی تعظیم ومدح وثنا فرماتے تھے۔

منقول ہے کہ امام زفر نے اپنی شادی میں امام ابوحنیفہ کو مدعو کیا اور امام ممدوح نے نکاح کا خطبہ پڑھا تو خطبے میں ارشاد فرمایا: اے حاضرین! یہ زفر ہیں' یہ مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام ہیں اور شرف حسب ونسب کی بلندی اور علمی جلالت کے لحاظ سے مسلمانوں کی عظمت کا ایک نشان ہیں۔

ابن خلکان نے فرمایا: پہلے امام زفر علمائے حدیث میں سے تھے' پھر امام ابوحنیفہ کی صحبت میں مسائل فقہ پر عبور حاصل کر کے درجہ اجتہاد حاصل کر لیا۔

حدیث وفقہ میں امامت کا درجہ رکھنے کے ساتھ ساتھ زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت میں بھی بے مثال تھے۔ حسن بن زیاد فرماتے ہیں: زفر وداؤد طائی دونوں ایک ساتھ امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حدیث وفقہ کا درس لیتے تھے اور دونوں میں بھائی چارہ بھی تھا۔ پھر داؤد طائی تو علمی مشغلہ چھوڑ کر بالکل عبادت میں مشغول ہو گئے لیکن امام زفر علم وعبادت دونوں کے جامع ہوئے۔ قاضی یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں کہ میں نے وکیع محدث کو ان کی آخری عمر میں دیکھا کہ وہ روزانہ صبح کو امام زفر کی مجلس میں حاضری دیتے

اور شام کو امام ابو یوسف کی درسگاہ میں حاضر رہتے۔ اس کے بعد پھر صبح و شام دونوں وقت امام زفر ہی کی درسگاہ میں جانے لگے۔ امام زفر کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ دو مرتبہ حکومت وقت نے ان کو قاضی بننے پر مجبور کیا مگر دونوں مرتبہ انہوں نے اپنے استاد حضرت امام ابوحنیفہ کی طرح سرکاری عہدہ قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور وطن چھوڑ کر کسی پوشیدہ مقام میں روپوش ہو گئے اور دونوں مرتبہ حکومت نے مارے غصے کے ان کا مکان منہدم اور برباد کرا دیا چنانچہ دو مرتبہ ان کو اپنا مکان تعمیر کرانا پڑا۔

یہ اصل میں کوفہ کے باشندے تھے مگر اپنے بھائی کی میراث لینے کے لئے بصرہ گئے تو بصرہ والوں نے کسی طرح ان کو بصرہ سے نکلنے نہیں دیا یہاں تک کہ یہ بصرہ کے متوطن ہو گئے اور 158ھ میں وفات پا کر بصرہ ہی میں مدفون ہوئے۔

(تبصرۃ الدرایہ وغیرہ)

☆...... حضرت زہیر بن محمد مروزی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو محمد یا عبدالرحمٰن ہے۔ یہ علم حدیث کی طلب میں مرو سے بغداد آئے تھے اور عبدالرزاق و روح بن عبادہ و قعنبی و ابونصر وغیرہ محدثین کے شاگرد ہوئے اور امام ابن ماجہ و عبداللہ ابن احمد و امام بغوی وغیرہ علمائے اہل حدیث نے ان کی شاگردی اختیار فرمائی۔

امام بغوی فرمایا کرتے تھے کہ بغداد میں امام احمد بن حنبل کے بعد زہیر بن محمد سے بڑھ کر صاحب علم و عمل کوئی شخص مجھے نظر نہیں آیا۔ ان کو جہاد کا بے حد شوق تھا چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ چالیس برس سے گوشت کھانے کو میرا دل چاہتا ہے لیکن میں اس وقت تک گوشت نہیں کھاؤں گا جب تک اسلامی لشکر کے ساتھ ملک روم کو فتح کر کے قلعہ میں داخل نہ ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد مال غنیمت سے گوشت خرید کر کھاؤں گا چنانچہ آخری عمر میں بغداد سے طرطوس روانہ ہو گئے اور وہاں مجاہدین کے گھڑ سواروں کے دستے میں شامل ہو کر جہاد میں شریک ہو گئے اور 258ھ میں بحالت جہاد طرطوس ہی میں وفات پائی۔

خطیب کا قول ہے کہ یہ ثقہ و صادق محدث اور بہت ہی متقی و عابد و زاہد عالم حدیث تھے۔ یہ رمضان شریف میں دن رات ملا کر روزانہ تین قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اور ہمیشہ ہر سال صرف رمضان شریف میں نوے قرآن مجید پڑھا کرتے اور سال کے دوسرے دنوں میں بھی زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن مجید کا شغل رکھتے تھے۔

(تہذیب التہذیب و تذکرۃ الحفاظ)





# (54)

## امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

ہشام بن عبدالملک کے بارے میں منقول ہے کہ زمام خلافت سنبھالنے سے قبل حج کرنے گیا۔ طواف کے وقت حجر اسود چومنے کی کوشش کی مگر کثرت اژدھام کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو سکا۔ اتنے میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک درخشندہ رو نورانی پیشانی والے بزرگ تشریف لائے اور حجر اسود سے استلام کے لئے بڑھے تو مجمع کائی کی طرح پھٹ گیا اور انہوں نے نہایت اطمینان سے حجر اسود کا بوسہ لے لیا۔ لوگوں نے ہشام سے پوچھا: ''یہ کون شخص ہے؟'' ہشام نے کہا: ''میں نہیں پہچانتا۔'' فرزوق شاعر جو اہل بیت کا عاشق تھا وہ بھی وہیں موجود تھا اس نے کہا: مگر میں انہیں پہچانتا ہوں اس نے مدحیہ قصیدہ کہا اور بتایا کہ آپ شہید گلگوں قبا سیّدنا امام حسین بن علی المرتضیٰ کے شہزادے امام زین العابدین علی ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) دو شعر تبرکاً نقل ہیں۔

هٰذا ابن خير عباد الله كلهم
هٰذا النقى التقى الطاهر العلم
هٰذا الذى تعرف البطحاء وطاته
والبيت يعرفه والحل والحرم

''آپ بندگان خدا میں سب سے بہتر شخص کی اولاد ہیں۔ پاکیزہ، متقی، طاہر کوہ بلند ہیں۔ بطحا ان کے نشان قدم سے آشنا ہے، بیت اللہ اور حل وحرم سب انہیں پہچانتے ہیں۔''

آپ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ روزانہ ہزار رکعتیں پڑھتے تھے' سفر میں ہوں یا حضر میں نماز تہجد کبھی ترک نہیں کرتے تھے۔ وضو کرتے تو خشیت الٰہی سے چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا اور نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کانپنے لگتے۔ کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: ''تم نہیں جانتے میں کس کے حضور کھڑا ہوتا ہوں۔'' کبھی آندھی چلتی تو خوف سے بے ہوش ہو جاتے۔

آپ کے فرمودات آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ دعا فرماتے:

☆...... رب العالمین میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ لوگوں کی نظر میں میرا ظاہر اچھا ہو اور حقیقتاً میرا باطن برا ہو۔

☆...... کچھ لوگ اللہ کی عبادت اس کے خوف سے کرتے ہیں یہ غلاموں کی عبادت ہے' کچھ لوگ ثواب کی تمنا میں عبادت کرتے ہیں یہ تاجروں کی عبادت ہے' کچھ محض شکر نعمت میں عبادت کرتے ہیں یہ بندگان آزاد کی عبادت ہے۔ وضو یا طہارت میں آپ کسی سے مدد لینا پسند نہ کرتے تھے۔ وضو کے لئے پانی خود لاتے' سونے سے پہلے پانی لا کر ڈھک دیتے' شب میں بیدار ہو کر مسواک کرتے' اس کے بعد وضو کر کے نماز شروع فرماتے۔ دن میں اگر کچھ وظیفہ رہ جاتا تو اسے بھی رات میں پورا فرماتے۔ چلتے وقت ہاتھ زانو سے ملا کے رکھتے' ہاتھوں کو حرکت میں نہ دیتے' فرماتے۔

فخر کرنے والے پر مجھے تعجب ہے۔ ابھی کل تک تو وہ ایک ناپاک نطفہ تھا اور کل پھر ایک مردار لاشہ بن جائے گا اور اس سے زیادہ حیرت مجھے اس شخص پر ہے جو فانی گھر کے لئے عمل کرتا ہے اور دار البقاء کے کام چھوڑ دیتا ہے۔

مدینہ منورہ کے بہت سے باشندے ایسے تھے جنہیں اپنے معاش کے بارے میں خود کچھ معلوم نہیں تھا کہ کہاں سے آتا ہے۔ کچھ لوگ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو بخیل خیال کرتے تھے مگر جب آپ کا انتقال ہوا اور لوگوں کے گھر ان کی روزی نہیں پہنچی اس وقت راز کھلا کہ رات کی تاریکی میں آپ ان غرباء کے گھر معاش پہنچا دیا کرتے تھے

اور ایسے مکانوں کی تعداد سو تھی۔

آپ کے شہزادے امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرے والد گرامی نے مجھے پانچ آدمیوں سے بچنے کی وصیت کی۔ فرمایا: نہ ان کے پاس بیٹھنا' نہ ان سے دوستی کرنا اور نہ ان کے ہمراہ سفر کرنا۔ (1) بدکار' فاسق کیونکہ وہ ایک لقمہ یا اس سے بھی کم میں تجھے بیچ دے گا۔ (2) جھوٹا' کیونکہ وہ فریب نظر اور سراب کی طرح ہے' قریب کو دور کر دے گا اور دور کو نزدیک بنا دے گا۔ (3) احمق' جو تجھے فائدہ پہنچانا چاہے گا مگر اپنی بیوقوفی سے تجھے نقصان پہنچا دے گا۔ کہا جاتا ہے کہ عقل مند دشمن بیوقوف دوست سے بہتر ہے۔ (4) قاطع رحم (رشتہ داروں سے تعلقات کاٹنے والا) اسے میں نے قرآن مجید میں تین مقام پر ملعون پایا۔''

کسی نے آپ کی شان میں بدزبانی کی اور آپ پر افتراء کیا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر میں واقعی ایسا ہوں جیسا تو نے بیان کیا تو رب تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں اور اگر ایسا نہیں تو اللہ تعالیٰ تجھے معاف کرے یہ خلق عالی دیکھ کر اس نے آپ سے معافی مانگی اور سر مبارک کا بوسہ لیا پھر کہنے لگا: آپ پر میں قربان ہو جاؤں یقیناً آپ ویسے نہیں جیسا میں نے کہا: تھا۔ اس خطا کے لئے میرے حق میں دعائے مغفرت فرمایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔'' اس نے کہا: وَاللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔

ایک بار آپ اپنے مہمان کے ہمراہ دسترخوان پر تشریف فرما تھے۔ خادم تنور سے گوشت کا گرم برتن لا رہا تھا جو آپ کے کسی چھوٹے صاحبزادے کے سر پر گر پڑا وہ صاحبزادے اس طرح جل گئے کہ اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے غلام کو آزاد کر دیا' فرمایا یہ غلطی تو نے جان بوجھ کر نہیں کی اس کے بعد فرزند دلبند کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے۔

حضرت اسامہ بن زید کے صاحبزادے حضرت محمد بیمار تھے۔ حضرت امام زین

العابدین ان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت امام کو دیکھ کر محمد بن اسامہ رو پڑے۔

امام زین العابدین: جان برادر! کیا بات ہے آپ کیوں رو رہے ہیں؟

محمد بن اسامہ: مجھ پر ایک قرض ہے اس سے سبکدوشی کی فکر مجھے رلا رہی ہے۔

امام زین العابدین: آپ پر قرض کتنا ہے؟

محمد بن اسامہ: پندرہ ہزار دینار۔

امام زین العابدین: آپ فکر نہ کریں' اس قرض کی ادائیگی میں کردوں گا۔

ایک بار آپ مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے' راہ میں ایک شخص ملا جس نے شان والا میں نازیبا کلمات کہے' غلام اور خادموں نے یہ بدتمیزی دیکھی تو اس کی جانب لپکے۔ آپ نے فرمایا: رُکو' پھر گالی دینے والے کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: ہمارا جو حال تم سے مخفی ہے وہ تو اس سے بہت زیادہ ہے جو تم نے بیان کیا تمہیں کوئی حاجت ہے؟ جس میں ہم تمہاری کچھ مدد کر سکیں۔ وہ شخص شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ جسم مبارک پر اس وقت جو چادر تھی آپ نے اتار کر اسے دے دی اور خدام سے ہزار درہم مزید دلوائے۔ اس کے بعد وہ گالی دینے والا ہمیشہ کہا کرتا تھا ''میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ واقعی اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

شیخ یافعی یمنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس میں کوئی نادان یہ نہ سمجھ لے کہ آپ دنیادار تھے (دنیا کا مال بہت رکھتے) اور خرچ کرتے تھے ایسا نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کریم تھے' سخی اور جواں مرد تھے۔ صاحب مروت اور صاحب فضل و کمال تھے اور خصائل نبویہ سے ہمہ جہت مرصع اور آراستہ پیراستہ تھے۔ دنیا آپ کے پاس آتی تھی مگر اسے جلد اپنے سے دور کر دیتے تھے۔ (روض الریاحین)



# (55)

# کتنی ملی خیرات نہ پوچھو

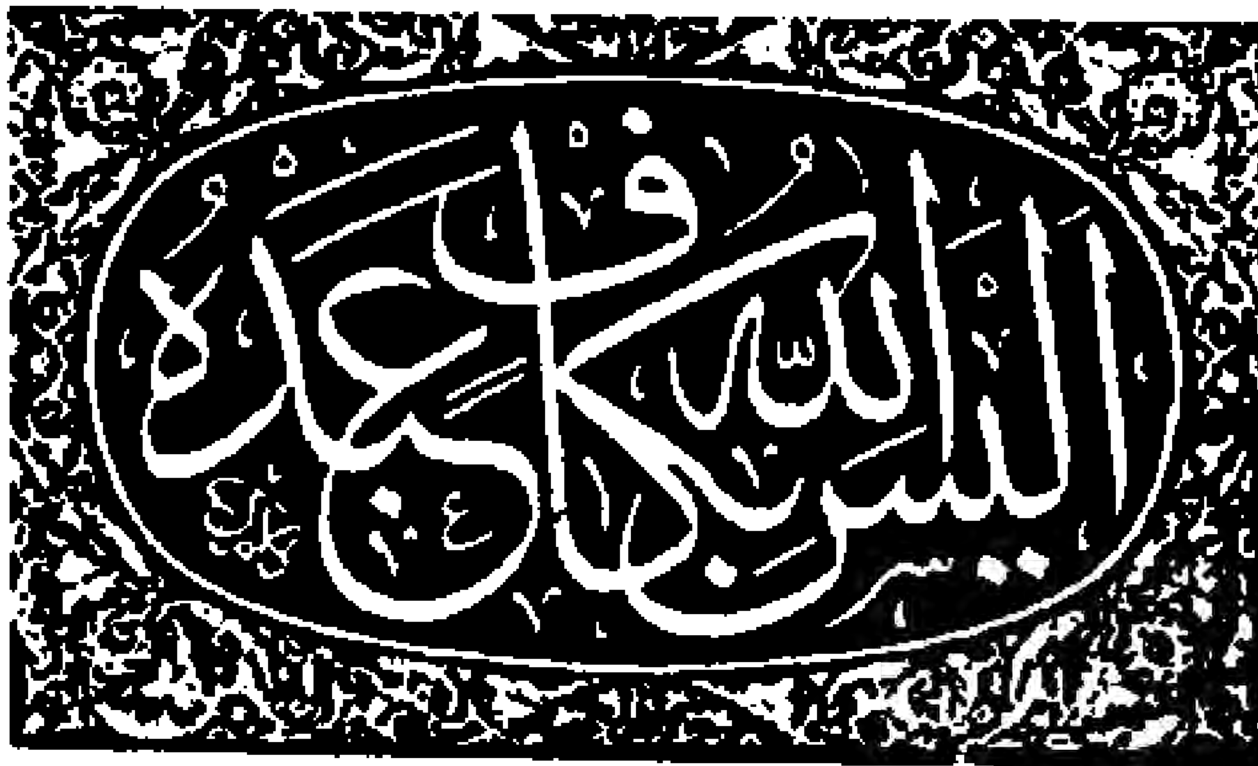
غزوۂ حنین میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔ اس موقع پر جو مالِ غنیمت ہاتھ لگا اس کی تفصیل یہ ہے:

قیدی 600 ' اونٹ 24000 ' بکریاں 40000 سے زیادہ ' چاندی چار ہزار اوقیہ یعنی ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم مالیت کی۔ یہ مالِ غنیمت جعرانہ کے مقام پر حضرت مسعود بن عمرو غفاری کی نگرانی میں دے دیا گیا اور جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ طائف سے فارغ نہ ہو گئے اسے تقسیم نہ فرمایا۔

ایک دن صفوان بن امیہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ ایک وادی سے گزر رہا جو اونٹوں اور بکریوں سے بھری ہوئی تھی۔ ان کے چرواہے بھی ساتھ تھے۔ صفوان نے یہ منظر حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنا شروع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابو وہب! کیا یہ مال تمہیں بھلا معلوم ہو رہا ہے؟ وہ بولا: جی ہاں۔ ارشاد ہوا اس وادی میں جو کچھ ہے سب تمہارا ہوا۔ صفوان کا ذہن صاف ہو گیا۔ اندھیرا اچھٹ گیا۔ اس نے اپنے دل میں کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کتنے عالی ظرف ' کس درجہ کریم ' کس قدر سخی اور کیسے حوصلہ مند انسان ہیں اور ایک میں ہوں کہ میں نے ان سے کتنی زیادتیاں کیں۔ کیسے کیسے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کیا لیکن میرے جرائم اور سفا کیوں کے برعکس ان کا کرم ان کی بخشش اور ان کی عطا کتنی بے پایاں ہے؟ ایسی فیاضی ' دریا دلی اور سیر چشمی یقیناً کسی نبی ہی کی ہو سکتی ہے کوئی اور شخص تو اس قدر عطا کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اسلام اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے دل میں راسخ ہوگئی۔ فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور صحابیت کے شرف سے مشرف ہوگئے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَ عَنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَجْمَعِیْنَ۔

(المغازی للواقدی ص 629)



# (56)

# طویل ترین سفر ''دودنوں'' میں طے کرلیا

حضرت سیّدنا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ سیّدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی توبہ سے قبل کا ایک واقعہ بتایا جو واقعات آپ کی توبہ کا سبب بنے ان میں یہ سب سے پہلا واقعہ تھا۔ آپ فرماتے ہیں موسم گرما کی ایک سخت دوپہر، میں اپنے محل میں بالاخانے میں دنیا کی رنگینیوں میں مگن تھا، مجھے ہر طرح کی سہولت میسر تھی، محل کی ایک کھڑکی شارع عام کی طرف کھلتی تھی جس سے میں باہر کے نظاروں سے لطف اندوز ہوا کرتا تھا۔ اس دن بہت شدید گرمی تھی لیکن میں اپنے آرام دہ ٹھنڈے ہوادار بالا خانے میں اپنے رفقاء کے ساتھ بڑے سکون سے خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ یکا یک میری نظر اس کھڑکی کی طرف پڑی جو شارع عام کی طرف کھلتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس سخت گرمی میں ایک بزرگ بوسیدہ سی چادر میں لپٹا دنیا کے غموں سے بے فکر محل کی دیوار کے سائے تلے بڑے سکون سے بیٹھا ہے۔ میں اس کی یہ حالت دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ میں نے فوراً خادم کو بلایا اور کہا: ''اس بزرگ کے پاس جاؤ اور اسے میری طرف سے سلام عرض کرنا اور کہنا کہ آپ کچھ دیر محل میں تشریف لے چلیں، ہمارا بادشاہ آپ کو بلا رہا ہے۔'' خادم فوراً بزرگ کے پاس گیا اور اسے میرا پیغام دیا۔ وہ خادم کے ساتھ میرے پاس آیا اور مجھے سلام کیا۔ میں نے جواب دیا اور اسے اپنے پہلو میں بیٹھایا۔ اس کی قربت سے مجھے دلی سکون نصیب ہوا اور میرے دل سے دنیا کی محبت زائل ہونے لگی۔ میں نے اس بزرگ کے لئے کھانا منگوایا تو اس نے کھانے سے انکار کر دیا۔ میں نے اس سے پوچھا: ''آپ کہاں سے تشریف لائے

ہیں؟" فرمانے لگے: "میں وراء النہر سے آیا ہوں۔" میں نے پوچھا: "کہاں کا ارادہ ہے؟" فرمانے لگے: "انشاء اللہ حج کا ارادہ ہے۔" میں بہت حیران ہوا کیونکہ اس دن ذوالحجۃ الحرام کی دو تاریخ تھی۔ میں نے پوچھا: "آپ حج کے لئے اب روانہ ہوئے ہیں حالانکہ ذوالحجۃ الحرام کی دو تاریخ ہو چکی ہے' آپ اتنے کم وقت میں حرمین شریفین کیونکر پہنچ پائیں گے؟" تو وہ بزرگ فرمانے لگے: "اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے' وہ ہر شے پر قادر ہے۔" میں نے کہا: "حضور! اگر آپ قبول فرمائیں تو میں بھی آپ کے ساتھ حرمین شریفین کی حاضری کے لئے چلوں۔" فرمایا: "جیسے تمہاری مرضی۔" چنانچہ میں نے اسی وقت ارادہ کر لیا کہ اس بزرگ کی صحبت ضرور حاصل کروں گا اور اس کے ساتھ حج کرنے جاؤں گا۔ جب رات ہوئی تو اس بزرگ نے مجھ سے فرمایا: "چلو! ہم اپنے سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔" میں سفر کی کچھ ضروری چیزیں لے کر ان کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم رات ہی کو بلخ سے روانہ ہو گئے۔ ہم نے رات کے کچھ ہی حصہ میں کافی فاصلہ طے کر لیا پھر ہم ایک گاؤں میں پہنچے تو مجھے ایک شخص ملا۔ میں نے اسے چند ضروری اشیاء لانے کو کہا تو اس نے فوراً وہ چیزیں حاضر کر دیں پھر ہمیں کھانا پیش کیا۔ ہم نے کھانا کھایا' پانی پیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر اس بزرگ نے مجھ سے فرمایا: "اٹھئے" پھر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور چل دیئے ہم منزل بہ منزل طے کرتے جاتے۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ زمین ہمارے لئے سمیٹ دی گئی ہے اور خود بخود ہمیں کھینچ کر منزل کی طرف لے جا رہی ہے۔ ہم کئی شہروں اور بستیوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے۔ جب بھی کوئی شہر آتا تو وہ بزرگ مجھے بتاتے کہ یہ فلاں شہر ہے' یہ فلاں جگہ ہے۔

جب ہم کوفہ پہنچے تو انہوں نے مجھ سے کہا: "تم مجھے رات کو فلاں وقت فلاں جگہ ملنا۔" اتنا کہنے کے بعد وہ وہاں سے چلے گئے۔ جب میں وقت مقررہ پر اس جگہ پہنچا تو وہ بزرگ وہیں موجود ہیں۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو میرا ہاتھ پکڑا اور پھر منزل کی طرف چل دیئے۔ میں حیران تھا کہ اس بزرگ کی صحبت میں نہ تو مجھے تھکاوٹ کا احساس ہو رہا تھا اور نہ ہی کسی قسم کی

وحشت محسوس ہو رہی تھی۔ ہماری منزل قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی تھی۔ پھر اس بزرگ نے فرمایا: ''اے ابراہیم! اب ہم اپنی عقیدتوں کے مرکز اور عشاق کی آنکھوں کی ٹھنڈک ''مدینہ منورہ'' کی نور بار فضاؤں میں داخل ہونے والے ہیں' سامنے سبز سبز گنبد ہے۔

کیا سبز سبز گنبد کا خوب ہے نظارہ!
ہے کس قدر سہانا کیسا ہے پیارا پیارا!

ہم دھڑکتے دل کے ساتھ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے اور درود و سلام کے نذرانے پیش کئے۔ میرے دل کو کافی قرار نصیب ہوا' میں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معطر و معنبر فضاؤں میں گم ہو گیا۔

ایسا گمان دے ان کی وِلا میں خدا ہمیں
ڈھونڈا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

پھر اس بزرگ نے مجھ سے فرمایا: ''اب میں کسی کام سے جا رہا ہوں اور رات کے فلاں حصے میں تم مجھے فلاں جگہ ملنا۔'' اتنا کہنے کے بعد وہ بزرگ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے پھر جب میں مقررہ وقت پر اس جگہ پہنچا تو دیکھا کہ وہ وہاں مجھ سے پہلے ہی موجود ہیں اور نماز میں مشغول ہیں۔ نماز سے فراغت کے بعد انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا: ''چلو اب مکہ مکرمہ کی طرف چلتے ہیں۔'' ہم نے چلنا شروع کر دیا اور تھوڑی ہی دیر بعد ہم مکہ مکرمہ کی مشکبار فضاؤں میں سانس لے رہے تھے۔ اس بزرگ نے فرمایا: ''اے ابراہیم! اب تم مکہ مکرمہ پہنچ چکے ہو' اب میں تم سے جدائی چاہتا ہوں۔'' یہ سنتے ہی میں نے ان کا دامن تھام لیا اور عرض کی ''میں آپ کی صحبت بابرکت سے مزید فیضیاب ہونا چاہتا ہوں۔'' اس عظیم بزرگ نے فرمایا: ''میں ملک شام جانا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا: ''حضور! مجھے بھی اپنی رفاقت میں شام لے چلیں۔'' فرمانے لگے: ''جب تم حج مکمل کر لو تو مجھے بیر زمزم کے پاس ملنا' میں وہیں تمہارا انتظار کروں گا۔'' اتنا کہنے کے بعد وہ بزرگ وہاں سے تشریف لے گئے اور میں حسرت بھری نگاہوں سے ان کو دیکھتا رہا۔ جب میں

فریضۂ حج ادا کر چکا تو مقررہ وقت پر بیر زمزم کے پاس پہنچا۔ وہ عظیم بزرگ وہاں میرے منتظر تھے، مجھے دیکھ کر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم نے خانہ کعبہ کا طواف کیا، پھر ہم مکہ مکرمہ کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

ہم جب شام کی طرف روانہ ہوئے تو اس بزرگ نے ایک مقام پر پہنچ کر پہلے ہی کی طرح مجھ سے فرمایا: ''تم یہاں میرا انتظار کرنا میں فلاں وقت تمہیں یہیں ملوں گا۔'' وقت مقررہ پر وہاں پہنچ گئے اسی طرح انہوں نے تین مرتبہ کیا پھر ہمیں بہت جلد شام کی سرحدیں نظر آنے لگیں۔ ہم بہت ہی قلیل وقت میں مکہ مکرمہ سے شام پہنچ گئے۔ وہ بزرگ مجھے لے کر ''بیت المقدس'' پہنچے اور مسجد میں داخل ہوئے اور مجھ سے فرمانے لگے: ''اے اللہ تعالیٰ کے بندے! یہی میری رہائش گاہ ہے۔ اب ہماری جدائی کا وقت آ گیا ہے، اللہ تعالیٰ تجھے اپنی حفظ وامان میں رکھے اور تم پر سلامتی ہو۔''

اس کے بعد وہ بزرگ اچانک میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں نے ان کو بہت تلاش کیا لیکن مجھے وہ نہ مل سکے اور نہ ہی ان کے متعلق کسی سے کوئی معلومات مل سکیں اور میں یہ بھی نہ جان سکا کہ جس عظیم ہستی کی کچھ دنوں کی صحبت نے میری زندگی کی کایا پلٹ دی، میرے دل سے دنیا کی محبت ختم کر دی، میرے اس محسن کا نام کیا ہے۔ میں اس کے نام سے بھی ناواقف رہا پھر میں اپنے دل میں اس بزرگ کی جدائی کا غم لئے شام سے بلخ کی طرف روانہ ہوا اور اب میں اس سفر کو بہت طویل محسوس کر رہا تھا اور میرا واپسی کا سفر مجھ پر بہت سخت ہو گیا تھا۔ مجھے اس بزرگ کی رفاقت میں گزرے ہوئے نورانی لمحات بار بار یاد آ رہے تھے۔ بالآخر سفر کی کافی صعوبتیں برداشت کر کے کئی دنوں کے بعد اپنے شہر بلخ پہنچا۔

جو واقعات میری توبہ کا سبب بنے یہ ان میں سب سے پہلا واقعہ تھا اور اس کی وجہ سے میں دنیاوی زندگی سے کافی بیزار ہو چکا تھا، مجھے اس بزرگ کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات بار بار یاد آتے اور میں ان کے دیدار کا مشتاق ہی رہا لیکن دوبارہ ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ (عیون الحکایات)

# (57)

# نگاہِ شوق اگر ہے شریک بینائی

استاد یوسف دہلوی (م 1977) مشہور خوش نویس تھے۔ ان کو فن خطاطی پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار جلی خط کا مقابلہ ہوا' جمنا کے کنارے ریت کے میدان میں بہت سے خطاط جمع ہوئے۔ استاد یوسف آئے تو ان کے ہاتھ میں بانس کا ایک بڑا ٹکڑا تھا۔ انہوں نے بانس سے ریت کے اوپر لکھنا شروع کیا۔ الف سے ش تک پہنچے تھے کہ تقریباً ایک فرلانگ کا فاصلہ ہو گیا۔ لوگوں نے کہا: بس کیجئے۔ استاد یوسف نے کہا: ''میں نے جو لکھا ہے اس میں رنگ بھر دو اور پھر ہوائی جہاز سے چھوٹے سائز میں اس کا فوٹو لے لو' مجھے یقین ہے کہ فوٹو میں وہی خط رہے گا جو میرا اصل خط ہے۔'' اس کے بعد کسی اور کو اپنا فن پیش کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

استاد یوسف سے ایک شخص نے پوچھا: خوش نویسی کا فن آپ نے کس استاد سے سیکھا ہے۔ انہوں نے کہا: کسی سے نہیں۔ ان کے والد خود ایک مشہور خوش نویس تھے مگر انہوں نے اپنے والد کی شاگردی بھی نہیں کی۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ میں نے خوش نویسی کا فن لال قلعہ سے سیکھا ہے۔ لال قلعہ میں مغل دور کے استادوں کی وصلیاں (تختیاں) رکھی ہوئی ہیں۔ ان تختیوں میں قطعات لکھے ہوئے ہیں جو فن خطاطی کے شاہکار نمونے ہیں۔ استاد یوسف دس سال تک برابر یہ کرتے رہے کہ لال قلعہ جا کر ان تختیوں کو دیکھتے' ہر روز ایک قطعہ اپنے ذہن میں بٹھا کر واپس آتے۔ اس کو اپنے قلم سے بار بار لکھتے اور پھر اگلے دن اپنا لکھا ہوا کاغذ لے کر لال قلعہ جاتے۔ وہاں کی محفوظ تختی

سے اپنے لکھے ہوئے کو ملاتے اور اس طرح مقابلہ کر کے اپنی غلطیوں کی اصلاح کرتے۔ اس طرح مسلسل دس سال تک ہر روز لال قلعہ کی قطعات کی تختیوں سے وہ خود اپنی اصلاح لیتے رہے اور ان کو دیکھ کر مشق کرتے رہے۔ یہی دس سالہ جدوجہد تھی جس نے انہیں استاد یوسف بنا دیا۔

اگر آدمی کے اندر شوق ہو تو نہ پیسہ کی ضرورت ہے نہ استاد کی اور نہ کسی اور چیز کی۔ اس کا شوق ہی اس کے لئے ہر چیز کا بدل بن جائے گا۔ وہ بغیر کسی چیز کے ہر چیز حاصل کر لے گا۔ اقبال نے خوب کہا ہے:

کچھ اور ہی نظر آتا ہے یہ کاروبارِ جہاں
نگاہِ شوق اگر ہو شریک بینائی
نگاہِ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو
تیرا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی

(کتابوں کی درس گاہ)



# (58)

# قوتِ حافظہ

اللہ تعالیٰ نے امت مرحومہ کو قوت حفظ کی وافر دولت سے نوازا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات محدثین کرام فقہاء عظام رحمہم اللہ اور مؤرخین نیک انجام ایک ایک مجلس میں بیسیوں ہی نہیں بلکہ سینکڑوں حدیثیں یاد کرلیا کرتے تھے۔ ان حضرات کی سرعت حفظ کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور ان میں بعض ایسے بھی تھے کہ جو بات انہیں ایک دفعہ یاد ہوئی پھر بھولی نہیں اور ان میں ایسے بھی تھے جو زود حفظ ہونے کے ساتھ زود فراموش بھی تھے اور ایسے بھی تھے کہ اپنے شیخ اور استاد سے ایک ہی مرتبہ متعدد احادیث سن کر یاد کر لیتے تھے اور یاد بھی ایسی کہ دوبارہ ان کو استاد سے دریافت کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی تھی۔ اسی طرح

حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ کو ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں حدیثیں یاد ہوتی تھیں اور نہ صرف یہ کہ وہ حدیث کی کتابیں ہی یاد کرتے ہیں بلکہ کتب تفسیر' کتب غریب الحدیث' کتب فقہ شرح حدیث' کتب نحو اور کتب لغت وغیرہا بھی ان میں سے بعض کو از بر ہوتی تھیں اختصاراً بعض حوالے ہم ہدیہ قارئین کرام کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (المتوفی 68ھ) نے ایک مرتبہ تقریباً اسی (80) اشعار ایک ہی دفعہ مجلس میں سن کر یاد کر لئے اور پھر فوراً سنا دیئے۔

(الکامل للمبرد ج3' ص136)

خلیفہ مامون الرشید (المتوفی 217ھ) وامین الرشید (المتوفی 198ھ) پسران خلیفہ ہارون الرشید (المتوفی 193ھ) کے حالات میں یہ بات بھی منقول ہے کہ ان کے

والد ماجد نے ان دونوں کو فرمائش کی کہ مشہور محدث عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کے دولت کدہ پر حاضر ہو کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں حاصل کرو چنانچہ وہ دونوں محدث مذکور کے پاس پہنچے اور انہوں نے سو (100) حدیثیں ان کو سنائیں۔ مامون نے کہا: آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں یہ حدیثیں آپ کو سنادوں؟ استاد محترم نے اجازت دے دی چنانچہ مامون نے وہ کل حدیثیں زبانی سنا دیں۔ غور فرمایئے کہ ایک وہ وقت تھا جب بادشاہوں اور شاہزادوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سننے اور یاد کرنے کا شوق ہوتا تھا کہ خود محدثین کرام رحمہم اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوری توجہ اور دلجمعی سے حدیثیں سنتے اور ایک ہی بار سن کر سو حدیثیں یاد کر لیتے تھے لیکن ہمارے اس قرب قیامت کے دور میں بادشاہ اور شہزادے تو کیا معمولی امیروں اور امیرزادوں کا حال بھی کسی سے مخفی نہیں ہے۔

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد زباغباں
بلبل چہ گفت وگل چہ شنید و صبا چہ کرد

اور دوسروں تک علم دین پہنچانے کا یہ ذوق ہوتا تھا کہ مالی طور پر مبلغین کی خوب خوب امداد کی جاتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے لائق اور فہیم شاگرد حضرت ابوحمزہ (نصر بن عمران الضبعی رحمۃ اللہ علیہ) کو اپنے مال سے ایک حصہ اس لئے دیتے تھے کہ وہ ان کی آواز دوسروں تک پہنچاتے اور غیر ملکی لوگوں کے لئے ترجمہ کرتے تھے۔ (بخاری، ج 1، ص 13 وابوداؤد طیالسی، ص 359)

خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے حکام کو یہ خطوط لکھے کہ جس شخص نے قرآن کریم یاد کر لیا ہو اور حدیث کی روایت کرتا ہو اور علم میں تفقہ اور مہارت حاصل کر لی ہو تو اس کو (سالانہ) چار ہزار دینار وظیفہ دو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آٹھ سال کی عمر کے بچے حافظ قرآن ہو گئے اور گیارہ سال کے بچے علم حدیث اور دیگر علوم کے ماہر ہو گئے۔

(الامامۃ والسیاست، ج 2، ص 188)

امام لغت ابوبکر بن درید رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 321ھ) کا بیان ہے کہ زمانۂ طلب علمی میں میری تربیت میرے چچا حسین بن درید رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد تھی اور میرے استاد علامہ سعید رحمۃ اللہ علیہ بن ابوعثمان ہارون اشناندانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ میرے چچا کی یہ عادت تھی کہ کھانا کھاتے وقت میرے استاد کو بھی کھانے میں شریک کیا کرتے تھے۔ ایک دن میں اپنے استاد محترم سے مشہور شاعر حارث بن حلزۃ کا قصیدہ پڑھ رہا تھا جس کا پہلا مصرعہ اذتنا بیننا الاسماء ہے۔ میرے چچا نے کہا: اگر تم یہ قصیدہ یاد کر کے سنا دو تو میں تمہیں اتنا انعام دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ دونوں کھانے میں مشغول ہو گئے اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد چند ہی باتیں انہوں نے کی ہوں گی کہ میں نے وہ سارا قصیدہ جو تراسی (83) اشعار پر مشتمل تھا زبانی سنا دیا اور لطف کی بات یہ ہے کہ صرف ایک ہی قصیدہ نہیں بلکہ امام خطیب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق ان کے استاد کسی ضرورت کے لئے باہر گئے۔

فالی ان رجع المعلم حفظت دیوان الحارث بن حلزہ باسرہ ۔

ان کے واپس آنے تک انہوں نے حارث بن حلزہ کا پورا دیوان حفظ کر لیا۔

اس کے بعد جب میرے چچا اور استاد نے امتحان لیا تو مجھے انعام دیا۔

(خطیب بغدادی، ج2، ص196)

## انہی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی

امام عبداللہ بن المبارک (المتوفی 181ھ) کے بارے میں صخرہ جو امام عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کے دوست تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں ایک مرتبہ میں اور ابن المبارک ایک مقام سے گزر رہے تھے وہاں دیکھا کہ ایک بزرگ خطاب فرما رہے تھے۔ خطاب خاصا طویل تھا۔ ہم دونوں سنتے رہے۔ جب خطاب ختم ہوا تو ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ بولے: مجھے یہ سب خطاب اور تقریر یاد ہو گئی ہے۔ سامعین میں سے کسی نے یہ فقرہ سن لیا وہ بولا: اچھا سناؤ۔ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے وہ سارا

خطاب از اول تا آخر سنا دیا۔ (بغدادی ج 10 ص 165)

امام خالد رحمۃ اللہ علیہ بن سعد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 352ھ) جو الحافظ اور العلامۃ تھے بیس حدیثیں ان کو ایک ہی بار سننے سے یاد ہو گئی تھیں۔ (تذکرہ ج 3 ص 124)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک دفعہ مشہور محدث سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس حدیثیں سند کے ساتھ ان کے سامنے بیان کیں اور امام موصوف کو ایک دفعہ ہی سننے سے وہ سب یاد ہو گئیں۔ (الجواہر المضیۃ ج 2 ص 524)

یہی نہیں کہ زندگی بھر میں صرف ایک بار ایسا ہوا بلکہ وہ عموماً پچاس ساٹھ حدیثیں ایک ہی مجلس میں سن کر یاد کر لیتے تھے اور حلقہ درس سے اٹھ کر وہی حدیثیں لوگوں کو لکھوا دیتے تھے۔ (تاریخ ابن خلکان ج 2 ص 303)

امام ابوزرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ خود ان کا اپنا بیان ہے کہ میں نے جو چیز بھی سنی وہ مجھے ایک ہی بار سننے سے یاد ہو گئی اور جو بات یاد ہو گئی وہ کبھی بھولی نہیں اور فرماتے ہیں: میں نے کسی محدث سے دوبارہ بیان کرنے کی آرزو نہیں کی اور فرماتے ہیں: میں جب بغداد کے بازاروں میں جاتا تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس دیتا تھا تاکہ جو عورتیں اور چھوکریاں اپنے گھروں اور بالاخانوں میں خرافات قسم کے اشعار اور غزلیں گاتی ہیں کہیں وہ مجھے یاد نہ ہو جائیں۔ (تہذیب ج 7 ص 32 البدایہ والنہایہ ج 9 ص 342)

اور ان کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ وہ فرماتے تھے کہ پچاس سال ہوئے ہیں کہ میں نے حدیثیں لکھی تھیں اور وہ لکھی ہوئی کتابیں میرے گھر میں رکھی ہوئی ہیں۔ لکھنے کے بعد پورے پچاس سال ان حدیثوں کا میں نے کتابوں میں دوبارہ مطالعہ نہیں کیا لیکن بایں ہمہ میں جانتا ہوں کہ فلاں حدیث کس کتاب کے کس ورق، کس صفحہ اور کس سطر میں ہے۔
(بغدادی ج 10 ص 332 تہذیب التہذیب ج 337)

محمد بن سائب الکلبی (المتوفی 146ھ) جو علم حدیث میں ساقط الاعتبار تھا اس کا بیان ہے کہ میں زود حفظ اور زود فراموش ہوں۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے صرف سات

دن میں قرآن کریم یاد کرلیا تھا۔ (میزان الاعتدال ج 3 ص 61)

امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 189ھ) انہوں نے بھی صرف سات دن میں قرآن کریم یاد کرلیا تھا۔ (الجواہر المضیہ ج 2 ص 528)

محدث علی بن جعد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 230ھ) کو مشہور محدث ابن ابی ذلب رحمۃ اللہ علیہ نے بیس حدیثیں املاء کرائیں اور علی بن جعد رحمۃ اللہ علیہ نے وہ زبانی فرفر سنا دیں۔ (تذکرہ ج 1 ص 361 وتہذیب ج 7 ص 29)

محدث ابن یمان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 189ھ) کا بیان ہے کہ مجھے ایک ایک نشست میں پانچ پانچ سو حدیثیں یاد ہو جاتی تھیں مگر میں جلدی بھول بھی جاتا تھا۔

(تذکرہ ج 1 ص 263)

امام عامر بن شراحیل الشعبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 104ھ) فرمایا کرتے تھے کہ مجھے کوئی چیز لکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی تھی۔ (دول الاسلام ج 1 ص 54 علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ) لیکن جو چیز میں نے لکھی ہے وہ مجھے بھولی نہیں اور میں نے اس بات کی کبھی دل میں آرزو نہیں کی کہ بیان کرنے والا دوبارہ اور مکرر بیان کرے۔

(بغدادی ص 351 وتذکرہ ج 1 ص 79 تہذیب ج 5 ص 67)

اور امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ سب سے کم جو چیز مجھے یاد ہے وہ اشعار ہیں اور فرماتے تھے کہ میں اگر تمہیں مہینہ بھر غیر مکرر اشعار سناتا رہوں تو ختم ہونے میں نہ آئیں۔ (تذکرہ ج 1 ص 79)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً پانچ سو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی اور ان میں بیشتر سے علم دین حاصل کیا اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سب سے بڑے بھی تھے۔ (تذکرہ ج 1 ص 75)

امام موصوف محدث، فقیہ، مورخ اور مفسر ہونے کے ساتھ ظرافت پسند بھی تھے۔ کبھی کبھی نہایت لطیف انداز میں خوش طبعی بھی کرلیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ راستہ میں

ایک آدمی ان سے ملا۔ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے ظرافتۃً فرمایا بڑے میاں تمہارا کیا شغل ہے؟ اس نے کہا: میں رفو گر ہوں۔ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے ظرافتۃً فرمایا: ہمارا ایک مٹکا ٹوٹ گیا ہے اس کو بھی رفو کر دیں۔ بڑے میاں کو بھی ظرافت سوجھی۔ وہ کہنے لگے: اگر آپ مجھے ریت کی رسیاں مہیا کر دیں تو میں آپ کے مٹکے کو رفو کر دوں گا۔ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ بے اختیار ہنس پڑے۔ (تذکرہ ج 1 ص 81)

## گہر جو دل میں پنہاں ہیں......

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق درس حاشد بن اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ایک رفیق کا بیان ہے کہ ہم لوگ جب درس میں شریک ہوتے تو استاد جو حدیثیں بیان کرتا جاتا ہم انہیں لکھتے جاتے تھے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا معمول اس کے خلاف تھا۔ وہ چپ چاپ خاموش بیٹھے رہتے۔ ان ساتھیوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ٹوکنا شروع کیا کہ جب تم لکھتے نہیں تو حلقہ درس میں بے کار وقت ضائع کرنے کیوں آتے ہو؟ پہلے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سکوت اختیار کیا۔ جب رفقاء نے زیادہ تنگ کیا تو فرمانے لگے لاؤ جو کچھ تم نے لکھا ہے میں تمہیں زبانی سنا دیتا ہوں۔ حاشد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ پندرہ ہزار سے زیادہ حدیثیں اس بندۂ خدا نے زبانی سنا ڈالیں۔

(بغدادی ج 2 ص 15 و تذکرہ ص 123 و ج 2 ص 5 طبقات سبکی رحمۃ اللہ علیہ)

محدث ابن انباری رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تیرہ صندوق (کتابوں کے) یاد ہیں۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ ان کو ایک سو بیس تفاسیر مع سند یاد تھیں۔ (تذکرہ ج 3 ص 58)

امام ابو عمر الزاہد النحوی اللغوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 661ھ) جو الحافظ اور العلامتہ تھے انہوں نے تیس ہزار ورق لغت کے زبانی املاء کرائے تھے بلکہ ان کے علاوہ بھی جو کتابیں انہوں نے املاء کرائی تھیں وہ سب زبانی املاء کرائی تھیں۔

(تذکرہ ج 3 ص 85)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 204ھ) کا اپنا بیان ہے کہ میری عمر سات سال کی تھی کہ میں نے قرآن مجید یاد کرلیا تھا اور جب میری عمر دس سال کی ہوئی تو میں نے مؤطا امام مالک حفظ یاد کرلیا تھا۔ (تذکرہ ج 1 'ص 319 'بغدادی ج 2 'ص 63 'البدایہ والنہایہ ج 10 'ص 251 'تہذیب التہذیب ج 9 'ص 27)

سلطان محمد شاہ تخی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 752ھ) کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ان کو فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ از بر یاد تھی۔

(الدرر الکامنہ ج 3 'ص 490)

علامہ مقریزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سلطان محمد رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کریم کے علاوہ اکثر فنون کی کتابیں بھی حفظ تھیں اور ہدایہ کی چار جلدیں تو بر نوک زبان تھیں۔

(کتاب الخطط مقریزی رحمۃ اللہ علیہ ج 2 'ص 134)

امام ربعی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسن علی بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ) جو الحافظ المقری اور الامام تھے (المتوفی 436ھ) کو امام ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ کی غریب الحدیث یاد تھی۔

(تذکرہ ج 3 'ص 289)

امام ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرحمٰن بن احمد رحمۃ اللہ علیہ) جو الحافظ المتقن تھے' المتوفی 568ھ کو صحیحین (بخاری اور مسلم) یاد تھیں۔ (تذکرہ ج 4 'ص 112)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ جو کچھ آپ نے اپنی تصنیفات میں لکھا ہے وہ سب آپ کو یاد ہے۔ فرمایا: لایخفی علی جمیعہ (بغدادی ج 4 'ص 9) کہ مجھ پر اس میں سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ سب پیش نظر اور یاد ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا خود اپنا بیان ہے کہ میں سولہ سال کی عمر میں تھا کہ میں نے امام ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں یاد کرلی تھیں۔

(بغدادی ج 4 'ص 7 وطبقات سبکی رحمۃ اللہ علیہ ج 2 'ص 4)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن کریم یاد کرلیا تھا

اور اس کے بعد عمدۃ الاحکام' منہاج الفقہ اور الفیہ ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ یاد کیا۔

(معارف' ص175' بابت ماہ ستمبر 1941ء)

قارئین کرام! کتب تاریخ اور کتب اسماء الرجال میں اس قسم کے واقعات بکثرت موجود ہیں۔ یہ پہلے لوگوں کی سرعت حفظ کا ایک اجمالی خاکہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ

گہر جو دل میں نہاں ہیں ندا ہی دے تو ملیں
اسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی

**اولئك آبائی فجئنا بمثلهم**
**اذا جمعتنا یاجریر المجامع**



# (59)

## دنیا، رہ گزر کے ستانے کی جگہ ہے......الحدیث

(امام ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں ابوخیثمہ زبیر بن حرب نے خبر دی، انہیں وکیع بن جراح نے خبر دی، انہیں مسعودی نے خبر دی، وہ عمرو بن مرہ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابراہیم سے، وہ علقمہ سے، وہ عبداللہ سے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا دنیا سے کیا واسطہ! میری اور دنیا کی مثال تو محض اس مسافر کی سی ہے جو سخت گرمی کے دن کسی درخت کے نیچے اس کے سائے میں آرام کرے اور پھر اسے چھوڑ کر چل دے۔ (وکیع نے کتاب الزہد میں ذکر کی ہے، 286/1، مسند احمد، 18/13، ابن ماجہ و ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔ الاحیاء، 229/3)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن معاویہ جمحی نے خبر دی، انہیں ثابت بن یزید نے خبر دی، انہیں ہلال بن خباب نے، وہ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر آرام فرما تھے جس کے نشانات آپ کے جسم مبارک پر ابھرے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر عرض کرنے لگے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کسی بستر پر آرام فرما لیتے جو اس سے قدرے گداز اور نرم ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا دنیا سے کیا واسطہ! اس کی ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، میری اور دنیا کی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی مسافر سخت گرمی کے دن سفر پر نکلا ہو پھر کچھ دیر کے لئے کسی درخت کے سائے میں ٹھہر گیا ہو اس کے بعد اسے چھوڑ کر چل دیا ہو۔ (مسند احمد، 301/1، الاحیاء، 229/3)

# (60)

# امام ابو یوسف کی وسعت قلبی

علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں ابراہیم بن الجراح کہا کرتے تھے کہ جب میں نے تحصیل علم کی غرض سے بصرہ جانے کا ارادہ کیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مشورہ کے لئے حاضر ہوا کہ بصرہ میں جا کر کس کے حلقۂ درس میں شریک ہو کر استفادہ کروں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بڑی شفقت سے پیش آئے اور ارشاد فرمایا: حماد بن زید بہت بڑے عالم ہیں ان کا تلمذ اختیار کرلو۔

چنانچہ میں بصرہ آیا اور حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس درس میں باقاعدگی سے حاضری دینے لگا مگر خدا کی قسم مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی تھی کہ جب بھی حماد کی مجلس میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہوتا تھا تو نہایت ہی ناشائستہ اور اہانت آمیز الفاظ کے ساتھ۔ میں دل ہی دل میں کڑھا کرتا تھا۔ آخر میں کر بھی کیا سکتا تھا؟

ایک روز حسب معمول میں حماد کے درس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت حاضر ہوئی اور اس نے حماد سے استدعا کی کہ مجھے ایک دستاویز لکھ دیں۔ حماد بن زید جو ہمہ تن تدریس اور افادۂ علم میں مشغول تھے عورت کی یہ استدعا سن کر کشمکش میں پڑ گئے۔ نہ تو اس عورت کو انکار کر کے اس کا دل توڑنا چاہتے تھے اور نہ طلبۂ حدیث سے جو حاضر مجلس تھے بے توجہ ہونا چاہتے تھے۔ ابراہیم بن الجراح کہتے ہیں کہ میں نے حماد کی اس ذہنی کشمکش کا اندازہ کرلیا اور ان کی خدمت میں عرض کیا: حضرت! عورت سے کہئے کہ کاغذ

مجھے دے دے، میں اسے لکھ دیتا ہوں اور آپ اپنے درس میں مشغول رہئے۔ عورت نے کاغذ مجھے دے دیا اور میں دستاویز لکھنے لگا۔ مجھے معروف دیکھ کر حماد درسِ حدیث سے رک گئے کہ میں محروم نہ رہ جاؤں۔ میں نے عرض کیا حضرت! درس روکنے کی ضرورت نہیں، میں اپنے کام میں مشغول ہوں، آپ اپنا کام جاری رکھئے۔ چنانچہ انہوں نے پھر درس حدیث شروع کیا۔ جب میں نے دستاویز لکھ لی اور ملاحظہ کے لئے حضرت حماد کی خدمت میں پیش کردی تو انہوں نے اسے پڑھا، بہت پسند کی اور خوش ہوئے اور مجھ سے پوچھا ابراہیم! تم نے یہ علم کس سے سیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا حضرت! اس شخص سے سیکھا ہے جس کا ذکر آپ کی مجلس میں ہمیشہ برے الفاظ میں ہوتا ہے۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں ان سے رخصت ہو کر جب بصرہ تحصیل علم کی غرض سے آنے لگا تو میں ان کی خدمت میں مشورہ کے لئے حاضر ہوا کہ میں بصرہ جا کر کس کے حلقۂ درس میں شریک ہو کر استفادۂ علم کروں اور بصرہ میں میں کس کو اپنا استاذ علم بناؤں تو انہوں نے مجھے تائید کی کہ آپ کے سوا کسی اور کے دامن علم سے وابستہ نہ ہوں۔ حماد یہ سن کر ششدر رہ گئے اور مجھ سے پوچھا لیکن کون ہے وہ شخص؟ میں نے جواب دیا وہ ابو یوسف ہے۔ نام سنتے ہی حماد پر ندامت کے آثار طاری ہوئے اور اس کے بعد انہوں نے جب بھی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا تو ذکر خیر کے سوا کچھ نہ تھا۔ (حسن التقاضی، ص 51)

اس واقعہ میں عبرت و موعظت، ادب و احترام، اساتذہ سے تعلق و طلب علم اور اجتماعی حقوق کو ملحوظ رکھنے کے کئی مناظر سامنے آجاتے ہیں۔

(1) یہ کہ اہل روایت کے لئے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا دل بے حد وسیع تھا۔

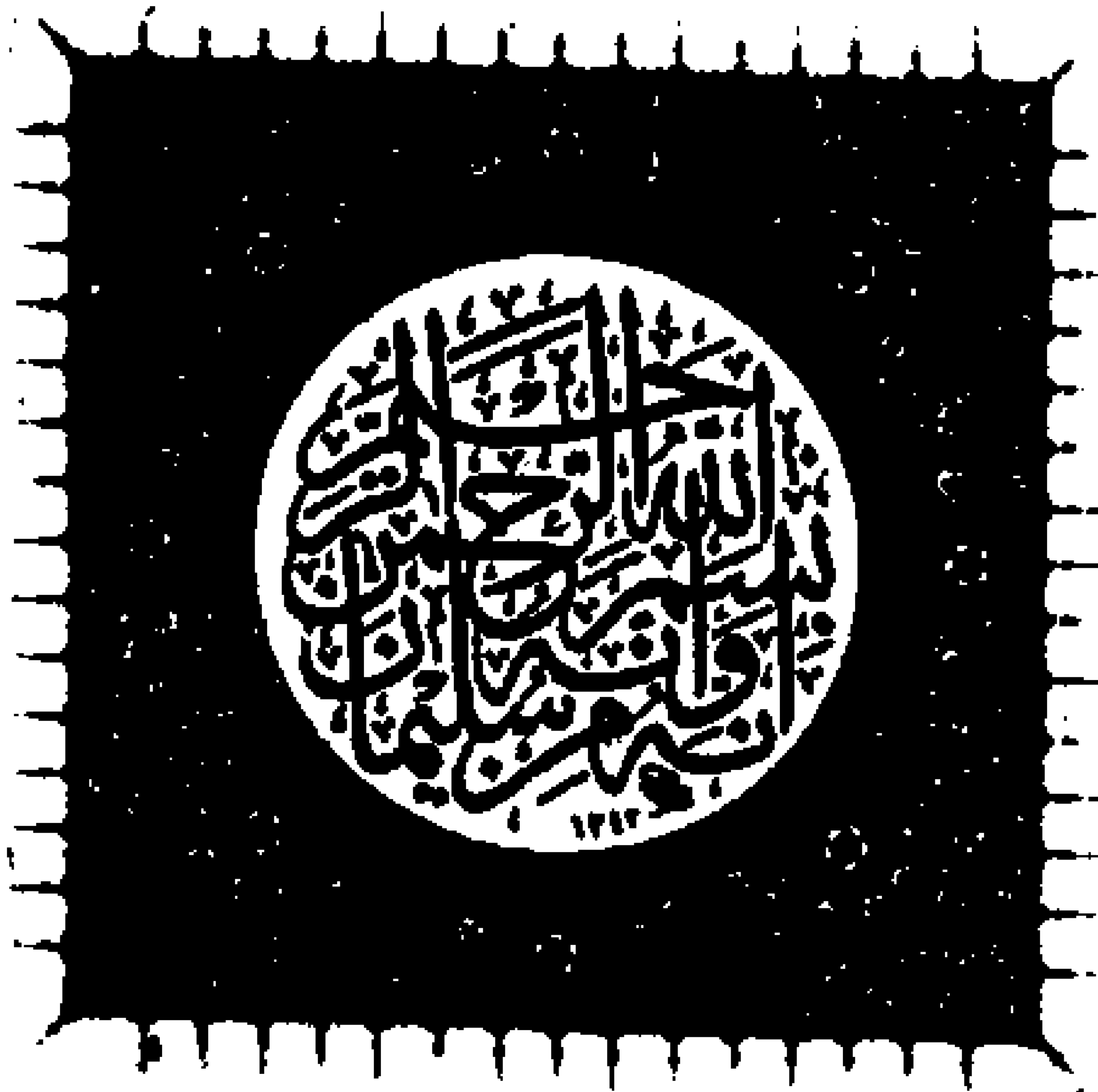
(2) یہ کہ ابراہیم بن الجراح امام ابو یوسف کے بھی شاگرد تھے اور حماد بن زید کے بھی تاہم حماد سے اپنے استاذ امام ابو یوسف کی توہین برداشت نہ کر سکے مگر ان کے ازالہ توہین کے لئے اپنے استاد کی توہین بھی نہیں کی بلکہ مناسب موقع کے منتظر رہے۔ جب موقع مہیا ہوا تو پھر بغیر کسی تامل اور تاخیر کے تلافی کر کے رہے اور اس سے یہ بھی معلوم

ہوا کہ اجتماعی اور معاشرتی امور میں اگر موعظت وحکمت سے کام لیا جائے تو مخالف کو بھی کسی طرح موافق بنایا جاسکتا ہے۔

(3) اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں بھی ائمہ احناف کے متعلق بڑے بڑوں کو غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کی وجہ سے سوءِ ظن ہوا تھا اور ائمہ احناف کی مخالفت کا یہ سلسلہ چہار طرف پھیلا ہوا تھا۔

(علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات ص 95'97)





# (61)

## حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ

آپ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ جلیل القدر تابعی بلکہ سید التابعین ہیں۔ فقہ و حدیث اور زہد و عبادت چاروں میدانوں کے شہسوار ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ اور دوسرے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد رشید ہیں۔ امام زہری' امام مکحول وغیرہ ہزاروں با کمال تابعین و تبع تابعین کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ آپ کے تلمیذ باتمیز امام مکحول کا بیان ہے کہ میں نے علم حدیث کی طلب میں سارا جہان چھان مارا مگر سعید بن المسیب سے بڑا کوئی عالم روئے زمین پر مجھے نظر نہیں آیا۔ آپ بڑے بارعب و صاحب وقار تھے۔ آپ کا چہرہ گویا ہیبت و جلالت حق کا آئینہ تھا۔ آپ کے دربار میں بڑے بڑے امراء بھی بغیر اجازت کے باریاب ہونے کی ہمت نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کی سینکڑوں کرامتیں مشہور ہیں۔ آپ نے چالیس حج کئے۔ چالیس برس تک کوئی نماز با جماعت فوت نہیں ہوئی۔ تیس برس تک ہر اذان مسجد میں سنی اور پچاس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے رہے۔ 93ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور حدیث' فقہ' زہد و تقویٰ اور عبادت کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

(طبقات شعرانی واکمال)

# (62)

## امام باقر رحمۃ اللہ علیہ

امام زین العابدین کے شہزادے امام محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ جن کا لقب باقر ہے حج کے لئے گئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ آپ جب مسجد الحرام میں پہنچے خانہ کعبہ کو دیکھ کر زار و قطار روئے آواز بلند ہو گئی۔ خدام و مصاحبوں کہنے لگے: حضور! لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں آواز پر قابو کریں اور اس طرح رونا بند کریں۔ لوگ کیا کہیں گے؟ فرمایا:

''شاید اللہ تعالیٰ روز محشر میری طرف نگاہ رحمت فرمائے اور نجات بخشے۔''

اس کے بعد انہوں نے طواف کیا اور نفل ادا کرنے کے لئے مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہوئے۔ سجدے سے سر اٹھایا تو دیکھا گیا کہ سجدہ گاہ آنسوؤں سے بھیگی ہوئی ہے۔ ایک مصاحب سے فرمایا: ''میں رنجیدہ ہوں' میرا دل فکر سے خالی نہیں۔'' سبب پوچھا گیا تو فرمایا جس کے دل میں صاف ستھرا دین خالص جاگزیں ہوا وہ ماسوی اللہ سے باز رہا اور دنیا کیا ہے؟ کوئی سواری جس پر کچھ دیر سوار ہو لئے یا کوئی کپڑا جسے پہن لیا یا کوئی عورت جسے پالیا یا کوئی لقمہ جسے کھا لیا۔ اہل دنیا میں صاحبان تقویٰ سب سے کم سامان رکھنے والے اور سب سے زیادہ لوگوں کی امداد کرنے والے ہیں' اگر تم انہیں فراموش کر دو تو بھی وہ تمہیں یاد کریں اور اگر تم انہیں یاد کرو تو تمہاری مدد کریں۔ خدا کا حق بہت زیادہ بیان کرنے والے اور خدا کا حکم بہت زیادہ برپا کرنے والے دنیا کو ایک منزل سفر سمجھو کہ شب کو اترے صبح کو کوچ کیا یا کوئی مال جسے خواب میں دیکھا اور بیداری پر کچھ پاس نہیں۔

بندۂ مومن کا دل غنا و عزت کی جولانگاہ ہے یہ دونوں جب ایسی جگہ پہنچتے ہیں جہاں توکل ہو تو اسی مقام کو اپنا وطن قرار دے لیتے ہیں۔ (روض الریاحین)

حضرت کے اس قول کی تشریح میں امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی اگر کسی کے دل میں توکل نہ ہو تو غنا اور عزت دونوں اس سے جدا ہو جاتی ہیں اور دل میں اللہ کے خالص دین کے داخل ہونے کا مطلب رب تعالیٰ کی محبت ہے کیونکہ دین خالص کے لئے حقیقت محبت ضروری ہے۔ جس قلب میں حب صادق ہوگی وہیں دین خالص بھی ہو گا۔ اس وقت وہ دل محبوب حقیقی کے ساتھ مشغول ہو کر اس کے علاوہ سے اعراض کرے گا اور وہ محض اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ سننے اور دیکھنے کا تعلق رکھے گا اور اس قول حبیب قلبی بہ سمعی بہ بصری۔ وہ میرے دل کا محبوب ہے۔" اسی سے میرا دیکھنا اور اسی سے میرا سننا ہے" کا یہی مطلب ہے اور اس کا ثبوت یہ حدیث ہے کہ کسی شئی کی محبت آدمی کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عطاء کا قول ہے۔ میں نے علماء کو کسی کے سامنے علم و فضل کے اعتبار سے اتنا کمتر نہ دیکھا جتنا محمد بن علی بن حسن کے سامنے دیکھا۔ ان کے بالمقابل بڑے بڑے اہل علم کم درجہ معلوم ہوتے ہیں۔

بقر کا معنی چاک کرنے اور باقر کا معنی چاک کرنے والا بعض اہل لغت نے فرمایا' امام محمد بن علی کو' باقر'' اسی لئے کہا گیا کہ انہوں نے علوم کو چاک کیا اور ان میں وسعت و کشادگی پیدا کی۔ سیدنا امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میرا ایک بھائی میری نگاہ میں بڑا تھا۔ وہ میری نگاہ میں عظیم اس لئے ہوا کہ دنیا اس کی نگاہ میں حقیر تھی۔''

حق تعالیٰ کی محبت میں فدا ہیں باقر
واصل الی اللہ سے غیروں سے جدا ہیں باقر
ان کا ہر لمحہ ہے ایمان و اطاعت بردوش
کیا بھلا اہل ہوس جانیں کہ کیا ہیں باقر

آل و اصحاب کے انوار کا مجموعہ عطر
سرور و حیدر و شبر کی دعا ہیں باقر
ہیں وہ اصحاب محمد کی ولا میں سرشار
مصطفیٰ سے نہ صحابہ سے جدا ہیں باقر
ان کی جانب کسی فتنہ کو نہ منسوب کرو
وارث دولت ارباب ردا ہیں باقر

(بزم اولیاء)





# (63)

## طائف میں نورِ توحید ورسالت

غزوۂ حنین کی فتح کے بعد طائف کے علاقے میں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا تھا مگر بنو ثقیف بدستور کفر اور ضد پر قائم تھے۔ ان کا ایک بڑا سردار عروہ بن مسعود ثقفی مدینہ منورہ آیا۔ اسلام قبول کیا اور واپس طائف چل دیا۔ نیا نیا اسلام قبول کیا تھا' ایمان کی تازگی سے سرشاری بھی عجب چیز ہے۔ انہوں نے قوم کے کفر کے باوجود ڈٹ کر کلمہ توحید بلند کیا۔ اپنے گھر کی گٹی پر کھڑے ہو گئے' بلند آواز سے اذان دی۔ ساتھ ہی چاروں طرف سے تیر برسنا شروع ہو گئے۔ تیروں کی بوچھاڑ کے باوجود اذان دیتے رہے۔ بالآخر جاں بحق ہو گئے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام' 192,191/4 وتاریخ اسلام' 669,668/2)

اب آگے چلئے۔ طائف کا سب سے متکبر اور بد دماغ سردار عبد یالیل جس نے ایک دن اللہ کے رسول کو بے حد ستایا اور آزردہ کیا تھا۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ کی جانب روانہ ہوا۔ شہر سے باہر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا پہرہ تھا۔ ان دونوں کا جدامجد ایک تھا۔ محبت اور پیار تو اپنوں میں ہوتا ہی ہے۔ خصوصاً اس وقت جب عقیدے میں بھی یک رنگی پیدا ہونے لگے۔ مغیرہ نے آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آداب گفتگو بتائے۔ ان کا خیمہ مسجد نبوی میں نصب کرایا تا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قریب سے دیکھ سکیں اور آپ کے اخلاق کا مطالعہ کریں۔ اس وفد میں چھ افراد شامل تھے۔ سب سے کم عمر عثمان بن ابوالعاص ثقفی تھے۔ یہ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے رہے۔ بالآخر ایک دن عبد یالیل اور اللہ کے

رسول کے درمیان براہ راست مکالمہ ہوا۔ عرض کیا: آپ ہمارے ساتھ تحریری معاہدہ کر لیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شرط اسلام ہے ورنہ نہیں۔ عبد یالیل مسلمان ہونے کے لئے ہی آیا تھا۔ اللہ کے رسول نے ایک مدت پہلے طائف سے نکلتے وقت جو دعا فرمائی تھی اس کی قبولیت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اس کا بڑا سردار اپنے ساتھیوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ اس نے اب کچھ شرائط اور مطالبات پیش کئے۔ زنا کی اجازت چاہی۔ فرمایا: اسلام میں اس کی نہایت سختی سے ممانعت ہے۔ اس کی اجازت نہیں مل سکتی۔ سودی کاروبار کی اجازت طلب کی گئی۔ ارشاد ہوا کہ سود قطعاً حرام ہے' پھر سورۂ بقرہ کی آیت 278 کی تلاوت فرمائی۔ ''مسلمانو! اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈر جاؤ اور تمہارا جو سود لوگوں کے ذمے باقی ہے' اسے چھوڑ کر اصل رقم پر اکتفاء کر لو۔'' شراب پینے کی فقط اس قدر رعایت طلب کی کہ یہ گندا مشروب گاہے بگاہے دوا کے طور پر استعمال کر لیں۔ یہ مطالبہ بھی مسترد کر دیا گیا۔ اب اس نے کہا: نماز کی چھوٹ تو دے دیجئے۔ ارشاد ہوا جس دین میں اللہ کی عبادت نہ ہو وہ بھلائی اور خیر سے خالی ہوگا۔

اہل طائف کا سب سے بڑا بت ''لات'' تھا' اس کی بڑی تعظیم کی جاتی تھی۔ اس کی سلامتی کے لئے تین سال کی مہلت مانگی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا' پھر دو سال' پھر ایک ماہ تک کی اجازت چاہی مگر تمام درخواستیں مسترد ہوئیں اور واضح کر دیا گیا کہ اللہ کے احکامات اور نصوص شریعت پر ہرگز کوئی سمجھوتہ یا سودے بازی نہیں ہو سکتی۔ وفد نے تنہائی میں مشورہ کیا' پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام شرائط تسلیم کر لیں۔ آخر میں عبد یالیل نے عرض کی لات کو ڈھانے کا انتظام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط منظور کر لی۔ نوشتہ لکھ دیا۔ عثمان بن ابی العاص ثقفی کو ان کا امیر مقرر فرمایا: وہ اسلام سیکھنے میں پیش پیش تھے۔ قرآن پڑھتے تھے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی باتیں دریافت کرتے رہتے تھے۔

عبد یالیل اور ان کے رفقاء کو خطرہ تھا کہ جس طرح عروہ بن مسعود کو ان کی قوم نے

قتل کیا ہے' کہیں ان کے ساتھ بھی ان کی برادری وہی سلوک نہ کرے۔ انہوں نے واپسی پر اہل طائف سے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا' پھر نہایت حکمت و دانش سے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ پہلے تو ان پر نخوت جاہلیہ غالب آئی مگر بالآخر سب نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ اور خالد بن ولید کی سرکردگی میں چند صحابہ کو ''لات'' کی مسماری کے لئے روانہ کیا گیا۔ انہوں نے گرز مار مار کر لات کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اس کی بنیادیں کھود کر اسے زمین کے برابر کر دیا۔ یوں طائف کے علاقے میں چند ہی روز میں دیکھتے ہی دیکھتے توحید و رسالت کے زمزمے گونج اٹھے اور اس سرزمین سے قیامت تک کے لئے کفر و شرک کا خاتمہ ہو گیا۔

(ملخص از البدایہ والنہایہ' 5/31-36 و تاریخ الاسلام' 2/668-672 و تاریخ الطبری' 3/194-195)



# (64)

# فکرِ آخرت کے لئے کوئی نہیں روتا

حضرت سیّدنا یزید بن صلت الجوشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں اپنے ایک عابد و زاہد دوست سے ملنے بصرہ گیا۔ جب میں ان کے گھر پہنچا تو دیکھا کہ ان کی حالت بہت نازک ہے اور شدت مرض سے قریب المرگ ہیں' ان کے بچے' زوجہ اور ماں باپ اردگرد کھڑے رو رہے ہیں اور سب کے چہروں پر مایوسی عیاں ہے۔ میں نے جا کر سلام کیا اور پوچھا: ''آپ اس وقت کیا محسوس کر رہے ہیں؟'' یہ سن کر میرے وہ دوست کہنے لگے: ''میں اس وقت ایسا محسوس کر رہا ہوں جیسے میرے جسم کے اندر چیونٹیاں گھوم پھر رہی ہوں۔''

اتنی دیر میں ان کے والد رونے لگے تو میرے دوست نے پوچھا: ''اے میرے شفیق باپ! آپ کو کس چیز نے رلایا؟'' کہنے لگے: ''میرے لال! تیری جدائی کا غم مجھے رلا رہا ہے' تیرے مرنے کے بعد ہمارا کیا بنے گا۔'' پھر ان کی ماں' بچے اور زوجہ بھی رونے لگی۔ میرے دوست نے اپنی والدہ سے پوچھا: ''اے میری مہربان و شفیق ماں! تم کیوں رو رہی ہو؟'' ماں نے جواب دیا ''میرے جگر کے ٹکڑے! مجھے تیری فرقت کا غم رلا رہا ہے' میں تیرے بغیر کیسے رہ پاؤں گی۔'' پھر اپنی بیوی سے پوچھا: ''تمہیں کس چیز نے رونے پر مجبور کیا؟'' اس نے بھی کہا: ''میرے سرتاج! تیرے بغیر ہماری زندگی اجیرن ہو جائے گی' جدائی کا غم میرے دل کو گھائل کر رہا ہے' تیرے بعد میرا کیا بنے گا؟'' پھر اپنے روتے ہوئے بچوں کو قریب بلایا اور پوچھا: ''میرے بچو! تمہیں کس چیز نے رلایا ہے؟''

بچے کہنے لگے: ''آپ کے وصال کے بعد ہم یتیم ہو جائیں گے' ہمارے سر سے سایۂ پدری اٹھ جائے گا' آپ کے بعد ہمارا کیا بنے گا؟ آپ کی جدائی کا غم ہمیں رلا رہا ہے۔''

ان سب کی یہ باتیں سن کر میرے دوست نے کہا: ''مجھے بٹھا دو۔'' جب انہیں بٹھا دیا گیا تو گھر والوں سے کہنے لگے: ''تم سب دنیا کے لئے رو رہے ہو۔ تم میں سے ہر شخص میرے لئے نہیں بلکہ اپنا نفع ختم ہو جانے کے خوف سے رو رہا ہے' کیا تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے جسے اس بات نے رلایا ہو کہ مرنے کے بعد قبر میں میرا کیا حال ہوگا' عنقریب مجھے وحشت ناک تنگ و تاریک قبر میں چھوڑ دیا جائے گا' کیا تم میں سے کوئی اس بات پر بھی رویا کہ مجھے مرنے کے بعد منکر و نکیر سے واسطہ پڑے گا؟ کیا تم میں سے کوئی اس خوف سے بھی رویا کہ مجھے میرے پروردگار کے سامنے (حساب و کتاب کے لئے) کھڑا کیا جائے گا' تم میں سے کوئی بھی میری اخروی پریشانیوں کی وجہ سے نہیں رویا بلکہ ہر ایک اپنی دنیا کی وجہ سے رو رہا ہے' پھر ایک چیخ ماری اور ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔'' (عیون الحکایات)



# (65)

# آزمائش کے واقعات

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں کون شخص زیادہ (محنت و مصیبت کی) آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ ۔

''انبیاء، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد سب سے افضل ہیں پھر وہ جو ان کے بعد سب سے افضل ہیں۔''

(پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) انسان اپنے دین کے مطابق (مصیبت میں) مبتلا کیا جاتا ہے چنانچہ اگر کوئی شخص اپنے دین میں سخت ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اپنے دین میں نرم ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی ہلکی ہوتی ہے، (لہٰذا اپنے دین میں سخت شخص اسی طرح ہمیشہ) مصیبت و آزمائش میں گرفتار رہتا ہے، جس کی وجہ سے اس کی مغفرت ہوتی ہے، یہاں تک کہ وہ زمین کے اوپر اس حال میں چلتا ہے کہ اس کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ (ترمذی، الزہد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء، 2398، ابن ماجہ، 4023، الدارمی، 2783، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے)

☆...... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوْعَكُ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّكَ تُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا قَالَ: أَجَلْ اِنِّيْ اُوْعَكُ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ! قُلْتُ: ذٰلِكَ اِنَّ لَكَ اَجْرَيْنِ؟ قَالَ:

أَجَلْ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى، شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا سَيِّاٰتِهِ وَحُطَّتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا .

''میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' جب کہ آپ کو بخار تھا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بلاشبہ آپ کو شدید بخار ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں' مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تمہارے دو آدمیوں کو۔'' میں نے کہا: آپ کے لئے اجر بھی دوگنا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں یہ ایسا ہی ہے۔ جو بھی مسلمان' اسے کوئی تکلیف پہنچ' کانٹا لگے یا اس سے بڑی تکلیف آئے۔ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی برائیاں دور فرما دیتا ہے اور اس کے گناہ اس سے اس طرح گرتے ہیں' جیسے (پت جھڑ کے موسم میں) درخت سے اس کے پتے گرتے ہیں۔''

(صحیح بخاری' المرضیٰ' باب شدۃ المرض' 5647' صحیح مسلم' البر' باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ' 2571)

☆......حضرت عامر رامی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) بیماریوں کا ذکر کیا' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مومن جب کسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسے اس بیماری سے نجات دیتا ہے تو وہ بیماری (نہ صرف یہ کہ) اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے (بلکہ) زمانہ آئندہ کے لئے باعث نصیحت (بھی) ہوتی ہے یعنی بیماری اسے متنبہ کرتی ہے۔ (چنانچہ وہ آئندہ گناہوں سے بچتا ہے)

وَإِنَّ الْمُنَافِقَ إِذَا مَرِضَ ثُمَّ أُعْفِيَ كَانَ كَالْبَعِيرِ عَقَلَهُ أَهْلُهُ ثُمَّ أَرْسَلُوهُ فَلَمْ يَدْرِ لِمَ عَقَلُوهُ وَلَمْ يَدْرِ لِمَ أَرْسَلُوهُ .

''اور جب منافق بیمار ہوتا ہے اور پھر اسے بیماری سے نجات دی جاتی ہے تو اس کی مثال اس اونٹ کی سی ہوتی ہے جسے اس کے مالک نے باندھا اور پھر

چھوڑ دیا اور اونٹ نے یہ نہ جانا کہ مالک نے اسے کیوں باندھا تھا اور کیوں چھوڑ دیا؟" (یہ سن کر) ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کیا چیز ہے؟ میں تو کبھی بھی بیمار نہیں ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہمارے پاس سے اٹھ کھڑے ہو۔ تم ہم میں سے نہیں ہو۔"

(ابوداؤد'الجنائز' باب الامراض المکفر ۃللذنوب'3089)

## مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا احد کے دن سے بڑھ کر بھی کوئی سخت دن آپ پر آیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

عائشہ! تمہاری قوم قریش نے مجھ پر مصیبتوں کے کتنے ہی پہاڑ گرائے ہیں لیکن سب سے بڑی مصیبت کی جو چٹان مجھ پر گری وہ ان لوگوں کی جانب سے طائف کی گھاٹی میں اس وقت گری جب میں نے (وہاں کے سردار کنانہ) بن عبد یالیل بن عبد کلال کے ہاں اپنے آپ کو پیش کیا تھا لیکن میں نے جس ارادے کا اظہار کیا اس کا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ چنانچہ میں وہاں سے رنجیدہ ہو کر جدھر کو میرا رخ تھا ادھر ہی کو چل دیا۔ پھر جب مجھے کچھ قرار آیا تو میں "قرن الثعالب" کے مقام پر تھا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بادل مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ میں نے سر اٹھاتے ہوئے نظر دوڑائی تو اس میں سے جناب جبریل علیہ السلام نمودار ہوئے۔ انہوں نے مجھے آواز دے کر کہا:

اِنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ اللهُ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهٗ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ ۔

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے جناب کو جو جو کہا اور آپ سے جو سلوک کیا' اللہ نے وہ سب کچھ سن لیا ہے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے تاکہ آپ ان منکرین کے ساتھ جو سلوک کرنا

چاہیں ان کا حکم پہاڑوں کے فرشتے کو کردیں۔"

اب پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی' سلام کہا اور عرض کی:

**يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ ذٰلِكَ فِيْمَا شِئْتَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ .**

"اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو میں مکہ کے دو پہاڑ (ابوقبیس اور قیقعان) کے درمیان اہل طائف کو (چکی کے دو پاٹوں کے درمیان آٹے کی طرح) پیس کر رکھ دوں۔" اس پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑوں کے فرشتے کو جواب دیا:

**بَلْ اَرْجُوْ اَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا .**

"نہیں' بلکہ میں تو امید لگائے بیٹھا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو صرف ایک اکیلے اللہ کی عبادت کریں گے اور وہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں بنائیں گے۔"

(صحیح بخاری' بدء الخلق' باب اذا قال احدکم آمین والملائکۃ فی السماء' 3231)

## تکلیف' مصیبت یا نعمت؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' جب کہ آپ کو بخار تھا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بلاشبہ آپ کو شدید بخار ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: "ہاں' مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تمہارے دو آدمیوں کو۔" میں نے کہا: ذٰلِكَ اَنَّ لَكَ اَجْرَيْنِ؟

آپ کے لئے اجر بھی دوگنا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَجَلْ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى، شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا سَيِّئَاتِهِ، وَحُطَّتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا .

"ہاں یہ ایسا ہی ہے۔ جو بھی مسلمان کہ اسے کوئی تکلیف پہنچے' کانٹا لگے یا اس سے بڑی تکلیف آئے۔ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی برائیاں دور فرما دیتا ہے اور اس کے گناہ اس سے اس طرح گرتے ہیں' جیسے (پت جھڑ کے موسم میں) درخت سے اس کے پتے گرتے ہیں۔"

(صحیح بخاری' المرضی' باب شدۃ المرض' 5647' صحیح مسلم' البر' باب ثواب المومن فیما یصیبہ' 2571)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهٖ خَيْرًا عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا، وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهٖ حَتّٰى يُوَافِيَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ عِظَمَ الْجَزَآءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضٰى، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ .

جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو (اس کے گناہوں کی سزا) جلد ہی دنیا میں دے دیتا ہے (یعنی تکلیفوں اور آزمائشوں کے ذریعے اس کے گناہوں کی معافی کا سامان پیدا کر دیتا ہے) اور جب اپنے بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے اس کے گناہ کی سزا (دنیا میں) روک لیتا ہے' یہاں تک کہ قیامت والے دن اس کو پوری سزا دے گا۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: "بدلے میں بڑی آزمائش جتنی عظیم ہوگی (بدلہ بھی اسی قدر عظیم ہوگا) اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو پسند فرماتا ہے تو ان کو آزمائش سے دوچار فرما دیتا ہے' پس جو

(اس سے) راضی ہوتا ہے اس کے لئے (اللہ کی) رضا ہے اور جو (اس کی وجہ سے اللہ سے) ناراض ہوتا ہے اس کے لئے (اللہ کی) ناراضی ہے۔"

(سنن ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی الصبر علی البلاء 2396 حسن صحیح)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِیْ نَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ حَتّٰی يَلْقَی اللّٰهَ تَعَالٰی وَمَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيْئَةٍ ۔

"مومن مرد اور مومن عورت پر اس کی جان اولاد اور مال میں آزمائشیں آتی رہتی ہیں (جن سے ان کے صغیرہ گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں) اور یہاں تک کہ جب وہ اللہ کو ملتے ہیں (ان کو موت آتی ہے) تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔"

(حسن سنن ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی الصبر علی البلاء 2399 حاکم 315,314/4 اور ذہبی نے صحیح کہا ہے)

## حضرت سعد کا اپنی ماں کو جواب

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کی والدہ نے کھانا پینا ترک کر دیا اور فاقے کرنے لگی اور سعد رضی اللہ عنہ کے ایمان کا امتحان لینے لگی اور کہا: جب تک تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین نہیں چھوڑتا میں اسی حالت میں رہوں گی لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جو اپنی والدہ کو جواب دیا وہ یقیناً قابل تحسین ہے۔ انہوں نے کہا:

يَا أُمَّاهُ لَوْ كَانَتْ لَكِ مِائَةُ نَفْسٍ فَخَرَجَتْ نَفْسًا نَفْسًا مَا تَرَكْتُ دِيْنِیْ هٰذَا فَإِنْ شِئْتِ فَكُلِیْ وَإِنْ شِئْتِ فَلَا تَأْكُلِیْ ۔

"اے میری ماں! اگر تمہاری سو جانیں ہوتیں اور وہ (سب بھی میرے

سامنے) ایک ایک کر کے نکل جاتیں تو پھر بھی میں اپنا یہ دین نہ چھوڑتا۔ اگر تم چاہوتو کھاؤ اور اگر چاہو تو نہ کھاؤ۔"

چنانچہ اس نے استقامت سعد رضی اللہ عنہ دیکھ کر کھانا شروع کر دیا۔

(تفسیر قرطبی 13/291)

☆ ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَاتَزَالُ الرِّيَاحُ تُفَيِّئُهُ وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيْبُهُ بَلَاءٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ مَثَلُ شَجَرَةِ الْاَرْزِ لَا تَهْتَزُّ حَتّٰى تُسْتَحْصَدَ .

"مومن کی مثال کھیتی کی مانند ہے کہ ہوا اسے ہمیشہ جھکاتی رہتی ہے۔ کبھی دائیں کبھی بائیں اور مومن ہمیشہ آزمائش میں رہتا ہے۔ منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی سی ہے کہ کبھی نہیں ہلتا یہاں تک کہ جڑ سے کاٹ دیا جائے۔" (جامع ترمذی، الامثال، باب ماجاء فی مثل المومن القاری للقرآن وغیر القاری، 2866، مسلم، 2809، احمد، 1/234، 2/283، یہ حدیث حسن صحیح ہے)

☆ ...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام صائب رضی اللہ عنہا کے پاس (جو تپ ولرزہ میں مبتلا تھیں) تشریف لائے اور (ان کی حالت دیکھ کر) فرمایا یہ تمہیں کیا ہوا جو کانپ رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: بخار ہے اللہ اس میں برکت نہ دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بخار کو برا مت کہو کیونکہ بخار بنی آدم کے گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل کو صاف کر دیتی ہے۔"

(مسلم، البر والصلۃ، باب ثواب المومن فیما یصیبہ من مرض او حزن نحو ذلک، 6570)

☆ ...... حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا:

"جب کوئی بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر میں جاتا ہے (اور اس کی بیماری یا سفر کی وجہ سے اس کے اوراد و نوافل فوت ہو جاتے ہیں) تو اس کے نامۂ اعمال میں اتنے عمل لکھ دیئے جاتے ہیں جو وہ حالت قیام اور زمانہ تندرستی میں کیا کرتا تھا۔" (بخاری' الجہاد' باب یکتب للمسافر ما کان یعمل فی الاقامۃ' 2996)

نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب بندہ عبادت کے نیک راستہ پر ہوتا ہے اور پھر بیمار ہو جاتا ہے (اور اس عبادت کے کرنے پر قادر نہیں رہتا) تو اس فرشتہ سے جو اس بندہ پر (اس کے نیک اعمال لکھنے پر) متعین ہوتا ہے کہا جاتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ اس بندہ کے لئے (اس کے نامہ اعمال میں) اس عمل کے مثل لکھو جو وہ تندرستی کی حالت میں کیا کرتا تھا' یہاں تک کہ میں اسے تندرستی عطا کروں' یا اسے (اپنے پاس) بلا لوں۔"

(شرح السنۃ' الجنائز' باب المریض یکتب لہ مثل عملہ' 1423' احمد' 2/203' 6895)



# (66)

# اور انعام ڈبل کر دیا

اورنگ زیب عالمگیر جب تخت نشین ہوئے اور لوگوں میں انعام تقسیم ہونے لگا تو ایک بہروپیہ بھی آیا۔ عالمگیر نے پہچان لیا۔ فرمایا: جب دھوکہ دو گے تب انعام ملے گا۔ وہ چلا گیا۔ مختلف وقتوں میں مختلف روپ بدل کر آیا مگر عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ دھوکے میں نہ آئے۔ اس کو معلوم ہوا کہ فلاں مہم پر بادشاہ جانے والے ہیں۔ کچھ مدت قبل سے رستہ کی منزل پر پہنچ گیا۔ درویشانہ لباس اور صورت بنا کر بیٹھ گیا۔ شہر میں شہرت ہوگئی کہ بہت بڑے درویش آئے ہوئے ہیں۔ لوگوں کا اژدہام رہتا تھا۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ جب اس منزل پر پہنچے حسب معمول وزیر سے دریافت کیا: ''یہاں کوئی درویش یا عالم ایسے ہیں جن سے ملاقات کی جائے۔'' وزیر نے عرض کیا: حضور ایک بہت بڑے درویش یہاں مقیم ہیں۔ فرمایا: ہم ضرور ان سے ملاقات کریں گے۔ چنانچہ بغرض ہدیہ کچھ اشرفیاں لے کر وہاں پہنچے ملاقات ہوئی' بعض تصوف کے مسائل عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیے جن کا جواب نہایت تسلی بخش دیا۔ یہ لوگ اپنے فن کی تکمیل کیلئے سب چیزیں سیکھا کرتے تھے۔ اس کے بعد عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے وزیر کی طرف اشارہ کیا۔ وزیر نے ہدیہ پیش کیا۔ اس نے لینے سے انکار کیا۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو زیادہ عقیدت ہوگئی' سمجھا کہ یہ واقعی درویش کامل ہے۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ واپس ہوئے تو پیچھے پیچھے یہ بھی ذرا فاصلہ سے ہولیا۔ جب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ دربار میں بیٹھے تو اس نے بھی پیش ہو کر جھک کر سلام کیا۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے غور سے دیکھا تو پہچان لیا۔ اس کے کمال فن کا اقرار

کیا اور انعام دیا مگر معمولی جیسا ان لوگوں کو ملا کرتا ہے۔ اس نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا پھر اس سے پوچھا: ہم اس وقت جو دے رہے تھے اب اتنا تھوڑا ہی دے سکتے ہیں مگر اس وقت کیوں نہیں لیا؟ عرض کیا: ''حضور! آپ نے جو بھی عطا فرمایا ہے وہی میرے لئے سب کچھ ہے' باقی اس وقت لینے سے میرے کمال میں یعنی فن نقالی میں کھنڈت پڑتی وہ نقل صحیح نہ ہوتی کیونکہ نقل صحیح وہ ہوتی ہے جو اصل کی مطابق ہو اور یہ بات درویشوں کے خلاف ہے کہ وہ دنیا کو حاصل کریں جبکہ میں نے ان کی صورت بنائی تھی' اگر لیتا تو نقل صحیح نہ ہوتی۔'' عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اس بات کی بڑی ہی قدر ہوئی اور مکرر انعام دیا۔

(الافاضات الیومیہ' ج 2' ص 307)

اللّٰھم اجرنی من النار

# (67)

# حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا حافظہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ذہانت وفطانت کے ساتھ غیر معمولی قوت حافظہ سے بھی نوازا تھا۔ شروع شروع میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذہن سے محو ہو جاتے تھے۔ یہ بات ان کے لئے سوہانِ روح تھی۔ خود فرماتے ہیں: ایک دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کی بہت سی روایات کو سنتا ہوں لیکن (حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (بعض) ارشادات بھول جاتا ہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چادر بچھاؤ۔''

میں نے چادر بچھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں سے لپ بنا کر اس چادر میں ڈال دی پھر فرمایا: ''اس چادر کو لپیٹ کر اپنے سینے سے لگاؤ۔''

میں نے اس کو اپنے سینے سے لگا لیا' اس کے بعد میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد نہیں بھولا۔'' (صحیح بخاری' کتاب العلم: 22/1)

☆......علامہ ابوبکر قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں نسیان کی کمزوری باقی نہ رہی (حالانکہ تھوڑی یا زیادہ کمزوری انسانی فطرت کا خاصہ ہے) درحقیقت ایسا ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا اور ایسے امور کا عقل انسانی احاطہ

نہیں کر سکتی۔" (قسطلانی، 280/1)

☆...... حافظ ابن کثیر نے "البدایۃ والنہایۃ" میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا:

"جو شخص چادر پھیلائے گا یہاں تک کہ میں بات ختم کروں اور پھر اس کو لپیٹ لے تو یہ شخص کبھی میری کوئی بات نہیں بھولے گا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوری ہونے سے پہلے چادر کو پھیلایا اور لپیٹ لیا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات میرے حافظہ سے خطا نہیں ہوئی۔" (البدایۃ والنہایۃ، 105/8)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حفظ حدیث کو عبادت کا درجہ دیتے تھے اور صرف ان کے ایک دفعہ سن لینے ہی کو کافی نہ سمجھتے بلکہ ان کا اعادہ وتکرار بھی کثرت سے کرتے تھے۔ خود فرماتے ہیں:

"میں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، ایک تہائی میں نماز پڑھتا تھا، ایک تہائی میں آرام کرتا تھا اور ایک تہائی میں احادیث کا دور کیا کرتا تھا۔" (سنن دارمی، 82/1)

اپنے قوی حافظہ اور مسموع احادیث کے اعادہ وتکرار کی بدولت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے بڑھ کر حافظ حدیث ہو گئے تھے۔ ان کے مشہور شاگرد حضرت ابو صالح السمان رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے:

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل ہیں، میرا مطلب یہ ہے کہ حفظ حدیث میں سب سے بڑھ گئے تھے۔" (تذکرۃ الحفاظ، 34/6، الاصابۃ، 205/4)

## حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حافظہ کا امتحان:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الکنی" میں نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ

مروان بن الحکم جو دمشق میں مروانی حکومت کا سب سے پہلا حکمران ہے اس کے سیکرٹری ابوالزعزہ کا بیان ہے کہ ایک دن مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کثرت سے جو حدیثیں روایت کیا کرتے تھے اس سلسلے میں مروان کچھ شکوک وشبہات میں مبتلا تھا' بہر حال بلانے پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ مروان نے ان کے آنے سے پہلے ہی اپنے سیکرٹری ابوالزعزہ کو حکم دے رکھا تھا کہ پردہ کے پیچھے دوات قلم کاغذ لے کر بیٹھ جائے۔ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیثیں پوچھوں گا جو حدیثیں وہ بیان کریں ان کو تم لکھتے چلے جانا۔ یہی کیا گیا۔ مروان چھیڑ چھاڑ کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیثیں پوچھنے لگا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے جاتے تھے اور پس پردہ ابوالزعزہ لکھتا چلا جاتا تھا۔ ان حدیثوں کی تعداد کیا تھی' خود ابوالزعزہ کا بیان ہے:

فَجَعَلَ يَسْئَلُ وَاَنَا اَكْتُبُ حَدِيْثًا كَثِيْرًا ۔

پس مروان ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگا اور میں نے بہت سی حدیثیں لکھ لیں۔

بہر حال ''حدیثا کثیرا'' (بہت سی حدیثوں) کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حدیثوں کی کافی معقول تعداد تھی جو اس وقت قلمبند ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو قطعاً مروان کی اس پوشیدہ کارروائی کی خبر نہ تھی' مجلس برخواست ہوگئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ چلے گئے اور مروان نے ان حدیثوں کے اس مجموعہ کو بحفاظت تمام رکھوا دیا۔ سال بھر کے بعد ابوالزعزہ کہتے ہیں کہ مروان نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دوبارہ طلب کیا اور مجھے حکم دیا کہ مکتوبہ حدیثوں کے اسی مجموعے کو لے کر پردہ کے پیچھے بیٹھ جاؤ۔ میں ان سے ان ہی حدیثوں کو پوچھوں گا۔ دیکھو اب کی دفعہ وہ کیا بیان کرتے ہیں۔ تم ان مکتوبہ حدیثوں کو ان سے ملاتے جانا۔ حکومت کی طرف سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا گویا یہ امتحان تھا۔ امتحان لیا گیا' نتیجہ کیا نکلا؟ ابوالزعزہ کی زبانی سنئے:

**فترکه سنة ثم ارسله اليه واجلسنی وراء الستر فجعل يسأله وانا انظر فی الکتاب فما زاد ولا نقص**

(الصحیح للبخاری' کتاب الکنی تذکرۃ الحافظ 34/6' الاصابہ 205/4)

''پس مروان نے نوشتہ حدیثوں کے مجموعہ کو سال بھر تک رکھ چھوڑا' سال بھر کے بعد مجھے پھر پس پردہ بٹھا کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگا' اور میں کتاب میں دیکھتا جاتا تھا' پس ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نہ کسی لفظ کا اضافہ کیا اور نہ ہی کم کیا۔''

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ان حدیثوں کے متعلق تو صحیح طور پر نہیں بتایا جا سکتا کہ ان کی تعداد کیا تھی' بس اتنا معلوم ہوتا ہے کہ چند قلیل روایتیں نہیں تھیں' کثیر روایتوں کا مجموعہ تھا۔

(سیر اعلام النبلاء 431/2' الاصابہ 208/4' البدایہ والنہایہ 106/8)



# (68)

# انہیں دنیا ہمیں عقبیٰ

(امام ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے عبیداللہ بن جریر عتکی نے خبر دی' انہیں محمد بن ابی بکر نے' انہیں ابوعوانہ نے' وہ عبدالملک بن عمیر سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: میں نے حسن بن ابوالحسن کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا' وہ فرما رہے تھے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر تشریف لے جا رہے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک کھجور کے تنے کے پاس سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی ایک انگلی اس کی رگڑ سے چھد گئی' آپ واپس اپنے گھر تشریف لائے' آپ کے لئے کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی ایک چارپائی بچھائی گئی اور ایک چادر کا ٹکڑا اس پر بچھا دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو جلدی سے آئے' گھر کے ایک کونے میں کچے چمڑے پڑے ہوئے تھے جن سے بدبو اٹھ رہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس بدبو سے آپ کو تکلیف نہیں ہوتی؟ آپ فرمائیں تو ان کو ایک طرف ہٹا دیں' میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ قیصر و کسریٰ سے کہیں زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ہاں معزز ہیں' وہ تو سونے اور چاندی کے تختوں پر دیباج' سندس استبرق اور حریر بچھا کر بیٹھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ انہیں دنیا ملے اور ہمیں آخرت ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہیں! ضرور اس پر راضی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

(یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے۔ دیکھئے جامع الاصول 407/2)

عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے سریج بن یونس نے خبر دی' انہیں ابوسفیان معمری نے خبر دی' وہ معمر سے روایت کرتے ہیں اور وہ زہری سے' وہ عبیداللہ بن عبداللہ سے' وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے' وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے' وہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ آپ کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے جس کے نشانات آپ کے جسم مبارک پر ابھرے ہوئے تھے۔ میں نے گھر میں نظر دوڑائی تو کوئی قابل دید چیز نظر نہ آئی۔ صرف ایک کونے میں تین کچے چمڑے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وسعت فرما دے' جب کہ اللہ نے اہل فارس و روم پر ان کے اللہ کو نہ مانتے ہوئے بھی وسعت کر رکھی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم (لیٹے ہوئے تھے یہ سن کر) اٹھ بیٹھے اور فرمایا: اے خطاب کے بیٹے تم ابھی تک شک میں پڑے ہوئے ہو۔ ان کو ان کی چاہت کی چیزیں دنیوی زندگی ہی میں دے دی گئیں۔

فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے استغفار کیجئے۔

(اس طویل حدیث کا کچھ حصہ امام مسلم نے اپنی صحیح باب الطلاق میں ذکر کیا ہے۔ ص 1479)



# (69)

# امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا حاسدین کو حکیمانہ جواب

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو جس عظیم کام اور منصب سے اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا تو لازم تھا کہ ان کے حاسدین و مخالفین بھی اسی نسبت سے موجود ہوں اور واقعہ بھی یہی ہے کہ ''لایرمی شجر الاذو ثمر'' بے ثمر درخت کو کون پتھر مارتا ہے۔ جس درخت پر پھل ہوتا ہے گزرنے والے اس کو پتھر مار دیتے ہیں مگر پتھر کے جواب میں پتھر آئے ایسا نہیں ہوتا پھل ہی آتا ہے۔ اگر بدقسمتی سے ٹہنیوں اور شاخوں میں پہلے سے اٹکا ہوا کوئی پتھر بھی گر آئے اور مارنے والے کو لگ بھی جائے تو اس میں شجر کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا قصور تو بعید بات ہے۔ اہل علم اور ارباب فضل و کمال بھی شجر سایہ دار و ثمر دار ہیں۔ ان سے خیر کی ہی توقع ہونی چاہئے اور وہ خیر کی تقسیم و اشاعت کے لئے خود کو وقف رکھتے ہیں۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ دولت و دنیا' جاہ و منصب سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ اللہ نے انہیں علم و فضل اور فقہی مہارت و کمال سے نوازا تھا۔ حاسدین و مبغضین اسے بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بھی یار لوگوں نے زبانِ طعن و تشنیع دراز کر رکھی تھی۔ جب اس قسم کی باتیں اور ہفوات امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچیں کہ لوگ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب (قاضی ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ) کا ذکر برائی اور تحقیر سے کرتے ہیں تو آپ بھی اپنے استاذ کی سنت ادا کرتے ہوئے ایک شعر گنگنایا کرتے تھے یہی دل کی تسلی اور دشمن کا جواب ہوا کرتا تھا۔

مَحْسُوْدُوْنَ وَشَرُّ النَّاسِ مَنْزِلَةً
مَنْ عَاشَ فِي النَّاسِ غَيْرَ مَحْسُوْدِ

(مناقب ابوحنیفہ واصحابہ للصمیری ص 65)

ترجمہ: ہم وہ لوگ ہیں کہ ہم پر حسد کیا جاتا ہے اور وہ لوگ بھی کس قدر بدنصیب ہیں کہ وہ محسود نہیں (بلکہ حاسد) ہوتے ہیں اور مرتبہ کے لحاظ سے سب سے کمبخت وہ شخص ہے جس پر کوئی حسد نہ کرے۔

مخالفین اور مبغضین کے طعن و تشنیع اور خرافات کے سننے کے بعد طبعاً انسان میں اشتعال پیدا ہوتا ہے اور انتقام کے جذبات ابھرتے ہیں مگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نہ تو جذبات پر آمادہ ہوتے اور نہ جذبات میں آ کر مشتعل ہوتے تھے بلکہ ایسا میٹھا' پیارا جواب علی اسلوب الحکیم اختیار کرتے کہ غماض کو بھی اور مخالف کو بھی یارائے دم زدن باقی نہ رہتا۔ (علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات' ص 238)



# (70)

# بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اور حجاج بن یوسف کا مکالمہ اس سے پہلے بھی کسی مجموعہ میں بیان ہو چکا ہے' بحیثیت محدث معتبر کتب کے حوالے سے تازہ کر لیں۔

آپ کوفے کے رہنے والے اسدی کہلاتے ہیں۔ دور تابعین کے جلیل الشان عالموں میں آپ کا شمار ہے۔ حدیث میں عبداللہ بن مسعود' عبداللہ بن عباس' عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن زبیر وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے آپ کو تلمذ حاصل ہوا اور آپ کے شاگردوں کی فہرست بھی بہت طویل ہے۔ آپ ہمیشہ ہر رات ایک ختم قرآن مجید پڑھتے اور صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ذکر الٰہی کے سوا کوئی لفظ نہیں بولتے تھے۔ آپ حدیث کی روایت کے ساتھ ساتھ بنوامیہ کے ظالم امراء کے روبرو امر بالمعروف ونہی عن المنکر بھی کھلم کھلا فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شعبان 95ھ میں کوفہ کے گورنر حجاج بن یوسف ثقفی خونخوار و خون ریز ظالم نے آپ کو شہید کرا دیا۔ شہادت کے وقت آپ کی حق گوئی' اولوالعزمی اور ثابت قدمی کی داستان بڑے بڑے دل گردہ والے دلیروں کو بھی لرزہ براندام کر دیتی ہے۔ کوفے کے گورنمنٹ ہاؤس میں حجاج بن یوسف اور آپ کا مکالمہ سنئے۔

حجاج بن یوسف: بولو سعید بن جبیر میں تمہیں کس طریقہ سے قتل کروں؟

سعید بن جبیر: خدا کی قسم یہ یاد رکھو کہ تم جس طریقے سے مجھے دنیا میں قتل کرو گے

میں اسی طریقے سے تم کو آخرت میں قتل کروں گا۔

حجاج بن یوسف: سعید بن جبیر! اگر ایک مرتبہ تم مجھ سے معافی مانگ لو تو میں تم کو چھوڑ دوں گا۔

سعید بن جبیر: خدا کی قسم میں نے جو کچھ کہا ہے وہ برحق ہے۔ اس لئے میں ہرگز ہرگز کبھی تم سے معافی نہیں مانگوں گا۔ میں صرف خداوند کریم سے معافی کا خواستگار ہوں۔

حجاج بن یوسف: اے جلادو! لے جاؤ ان کو دربار کے باہر میدان میں بے دردی کے ساتھ قتل کر دو۔ سعید بن جبیر ہنستے ہوئے دربار سے روانہ ہوئے۔

حجاج بن یوسف: سعید بن جبیر! تم قتل ہونے کے لئے جا رہے ہو۔ اس وقت ہنسی کا کون سا موقع ہے؟

سعید بن جبیر: اے حجاج! خداوند جبار و قہار کے مقابلے میں تیری جرأت و سرکشی پر تعجب کر کے مجھے ہنسی آگئی۔

حجاج بن یوسف: (جل بھن کر غصے میں کانپ کر) دربار میں میرے سامنے اس کی گردن مار دو۔

سعید بن جبیر: (نہایت اطمینان کے ساتھ قبلہ رو کھڑے ہو کر باواز بلند)

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔

حجاج بن یوسف: اے جلادو! اس کا منہ قبلہ سے پھیر دو۔

سعید بن جبیر: فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت) تمہاری طرف متوجہ ہے۔

حجاج بن یوسف: اے جلادو! اس کو منہ کے بل زمین پر لٹا کر قتل کرو۔

سعید بن جبیر: (سجدے میں سر رکھ کر) مِنْهَا خَلَقْنٰکُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُکُمْ وَمِنْهَا

نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرىٰ۔

حجاج بن یوسف: (چلا کر) ارے جلاد! کیا دیکھتا ہے۔ اس کو ذبح کر ڈال۔

سعید بن جبیر: (سجدے میں سر رکھے ہوئے) ظالمو! گواہ رہنا۔ میں پڑھتا ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

پھر آپ نے بلند آواز سے یہ دعا کی: اے اللہ! حجاج کو ایسا کر دے کہ یہ میرے بعد کسی مومن کو قتل نہ کر سکے۔

آپ کی دعا ختم ہوئی اور جلاد نے آپ کو نہایت بے دردی سے ذبح کر دیا اور حقانیت واستقامت کا یہ سرخ پوش دولہا عروسِ شہادت کی آغوش سے ہمکنار ہو گیا۔

اس قدر خون نکلا کہ سارا دربار خون سے بھر گیا۔ حجاج نے حیران ہو کر اہل دربار سے پوچھا: میں نے ایک لاکھ انسانوں کو قتل کیا مگر اتنا کثیر خون کسی مقتول کا نہیں دیکھا۔ ایک درباری حکیم نے جواب دیا: اے امیر! ہر مقتول قتل کے وقت ڈر جاتا ہے اس لئے اس کا خون بدن میں خشک ہو جاتا ہے مگر یہ خوفِ الٰہی کا پیکر اور استقامت کا پہاڑ آخری دم تک بے خوف رہا اس لئے اس کے بدن میں خون خشک نہیں ہو سکا اور سارا خون زمین پر گر پڑا۔

آپ کی دعا کی مقبولیت اور کرامت کا اثر تو دیکھو کہ اس کے بعد حجاج صرف پندرہ دن اس برے حال میں زندہ رہا کہ پیٹ میں آکلہ کا پھوڑا ہو گیا۔ طبیب روزانہ سڑے ہوئے بدبودار گوشت کی بوٹی دھاگے میں باندھ کر اس کے حلق میں ڈالتا اور حجاج اس کو نگل جاتا۔ پھر دھاگہ کھینچ کر وہ بوٹی نکالی جاتی تو خون سے بھری ہوتی۔ ان پندرہ دنوں میں حجاج ایک گھنٹہ بھی سو نہیں سکا۔ جب غنودگی آتی تو چونکتا اور چیخ مار کر اٹھ بیٹھتا اور کہتا کہ ہائے مجھے کیا ہو گیا؟ مجھے یہی خواب نظر آتا ہے کہ سعید بن جبیر غیظ وغضب میں بھرے ہوئے میری ٹانگ پکڑ کر گھسیٹتے ہیں۔ اس طرح ظالم حجاج پندرہویں دن قہر الٰہی میں گرفتار ہو کر سر پٹخ پٹخ کر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہلاک ہو گیا اور آج روئے زمین پر اس کی

قبر کا بھی کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ مگر سعید بن جبیر کی قبر منور آج بھی واسط العراق میں اہل بصیرت کے لئے مشعل نور اور حاجت مندوں کے لئے قبلہ حاجات بنی ہوئی ہے اور آج بھی ہزاروں محدثین کی زبانوں پر عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ایمان افروز و روح پرور قرأت کا ڈنکا بج رہا ہے جس سے اہل روحانیت کی ارواح مقدسہ میں روحانی بالیدگی اور ارباب قلوب کے دلوں میں ایمانی زندگی پیدا ہوتی ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(اکمال طبقات شعرانی وتہذیب التہذیب)



# (71)

# امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

حضرت لیث بن سعد راوی ہیں' میں 113 ھ کے حج میں پیدل چل کر حاضر ہوا۔ مکہ میں ایک روز نماز عصر کے بعد ابو قبیس کی پہاڑی پر چڑھا تو وہاں ایک مرد حق کو دعا و ذکر میں مشغول پایا (اس کے بعد ذکر و دعا کی تفصیل اس طرح ہے) وہ کہنے لگا: یا رب یا رب ...... یہاں تک کہ سانس پھول گیا۔ یا رباہ یا رباہ ...... پوری ایک سانس بھر کہتا رہا۔ یارحمٰن یا رحمٰن ...... پوری ایک سانس بھر کہتا رہا۔ یا رحیم یا رحیم ...... پوری ایک سانس بھر کہتا رہا۔ یا ارحم الراحمین یا ارحم الراحمین 7 مرتبہ یہاں تک کہ سانس پوری ہوگئی۔ پھر دعا کی ''مالک و مولا! میں انگور کھانا چاہتا ہوں مجھے کھلا اور مولا! میری چادریں پھٹ گئی ہیں۔'' حضرت لیث بیان کرتے ہیں ابھی دعا ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ انگور سے بھری ہوئی ایک ٹوکری وہاں موجود تھی حالانکہ اس وقت روئے زمین پر کہیں انگور کا موسم نہیں تھا اور دو چادریں بھی موجود تھیں۔ اس مرد حق نے انگور کھانا چاہے۔ میں نے عرض کیا میں بھی حصہ دار ہوں۔ فرمایا: وہ کیسے؟ میں نے عرض کیا آپ جب دعا کر رہے تھے میں آمین کہہ رہا تھا۔ فرمایا: آگے آؤ تم بھی کھاؤ۔ میں نے قریب پہنچ کر انگور کے دانے کھائے۔ اتنے لذیذ انگور میں نے عمر میں کبھی نہیں کھائے تھے۔ ان میں بیج بھی نہیں تھے۔ میں شکم سیر ہو گیا مگر انگوروں میں کمی نہیں آئی۔ پھر فرمایا: ان چادروں میں سے جو پسند ہو لے لو۔ میں نے عرض کیا چادر کی مجھے حاجت نہیں۔ پھر فرمایا: ''تخلیہ کرو' میں کپڑے بدل لوں۔'' میں ایک طرف ہو گیا۔ انہوں نے ایک چادر کا

تہبند بنایا اور دوسری اوڑھ لی اور اتاری ہوئی چادریں ہاتھ میں لئے جبل ابوقبیس سے نیچے اترے۔ میں بھی ہمراہ چلا۔ مسعی پر پہنچے تو ایک شخص ان کے قریب آیا اور التجا کی اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جنت کے جوڑوں میں سے کوئی جوڑا پہننے کو عطا فرمائیے۔ اتاری ہوئی چادریں آپ نے اس کے حوالے کیں اور آگے تشریف لے گئے۔ لیث بن سعد نے پوچھا: یہ کون تھا؟

جواب ملا' گل گلزار زہراء فرزند شہید کربلا ابن امام باقر حضرت جعفر بن محمد بن علی ہیں۔ حضرت لیث بن سعد کہتے ہیں یہ سن کر میں آپ کو تلاش کرنے کے لئے دوڑا تاکہ فیضان نبوت کی کچھ کرنیں سمیٹ سکوں مگر افسوس کہ آپ کو نہ پاسکا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اقوال بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: سلامتی کا حصول بڑا دشوار ہے اس کی راہیں بھی مخفی ہیں' اگر سلامتی مل سکتی ہے تو گمنامی میں' اگر اس میں بھی نہ ملے تو خلوت میں اور خلوت گمنامی کی طرح نہیں اور اگر اس میں بھی نہ ملے تو خاموشی میں اور خاموشی خلوت کی طرح نہیں ہے اور اگر سلامتی خاموشی میں بھی نصیب نہ آئے تو قدیم بزرگوں اور نیک بندوں کے کلام میں ملے گی۔ نیک بخت وہ ہے جسے خود اپنی ذات میں خلوت حاصل ہو جائے۔ (روض الریاحین)

روزانہ عز و شرف ہے خلوت
نفس شعلہ ہے برف ہے خلوت
فاصل خلق' حق سے واصل ہے
گوشہ اہل ظرف ہے خلوت

# (72)

# قیصر روم کی گواہی

صلح حدیبیہ 6 ہجری میں ہوئی۔ فریقین کے درمیان دس سال ایک دوسرے سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ تھا' لہٰذا پورے جزیرۂ عرب میں امن وامان قائم ہوگیا۔ قافلے بلا روک ٹوک ایک جگہ سے دوسری جگہ آنے جانے لگے۔ امن کے اس دور سے ابنائے اسلام نے پورا فائدہ اٹھایا۔ اسلام کی دعوت کو اس عہد امن وسلامتی میں خوب پھلنے پھولنے کے مواقع حاصل ہوئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عرصہ میں بادشاہوں اور امراء کے نام خطوط لکھے اور اپنے بہترین سفارت کاروں کے ذریعے یہ خطوط شاہانِ وقت کو پہنچائے۔ روم کی بادشاہت اس وقت دنیا کی سب سے بڑی طاقت (Super Power) تھی۔ اسے حال ہی میں ایرانیوں پر فتح حاصل ہوئی تھی۔ ایک خط روم کے بادشاہ ہرقل کے نام جس کا لقب قیصر تھا' دحیہ بن خلیفہ کلبی کے ہاتھ روانہ کیا گیا۔ ان کا تعلق عرب کے مشہور قبیلہ بنوکلب سے تھا۔ یہ بے حد خوبصورت تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کئی باران کی شکل میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ ان دنوں ہرقل حمص سے ایلیاء (بیت المقدس) آیا ہوا تھا۔ یہاں اس کی آمد کا سبب کیا تھا؟ یہ جاننے کے بعد ہم آگے بڑھیں گے۔

روم اور ایران کے درمیان جنگ ہوتی رہتی تھی۔ یہی دونوں اس زمانے کی بڑی طاقتیں تھیں۔ ایک دوسرے کے علاقوں کو فتح کرنا اور وہاں کے لوگوں کو محکوم بنانا بڑی عام اور معمولی سی بات تھی۔ قیصر روم ہرقل کے بارے میں تاریخ بتاتی ہے کہ وہ یونانی

النسل تھا۔ رومیوں کی بادشاہت کا مرکز روم (اٹلی) تھا۔ یہ رومی حکومت کا دارالسلطنت تھا۔ رومیوں نے شام کے علاقوں پر بہت مدت پہلے 64 قبل مسیح سے قبضہ کر رکھا تھا اور ان علاقوں پر ان کی حکومت تواتر سے چلی آرہی تھی۔ رومی بھی بت پرست تھے لیکن بعد میں قسطنطین نامی شخص سے متاثر ہوکر عیسائی ہو گئے۔ رومی حکومت دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ ایک کا مذہب آرتھوڈکس تھا جس کا دارالحکومت قسطنطنیہ تھا اور دوسرا حصہ مغربی جانب تھا جس کا دارالحکومت روم تھا اور ان کا مذہب کیتھولک تھا۔

ایران کی قیادت میں تکبر، فخر اور غرور کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ان کے ہاں شدید اختلافات تھے۔ اندر ہی اندر بغاوت کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ انہی دنوں ان دونوں بڑی طاقتوں میں جنگ ہوئی جس میں رومیوں کو فتح ہوئی' ایرانی فوجوں کی پے در پے شکست کے بعد ایرانی بادشاہ خسرو پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا اور خود اقتدار پر قابض ہو گیا۔ خسرو ہی بدبخت تھا جس کو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نامۂ مبارک بھیجا تو اس نے اسے چاک کر دیا اور نہایت متکبرانہ انداز میں بولا میری رعایا میں سے ایک حقیر غلام اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعے کی خبر ہوئی تو ارشاد فرمایا: میرا خط چاک کر کے اس نے اپنی بادشاہت کو پارہ پارہ کر لیا ہے چنانچہ وہی ہوا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

اہل فارس نے رومیوں سے ان کے مقبوضہ علاقوں کی واپسی کی شرط پر صلح کر لی اور وہ صلیب بھی واپس کر دی جس کے بارے میں نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی گئی تھی چنانچہ اس فتح و نصرت پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے قیصر روم حمص سے ایلیا (بیت المقدس) گیا ہوا تھا۔ قیصر روم ہرقل کے بارے میں تاریخ بتاتی ہے کہ وہ بازنطینی رومی سلطنت میں 610ء سے لے کر 641ء تک برسر اقتدار رہا۔ 611ء میں ایران سے جنگ چھڑی تو ایرانیوں نے شام' فلسطین اور ایشیائے کوچک کے بڑے علاقے اور مصر پر قبضہ کر لیا۔ 614ء میں بیت المقدس کو بری طرح تباہ کیا اور

عیسائیوں کی صلیب مقدس اٹھا کر مدائن لے آئے۔ سورۂ روم کے آغاز میں فرمایا گیا کہ رومی نزدیک کی زمین (فلسطین) میں مغلوب ہو گئے اور وہ چند ہی سال میں غالب آجائیں گے اور پھر قرآن کریم کی پیش گوئی 622ء میں اس وقت پوری ہو گئی جب ایرانیوں کی شکستوں کا دور شروع ہوا۔ 624ء میں رومیوں کو شام میں فتح حاصل ہوئی۔ عین اسی وقت مسلمان مدینہ منورہ میں غزوۂ بدر کی کامیابی کی خوشیاں منا رہے تھے۔ پھر 628-629ء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو خط لکھا۔ عرصۂ امن کے دوران اہل مکہ نے ابوسفیان کو مجبور کیا کہ وہ ایک بڑا تجارتی قافلہ لے کر شام جائیں۔ اہل مکہ کے تجارتی قافلے اکثر شام جاتے تھے مگر ہجرت اور لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد یہ کاروبار تقریباً ختم ہو کر رہ گیا تھا۔

چنانچہ ابوسفیان کی سربراہی میں بڑا تجارتی قافلہ ترتیب دیا گیا جس میں مکہ کے تقریباً ہر مرد اور عورت کا کچھ نہ کچھ تجارتی مال شامل تھا۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک دحیہ کلبی کے ہاتھوں قیصر کو ملا یہ قافلہ انہی دنوں فلسطین کے شہر غزہ میں مقیم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو نامہ مبارک لکھا گیا تھا اس کی عبارت صحیح بخاری میں موجود ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

## مکتوبِ نبوی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے ہرقل عظیم روم کی طرف۔

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تم اسلام لے آؤ سلامت رہو گے۔ اسلام لاؤ اللہ تمہیں تمہارا اجر دوہرا دے گا اور اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر اریسیوں (رعایا) کا (بھی) گناہ ہوگا۔ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے...... اور وہ یہ...... کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ

کریں اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور اللہ کے بجائے ہمارا بعض بعض کو رب نہ بنائے۔ پس اگر لوگ رخ پھیریں تو کہہ دو کہ تم لوگ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔

ہرقل نے اس نامہ مبارک کی بڑی قدر کی۔ اسے چوما' آنکھوں سے لگایا' خوشبو میں بسایا اور ایک چمڑے میں محفوظ کر لیا۔ اس وقت بھی استنبول کے عجائب گھر میں جو نامۂ مبارک محفوظ ہے وہ غالباً یہی مکتوب گرامی ہے۔ بہر حال کتابوں میں اس نامہ مبارک کی جو تصاویر ہیں وہ ہرقل کو لکھے گئے نامہ مبارک ہی کی ہیں۔ ہرقل نے دحیہ کلبی کی بھی بڑی عزت کی۔ انہیں مال اور پارچہ جات سے نوازا۔ اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ جب تک یہ ہماری حدود میں ہیں اس وقت تک ان کی مکمل حفاظت کی جائے۔

اب ہرقل نے اپنے خاص آدمیوں کو بلوایا اور کہا: جاؤ کسی ایسے عربی اور قریشی کو تلاش کرو جو ان دنوں اس علاقے میں آیا ہو تا کہ میں اس سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معلومات حاصل کر سکوں چنانچہ انہیں غزہ میں ابوسفیان اور ان کے قافلے کے دیگر افراد مل گئے۔ انہیں فوراً ایلیاء (بیت المقدس) میں ہرقل کے شاہی محل میں پیش کیا گیا۔ ہرقل نے دربار سجایا ہوا تھا اس وقت اس کے اردگرد روم کے بڑے بڑے لوگ بیٹھے تھے۔ ان میں کئی ایسے بھی تھے جو عربی زبان سے واقف تھے۔ بہر حال ترجمان کی وساطت سے گفتگو کا آغاز ہوا۔ ہرقل تخت شاہی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر پر تاج چمک رہا تھا۔ اس نے وفد کو بلایا اور پوچھا: تم میں اس شخص کا جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے' سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار کون ہے؟ ان لوگوں میں سوائے ابوسفیان کے بنو عبد مناف میں سے کوئی نہیں تھا اس لئے ابوسفیان نے کہا: میں اس کا سب سے زیادہ قریب النسب ہوں۔ ہرقل نے پوچھا: تمہارا اس سے کیا رشتہ ہے؟ ابوسفیان نے کہا: وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔

## ابوسفیان شاہِ روم کے دربار میں

ہرقل نے کہا: ابوسفیان کو میرے قریب لاؤ اور اس کے ساتھیوں کو اس کے پیچھے

کھڑا کردو۔ اب اس نے ترجمان سے کہا: ابوسفیان کے پیچھے جو لوگ کھڑے ہیں ان سے کہو کہ میں ابوسفیان سے اس نبی (علیہ السلام) کے بارے میں سوالات کروں گا۔ اگر ابوسفیان جھوٹ بولے: تو تم اسے ٹوک دینا اور کہہ دینا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ خوف لاحق نہ ہوتا کہ لوگ میرے اوپر جھوٹ بولنے کا الزام لگائیں گے تو میں یقیناً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں غلط بیانی سے کام لیتا۔ یہاں یہ بات ہمیشہ یادرکھنے کی ہے کہ ہر زمانے میں معززین اور شرفاء کے نزدیک جھوٹ بولنا نہایت مکروہ بات رہی ہے اور اس گھناؤنی عادت کو ہر دور میں نفرت اور مذمت کے قابل سمجھا گیا ہے۔ ابوسفیان کہتے ہیں مجھے یقین تھا کہ اگر میں غلط بیانی بھی کروں تو یہ لوگ میری تردید نہیں کریں گے لیکن میں سردار تھا۔ میں اپنے آپ کو اس بات سے بالا سمجھتا تھا کہ جھوٹ بولوں۔ یہ میرے لئے شرم کی بات تھی۔ میں جانتا تھا کہ کم ازکم وہ واپس مکہ جا کر لوگوں سے میرا جھوٹ ضرور بیان کریں گے' اس لئے میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ اب ابوسفیان ہرقل کے سامنے تھے۔ ان کے قافلے والے ان کے پیچھے کھڑے تھے۔ ترجمان کی وساطت سے ہرقل نے سوال کیا اس نبی کا حسب نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا: وہ اونچے نسب والا ہے۔

ہرقل نے پوچھا: کیا یہ نبوت والی بات اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کہی تھی؟ میں نے کہا: نہیں۔ ہرقل نے پوچھا: کیا اس کے باپ دادا میں سے کبھی کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔ ہرقل نے کہا: کیا بڑے بڑے لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے یا کمزور لوگوں نے؟ میں نے جواب دیا۔ بلکہ کمزور لوگوں نے۔

ہرقل نے دریافت کیا: یہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟ میں نے اعتراف کیا: یہ لوگ بڑھ رہے ہیں۔ ہرقل نے پوچھا: کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس دین سے منحرف ہوکر مرتد بھی ہوا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: اس نے جو بات کہی ہے کیا اس کے اظہار و اعلان سے پہلے اس پر کبھی جھوٹ بولنے کا الزام بھی لگا؟ میں نے کہا: بالکل نہیں۔

ہرقل نے کہا: کیا وہ بدعہدی بھی کرتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں' البتہ ہم لوگ آج کل اس کے ساتھ صلح کی ایک مدت گزار رہے ہیں۔ معلوم نہیں اس بارے میں وہ آئندہ کیا کرے گا۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس فقرے کے سوا مجھے اور کہیں اپنی کوئی بات گھسیڑنے کی گنجائش ہی نظر نہیں آئی۔

ہرقل نے پوچھا: کیا تم لوگوں نے کبھی اس سے جنگ بھی کی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ ہرقل نے کہا: تو تمہاری اور اس کی جنگ کیسی رہی؟ میں نے کہا: جنگ ہم دونوں کے درمیان برابر سرابر کی چوٹ ہے۔ کبھی وہ ہمیں زک پہنچا دیتا ہے اور کبھی ہم اسے زک پہنچا دیتے ہیں۔

ہرقل نے کہا: وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا: وہ کہتا ہے صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے تھے اسے چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز' سچائی' پرہیزگاری' پاک دامنی اور قرابت داروں کے سات حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔

## بادشاہ کے تأثرات

اس گفتگو کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا: ''تم اس شخص (ابوسفیان) پر واضح کردو کہ میں نے تم سے اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نسب پوچھا تو تم نے بتایا کہ وہ اونچے نسب کا ہے..... تو دستور یہی ہے کہ پیغمبر اپنی قوم کے اونچے نسب میں بھیجے جاتے ہیں۔

پھر میں نے دریافت کیا: کیا یہ بات اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کہی تھی؟ تم نے کہا: نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ بات اس سے پہلے کسی اور نے کہی ہوتی تو میں یہ سمجھتا کہ یہ شخص ایک ایسی بات کی نقالی کر رہا ہے جو اس سے پہلے کہی جا چکی ہے۔

پھر میں نے دریافت کیا: کیا اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ تم نے بتلایا کہ نہیں۔ اگر اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص اپنے آباؤ اجداد کی بادشاہت کا طلب گار ہے۔

پھر میں نے یہ پوچھا: کیا جو بات اس نے کہی ہے اس کے اعلان سے پہلے تم لوگوں نے کبھی اس پر جھوٹ کا الزام عائد کیا؟ تو تم نے بتلایا کہ نہیں...... میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ لوگوں پر تو جھوٹ نہ بولے: مگر اللہ پر جھوٹ بولے۔

میں نے یہ بھی دریافت کیا: بڑے لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں یا کمزور لوگ؟ تو تم نے بتایا کہ کمزوروں نے اس کی پیروی کی ہے...... اور حقیقت یہی ہے کہ اکثر کمزور لوگ ہی پیغمبروں کے پیروکار ہوتے ہیں۔

میں نے پوچھا: کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص منحرف ہو کر مرتد بھی ہوا ہے تو تم نے بتلایا کہ نہیں...... اور حقیقت یہی ہے کہ ایمان کی بشاشت جب دلوں میں پیوست ہو جاتی ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔

اور میں نے دریافت کیا: کیا وہ بدعہدی بھی کرتا ہے؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں...... یقیناً پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ بدعہدی نہیں کرتے۔

میں نے یہ بھی پوچھا: وہ کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟ تو تم نے بتایا کہ وہ تمہیں اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دیتا ہے' بت پرستی سے منع کرتا ہے اور نماز' سچائی اور پرہیزگاری و پاکدامنی کا حکم دیتا ہے۔

تو جو کچھ تم نے بتلایا ہے اگر وہ صحیح ہے تو یہ شخص بہت جلد میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کا مالک ہو جائے گا۔ میں جانتا تھا کہ یہ نبی آنے والا ہے لیکن مجھے یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم لوگوں میں سے ہوگا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو میں اس سے ملاقات کا شرف ضرور حاصل کرتا اور اگر اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔"

اس کے بعد ہرقل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط منگوا کر پڑھا۔ جب خط

پڑھ کر فارغ ہوا تو وہاں کچھ آوازیں بلند ہوئیں اور پھر شور مچنے لگا۔ ہرقل نے ہمارے بارے میں حکم دیا کہ ان لوگوں کو دربار سے باہر بھیج دیا جائے۔ جب ہم لوگ باہر لائے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا ابو کبشہ کے بیٹے کا معاملہ بڑا زور پکڑ گیا۔ اس سے تو بنو اصفر کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔ اس کے بعد مجھے برابر یقین رہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین غالب آ کر رہے گا یہاں تک کہ اللہ نے میرے سینے میں اسلام کو جاگزیں کر دیا۔ (صحیح البخاری حدیث 7 وفتح الباری 1/31-44)

یہ قیصر پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ مبارک کا وہ اثر تھا جو اس نے قبول کیا اور جس کا مشاہدہ ابوسفیان نے کیا۔ اس نامۂ مبارک کا ایک اثر یہ بھی ہوا کہ قیصر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نامۂ مبارک کو پہنچانے والے یعنی دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو مال اور پارچہ جات سے نوازا لیکن جب حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ یہ تحائف لے کر واپس ہوئے تو حسمی نامی مقام پر قبیلہ جذام کے کچھ لوگوں نے ان پر ڈاکہ ڈال کر سب کچھ لوٹ لیا۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے تو اپنے گھر کے بجائے سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ تفصیل سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کی سرکردگی میں پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت روانہ فرمائی چنانچہ تیزی سے پہنچ کر انہوں نے دشمن کا قلع قمع کر دیا۔

(الرحیق المختوم ص 475)



# (73)

# چوتھے آسمان کا فرشتہ

حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک شہر سے دوسرے شہر مالِ تجارت لے جاتے۔ وہ بہت متقی و پرہیز گار تھے اور ان کی عادت تھی کہ اکیلے ہی سفر کرتے۔

اسی طرح ایک مرتبہ وہ سامانِ تجارت لے کر سفر پر روانہ ہوئے۔ جب ایک جنگل میں پہنچے تو اچانک آہنی زرہ پہنے ایک مسلح ڈاکو نے آپ رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور کہا: ''اپنا سارا مال میرے حوالے کر دو اور قتل ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ'' یہ سن کر وہ صحابی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''تمہارا مقصود مال ہے تم میرا سارا مال لے لو اور مجھے جانے دو' مجھے قتل کرنے سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا؟ یہ لو میں اپنا تمام مال تمہارے حوالے کرتا ہوں۔''

یہ سن کر ڈاکو نے کہا: ''میں تمہارا مال تو لوں گا ہی مگر تمہیں قتل بھی ضرور کروں گا۔'' اتنا کہنے کے بعد جب وہ حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھا تو اس صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جب تم میرے قتل کا ارادہ کر ہی چکے ہو تو مجھے تھوڑی مہلت دو تاکہ میں اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ کر لوں اور اس سے دعا کر لوں۔'' یہ سن کر ڈاکو نے کہا: ''جو کرنا ہے جلدی کرو' میں تمہیں قتل ضرور کروں گا' جلدی سے نماز وغیرہ پڑھ لو۔'' اس صحابی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا' چار رکعت نماز پڑھی' پھر سجدہ کی حالت میں اللہ رب العزت سے اس طرح

دعا مانگنے لگے:

يَا وَدُوْدُ يَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِيْدِ' يَا فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ' اَسْئَلُكَ بِعِزِّكَ الَّذِیْ لَايُرَامُ وَمُلْكِ الَّذِیْ لَايُضَامُ' بِنُوْرِكَ الَّذِیْ مَلَا اَرْكَانَ عَرْشِكَ اَنْ اَكْفِيَنِیْ شَرَّ هٰذَا اللِّصِّ' يَا مُغِيْثُ اَغِثْنِیْ' يَا مُغِيْثُ اَغِثْنِیْ' يَا مُغِيْثُ اَغِثْنِیْ۔

''اے ودود! اے عرش مجید کے مالک! اے وہ ذات جو ہر ارادے کو پورا کرنے والی ہے! میں تیری عزت کا واسطہ دیتا ہوں ایسی عزت جس کی کوئی انتہا نہیں اور اے ایسی بادشاہ کے مالک! جس پر کوئی دباؤ نہیں ڈال سکتا' میں تجھے تیرے اس نور کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس نے تیرے عرش کے ارکان کو منور کیا ہوا ہے' اے میرے پروردگار! مجھے اس ڈاکو کے شر سے محفوظ رکھ' اے مدد کرنے والے! میری مدد فرما! اے مدد کرنے والے! میری مدد فرما' اے مدد کرنے والے! میری مدد فرما۔''

اس صحابی نے بڑی آہ وزاری کے ساتھ ان کلمات کے ذریعے تین مرتبہ بارگاہِ خداوندی میں دعا کی۔ ابھی وہ دعا سے فارغ بھی نہ ہونے پائے تھے کہ ایک جانب سے ایک شہسوار ہاتھ میں نیزہ لئے نمودار ہوا اور اس ڈاکو کی طرف بڑھا۔ جب ڈاکو نے اسے دیکھا تو اس پر حملہ کرنا چاہا لیکن سوار نے نیزے کے ایک ہی وار سے ڈاکو کا کام تمام کر دیا۔ پھر وہ سوار اس صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: ''کھڑے ہو جایئے۔''

یہ سن کر وہ صحابی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اس سوار سے کہنے لگے: ''اے عظیم شخص! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں! آج اس مصیبت کے دن تم نے میری مدد کی ہے' تم کون ہو؟'' سوار نے کہا: ''میں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں اور چوتھے آسمان سے آپ رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے آیا ہوں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے (ان پاکیزہ کلمات کے ساتھ) پہلی بار دعا کی تو آسمان کے دروازوں کی آواز ہمیں سنائی

دی پھر جب دوسری مرتبہ دعا کی تو ہم نے آسمان میں ایک چیخ و پکار سنی۔ پھر جب آپ رضی اللہ عنہ نے تیسری مرتبہ یہی دعا کی تو ہمیں یہ آواز سنائی دی" یہ ایک پریشان حال کی دعا ہے لہٰذا میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی" یارب العالمین! مجھے اس مظلوم کی مدد کرنے اور اس ڈاکو کو قتل کرنے کی اجازت دے۔" چنانچہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ رضی اللہ عنہ کی مدد کرنے کو آیا ہوں۔" (عیون الحکایات)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جو شخص وضو کرے اور چار رکعت نماز پڑھے پھر ان مذکورہ بالا کلمات کے ساتھ اللہ رب العزت سے دعا کرے تو اس کی دعا قبول کی جاتی ہے' چاہے دعا کرنے والا حالت کرب میں دعا کرے یا اس کے علاوہ (یعنی جب بھی دعا کرے اس کی دعا قبول کی جاتی ہے)"

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا' کتاب مجابی الدعوۃ' الحدیث 23' ج 2' ص 321-323)



(74)

# فکر امت میں سرکار ﷺ کا رونا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ (الآیۃ)

ترجمہ: اے پروردگار! ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا' پھر جو شخص میرے راستہ پر چلے گا' وہ تو میرا ہے اور جو شخص میرا کہنا نہ مانے تو' تو بہت معاف کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

**اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْم .**

ترجمہ: اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرمادے تو تو آپ زبردست حکمت والا ہے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے پھر فرمایا:

**اللهم امتی اللهم امتی اللهم امتی .**

اے اللہ میری امت' اے اللہ! میری امت' اے اللہ! میری امت' یہ کہتے ہوئے رونے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اے جبرائیل! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاؤ اور ان سے پوچھو کہ آپ کو کیا چیز رلا رہی ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے) تو جبرائیل علیہ

السلام آپ کے پاس آئے اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے بارے میں فرمایا' جبرائیل علیہ السلام نے بارگاہِ رب ذوالجلال میں عرض کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے کہو بے شک میں تم کو تمہاری امت کے بارے میں راضی کر دوں گا اور تم کو رنجیدہ نہ ہونے دوں گا۔

(اخرجہ ابن وھب کذا فی التفسیر ابن کثیر' ج2' ص540)

☆...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تمام رات روتے رہے اور صبح تک نماز میں یہ آیت تلاوت فرماتے رہے: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ .

"اے اللہ! اگر تو ان کو سزا دے' جب بھی تو مختار ہے کہ یہ تیرے ہی بندے ہیں اور تو مالک' اور مالک کو حق ہے کہ بندوں کو جرائم پر سزا دے اور اگر تو ان کو معاف فرما دے تو بھی تو مختار ہے اور زبردست قدرت والا ہے تو معافی پر بھی قدرت ہے اور حکمت والا ہے تو معافی بھی حکمت کے موافق ہوگی۔"

(فضائل اعمال' ص29)

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے لئے تمام رات آنسو بہانا انتہائی شفقت کی وجہ سے تھا ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے محبوب تھے۔ اس طرح سید الفقہاء والمحدثین امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ ایک شب تمام رات آیت وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ قیامت کے دن مجرموں کو حکم ہوگا کہ دنیا میں تو سب سے ملے جلے رہتے تھے مگر آج مجرم لوگ سب الگ ہو جائیں گے اور غیر مجرم علیحدہ' اس حکم کو سن کر جتنا بھی رو یا جائے کم ہے کہ نہ معلوم اپنا شمار مجرموں میں ہوگا یا فرمانبرداروں میں۔

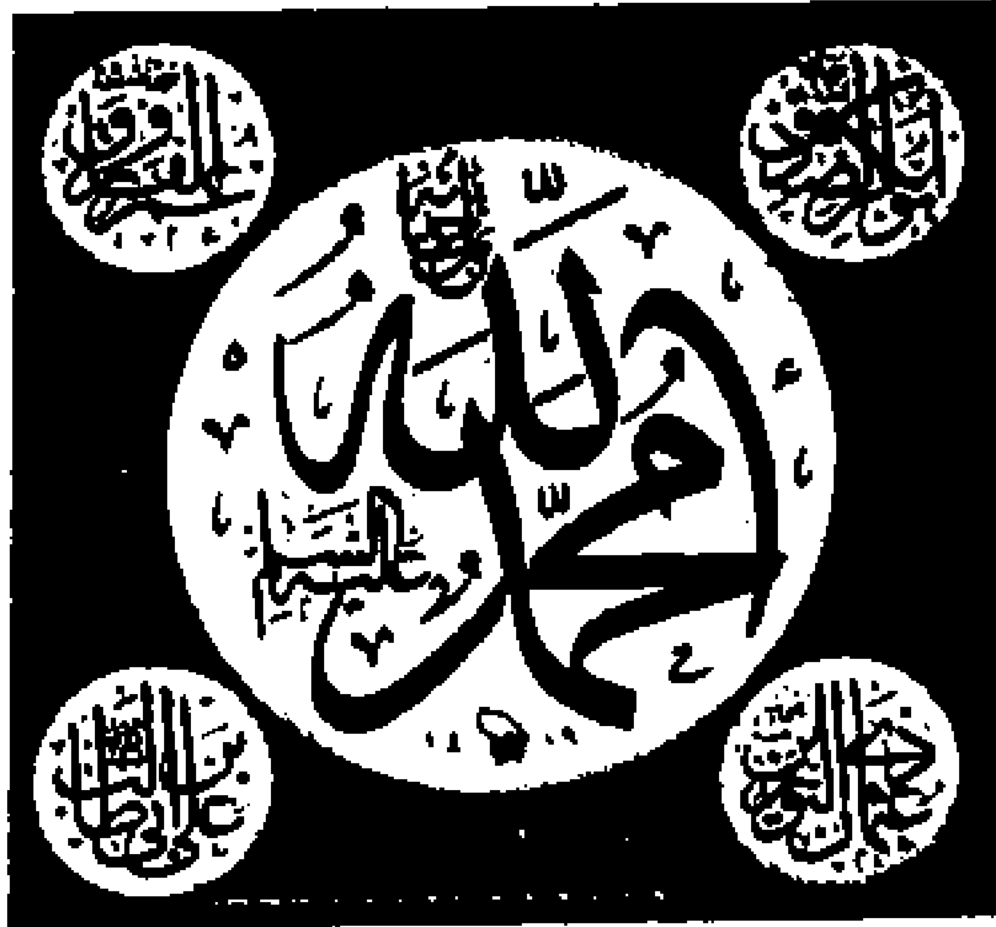
(ایضاً' ص29)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت امت کے غم و فکر میں رہتے تھے۔ کسی موقع پر آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللھم اغفر لعائشۃ ماتقدم من ذنبھا وما اسرت وما اعلنت ۔ یہ دعا سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا: کیا تجھ کو میری دعا نے خوش کر دیا؟ عرض کیا حضور آپ کی دعا کیوں خوش نہ کرتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہی دعا میری تمام امت کے لئے ہر نماز میں ہوتی ہے۔

(اخرجہ البزار کذا فی المجمع، ج9، ص244)





# (75)

## ایک واقعہ......دو سبق

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ دونوں ہم زمانہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار شفیق بلخی اپنے دوست ابراہیم ادہم کے پاس آئے اور کہا: میں ایک تجارتی سفر پر جا رہا ہوں۔ سوچا کہ جانے سے پہلے آپ سے ملاقات کرلوں کیونکہ اندازہ ہے کہ سفر میں کئی مہینے لگ جائیں گے۔

اس ملاقات کے چند دن بعد حضرت ابراہیم ادہم نے دیکھا کہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ دوبارہ مسجد میں موجود ہیں۔ پوچھا آپ سفر پر نہیں گئے؟ کہا گیا تھا لیکن راستہ میں ایک واقعہ دیکھ کر واپس ہوا۔ ایک غیر آباد جگہ پہنچا وہیں میں نے پڑاؤ ڈالا۔ وہاں میں نے ایک چڑیا دیکھی جو اڑنے کی طاقت سے محروم تھی۔ مجھے اس کو دیکھ کر ترس آ گیا۔ میں نے سوچا کہ اس ویران جگہ پر یہ چڑیا اپنی خوراک کیسے پاتی ہوگی؟ میں اس سوچ میں تھا کہ اتنے میں ایک اور چڑیا آئی' اس نے اپنی چونچ میں کوئی چیز دبا رکھی تھی۔ وہ معذور چڑیا کے پاس اتری تو اس کی چونچ کی چیز اس کے سامنے گر گئی۔ معذور چڑیا نے اس کو اٹھا کر کھا لیا۔ اس کے بعد آنے والی طاقت ور چڑیا اڑ گئی۔ یہ منظر دیکھ کر میں نے کہا: ''سبحان اللہ! خدا جب ایک چڑیا کا رزق اس طرح اس کے پاس پہنچا سکتا ہے تو مجھ کو رزق کے لئے شہر در شہر پھرنے کی کیا ضرورت ہے؟ چنانچہ میں نے آگے جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور وہیں سے واپس چلا آیا۔'' یہ سن کر حضرت ابراہیم ادہم نے کہا: ''شفیق! تم نے اپاہج پرندے کی طرح بننا کیوں پسند کیا' تم نے یہ کیوں نہیں چاہا کہ تمہاری مثال اس پرندے

کی سی ہو جو اپنی قوت بازو سے خود بھی کھاتا ہے اور اپنے دوسرے ہم جنسوں کو بھی کھلاتا ہے۔" شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو ابراہیم ادہم کا ہاتھ چوم لیا اور کہا: "ابو اسحاق تم نے میری آنکھ کا پردہ ہٹا دیا' وہی بات صحیح ہے جو تم نے کہی۔"

ایک ہی واقعہ ہے' اس سے ایک شخص نے بے ہمتی کا سبق لیا اور دوسرے شخص نے ہمت کا۔ اسی طرح ہر واقعہ میں بیک وقت دو پہلو موجود ہوتے ہیں۔ یہ آدمی کا اپنا امتحان ہے کہ وہ کس واقعہ کو کس زاویہ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ایک زاویہ سے دیکھنے میں ایک چیز بری نظر آتی ہے۔ دوسرے زاویہ سے دیکھنے میں وہی چیز اچھی بن جاتی ہے۔ ایک رخ سے دیکھنے میں ایک واقعہ میں منفی سبق ہوتا ہے اور دوسرے رخ سے دیکھنے میں مثبت سبق۔ (راز حیات' ص180)



# (76)

# عرب کا سب سے بڑا عالم

جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دعا دی: اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ، اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْکِتَابَ۔

اے اللہ! اس کو دین کا فقیہ بنادے، اے اللہ اس کو کتاب کا علم عطا فرما۔

یہ ہیں ابن عم المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

☆...... "ایک مرتبہ آپ کے سامنے عمر بن ابی ربیعہ شاعر آیا اور ستر اشعار کا ایک طویل قصیدہ پڑھ گیا۔ شاعر کے جانے کے بعد ایک شعر کے متعلق گفتگو چلی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مصرعہ اس نے یوں پڑھا تھا۔ جو مخاطب تھا اس نے پوچھا: آپ کو پہلی مرتبہ میں کیا پورا مصرعہ یاد رہ گیا؟ بولے: وتو پورے ستر اشعار سنادوں اور سنا دیے۔"

(تدوین حدیث، ص104)

☆...... خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مصر کے گورنر عبداللہ بن ابی سرح کے زیر قیادت 27ھ میں افریقہ پر فوج کشی ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ سے ایک جماعت کے ساتھ چل کر اس مہم میں شریک ہوئے اور ایک موقع پر سفارت کی ذمہ داری کے دوران جرجیر شاہ افریقہ سے مکالمہ ہوا۔ اس کو ان کی ذہانت وقوت یادداشت سے انتہائی حیرت ہوئی اور بولا:

"میں خیال کرتا ہوں کہ آپ حبر عرب یعنی عرب کے سب سے بڑے عالم ہیں۔"

(سیر الصحابہ، 239/2)

آخر یہ مقام کیوں حاصل نہ ہوتا جبکہ آپ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہا علم وفہم میں اضافے کی دعائیں نصیب ہو چکی تھیں۔ یہ وہ نعمت ہے جو قسمت والوں کو ہی ملا کرتی ہے اور جس کو مل جاتی ہے وہ دیدہ ور و بامراد ہو جاتا ہے۔

کسی کی بزم نے دنیائے دل بدل ڈالی
خودی کے ساتھ گیا بے خودی کے ساتھ آیا

## علم وعرفان اور اس کے طلب گار

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک شاگرد شفیق تابعی بیان کرتے ہیں۔

''ایک مرتبہ حج کے موقع پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خطبہ دیا اور اس میں سورۂ نور کی تفسیر بیان کی' میں کیا بتاؤ کہ وہ تفسیر کیا تھی' اس سے پہلے نہ میرے کانوں نے سنی نہ آنکھوں نے دیکھی تھی' اگر اس تفسیر کو فارس اور روم والے سن لیتے تو پھر اسلام سے انہیں کوئی چیز نہ روک سکتی۔'' (مستدرک حاکم' 537/3' سیر الصحابہ' 249/2)

☆...... اسی علم وفضل کا نتیجہ تھا کہ آپ کا حلقہ درس وتدریس انتہائی وسیع تھا۔ سینکڑوں طلب گار روزانہ ان کے خرمن کمال سے خوشہ چینی کرتے اور نورِ الٰہی سے اپنا دامن بھرتے تھے۔ حیاتِ طیبہ کا ہر ہر لمحہ علم کی نشر واشاعت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔

آپ کے ایک شاگرد ابو صالح تابعی بیان کرتے ہیں:

''میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں ایک ایسی علمی مجلس بھی دیکھی ہے کہ اگر سارا قریش اس پر فخر کرے تو بجا ہوگا۔ اس مجلس کا یہ حال تھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مکان کے سامنے آدمیوں کا اتنا ازدحام تھا کہ ان کی کثرت سے آمد و رفت مشکل تھی۔ میں نے جا کر اس ازدحام کی اطلاع دی تو مجھ سے پانی مانگا۔ میں پانی لایا۔ انہوں نے وضو کیا۔ وضو کر کے بیٹھ گئے پھر مجھ سے کہا جاؤ قرآن کے شعبہ کے متعلقہ جو سائل ہوں ان کو اطلاع دو۔ میں نے اطلاع دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے سائلوں سے سارا گھر اور تمام حجرے بھر گئے۔ جس نے جو سوال کیا اس کے سوال سے زیادہ اس کو

جواب دے کر رخصت کیا پھر مجھ سے کہا جاؤ اور حلال وحرام اور نفقہ کے سائلوں کو بلا لاؤ۔ میں نے ان لوگوں کو اطلاع دی چنانچہ ان کا جم غفیر آیا اور جس کو جو سوالات کرنا تھے' پیش کئے۔ فرداً فرداً سب کو نہایت تشفی بخش اور ان کے سوالات سے زیادہ جواب دے کر رخصت کیا۔ پھر فرمایا: اب تمہارے دوسرے بھائیوں کی باری ہے۔ اس کے بعد فرائض وغیرہ کے سائلوں کو بلایا۔ ان کی چاہت سے زیادہ جواب دے کر فارغ ہوئے تو مجھ سے کہا: عربی زبان' شعر و شاعری اور ادب و انشاء کے سائلوں کو بلا لاؤ۔ چنانچہ میں نے اطلاع دی۔ یہ لوگ آئے۔ ان کے ہجوم کا بھی وہی حال تھا' ان لوگوں نے جو سوالات کئے ان کے سوالات سے زیادہ جوابات دیئے۔'' ابو صالح یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا کرتے تھے:

''میں نے کسی شخص کی اتنی بڑی مجلس نہیں دیکھی۔''

(مستدرک حاکم 538/3' سیر الصحابہ 262/2)

# (77)

# دنیا اور مرد مؤمن

(امام ابن الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ازہر بن مروان رقاشی نے خبر دی انہیں جعفر بن سلیمان نے خبر دی' انہیں ہشام نے وہ فرماتے ہیں: حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جن کی نگاہوں میں دنیا اس مٹی سے بھی زیادہ ذلیل تھی جس پر لوگ چلتے ہیں' انہیں کوئی پروانہ تھی کہ یہ دنیا مشرق میں جاتی ہے یا مغرب میں' یا دائیں جاتی ہے یا بائیں۔ (ربیع الابرار' 73/1)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ازہر نے خبر دی' انہیں جعفر بن سلیمان نے' انہیں حوشب نے' وہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے میری موجودگی میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابوسعید! ایک شخص کو اللہ نے وافر مقدار میں مال عطا فرمایا ہے' وہ اس کے ذریعے صلہ رحمی کرتا ہے' حسن سلوک کرتا ہے' صدقہ کرتا ہے' کیا ایسے شخص کے لئے ناز و نعمت کی زندگی گزارنا جائز ہے؟ حضرت حسن فرمانے لگے ہرگز نہیں۔ فرمایا: اگر ساری دنیا اسے مل جائے پھر بھی بقدر کفاف ہی استعمال کرتا رہے زیادہ نہیں' اسے چاہئے کہ اپنی تنگی اور احتیاج کے دن کے لئے آگے چلتا کر دے۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے احمد بن عاصم بن عتبہ نے خبر دی' انہیں عبدالصمد بن عبدالوارث نے خبر دی' وہ حدیث بن سائب سے روایت کرتے ہیں' وہ حسن سے' وہ حمران سے' وہ عثمان رضی اللہ عنہ سے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان کا ان چیزوں کے علاوہ کوئی حق نہیں' ایک موٹا جھوٹا کپڑا جو

اس کا ستر ڈھانپ دے' ایک کمرہ جو اسے چھپا لے' ایک خشک روٹی اور پانی۔

(ترمذی' 2442' مسند احمد' 62/1)

☆ ...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے علی بن مسلم نے خبر دی' انہیں سیار نے خبر دی' انہیں جعفر نے' انہیں مالک بن دینار نے' وہ فرماتے ہیں: میں نے عبداللہ داری کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کے عارف اور برگزیدہ بندے فرمایا کرتے تھے کہ دنیا سے بے رغبتی قلب و بدن کے لئے باعث راحت ہے اور دنیا کی رغبت غم و حزن کو بڑھاتی ہے۔

☆ ...... عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں محمد بن یزید ادمی نے خبر دی' انہیں محمد بن کثیر نے خبر دی' وہ سہل بن شعیب سے روایت کرتے ہیں' وہ عبدالاعلیٰ سے روایت کرتے ہیں' وہ عوف سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت میں رغبت رکھنے والوں کو بشارت ہو! یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی زمین کو بچھونا' اس کی مٹی کو بستر' اس کے پانی کو خوشبو اور بقدر کفایت کو شعار اور دعاء کو آثار بنا رکھا ہے' اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح دنیا کو خیر باد کہہ رکھا ہے۔

☆ ...... عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں علی بن جعد نے خبر دی' انہیں شعبہ نے' وہ حصین بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں' وہ سالم بن ابوالجعد سے' وہ عبید بن عمیر سے' وہ فرماتے ہیں: عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہوا تو فرمایا: وہ درختوں کے پتے کھاتے تھے' بھیڑ بکری کی کھال ان کا لباس تھا' جو ملتا کھا لیتے' نہ ملتا تو سوال نہ کرتے نہ ان کی کوئی اولاد تھی جس کے انتقال پر غم ہو نہ کوئی مکان تھا کہ اس کا فکر رہے۔ جہاں رات آ گئی وہیں بسر کر لی۔

☆ ...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے سریج بن یونس نے خبر دی' انہیں یزید بن ہارون نے اور عثمان بن عباد نے' وہ محمد بن عمرو سے روایت کرتے ہیں' وہ یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب سے' وہ فرماتے ہیں: ابو واقد لیثی نے فرمایا: ہم نے بہت سے اعمال کئے مگر طلب

آخرت میں زہد فی الدنیا سے بڑھ کر کسی عمل کو نہ پایا۔ (کتاب الزہد امام وکیع' 219/1)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ازہر نے خبر دی۔ انہیں جعفر نے' انہیں ابوکعب نے' وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ مومن دنیا میں اس پردیسی کی طرح ہے جسے نہ اپنی عزت کی طمع ہو نہ ذلت کی عار۔

باقی مال و دولت کو تو اس مصرف میں خرچ کریں جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرماتا ہے۔

(ربیع الابرار' 85/1' البدایہ والنہایہ' 272/9)

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

# (78)

# بزرگوں کا حوصلہ

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ اپنے مریدین کے ساتھ سفر کر رہے تھے' اوپر سے کسی نے کوڑا پھینک دیا۔ آپ نے فرمایا: الحمدللہ۔ لوگوں نے کہا: یہ کیا موقع ہے الحمدللہ کا؟ فرمایا جو سر کہ گناہوں کے سبب آگ برسائے جانے کے قابل تھا اس پر اگر راکھ برسائی گئی تو کیا یہ شکر کا موقع نہیں؟ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(روح کی بیماریاں اور اس کا علاج' ص110)

☆...... عدل و انصاف کا یہ حال تھا کہ اپنی وسیع سلطنت میں انہوں نے کوئی محصول اور چنگی باقی نہیں رکھی۔ مصر و شام' جزیرہ موصل سب جگہ اس کو موقوف کر دیا۔ شریعت کا بڑا ادب کرتے تھے اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے۔ ایک شخص نے ان کو عدالت میں طلب کیا۔ وہ حاضر ہو گئے اور قاضی صاحب کو کہلا بھیجا کہ میں عدالت میں حاضر ہو رہا ہوں' میرے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہ کیا جائے۔ مقدمہ میں ان کو کامیابی ہوئی تو انہوں نے اپنا حق معاف کر دیا اور کہا: میرا پہلے سے یہی ارادہ تھا لیکن مجھے اندیشہ تھا کہ شاید عدالت میں حاضر نہ ہونے کا سبب میرا تکبر ہو۔ اس لئے میں حاضر ہو گیا اور میں اپنا حق معاف کرتا ہوں۔ (تاریخ دعوت و عزیمت' ص258' ج1)

## سلطان صلاح الدین ایوبی

بڑے بردبار اور بڑے متحمل مزاج تھے۔ مؤرخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ اپنے رفقاء اور خدام کی غلطیوں اور لغزشوں سے چشم پوشی کرتے۔ بعض مرتبہ کوئی ایسی بات سنتے جس

سے ان کو ناگواری ہوتی لیکن وہ اس کو محسوس بھی نہ ہونے دیتے اور نہ اپنے طرزِ عمل سے کوئی فرق آنے دیتے۔ ایک مرتبہ پانی مانگا' پانی نہیں آیا۔ پھر مانگا پھر نہیں ملا یہاں تک کہ ایک ہی مجلس میں پانچ مرتبہ نوبت آئی۔ آخر میں کہا: دوستو! میں تو پیاس سے مرا جا رہا ہوں۔ اتنے میں پانی آیا۔ سلطان نے پی لیا اور اس تاخیر پر کچھ نہ کہا۔

(تاریخ ابن خلکان' ترجمہ صلاح الدین ایوبی' تاریخ دعوت وعزیمت' ص 277' ج 1)

☆...... ایک مرتبہ سخت بیماری سے اٹھے اور غسل صحت کے لئے حمام میں گئے۔ پانی بہت گرم تھا۔ ٹھنڈا پانی مانگا خادم نے پانی حاضر کیا۔ پانی کچھ چھلک کر ان پر گرا' ضعف کی وجہ سے ان کو تکلیف ہوئی۔ پھر ٹھنڈا پانی مانگا۔ اس مرتبہ ٹھنڈے پانی کا پورا طشت گر گیا اور سارا پانی ان پر آ گیا اور وہ مرتے مرتے بچے لیکن صرف اتنا کہا: مجھے مارنے کا ارادہ ہو تو کہہ دو۔ خادم نے معذرت کی اور وہ خاموش ہو گئے اور کوئی باز پرس نہیں کی۔ (ایضاً' ص 278)

☆...... مزاج میں حلم و بردباری بہت تھی۔ ایک روز خانقاہ میں تشریف فرما تھے کہ دلق پوش قلندروں کی ایک جماعت پہنچی اور ان سے مالی مدد کی خواستگار ہوئی۔ انہوں نے اس جماعت سے بے زاری کا اظہار فرمایا۔ اس پر قلندروں نے گستاخی شروع کر دی اور اینٹ پتھر سے ان کو مارنے لگے۔ حضرت شیخ نے خادم سے فرمایا: خانقاہ کا دروازہ بند کر دو۔ جب دروازہ بند ہو گیا تو قلندروں نے دروازہ پر پتھر مارنا شروع کئے۔ حضرت شیخ نے کچھ تامل کے بعد خادم سے فرمایا' دروازہ کھول دو۔ میں اس جگہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہ کا بٹھایا ہوا ہوں خود سے نہیں بیٹھا ہوں۔ خادم نے دروازہ کھول دیا۔ اس وقت قلندر نادم ہوئے اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔ (بزرگانِ دین' ص 124)



# (79)

# خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمر یا ابوعبداللہ ہے: یہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں اور مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں ان کا شمار ہے۔ یہ علم حدیث میں اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر وابوہریرہ وابورافع وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قابل فخر شاگرد ہیں اور ان کے شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے جن میں امام زہری ابوبکر بن سالم وصالح بن کیسان وعمرو بن دینار بصری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ سعید بن میتب فرمایا کرتے تھے کہ عبداللہ بن عمر کے تمام صاحبزادوں میں حضرت سالم صورت وسیرت کے لحاظ سے اپنے باپ کے ساتھ بہت ہی مشابہت رکھتے تھے۔ امام مالک کا قول ہے کہ سالم بن عبداللہ اپنے زمانے کے صلحاء وعابدین میں بے مثال اور زہد وعبادت وعلمی فضیلت میں بے نظیر تھے۔ مزاج میں انتہائی تواضع وانکساری تھی۔ زندگی بھر اپنی ضرورت کا سارا سامان خود ہی بازار سے خرید کر لاتے اور کبھی کسی لونڈی یا غلام سے خدمت لینے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

یہاں ایک تاریخی لطیفہ قابل ذکر ہے کہ اہل مدینہ لونڈیوں کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے لیکن خدا کی شان کہ جب ملک فارس کے قیدیوں میں یزدجرد بادشاہ کی تین بیٹیاں گرفتار ہو کر آئیں تو ان تینوں لونڈیوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خرید لیا اور ایک لونڈی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ہبہ کر دی تو اس کے پیٹ سے سالم بن عبداللہ پیدا ہوئے اور ایک لونڈی اپنے فرزند امام حسین رضی

اللہ عنہ کو عطا فرمائی تو اس کے پیٹ سے امام زین العابدین پیدا ہوئے اور ایک لونڈی محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی تو اس کے پیٹ سے قاسم بن محمد پیدا ہوئے اور یہ تینوں سالم و امام زین العابدین و قاسم علم و عمل' زہد و تقویٰ و ریاضت میں تمام اہل مدینہ سے بڑھ گئے حالانکہ یہ تینوں لونڈیوں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر اہل مدینہ کو لونڈیوں کی رغبت بہت بڑھ گئی اور لونڈیوں کے بطن سے پیدا ہونے والے بچوں کو اہل مدینہ عزت و وقعت کی نظر سے دیکھنے لگے۔

ابونعیم وغیرہ کا قول ہے کہ سالم بن عبداللہ نے ذوالقعدہ یا ذوالحجہ 106 ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

☆...... حضرت سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن کی کنیت ابواسحٰق یا ابوابراہیم ہے۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمر صحابی رضی اللہ عنہ کا دیدار کرنے والے تابعی ہیں۔ یہ اپنے والد و قاسم بن محمد و عبداللہ بن جعفر و ابوسلمہ وغیرہ محدثین سے حدیث کی روایت کرتے ہیں اور امام زہری و سفیان بن عینیہ و ایوب سختیانی و سفیان ثوری شعبہ وغیرہ کبار ائمہ حدیث ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں ہیں۔

شعبہ محدث جب کبھی ان کا تذکرہ فرماتے تھے تو یوں کہتے تھے کہ سعد بن ابراہیم میرے حبیب ہیں۔ بے حد متقی' انتہائی پرہیزگار اور اعلیٰ درجے کے عبادت گزار ہیں۔

ابن عینیہ فرماتے ہیں: سعد بن ابراہیم مدینہ منورہ کے قاضی بھی تھے مگر وہ اس عہدے پر فائز ہونے کے بعد بھی اتنے ہی متقی و عبادت گزار رہے' جتنے اس عہدہ سے پہلے اور اس عہدے سے معزول ہونے کے بعد متقی و عبادت گزار رہے۔

چالیس برس تک روزانہ ہر دن روزہ دار رہے اور اسی قسم کے دوسرے بڑے بڑے مجاہدات کرتے تھے۔ 125 ھ میں بہتر سال کی عمر پا کر وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

☆...... حضرت سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوالمعیر اور وطن بصرہ ہے۔ تابعی بزرگ ہیں اور محدثین بصرہ میں ایک امتیازی شان رکھتے ہیں۔ صحابہ میں حضرت انس

رضی اللہ عنہ اور تابعین میں سے اعمش و حسن بصری و ابو اسحٰق سبیعی وغیرہ کے شاگرد رشید ہیں اور شعبہ و سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ و عبداللہ بن مبارک و حماد بن سلمہ جیسے کثیر الحدیث فاضلوں کے استاد حدیث ہیں۔ ابن معین و امام نسائی و عجلی وغیرہ نے ان کے علم و فضل کی شہادت دیتے ہوئے ان کو ثقہ کثیر الحدیث کے لفظوں سے متعارف کرایا۔

(تہذیب التہذیب)

بصرہ کے بڑے بڑے عابدوں میں ان کا شمار ہے۔ یہ ایسے صاحب کرامت عبادت گزار تھے کہ عمر بھر ان کا یہ معمول رہا کہ عشاء کے وضو سے فجر تک ساری رات نوافل پڑھا کرتے تھے۔ ذی القعدہ 143ھ میں 92 برس کی عمر میں وفات پائی۔

(تہذیب التہذیب)



# (80)

# امام جعفر اور منصور خلیفہ

خلیفہ منصور عباسی کے بارے میں روایت ہے کہ کسی بات پر ناراض ہو کر اس نے اپنے سپاہیوں کو حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں بھیجا۔ برافروختگی زیادہ تھی، قتل کی دھمکی دے چکا تھا۔ حضرت امام صاحب تشریف لائے تو اس نے تہدید آمیز باتیں کیں اور کہا اہل عراق نے آپ کو اپنا امیر بنایا ہے اور اپنی زکوٰۃ آپ کو دیتے ہیں اور آپ میری خلافت سے بغاوت کر کے فساد برپا کرنا چاہتے ہیں۔ خدا مجھے قتل کرے اگر میں آپ کو قتل نہ کروں۔ امام محترم نے نہایت متانت سے جواباً ارشاد فرمایا: امیر المومنین! حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت و حکومت عطا کی گئی تو انہوں نے رب تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا۔ حضرت ایوب علیہ السلام دنیاوی مصیبت میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے صبر فرمایا اور حضرت یوسف علیہ السلام پر ظلم و زیادتی ہوئی تو انہوں نے عفو و درگزر سے کام لیا۔

حضرت کے اس کلام کو سن کر منصور کا غصہ فرو ہو گیا' ایذاء کا خیال ترک کر دیا اور وہ خوش ہو کر آپ کی تعریف کرنے لگا وہاں سے واپسی پر کسی نے دریافت کیا حضور! آپ نے منصور کے پاس جانے سے قبل کچھ دعا پڑھی تھی وہ دعا کیا تھی۔ ارشاد فرمایا: وہ دعا یہ تھی:

**اللھم احرسنی بعینك التی لاتنام واکنفنی بکنفك الذی لایرام واغفرلی بقدرتك علی لااھلك وانت رجائی اللھم انك اجل واکبر مما اخاف واحذر اللھم بك ادفع فی نحرہ**

واعوذبك من شره ۔

آپ نے اپنے والد گرامی سے روایت کیا۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ جسے کوئی نعمت عطا فرمائے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ضروری ہے اور جسے روزی کی تنگی ہو اسے چاہئے کہ استغفار پڑھے اور جو کسی کام کی وجہ سے رنجیدہ و فکرمند ہو اسے چاہئے کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کا ورد کرے۔

(روض الریاحین)

اہل نعمت کو شکر لازم ہے
تنگ دستو ! پڑھو تم استغفار
ہم و غم کا علاج ہے لاحول
ہے یہ ارشاد سیّد ابرار



# (81)

# بت شکنوں کا کارنامہ

عربوں کے ایک مشہور بت کا نام لات تھا۔ طائف کا سب سے بڑا قبیلہ ثقیف اس کا متولی تھا۔ طائف کے علاقے میں لات نے کفر و شرک کی ظلمتیں پھیلا رکھی تھیں۔ یہ مربع شکل کی چٹان تھی۔ لوگوں کا عقیدہ تھا کہ لات دیوی مرنے کے بعد اس چٹان میں داخل ہو گئی ہے۔ چنانچہ اس چٹان پر ایک مکان بنا دیا گیا۔ لوگ دور دور سے خیر و برکت کے حصول کے لئے یہاں آتے تھے۔ اپنی اولاد کے نام بھی اس بت کے نام پر رکھتے تھے۔ یہ بت طائف شہر کے وسط میں نصب تھا۔ 9 ہجری میں ثقیف کا وفد مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے لئے مسجد کے ایک گوشے میں خیمہ لگوا دیا جائے تا کہ یہ قرآن سنیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھتے دیکھ سکیں۔ یہ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اسلام لانے کی دعوت دیتے رہے۔ وفد کے سردار نے زنا کاری، سود خوری اور شراب نوشی کی اجازت طلب کی اور یہ مطالبہ بھی کیا کہ ان کے معبود "لات" کو نہ توڑا جائے اور انہیں نماز سے معاف رکھا جائے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کوئی بھی بات منظور نہیں کی۔ آخر انہوں نے اپنے آپ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیا البتہ یہ شرط لگائی کہ لات کو ڈھانے کا انتظام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود کریں گے۔ ثقیف اسے اپنے ہاتھوں سے ہرگز نہ ڈھائیں گے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ شرط قبول فرمالی اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چند صحابہ کو طائف بھجوایا کہ وہ لات

کے بت کو پاش پاش کر دیں۔" ان میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ خود ان کا تعلق بھی بنو ثقیف سے تھا۔ اسلام لانے سے پہلے یہ خود بہت بڑے سردار تھے۔ لات کو ڈھانے کے لئے انہوں نے کدال اٹھالی اور اپنے ساتھیوں سے چپکے سے کہنے لگے: میں ذرا ایک جھوٹ موٹ کردار ادا کروں گا اور آپ لوگوں کو ثقیف کی خفیف حرکت سے ہنساؤں گا۔

انہوں نے کدال کی ضرب لگائی پھر خود ہی گر کر اپنے ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ طائف کے باشندے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے زوردار نعرہ مارا۔ خوش ہو کر کہنے لگے: اللہ مغیرہ کو ہلاک کرے۔ دیکھو دیکھو ذرا اس کا حشر دیکھو۔ اسے دیوی نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ پھر وہ مغیرہ کے رفقاء سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: کوئی اس کے قریب آ کر ہاتھ لگا کر تو دیکھے۔ اتنے میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ یک دم اچھل کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اللہ تمہارا برا کرے یہ کمینی بدذات دیوی محض پتھر اور مٹی کا ڈھیر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو پھر اس کے دروازے پر ضرب لگائی۔ اس کو ریزہ ریزہ کرنے کے بعد اس کی دیواروں پر چڑھ گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے دوسرے ساتھی بھی شامل ہو گئے اور اس دیوی کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ یہاں تک کہ اس کو پیوند خاک کر دیا۔ اس بت کا مجاور کہنے لگا: اگر آپ لوگ اس کی بنیاد کھودیں گے تو وہ غضبناک ہو کر آپ کو زمین میں دھنسا دے گا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے عرض کیا مجھے اجازت دیں، میں اس کی بنیاد بھی کھود ڈالوں گا۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلایا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی بنیاد کھود کر مٹی باہر نکال دی۔ اس کا گارا بنا دیا۔ اس کا زیور اور لباس نکال لیا۔ ثقیف کے لوگ یہ منظر دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ زیور اور لباس لے کر اپنی ٹیم کے ساتھ مدینہ طیبہ واپس آئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب کچھ اسی دن تقسیم فرما دیا اور اللہ کی طرف سے اپنے نبی کی نصرت اور دین کے اعزاز پر اس خالق و مالک کی حمد و ثناء کی۔

(زاد المعاد 3/449,450 والسیرۃ النبویۃ لابن ہشام 4/184-186، 590، 589)

# (82)

# پراسرار جزیرہ

حضرت سیّدنا ابو ہیثم رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیّدنا عبداللہ بن غالب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ بحری سفر پر روانہ ہوا۔ ہماری کشتی سمندر کے سینہ کو چیرتی ہوئی جانب منزل چلی جا رہی تھی۔ اچانک ہماری کشتی ایک جزیرہ کے قریب جا پہنچی۔ ہم نے وہاں کشتی روکی تو وہ ایک ویران اور بڑی ہولناک جگہ تھی۔ وہاں ہمیں کوئی شخص نظر نہ آیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں اس جگہ کو ضرور دیکھوں گا۔ شاید یہاں کوئی عجیب وغریب شئے نظر آئے۔ چنانچہ میں کشتی سے اترا اور اکیلا ہی اس پراسرار جزیرے کی طرف چل دیا۔ وہاں کا منظر بڑا ہولناک تھا۔ مجھے نہ تو وہاں کوئی انسان نظر آیا نہ ہی کوئی گھر وغیرہ۔ پھر کچھ دور ایک گھر نظر آیا۔ میں نے جان لیا کہ اس میں ضرور کوئی نہ کوئی رہتا ہوگا اور یہاں کوئی عجیب وغریب بات ضرور ہوگی کیونکہ اس ویرانے میں کسی گھر کا موجود ہونا ایک عجیب سی بات تھی۔

میں نے تہیہ کرلیا کہ اس گھر کے راز کو ضرور جانوں گا چنانچہ میں وہاں سے واپس اپنے دوستوں کے پاس آیا اور ان سے کہا: ''مجھے تم سے ایک کام ہے' اگر تم اسے پورا کردو تو احسان ہوگا۔'' انہوں نے پوچھا: ''بتایئے کیا کام ہے؟'' میں نے جواب دیا ''آج رات ہم اسی جزیرہ پر قیام کریں گے اور صبح سفر پر روانہ ہوں گے۔'' میرے رفقاء میری اس خواہش پر وہیں رات بسر کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ میں پھر یہ سوچتے ہوئے اسی گھر کی طرف چل دیا کہ جب رات ہوگی تو اس گھر میں رہنے والے ضرور یہاں آئیں

گے اور میں ان سے ملاقات کرلوں گا۔ چنانچہ میں وہیں ٹھہر گیا پھر یہ سوچ کر میں اس گھر میں داخل ہو گیا کہ آخر دیکھوں تو سہی کہ اس میں کیا ہے؟ میں نے اس چھوٹے سے گھر کو بالکل خالی پایا' اس میں صرف ایک گھڑا تھا اور وہ بھی بالکل خالی اور ایک بڑا سا تھال تھا جس میں کچھ نہ تھا۔ ان کے علاوہ اس گھر میں کوئی شئے نہیں تھی۔ میں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا اور رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ جب سورج غروب ہو گیا اور رات نے اپنے پر پھیلا دیئے تو مجھے اچانک ایک آہٹ سی محسوس ہوئی اور پہاڑ کی جانب سے ہلکی ہلکی آواز آنے لگی۔ میں محتاط ہو کر بیٹھ گیا اور غور سے اس آواز کو سننے لگا۔ یہ کسی نوجوان کی آواز تھی جو اللہ اکبر' سبحان اللہ' الحمد للہ کی صدائیں لگاتا ہوا اسی گھر کی طرف آرہا تھا۔ کچھ دیر بعد ایک پرکشش نورانی شکل وصورت والا نوجوان اس گھر میں داخل ہوا۔ اس نے آتے ہی نماز پڑھنا شروع کر دی اور کافی دیر نماز میں مشغول رہا۔ نماز سے فراغت کے بعد وہ اس برتن کی طرف بڑھا جو بالکل خالی تھا۔ نوجوان نے اس برتن سے کھانا شروع کر دیا حالانکہ میں دیکھ چکا تھا کہ وہ برتن بالکل خالی تھا لیکن وہ نوجوان اسی برتن میں سے نہ جانے کیا کھا رہا تھا؟ کچھ دیر بعد وہ اٹھا اور گھڑے کی طرف آیا اور ایسا لگا گویا کہ اس میں سے پانی پی رہا ہو حالانکہ میں نے دیکھا تھا کہ اس گھڑے میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ میں بڑا حیران ہوا اور چھپ کر بیٹھا رہا۔

اس نوجوان نے کھانے پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دوبارہ نماز میں مشغول ہو گیا اور فجر تک نماز پڑھتا رہا۔ فجر کے وقت مجھ سے نہ رہا گیا پس میں اس کے سامنے ظاہر ہو گیا۔ اس کی اقتداء میں نماز فجر ادا کی۔ نماز کے بعد وہ نوجوان مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: ''اے اللہ تعالیٰ کے بندے! تو کون ہے اور میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں کیسے داخل ہوا؟'' میں نے کہا: ''اے مردِ صالح! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے میں کسی بری نیت سے یہاں نہیں آیا بلکہ میں تو بھلائی ہی کے لئے یہاں آیا ہوں' مجھے چند باتوں سے بڑی حیرانی ہوئی ہے۔ میں نے آپ کے آنے سے پہلے گھڑے کو

دیکھا تھا تو اس میں پانی بالکل نہ تھا لیکن آپ نے اسی میں سے پانی پیا' اسی طرح جس برتن سے آپ نے کھانا کھایا وہ تو بالکل خالی تھا پھر آپ نے کیسے کھانا کھایا؟ میرے لئے یہ باتیں بڑی حیران کن ہیں۔" یہ سن کر وہ نوجوان کہنے لگا: "تم نے بالکل ٹھیک کہا: وہ برتن اور گھڑا خالی تھا لیکن میں نے جو کھانا اس برتن سے کھایا وہ ایسا کھانا نہیں جسے لوگ طلب کرتے ہیں' اسی طرح میں نے جو پانی پیا وہ ایسا نہیں جیسا لوگ پیتے ہیں۔"

یہ سن کر میں نے اس نوجوان سے کہا: "اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو تازہ مچھلی لا کر دوں؟" نوجوان کہنے لگا: "کیا تم مجھے (دنیوی) غذا کی دعوت دے رہے ہو؟" میں نے کہا: "اے نوجوان! اس امت کو یہ حکم نہیں دیا گیا جیسے آپ کر رہے ہیں بلکہ ہمیں تو یہ حکم دیا گیا کہ جماعت کے ساتھ رہیں' مساجد میں حاضر ہوں' باجماعت نماز کی فضیلت حاصل کریں' مریضوں کی عیادت کریں' مسلمانوں کے جنازوں میں حاضر ہوں اور مخلوقِ خدا کی خیر خواہی کریں لیکن آپ نے یہ سب کام چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے اور ان سعادتوں سے محروم ہو گئے ہیں۔" یہ سن کر وہ نوجوان کہنے لگا: "آپ نے جو باتیں ذکر کیں الحمدللہ مجھے وہ تمام سعادتیں حاصل ہیں' یہاں قریب ہی ایک بستی ہے جہاں جا کر میں عوام الناس کی خیر خواہی بھی کرتا ہوں اور آپ کے ذکر کردہ باقی امور بھی سرانجام دیتا ہوں۔" اتنا کہنے کے بعد اس نوجوان نے ایک پرچہ پر کچھ لکھا اور پھر زمین پر لیٹ گیا۔ میں سمجھا کہ شاید اس کا انتقال ہو گیا۔ قریب جا کر دیکھا تو وہ واقعی خالق حقیقی سے جا ملے تھے۔ جب ان کی قبر کھودی گئی تو اس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔

(عیون الحکایات)



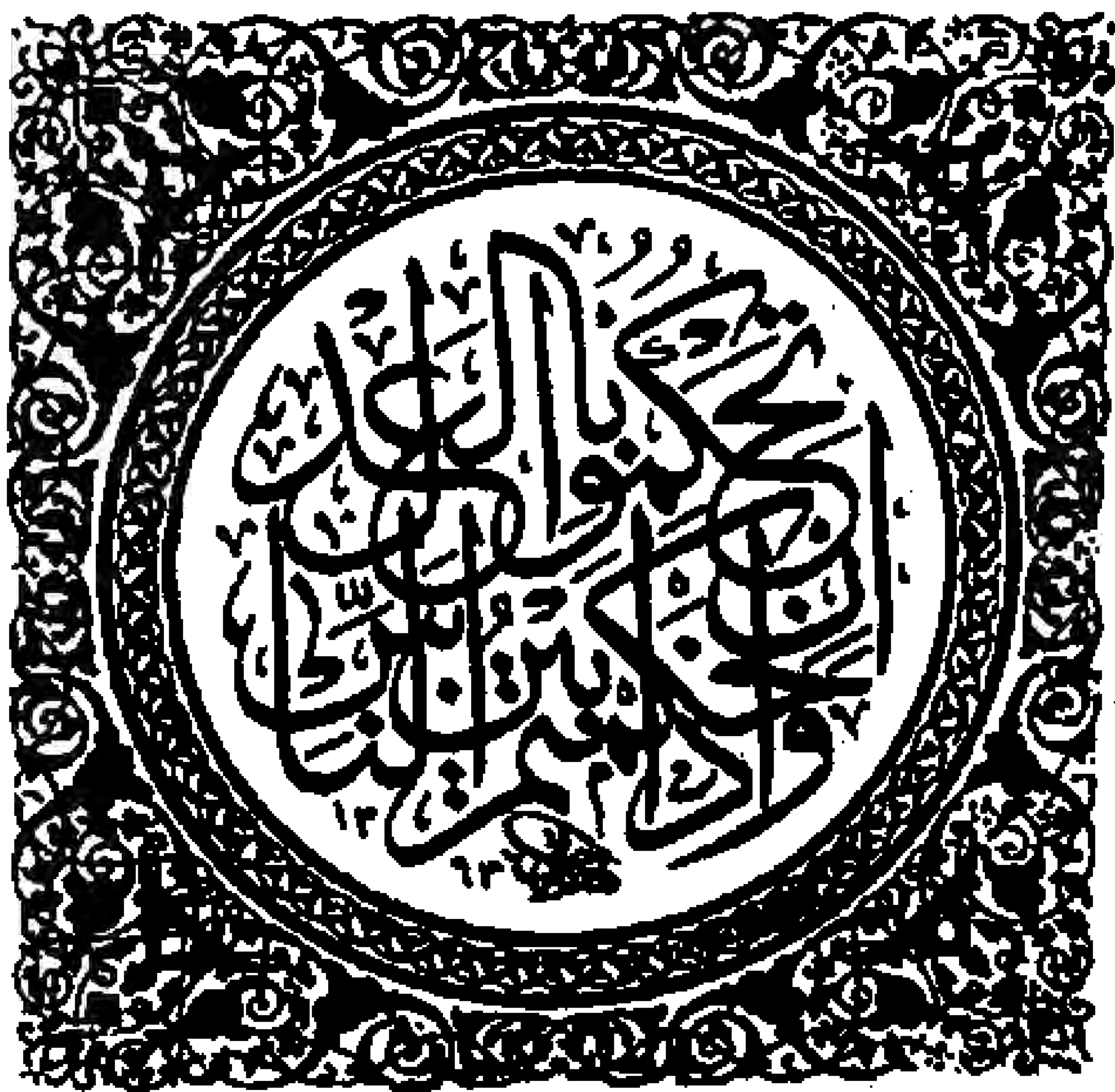
# (83)

# یہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد سے فارغ ہوئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو نہ پایا۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں نے ان کو فلاں جگہ دیکھا ہے وہ کہہ رہے تھے کہ میں اللہ کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شیر ہوں۔ اے اللہ! میں تیری برأت چاہتا ہوں' اس چیز سے جس کو یہ لوگ یعنی ابوسفیان اور اس کے ساتھی لائے ہیں اور تیری طرف عذر خواہی کرتا ہوں' اس چیز سے جو ان لوگوں نے کیا یعنی مسلمانوں کو شکست کھانے سے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس پہنچے' جب ان کی پیشانی کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو دیئے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ مثلہ کر دیئے گئے تو نہایت رنجیدہ ہوئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا کوئی کفن ہے؟ ایک انصاری کھڑے ہوئے اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہیدوں کے سردار حمزہ رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے کفار کو سخت نفرت تھی۔ حارث تیمی کہتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ یوم بدر کے دن شتر مرغ کے پر کا جھنڈا لئے ہوئے تھے۔ مشرکین کے ایک آدمی نے کہا: یہ کون ہے؟ کہا گیا یہ حمزہ بن عبدالمطلب ہے۔ اس نے کہا: یہ وہی ہے جس نے ہم لوگوں کے خلاف بڑے کارنامے کئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امیہ بن خلف نے مجھ سے بدر

کے دن پوچھا یہ کون ہے جو اپنے سینہ پر شتر مرغ کا جھنڈا لگائے ہوئے ہے؟ میں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں، یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب ہیں۔ اس نے کہا: یہ وہی ہیں جس نے ہم پر بڑے ستم ڈھائے ہیں۔

(رواہ الطبرانی والبزار والحاکم کذافی حیاۃ الصحابہ، ج2، ص895)



# (84)

# بڑا انسان بڑا بچہ نہیں ہوتا

پروفیسر البرٹ آئن سٹائن (1955-1879) نے 20ویں صدی کی سائنس میں عظیم انقلاب برپا کیا مگر اس کی زندگی کا آغاز نہایت معمولی تھا۔ تین سال کی عمر تک وہ بولنا شروع نہ کر سکا۔ بظاہر وہ ایک معمولی باپ کا معمولی بچہ تھا۔ نو سال کی عمر تک وہ بالکل عام بچہ دکھائی دیتا تھا۔ سکول کی تعلیم کے زمانہ میں ایک بار وہ سکول سے خارج کر دیا گیا کیونکہ اس کے استادوں کا خیال تھا کہ اپنی تعلیمی نااہلی کی وجہ سے وہ دوسرے طالب علموں پر برا اثر ڈالتا ہے مگر اس کے بعد اس نے محنت شروع کی تو وہ اس بلندی تک پہنچا جو موجودہ زمانہ میں بمشکل کسی دوسرے سائنس دان کو حاصل ہوئی۔ اس کے بعد اس کی شہرت بڑھتی ہی چلی گئی۔ وہ اکثر آدھی رات تک اپنے کام میں مشغول رہتا تھا۔ 1933ء میں اس نے ہٹلر کے جرمنی کو چھوڑ دیا تھا۔ ہٹلر کی حکومت نے اعلان کیا کہ جو شخص آئن سٹائن کا سر کاٹ کر لائے گا اس کو 20 ہزار مارک انعام دیا جائے گا۔ اس زمانہ میں یہ رقم بہت زیادہ تھی مگر آئن سٹائن کی عظمت لوگوں کے دلوں پر اتنی قائم ہو چکی تھی کہ کوئی اس انعام کو حاصل کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔

تاریخ میں اس طرح کی بہت مثالیں ہیں جو بتاتی ہیں کہ بڑا انسان بننے کے لئے بڑا بچہ پیدا ہونا ضروری نہیں۔ معمولی حیثیت سے آغاز کر کے آدمی بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ جدوجہد کی شرطوں کو پورا کرے بلکہ وہ لوگ زیادہ خوش قسمت ہیں جن کو مشکل مواقع میں زندگی کا ثبوت دینا پڑے کیونکہ مشکل حالات عمل کا محرک

ہوتے ہیں، وہ آدمی کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کو بیدار کرتے ہیں، نیز زندگی کے بہترین سبق ہمیشہ مشکل حالات میں ملتے ہیں۔ اعلیٰ انسان راحتوں میں نہیں بلکہ مشکلوں میں تیار ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کی اس دنیا میں امکانات کی کوئی حد نہیں۔ یہاں کسی کو اپنے عمل کے لئے معمولی آغاز ملے تو اس کو مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ معمولی حالات زندگی کا سب سے مضبوط زینہ ہیں۔ تاریخ کی اکثر اعلیٰ ترین کامیابیاں معمولی حالات کے اندر ہی سے برآمد ہوئی ہیں۔

(کتابوں کی درسگاہ میں)



# (85)

## یقیناً ایسا ہی ہے

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف بھیجتے وقت فرمایا تھا تم کس چیز کے ساتھ فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا: کتاب اللہ کے ساتھ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ تمہیں کتاب اللہ میں نہ ملے تو؟ انہوں نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہیں سنت میں بھی نہ ملا تو پھر؟ معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: تب میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کو اس کی رضا کے مطابق حق کی توفیق دی۔

اور یہ بھی ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے اس دن کے متعلق پوچھتے تھے کہ آج کیا دن ہے؟ یہ کون سی جگہ ہے؟ اور وہ پوری طرح سے صحیح جواب جانتے تھے مگر ادب کے تقاضے سے کہتے تھے کہ اللہ ورسولہ اعلم مبادا خدا اور رسول سے تقدم ہو جائے۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بن نفیع بن حارث ثقفی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے آخری حج میں پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ خاموش ہوئے حتیٰ کہ ہم نے سوچا کہ شاید آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے مگر آپ نے فرمایا: کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: ہاں ضرور

ہے پھر آپ نے فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم نے سوچا کہ شاید آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا یہ باحرمت شہر مکہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: ہاں ضرور ہے۔ آپ نے فرمایا: آج کون سا دن ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں' آپ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے' پھر آپ نے فرمایا کہ کیا یہ 10 ذی الحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: یقیناً ایسا ہی ہے۔

(تفسیر فی ظلال القرآن' جلد 9' ص 389)



ورحمتی وسعت کل شیء

۱۴۳۰

# (86)

# سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹیاں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جب کبھی تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو میں جان لیتا ہوں اور جب کبھی تم مجھ سے خفا ہوتی ہو تو بھی جان لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا' وہ کس طرح؟ فرمایا جب تم راضی اور خوش ہوتی ہو تو قسم کھاتے وقت یوں کہتی ہو"لا ورب محمد " اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم! اور جب کبھی ناراض ہوتی ہو تو قسم یوں کھاتی ہو' "لا ورب ابراهیم " مجھے ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: بے شک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بات ایسی ہی ہے لیکن"ماهجر الا اسمك "یارسول اللہ! میں صرف آپ کا نام ہی چھوڑتی ہوں' محبت تو آپ کی بدستور میرے دل میں رہتی ہے۔ (مشکوٰۃ' ص 672)

☆......عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر صدیق سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت اسماء نے فرمایا: جب آپ علیہ السلام مکہ سے مدینہ ہجرت کے لئے چلے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے گھر کا سارا مال جو پانچ ہزار درہم تھے یا چھ ہزار درہم تھے ان کو بھی ساتھ لے لیا تو میرے دادا ابوقحافہ آئے اور وہ اس وقت نابینا تھے۔ کہا: اللہ کی قسم اس نے تو تمہیں اپنی جان کے ساتھ ساتھ مال کی طرف سے بھی تکلیف میں ڈال دیا ہے (کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سارا مال لے گئے ہوں گے) میں نے کہا: بابا جان ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ انہوں نے کچھ پتھر رکھ کر

ان پر کپڑا ڈال کر دادا جان کا ہاتھ ان پر لگوایا اور کہا: یہ ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں اور وہ کپڑے کے اوپر سے ان کو چھور ہے تھے۔ کہا: بہر حال اگر تمہارے لئے یہ چھوڑا ہے تو بہتر ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حقیقت میں اللہ کی قسم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمارے لئے نہ تھوڑا چھوڑا نہ زیادہ۔ (کتاب الاذکیاء ص 238)

☆......ابن ابی زناد سے مروی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک تھی جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہید کر دیئے گئے تو قمیص مبارک کہیں کھو گئی تو اسماء رضی اللہ عنہا نے قمیص مبارک کے بارے میں فرمایا اس رنج میں مجھ پر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے شہید ہونے سے زیادہ افسوس ہوا۔ بعد میں وہ قمیص عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے قاتل کے پاس مل گئی۔ اس نے کہا: اگر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا میری مغفرت کی دعا کر دیں تو میں یہ قمیص لوٹا دوں گا ورنہ نہیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے قاتل کے لئے کیسے استغفار کر سکتی ہوں؟ لوگوں سے کہہ دیا کہ آ جائے۔ ٹھیک ہے۔

تو وہ شخص قمیص لے کر آیا اور ساتھ میں حضرت عبداللہ بن عروہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قمیص عبداللہ بن عروہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دو۔ اس نے دے دی۔ پھر آپ نے فرمایا: اللہ آپ کی مغفرت کرے اے عبداللہ۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اس سے حضرت عبداللہ بن عروہ مراد لیا۔ (وہ قاتل سمجھا کہ اس سے میں اللہ کا بندہ مراد ہوں)۔ (کتاب الاذکیاء ص 238، کتاب الحمقی والمغفلین)



# (87)

# دنیا سے بے رغبتی اختیار کرلو

(ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے سریج نے خبر دی' انہیں نضر بن اسمٰعیل نے' وہ اپنے مشائخ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرات عبداللہ بن عتبہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ کافی دیر تک خاموش رہے۔ اس کے بعد فرمایا: کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ تمام خیر اور بھلائیاں تمہیں چٹکیوں میں بتا دوں؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں ضرور بتائیے۔ فرمانے لگے! دنیا سے بے رغبتی اختیار کرلو۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے سریج نے خبر دی' انہیں ابوخالد احمر نے خبر دی' انہیں ایک شخص نے زہری سے نقل کر کے خبر دی کہ انہوں نے فرمایا: جو شخص صبر پر حرام کو غالب ہونے دے اور حلال اسے شکر سے نہ روک دے یہی اس کا زہد فی الدنیا ہے۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں اسحٰق بن اسماعیل نے خبر دی' انہیں سلیمان بن حکم بن عوانہ نے خبر دی' وہ عتبہ بن حمید سے روایت کرتے ہیں' وہ اس شخص سے جس نے انہیں خبر دی' وہ قبیصہ بن جابر سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' جو شخص دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے گا مصیبتیں اس پر آسان ہو جائیں گی' جسے موت کا انتظار رہے گا وہ بھلائی کے کاموں میں جلدی کرے گا۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابوحذیفہ فزاری نے خبر دی' انہیں سفیان بن عیینہ نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں: امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ زہد فی الدنیا کیا ہے؟ فرمایا حرام جس کے صبر پر غالب نہ آئے' اور حلال اسے شکر سے نہ روکے یہی زہد فی الدنیا

ہے یعنی حرام چھوڑے اور حلال پر شکر ادا کرے۔ (کتاب الزہد لابن ابی الدنیا)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے سریج اور اسحٰق بن اسماعیل نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں: ہمیں ہشیم نے خبر دی' وہ منصور سے اور وہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت ہوا تو رونے لگے۔ ان سے کہا گیا کہ اے ابوعبداللہ آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ تو صحابی رسول ہیں۔ فرمانے لگے دنیا کے چھوٹ جانے کے خوف سے نہیں روتا بلکہ اس لئے روتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک عہد لیا تھا وہ ہم سے چھوٹ گیا اس لئے رو رہا ہوں' ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ دنیا میں ہماری روزی زاد مسافر کے بقدر رہے' جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے ترکے کا حساب لگایا گیا جس کی کل قیمت تیس درہم تھی۔

(ابونعیم فی الحلیۃ' 195' 197)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے سریج نے خبر دی' انہیں سعید بن محمد نے خبر دی' وہ صالح بن حسان سے روایت کرتے ہیں' وہ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے' وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو دنیا میں زاد مسافر کے برابر پر اکتفا کرنا' پیوند لگنے سے قبل کسی کپڑے کو نہ چھوڑنا' مالداروں کی صحبت و مجلس سے بچتی رہنا۔ (ترمذی' 1781' مستدرک حاکم' 312/4' الترغیب للمنذری' 162/4' وہ فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کسی کپڑے کو پیوند لگائے بغیر نہ چھوڑتی تھیں۔ ایک روز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اسی ہزار درہم ہدیہ آئے تو شام تک سب تقسیم کر دیئے۔ باندی کہنے لگی ایک درہم کا گوشت کیوں نہ خرید لیا۔ فرمانے لگیں پہلے یاد دلا دیتی تو خرید لیتے)



# (88)

# میں بندۂ پر عیب وہ محبوب الٰہی

اخلاص و فنائیت اور بے نفسی کے اعلیٰ مقام پر پہنچ کر سالک کے دل سے رنج و شکایت' انتقام کا جذبہ اور ایذاء کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ وہ نہ صرف آشنا پرور و دوست نواز ہو جاتا ہے بلکہ دشمن کا احسان مند اور دشمن کے حق میں دعا گو بن جاتا ہے گویا دشمنی کوئی احسان ہے' کوئی نادر تحفہ اور زخم دل کا مرہم ہے جس پر بے اختیار دل سے دعا نکلتی ہے اور منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔ امیر علاء الدین سنجری راوی ہیں کہ حضرت (خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ) نے ایک مرتبہ یہ مصرعہ پڑھا:

ہر کہ مارا رنج دادہ راحتش بسیار باد

(جو ہم کو رنج دے خدا اس کو بہت راحت پہنچائے)

اس کے بعد یہ شعر ارشاد ہوا:

ہر کہ او خارے نہد در رراہ ما از دشمنی
ہر گلے کر باغ عمرش بشگفد بے خار باد

(جو ہمارے راستے میں دشمنی کی بناء پر کانٹے بچھائے اللہ کرے اس کے گلشن حیات میں جو پھول کھلے بے خار رہے)

☆......سیر العارفین میں ہے: خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی فرماتے تھے کہ حصار اندر پت میں (جو موضع غیاث پور کے قریب ہے) چھجو نامی ایک شخص تھا جس کو بے وجہ حضرت سے دشمنی تھی۔ برا بھلا بھی کہتا تھا اور آپ کو تکلیف و ایذاء پہنچانے کی فکر میں رہتا

تھا' اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرت شیخ نے اس کے جنازہ میں شرکت کی۔ دفن کے بعد اس کے سرہانے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا فرمائی کہ خدایا! اس شخص نے جو کچھ کہا ہو یا برا سوچا ہو میں نے اس کو بخش دیا تو میری وجہ سے اس کو سزا نہ دینا۔

☆......ایک مرتبہ حاضرین میں سے ایک صاحب نے ذکر کیا کہ بعض آدمی جناب والا کو منبر پر اور دوسرے موقعوں پر برا بھلا کہتے ہیں ہم سے سنا نہیں جاتا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے سب کو معاف کیا تم بھی معاف کرو اور ایسے آدمی سے جھگڑا نہ کرو اس کے بعد آپ نے فرمایا: اگر دو آدمیوں کے درمیان رنجش ہو تو اس رنجش کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے باطن کو عداوت سے خالی کرے' دوسرے کی طرف سے بھی تکلیف کم ہو جائے گی۔

فرمایا: آخر لوگ برا بھلا کہنے سے کیوں رنجیدہ ہوتے ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ ''مال صوفی فی سبیل است وخون او مباح'' (صوفی کا مال وقف اور اس کا خون روا) جب معاملہ یہ ہے تو کسی برا بھلا کہنے والے سے کیوں جھگڑا کیا جائے۔ (فوائد الفواد' ص 95)

☆......ایک دن فرمایا: دنیا کا عام اصول تو یہ ہے کہ نیکوں کے ساتھ نیکی اور بدوں کے ساتھ بدی کی جائے لیکن مردانِ خدا کا اصول یہ ہے کہ بدی کا بدلہ بھی نیکی سے دیا جائے۔ فرمایا:

> یکے خار نہد وتو خار نہی۔ ایں خار خار باشد...... میان مردمان ہمچنیں است بانغزان نغزی وباکوزان کوزی' امامیان درویشاں ہمچنیں است کہ بانغزان نغزی باکوزاں ہم نغزی۔ (ایضاً' ص 87)
>
> اگر کوئی کانٹا رکھے اور تم بھی کانٹا رکھ دو تو کانٹے ہی کانٹے جمع ہو جائیں گے۔ لوگوں کے درمیان عام اصول یہ ہے کہ سیدھوں کے ساتھ سیدھا اور ٹیڑھوں کے ساتھ ٹیڑھا لیکن درویشوں کا اصول یہ ہے کہ سیدھوں کے ساتھ سیدھا اور ٹیڑھوں کے ساتھ بھی سیدھا۔

حضرت خواجہ صاحب کا اس بارے میں معیار اتنا بلند تھا کہ برا کہنا تو بڑی چیز ہے وہ برا چاہنے کو بھی روا نہیں رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا:

بد گفتن اندک است امابد خواستن ازاں بدتر است۔

برا کہنا بھی برا ہے لیکن برا چاہنا اس سے کہیں برا ہے۔

جب یہ معاملہ آپ کا سب کے ساتھ تھا تو اپنے شیخ کے عزیزوں اور تعلق والوں کے ساتھ کیوں نہ ہوتا جن کے احسان سے آپ کا رودواں رودواں تر تھا۔

☆...... سیر العارفین میں ہے کہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کے نواسے خواجہ عطاء اللہ ایک بے پرواہ اور بے باک قسم کے آدمی تھے۔ ایک دن قلم و دوات لے کر آئے اور کہا: میرے لئے فلاں سردار کو ایک خط لکھ دیجئے تاکہ مجھے وہ کوئی اچھی رقم دے دے۔ شیخ نے فرمایا: نہ میری اس سردار سے کبھی ملاقات ہوئی ہے نہ وہ کبھی یہاں آیا ہے۔ جس شخص سے جان پہچان نہ ہو اس کو رقعہ کس طرح لکھا جائے؟ صاحبزادہ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے سخت سست کہنا شروع کیا کہ ہمارے ہی نانا کے مرید ہو اور ہمارے خاندان کا صدقہ پایا ہے اب ایسے احسان فراموش ہو گئے ہو کہ میرے لئے ایک رقعہ تم سے نہیں لکھا جاتا۔ یہ تم نے کیا پیری مریدی کا جال بچھایا ہے اور خلق خدا کو دھوکہ دے رہے ہو؟ یہ کہہ کر دوات زمین پر پٹخ دی اور اٹھ کر چلے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دامن پکڑ لیا اور فرمایا: ناراض ہو کر کیوں جا رہے ہو خوش ہو کر جاؤ۔ اس کے بعد ایک رقم اس کے سامنے رکھی اور رضامند کر کے رخصت کیا۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ج 3 ص 105'107)

☆...... حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اولیاء اللہ میں اونچا مقام رکھتے ہیں۔ ان کے زمانے میں ایک بڑے عالم اور فقیہ مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت صوفی کے مشہور تھے اور یہ بڑے عالم مفتی اور فقیہ کی حیثیت سے مشہور تھے اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سماع کو جائز کہتے تھے۔ بہت سے صوفیاء کے ہاں سماع کا رواج

تھا۔ سماع کا مطلب ہے کہ موسیقی کے آلات کے بغیر حمد ونعت وغیرہ کے عمدہ مضامین کے اشعار ترنم سے یا بغیر ترنم کے محض خوش آوازی سے کسی کا پڑھنا اور دوسروں کا اسے خوش عقیدگی اور محبت سے سننا۔ بعض صوفیاء اس کی اجازت دیتے تھے اور بہت سے فقہاء اور مفتی حضرات اس سماع کو بھی جائز نہیں کہتے تھے بلکہ بدعت قرار دیتے تھے چنانچہ ان کے زمانے کے حکیم ضیاء الدین صاحب نے بھی سماع کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا تھا اور حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سماع سنتے تھے۔ جب مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ان کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے اور یہ اطلاع کرائی کہ جا کر حکیم ضیاء الدین صاحب سے عرض کیا جائے کہ نظام الدین مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا ہے۔ اندر سے حکیم ضیاء الدین صاحب نے جواب بھجوایا کہ ان کو باہر روک دیں' میں مرنے کے وقت کسی بدعتی کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے جواب بھجوایا' ان سے عرض کرو کہ بدعتی بدعت سے توبہ کرنے کے لئے حاضر ہوا ہے۔ اسی وقت مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب نے اپنی پگڑی بھیجی کہ اسے بچھا کر خواجہ صاحب اس کے اوپر قدم رکھتے ہوئے آئیں اور جوتے سے قدم رکھیں' ننگے پاؤں نہ آئیں۔ خواجہ صاحب نے پگڑی کو اٹھا کر سر پر رکھا کہ یہ میرے لئے دستار فضیلت ہے۔ اسی شان سے اندر تشریف لے گئے۔ آ کر مصافحہ کیا اور بیٹھ گئے اور حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر خواجہ صاحب کی موجودگی میں حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت آ گیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: الحمد للہ حکیم ضیاء الدین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا ہے کہ ترقی مدارج کے ساتھ ان کا انتقال ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے یہ حالت تھی کہ صورت دیکھنا گوارہ نہیں تھی لیکن تھوڑی دیر کے بعد یہ فرمایا: میری پگڑی پر پاؤں رکھ کر اندر تشریف لائیں۔

(اصلاحی خطبات' ج 8' ص 286)

# (89)

# حضرت سفیان رضی اللہ عنہ اور سر تج

یہ محدثین کرام ہیں جن کا مختصر ذکر کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے ہم تک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پہنچائیں' ہم آپ تک ان کا ذکر خیر پہنچا رہے ہیں۔

☆...... حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام اس طرح ہے' ابو عبداللہ سفیان بن سعید ثوری کا وطن کوفہ ہے۔ آپ کے مناقب وفضائل کا کیا کہنا! بلاشبہ آپ امام المسلمین وحجتہ اللہ ہیں۔ فقہ وحدیث اور اجتہاد وتقویٰ میں یکتائے روزگار اور عبادت و ریاضت میں فقید المثال ہیں۔ آپ کی دینداری و پرہیزگاری پر ساری امت کا اتفاق ہے۔ آپ یقیناً اپنے زمانے کے قطب اسلام ورکن دین تھے۔

اپنے دور کے سینکڑوں محدثین سے احدیث کی سماعت فرمائی اور امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی مجلس درس میں بھی شریک ہو کر علم حدیث میں آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا اور فقہ حنفی کا علم علی بن مسہر سے حاصل کیا جو حضرت امام ابوحنیفہ کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب امام ترمذی اپنی جامع میں سفیان ثوری کا مذہب نقل فرماتے ہیں تو وہ اکثر امام ابوحنیفہ کے موافق ہوتا ہے۔

آپ کے شاگردوں کی جماعت بہت بڑی ہے جن میں سفیان بن عینیہ امام اوزاعی ومعمر وابن جریج وامام مالک وشعبہ جیسے حدیثوں کے پہاڑ ہیں۔

آپ کے مزاج میں تواضع وانکساری بہت زیادہ تھی۔ کبھی صدر مجلس میں نہیں بیٹھتے تھے' نہ کبھی کسی خادم سے اپنی کوئی خدمت لیتے تھے۔ ایک کپڑے کے سوا دوسرا کپڑا انہیں

رکھتے تھے۔ نہ عمر بھر کوئی عمارت بنوائی۔ امراؤ سلاطین کے درباروں سے انتہائی نفرت فرماتے اور ان لوگوں کے ہدایا و تحائف سے بے حد اجتناب فرماتے تھے اور کھلم کھلا ظالم امراء اور بادشاہوں کی بداعمالیوں پر روک ٹوک اور وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ بغداد ابو جعفر منصور عباسی آپ کی جان کا دشمن ہو گیا تھا چنانچہ جب آپ حج کے لئے روانہ ہوئے تو اس ظالم بادشاہ نے آپ کے پیچھے جلادوں کو روانہ کیا اور حکم دے دیا کہ تم لوگ جہاں بھی سفیان ثوری کو پاؤ گرفتار کر کے سولی پر لٹکا دو اور میں بھی لشکر کے ساتھ تمہارے پیچھے پیچھے حج کے لئے آ رہا ہوں۔ جلادوں نے تلاش کرتے کرتے آپ کو مکہ مکرمہ میں پالیا اور سولی گاڑ کر آپ کو گرفتار کرنے کے لئے حرم کعبہ میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ سفیان ثوری اس شان سے لیٹے ہوئے ہیں کہ آپ کا سر فضیل بن عیاض کی گود میں اور آپ کے پاؤں سفیان بن عیینہ کی گود میں ہیں۔ جلادوں نے بادشاہ کا حکم سنایا اور یہ بھی عرض کیا: خود بادشاہ بھی مکہ مکرمہ آ رہا ہے۔ اگر ہم لوگوں نے آپ کو سولی پر لٹکانے میں دیر کر دی تو وہ ہم سب لوگوں کو قتل کرا دے گا۔ یہ سن کر آپ کو جلال آ گیا اور پھر بھر کر اٹھ کھڑے ہو گئے اور چند قدم چل کر غلاف کعبہ ہاتھ میں لیا اور تڑپ کر بآواز بلند فرمایا: تم لوگ اطمینان رکھو منصور عباسی بادشاہ ہرگز ہرگز مکہ میں نہیں پہنچ سکتا اور سن لو اگر وہ مکہ مکرمہ میں آ گیا تو میں اس کعبہ کی طرف کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھوں گا۔

آپ کی کرامت دیکھو کہ منصور عباسی بادشاہ غصے میں بھرا ہوا بغداد سے مکہ مکرمہ روانہ ہوا مگر راستہ ہی میں مر گیا اور مکہ مکرمہ تک نہیں پہنچ سکا اور آپ خیر و عافیت کے ساتھ حج سے فارغ ہو کر وطن تشریف لائے اور 161 ھ میں وصال فرمایا اور آپ کی قبر مبارک بصرہ میں آج تک مرجع خلائق اور زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔

(اکمال، طبقات، تہذیب التہذیب وغیرہ)

☆......ابو محمد سفیان بن عیینہ بن ابی عمران میمون ہلالی 107 ھ میں کوفہ کے اندر پیدا ہوئے۔ آپ کی امامت و علمی جلالت اور تقویٰ و عبادت پر تمام ائمہ حدیث کا اتفاق

ہے اور فن حدیث میں آپ کی مہارت و حذاقت تمام محدثین کے نزدیک مسلم الثبوت ہے۔ آپ نے اپنے دور کے بڑے بڑے اعلیٰ درجے کے محدثین سے علم حدیث حاصل کیا اور بڑے بڑے باکمال بزرگوں کی آغوشِ تربیت میں آپ نے علم وعمل کا کمال حاصل کیا۔ آپ کے استادوں میں امام جعفر صادق و امام زہری و سلیمان تیمی و سفیان ثوری وغیرہ کامل و مکمل ائمہ حدیث ہیں اور آپ کے شاگردوں کا حلقہ بھی بہت وسیع ہے جن میں امام شافعی و امام احمد بن حنبل آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکتے ہیں۔

آپ علمی جلالت کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت میں بھی بہت بلند مقام رکھتے ہیں۔ انتہائی عبادت گزار و زاہد شب زندہ دار تھے اور زہد و قناعت میں بھی اپنے اقران پر بڑی خاص فضیلت رکھتے تھے۔ ساٹھ برس تک صرف جو کی روٹی بغیر کسی سالن کے کھاتے رہے۔ آپ سے بہت زیادہ خوارقِ عادات و نادر کرامات کا صدور ہوا۔ چار برس کی عمر میں آپ نے پورا قرآن مجید حفظ کر لیا اور سات سال کی عمر میں حدیث کی کتابت و روایت فرمانے لگے۔

آپ کا وطن کوفہ ہے لیکن آپ نے مکہ مکرمہ میں جوار بیت اللہ کی مستقل سکونت اختیار فرمائی تھی۔ آپ نے عمر بھر میں ستر (70) حج کیے۔ حسن بن عمران کا بیان ہے کہ میں سفیان بن عیینہ کے آخری حج میں ان کے ساتھ تھا۔ مزدلفہ میں آپ نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ مزدلفہ کی اس زیارت کو میری آخری زیارت مت بنا' پھر ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں مزدلفہ میں ستر برس سے برابر یہ دعا کرتا رہا ہوں۔ مگر اب مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آ رہی ہے کہ کس قدر زیادہ میں نے خدا سے اس کا سوال کیا' چنانچہ آپ اس حج سے واپس ہوئے تو پھر حج کا موقع نہ ملا اور اسی سال یکم رجب 198ھ میں آپ کی وفات ہو گئی اور مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔

(طبقات و اکمال و تہذیب التہذیب)

☆...... حضرت سریج بن یونس بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوالحارث اور اصلی

وطن مرو ہے لیکن بغداد کو آپ نے اپنا وطن بنالیا تھا اس لئے بغدادی کہلاتے ہیں۔ آپ علم حدیث میں سفیان بن عیینہ وہشیم و ولید بن مسلم وغیرہ محدثین کے شاگرد ہیں اور ابوزرعہ وابوحاتم وامام مسلم بن الحجاج وغیرہ محدثین آپ کے تلامذہ میں ہیں۔

امام احمد نے آپ کو مردِ صالح وصاحب خیر فرمایا اور ناقدین حدیث نے آپ کو سچا قابل اعتماد پارسا وغیرہ لکھا۔ آپ بہت ہی کثیر العبادت وصاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کو خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے سریج تو مجھ سے کچھ مانگ تو آپ نے عرض کیا: الٰہی! میں تجھ سے تیری رحمت کا طلب گار ہوں۔ حامد بن شعیب کہتے ہیں کہ سُریج بن یونس ایک دن اپنے مکان کی چھت پر بیٹھے تھے' ناگہاں ایک سانپ نے نیچے تالاب میں ایک مینڈک کو پکڑ لیا۔ مینڈک کے چلانے کی آواز آپ کے کان میں پڑی اور آپ کو مینڈک پر رحم آگیا تو آپ نے چھت پر سے چلا کر فرمایا: اے سانپ! تجھ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو اس مینڈک کو فوراً چھوڑ دے۔ سانپ نے آپ کا فرمان سنتے ہی مینڈک کو چھوڑ دیا۔ ربیع الاول 225ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

(تہذیب التہذیب)



# (90)

# جوان صالح

حضرت شفیق بلخی صوفیائے متقدمین میں ممتاز ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ بلخ سے 149ھ میں حج کے ارادے سے نکلے، مقام قادسیہ میں رکے اور اہل قافلہ کے حالات کا جائزہ لینے لگے۔ دیکھا کہ لوگ کیسی کیسی زینت کی چیزوں سے آراستہ ہیں۔ اتنے میں ان کی نظر ایک خوبصورت نوجوان پر پڑی جس کے جسم پر اعلیٰ قسم کا لباس تھا، اوپر سے اونی شال اوڑھے، پیروں میں جوتیاں، سب سے کنارہ کش ایک جانب بیٹھا تھا۔ شیخ شفیق نے خیال کیا کہ یہ کوئی صوفی نوجوان ہے اور جوش میں بے راحلہ وزادِ سفر نکل پڑا ہے۔ لوگوں پر بار بننا چاہتا ہے میں چلوں اور اسے سمجھاؤں، اس سے قبل کہ حضرت شفیق کچھ کہیں، نوجوان نے کہا: اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ فَاِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ۔ (12'49)

بہت گمان سے بچو! بعض گمان گناہ ہے۔

اور اٹھ کر چلا گیا۔ حضرت شفیق کو ندامت ہوئی کہ یہ تو کوئی بندہ صالح ہے اور میں نے اس کے بارے میں کچھ اور سوچا پھر اسے میرے دل کی بات پر اطلاع بھی ہوگئی۔ میں اب پھر اس سے ضرور ملوں گا اور معافی چاہوں گا۔ حضرت شفیق تیزی سے اس جوان صالح کے پیچھے دوڑے۔ وہ نگاہوں سے غائب ہوگیا۔ حاجیوں کا قافلہ وہاں سے روانہ ہوکر مقام واقصہ میں پہنچا۔ حضرت شفیق نے دیکھا کہ جوان صالح مشغول نماز ہے۔ اس کے اعضاء تھر تھر کانپ رہے ہیں، آنکھوں سے اشک رواں ہیں۔ حضرت شفیق نے سوچا اچھا موقع ہے نزدیک پہنچ کر نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ اس بار بھی ان

سے کچھ کہنے سے قبل ہی کہا اے شفیق! اس آیت مبارکہ کی تلاوت کرو وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی (طٰہٰ 20'82) اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ حضرت شفیق نے سوچا یہ جوان طبقہ ابدال میں سے ہوگا۔ میرے دل کی بات اس نے دوبارہ بیان کر دی۔ حضرت شفیق نے اسے تیسری بار منیٰ میں دیکھا۔ پانی کی چھاگل لئے کنویں کے پاس کھڑا تھا۔ چھاگل ہاتھ سے چھوٹ کر کنویں میں گر پڑی۔ اس نے آسمان کی جانب نظر اٹھائی اور مناجات کی۔ ایک شعر پڑھا اور کہا:

بار الہا! تو جانتا ہے کہ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے تو مجھے یہ حاصل کرا دے۔ حضرت شفیق فرماتے ہیں: وَاللّٰهِ الْعَظِيْمُ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کنویں کا پانی اوپر تک ابل آیا۔ مرد حق نے اپنی چھاگل پانی سے بھر کر نکالی اور وضو کر کے نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ نماز سے فراغت پا کر ایک رتیلے ٹیلے پر چڑھا اور ریت اٹھا کر چھاگل میں ڈالتا جاتا اور جنبش دے دے کر پیتا جاتا تھا۔ شیخ شفیق نے قریب پہنچ کر سلام کیا۔ جواب پایا۔

حضرت شفیق: حضور! مجھے ایک پیالہ کا جھوٹا عطا فرمایئے اور خدا نے آپ کو جو نعمت دی ہے اس کا کچھ بچا ہوا حصہ مجھے بھی دیجئے۔

مرد صالح: اے شفیق! اللہ تبارک وتعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہمہ وقت ہمارے ساتھ ہیں۔ اپنے رب کے ساتھ نیک گمان رکھو۔

یہ فرما کر پیالہ حضرت شفیق بلخی کے حوالے کر دیا۔ حضرت شفیق بیان کرتے ہیں اس میں شکر آمیز نہایت خوشبودار ستو تھا۔ بخدا اس سے لذیذ کوئی شئے میں نے اپنی زندگی میں نہیں پی ہوگی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ میری بھوک پیاس مٹ گئی اور کئی روز تک اس طرح رہا کہ کھانے پینے کی کوئی خواہش نہ ہوئی۔ پھر اس جوان صالح سے وہاں ملاقات نہیں ہوئی۔ جب ہم لوگ مکہ مکرمہ میں پہنچے آدھی رات کو ذخیرہ آب کے پاس میں نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ عجز و نیاز' آہ وگریہ میں ڈوبی ہوئی نماز' غور سے دیکھا تو وہی

میرا صاحب واقعہ تھا۔ اس نے تمام شب اسی طرح گزار دی۔ صبح کے وقت مصلے پر بیٹھا تسبیح خوانی کرتا رہا پھر نماز فجر پڑھی۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا اور مسجد حرام سے نکلا وہاں اس کے غلام و خدام نظر آئے۔ حضرت شفیق نے دوران سفر جس حال میں دیکھا تھا یہاں اس سے مختلف پایا۔ لوگ اس کے گرد اگرد جمع ہو گئے۔ سلام و آداب کرنے لگے۔

حضرت شفیق بلخی کو یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوئی۔ انہوں نے ان کے قریب ایک آدمی سے پوچھا یہ صالح جوان کون ہے؟ جواب ملا' یہ حضرت امام موسیٰ بن صادق رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت شفیق بلخی نے زبان اعتراف سے کہا یقیناً ایسی عظیم کرامات و خوارق ایسے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہو سکتے ہیں۔ (روض الریاحین)

رسولِ پاک کے گلشن کا ایک بوٹا
زمانے بھر کے گلستانوں سے نرالا ہے
یہیں پہ دین و شریعت نے پرورش پائی
انہی کے دم سے طریقت کا بول بالا ہے
نبی کے لالوں کا سوز نفس ہے یہ جس سے
حرم میں نور ہے اقصیٰ میں بھی اجالا ہے



# (91)

# نصیحت آموز اشعار

حضرت سیدنا محمد بن محمد صوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں ایک بار موسم سرما کی بہت سرد رات کسی کام سے "حلوان" کی پہاڑیوں میں گیا۔ سردی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ میں نے اپنے جسم پر دوہرا لباس پہنا ہوا تھا اور ایک موٹا کمبل بھی اوڑھ رکھا تھا لیکن پھر بھی سردی کی وجہ سے مجھے بہت پریشانی ہو رہی تھی۔ اچانک میری نظر ایک جوان پر پڑی جس کے جسم پر صرف دو چادریں تھیں جن سے صرف ستر پوشی ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی کپڑا نہیں تھا۔ وہ بالکل مطمئن نظر آ رہا تھا گویا سردی کی وجہ سے اسے کوئی پریشانی ہی نہیں۔ میں اس کی جانب بڑھا لیکن وہ مجھ سے دور ہٹ کر چلنے لگا۔ میں پھر اس کے قریب گیا لیکن وہ مجھ سے دور ہو گیا' پھر میں جلدی جلدی چلا اور اس کے پاس پہنچ گیا اور پوچھا: "تم مجھ سے دور کیوں بھاگ رہے ہو؟" کیا میں کوئی درندہ ہوں جو تم مجھ سے دوری چاہ رہے ہو؟" یہ سن کر اس نوجوان نے کہا: "اگر ستر (70) درندے میرے سامنے آ جائیں تو مجھے ان سے اتنی پریشانی نہیں ہو گی جتنی تمہاری ملاقات سے ہو رہی ہے۔"

میں نے اس سے کہا: "اتنی سخت سردی میں تم نے صرف دو معمولی چادریں جسم پر لپیٹی ہوئی ہیں اور تمہیں سردی کا احساس تک نہیں ہو رہا اور میری حالت یہ ہے کہ سردی سے حفاظت کے لئے کئی کپڑے موجود ہیں پھر بھی سردی محسوس کر رہا ہوں۔ تم مجھے کوئی نصیحت کرو تا کہ میں اپنے رب سے صلح کر لوں اور میرے دل میں اس کی محبت راسخ ہو

جائے۔'' وہ نوجوان کہنے لگا: ''کیا تم نصیحت آموز باتیں سننا چاہتے ہو؟'' میں نے کہا: ''ہاں۔'' پھر اس نوجوان نے یہ اشعار پڑھے:

اذا ساعدت النفس عن الحق زجر ناها

وان مالت الی الدنیا عن الاخریٰ منعناها

تخادعنا ونخدعها وبالصبر غلبناها

لها خوف من الفقر وفی الفقر انخناها

ترجمہ: (1) جب کبھی نفس اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کوتاہی کرتا ہے تو ہم اسے زجر و توبیخ کرتے ہیں۔

(2) جب اخروی نعمتوں کو چھوڑ کر دنیا کی طرف مائل ہوتا ہے تو ہم اسے منع کر دیتے ہیں۔

(3) نفس ہمیں دھوکا دینا چاہتا ہے تو ہم بھی اس کا مقابلہ کرتے ہیں اور صبر کی وجہ سے اس پر غالب آ جاتے ہیں۔

(4) نفس فقر و فاقہ سے خوف زدہ ہوتا ہے جبکہ ہم فقر و فاقہ کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں۔

اس کے بعد وہ نوجوان میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ تین یا چار دن کے بعد جب میری واپسی ہوئی تو میں نے حضرت سیّدنا ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور اس نوجوان کی باتوں کی وجہ سے میری یہ حالت تھی کہ میں نے کمبل اتار پھینکا تھا اور صرف سادہ لباس پہنا ہوا تھا حالانکہ سخت سردی تھی۔ جب میں ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے پوچھا: ''سفر میں تمہاری ملاقات کس سے ہوئی۔'' میں نے اس نوجوان کا واقعہ بتایا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: ''وہ ابو محمد بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور اس دن وہ مجھ سے ملاقات کر کے گئے تھے' جو اشعار انہوں نے تمہیں سنائے وہ ہمیں بھی سناؤ۔'' میں نے وہ اشعار سنانا شروع کیے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا: ''یہ اشعار بہت نصیحت آموز ہیں' انہیں لکھ لو۔'' چنانچہ انہوں نے وہ اشعار قلمبند کر لئے۔ (عیون الحکایات)

# (92)

## عقل مند مجذوب

بہلول مجذوب ہارون رشید کے زمانے میں ایک بزرگ تھے' ہارون رشید ان کی باتوں سے ظرافت کے مزے لیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی جذب کے عالم میں پتے کی باتیں بھی کہہ دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بہلول مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ہارون رشید کے پاس پہنچے۔ ہارون رشید نے ایک چھڑی اٹھا کر اسے دی اور مزاحاً کہا: ''بہلول! یہ چھڑی تمہیں دے رہا ہوں' جو شخص تمہیں اپنے سے زیادہ بے وقوف نظر آئے اسے دے دینا۔'' بہلول مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ چھڑی لے کر رکھ لی اور واپس چلے آئے۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ شاید ہارون رشید بھی بھول گئے ہوں گے' عرصہ بعد ہارون رشید کو سخت بیماری لاحق ہوگئی۔ بچنے کی امید نہ تھی۔ اطباء نے جواب دے دیا۔ بہلول مجذوب عیادت کے لئے پہنچے اور سلام کے بعد پوچھا: ''امیر المومنین! کیا حال ہے؟'' ہارون رشید نے کہا: ''بڑا لمبا سفر درپیش ہے۔'' بہلول نے پوچھا: کہاں کا سفر؟ جواب دیا' آخرت کا۔ بہلول نے سادگی سے پوچھا' واپسی کب ہوگی؟ جواب دیا ''بہلول! تم بھی عجیب آدمی ہو' بھلا آخرت کے سفر سے کوئی واپس ہوا ہے۔'' بہلول نے تعجب سے کہا' اچھا آپ واپس نہیں آئیں گے' تو آپ نے کتنے حفاظتی دستے آگے روانہ کئے اور ساتھ کون کون جائے گا؟ جواب دیا آخرت کے سفر میں کوئی ساتھ نہیں جاتا' خالی ہاتھ جا رہا ہوں۔ بہلول مجذوب بولا اچھا اتنا لمبا سفر کوئی معین و مددگار نہیں' پھر تو لیجئے۔ ہارون رشید کی چھڑی بغل سے نکال کر کہا...... یہ امانت واپس ہے' مجھے آپ کے سوا کوئی انسان اپنے

سے زیادہ بے وقوف نہیں مل سکا' آپ جب بھی چھوٹے سفر پر جاتے تھے تو ہفتوں پہلے اس کی تیاریاں ہوتی تھیں' حفاظتی دستے آگے چلتے تھے' حشم وخدم کے ساتھ لشکر ہمرکاب ہوتے تھے' اتنے لمبے سفر میں جس میں واپسی بھی ناممکن ہے آپ نے تیاری نہیں کی؟ ہارون رشید نے یہ سنا تو رو پڑے اور کہا: ''بہلول! ہم تجھے دیوانہ سمجھا کرتے تھے' مگر آج پتہ چلا کہ تمہارے برابر کوئی حکیم نہیں۔'' (خزینہ' ص186)

بہلول ایک مرتبہ کسی قبر میں پاؤں لٹکائے مٹی سے کھیل رہے تھے۔ کسی نے پوچھا: ''بہلول! یہاں کیا کر رہے ہو؟'' کہنے لگے: ''ایسے لوگوں کے پاس ہوں کہ اگر ان کی صحبت میں رہوں تو مجھے تکلیف نہیں دیتے' اور ان سے دور رہوں تو میری غیبت نہیں کرتے۔'' پوچھنے والے شخص نے کہا: ''مہنگائی بہت بڑھ گئی ہے' اس کی کمی کے لئے دعا کریں۔'' کہنے لگے:

''خدا کی قسم! مجھے تو کوئی پروا نہیں' چاہے گندم کے ایک دانے کی قیمت ایک دینار ہی کیوں نہ ہو جائے' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ حق ہے کہ اس کے حکم کے مطابق اس کی عبادت کریں اور اللہ پر ہمارا یہ حق ہے کہ وہ اپنے وعدے کے مطابق ہمیں رزق دے' جب رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی ہے تو فکر کرنے کی مجھے کیا ضرورت؟''

(فوات الوفیات لمحمد بن شاکر' ج 1' ص 229)



# (93)

# جلیل القدر تابعی کا عظیم الشان حافظہ

تاریخ اسلام کے مطالعہ میں ہمیں ایسی دیدہ ور اور ہمہ گیر شخصیات کا ذکر ملتا ہے کہ قدرت کی طرف سے ان میں کچھ جسمانی کمزوریاں ودیعت کی گئیں لیکن یہ کمزوریاں انہیں آگے بڑھنے اور بام عروج تک رسائی سے نہ روک سکیں۔ علمائے اسلام کی فہرست میں ہمیں بہت سے ایسے حضرات کا تذکرہ ملتا ہے جو ظاہری بینائی سے محروم تھے لیکن ان کے دل کی روشنی عام لوگوں سے زیادہ تابناک اور مسحور کن تھی۔ نورِ بصارت سے تو محروم تھے لیکن نورِ بصیرت ان کے سینوں میں تلاطم خیز تھا۔ ان علماء میں ایک بہت بڑا نام حضرت قتادہ بن عامر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 107ھ) کا بھی ہے، جن کا شمار جلیل القدر تابعین میں ہوتا ہے۔

ظاہری بینائی سے محروم، مشہور علماء میں قتادہ بن دعامہ کے نام کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ قوت حافظہ میں ضرب المثل اس لاثانی شخصیت کے بارے میں علم الرجال کے مشہور امام ابوبکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**من اراد ان ینظر الی احفظ اهل زمانه فلینظر الی قتادة ما ادرکنا الذی هوا حفظ منه۔**

"جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ اپنے زمانہ کے سب سے مضبوط حافظہ والے شخص کو دیکھے، اسے چاہئے کہ وہ قتادہ سے ملاقات کرے کیونکہ ہم نے ان سے زیادہ اچھا حافظہ کسی کا نہیں دیکھا۔"

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے: **ماسمعت اذنای شیأ قط الاوعاہ قلبی .**

''جب بھی میرے کانوں نے کسی بات کو سنا میرے دل نے اسے محفوظ کرلیا۔''

☆...... **وھو تابعی جلیل یقال ولد اکمہ قد اتفقوا علی انہ احفظ اصحاب الحسن البصری .**

''قتادہ رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر تابعی ہیں' آپ نابینا پیدا ہوئے' علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حسن بصری کے شاگردوں میں سب سے مضبوط حافظہ آپ کا تھا۔'' (مذکورہ اقوال کے لئے دیکھئے نخبۃ العرب' ص 31)

☆......ابن المدینی نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے دروازہ پر صدا لگائی اور مراد ملنے پر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد معلوم ہوا کہ وہ بھیک کے ساتھ ساتھ وہاں سے ایک پیالہ بھی لے اڑا ہے۔

دس سال بعد حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ حج کرنے کے لئے تشریف لائے۔ وہ اعرابی بھی وہاں آ پہنچا۔ اس نے پھر سوال کیا۔ آپ اس کو دیکھ تو نہ سکے تھے البتہ اس کی آواز کو پہچان لیا اور فوراً بولے: **صاحب القدح ھٰذا** . ''پیالے والا یہی ہے۔'' لوگوں نے اس کو پکڑ لیا۔ پوچھ گچھ کی تو اس نے اقرار جرم کرلیا۔ (نخبۃ العرب' ص 31)

☆......امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ سعید بن عروبہ سے قتادہ نے کہا: ''قرآن کھول کر بیٹھ جاؤ میں سورۂ بقرہ سناتا ہوں۔'' سعید کہتے ہیں کہ ''میں نے اول سے آخر تک سنا' ایک حرف کی بھی غلطی قتادہ نے نہ کی' پھر مجھ کو مخاطب کر کے کہنے لگے:

**لانا لصحیفۃ جابر احفظ من لسورۃ ابقرۃ .**

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نوشتہ حدیثوں کا مجموعہ جس کا نام صحیفہ تھا وہ مجھے سورۂ بقرہ سے بھی زیادہ یاد ہے۔'' (تاریخ کبیر بخاری' 182/4)

☆...... حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ بصرہ جوان کا وطن تھا' وہاں کے علماء وقت سے استفادہ کے بعد مدینہ منورہ سعید بن میسب تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ معلومات سے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا دماغ پہلے ہی سے بھرا ہوا تھا۔ مدینہ آنے کی غرض اضافہ کے ساتھ ساتھ ان کی معلومات حاصلہ میں زیادہ جلا پیدا کرنا تھا۔ سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ سے سوالات کا ایک لامتناہی سلسلہ انہوں نے چھیڑ دیا۔ مہمان خیال کر کے کچھ دن تو سعید کچھ نہ بولے۔ جو کچھ پوچھتے جواب دیتے جاتے تھے مگر بات جب برداشت سے باہر ہوگئی تب ذرا غصہ کے لہجہ میں سعید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "جو کچھ تم نے اب تک دریافت کیا ہے اس کو تم یاد کر چکے؟"

مطلب یہ تھا کہ صرف تم پوچھتے ہی چلے جاتے ہو' جو کچھ اب تک سن چکے ہو اسے یاد بھی کیا ہے یا نہیں؟ اس پر قتادہ نے نہایت سادگی سے جواب دیا:

"جی ہاں! جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے سب یاد ہے۔"

اسی کے ساتھ سنبھل کر بیٹھ گئے اور فقط وہی چیزیں نہیں جو سعید سے سنی تھیں بلکہ سعید کے سوا جس جس مسئلہ کے متعلق دوسرے علماء سے انہوں نے اس وقت تک جو کچھ سنا تھا سب سنانا شروع کر دیا۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ قتادہ کہتے جاتے تھے:

**سالتك عن كذا فقلت فيه كذا وسالتك عن كذا فقلت فيه كذا وقال فيه حسن كذا .**

"آپ سے یعنی سعید بن میسب سے میں نے فلاں بات پوچھی' اس کا جواب آپ نے یہ دیا اور فلاں بات دریافت کی تو اس کا جواب آپ نے یہ دیا۔ اس مسئلہ میں حسن (بصری ان کے بصری استاد) نے مجھے یہ بتایا تھا۔"

(طبقات ابن سعد' 2/7' قسم دوم)

سعید بن میسب کی شخصیت حالانکہ خود بھی غیر معمولی تھی لیکن قتادہ کے حافظہ کی اس فولادی گرفت کو دیکھ کر فرمانے لگے: **ما كنت أظن ان الله خلق مثلك .**

''میں نہیں سمجھتا تھا کہ تجھ جیسے آدمی کی مثل بھی خدا نے پیدا کیا ہے۔''

یہ بھی لکھا ہے کہ زیادہ دن گزرنے نہ پائے تھے کہ آخر سعید بن مسیب کو قتادہ کے سامنے یہ اقرار کرنا پڑا: ارتحل یا أعمی فقد نزفتنی ۔

''اندھے اب تم اپنے وطن کی راہ لو مجھے تو تم نے نچوڑ ہی لیا یعنی باقی کچھ نہ چھوڑا۔''

حضرت قتادہ کے فرمودات میں منقول ہے کہ حافظہ کی حیرت انگیز مضبوطی امت محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ سعید بن مسیب نے قتادہ کی غیر معمولی یادداشت کی قوت دیکھ کر یہ جو کہہ دیا تھا کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ تجھ جیسے آدمی کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے' شاید یہ یا اسی قسم کی دوسری باتوں نے قتادہ میں یہ خیال پیدا کر دیا ہو کہ حافظوں کے جن غیر معمولی آثار و نتائج کا تجربہ اس زمانے میں ہو رہا ہے یہ اسلام کی خصوصیت خاصہ ہے۔ (تدوین حدیث' ص168)

امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے لاجواب حافظہ کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: كان قتادہ احفظ اهل البصرة لا يسمع شيا الا حفظه قرأت عليه صحيفة جابر مرة فحفظها ۔

''قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کے سب سے بڑے عالم تھے' وہ جب بھی کسی چیز کو سنتے اسے زبانی یاد کر لیتے۔ میں نے ان کے سامنے صحیفہ جابر ایک مرتبہ پڑھا اور آپ نے اسے یاد کر لیا۔'' امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قصصت على قتادة سبعين حديثا كلها يقول فيها سمعت انس بن مالك الا اربعة ۔

''میں نے قتادہ کو ستر احادیث سنائیں ان میں چار کے علاوہ باقی سب کے بارے میں فرمایا: یہ تو میں انس بن مالک سے سن چکا ہوں۔''

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ما اتانا عراقی احفظ من قتادة ۔

''میرے پاس قتادہ سے زیادہ مضبوط حافظہ والا کوئی عراقی نہیں آیا۔''

(تذکرۃ الحفاظ' 16)

# (94)

## دنیا کا معاملہ

(ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے سریج نے خبر دی' انہیں روح بن عبادہ نے' انہیں ہشام نے' وہ حوشب سے روایت کرتے ہیں' وہ حسن رحمۃ اللہ علیہ سے' وہ فرماتے ہیں: سلیمان فارسی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان کے مرض الموت میں عیادت کے لئے حاضر ہوئے تو عرض کیا: مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اگر تم پر دنیوی فتوحات ہونے لگیں تو ضرورا سے زائد نہ لینا اور خوب اچھی طرح جان لو! جو شخص صبح کی نماز پڑھ لیتا ہے وہ اللہ کی ذمہ داری میں داخل ہو جاتا ہے لہٰذا اللہ کی ذمہ داری کو نہ توڑنا ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے منہ کے بل جہنم میں ڈال دیں گے۔

(کنز العمال' 370/7' 1932' الترغیب والترہیب' 292/1' اس کی سند اور رجال صحیح ہیں)

☆ ..... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے سریج نے خبر دی' انہیں یزید بن ہارون نے' انہیں [؟] بن عمرو نے' وہ فرماتے ہیں: میں نے عراک بن مالک سے سنا' وہ فرماتے ہیں: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آپ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا تھا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے قیامت کے روز میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو دنیا سے اسی طرح [چلا] آئے جس طرح میں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اللہ کی قسم میرے سوا تم میں سے ہر ایک دنیا کی کسی نہ کسی چیز میں پھنسا ہوا ہے۔ (مسند احمد' 165/5' کنز العمال' 213/1)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے سریج نے خبر دی' انہیں یزید بن ہارون نے' انہیں محمد بن عمرو نے' وہ محمد بن منکدر سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جس وقت ملک شام میں تھے تو حبیب بن مسلمہ نے ان کی طرف تین سو دینار بھیجے اور عرض کیا: انہیں اپنی ضروریات میں صرف کر لینا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے قاصد سے کہا یہ دینار انہیں کے پاس واپس لے جاؤ۔ اللہ نے ہم سے زیادہ غنی (بے پرواہ) کسی کو نہیں بنایا' ہمیں تو صرف ایک سائے کی ضرورت ہے جس کے نیچے سر چھپالیں' ایک بکریوں کا گلہ ہے جو شام کو ہمارے پاس آجاتا ہے' ایک ہماری باندی ہے جو اپنی خدمت کے ذریعے ہم پر صدقہ کرتی رہتی ہے' اس سے زیادہ میں مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔ (الحلیۃ 161/1)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے سریج نے خبر دی' انہیں عباد بن عوام نے' وہ عاصم بن کلیب سے روایت کرتے ہیں' وہ سلمہ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: ہم لوگ حج یا عمرے کے لئے جا رہے تھے۔ ہم مقام ربذہ سے گزرے جہاں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ رہتے تھے' وہ ہمارے پاس تشریف لے آئے' ہمارے ساتھیوں میں سے کسی نے ان سے پوچھا: آپ کے پاس کتنا مال ہے؟ فرمانے لگے اتنی بکریاں اور اتنے اتنے اونٹ ہیں' ان کی رکھوالی میرا بیٹا کرتا ہے اور ان کی میرا ایک غلام' وہ بھی ایک سال کے بعد آزاد ہے۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے علی بن جعد نے خبر دی' انہیں ابومعاویہ نے' وہ سلیمان بن فروخ سے روایت کرتے ہیں' وہ ضحاک بن مزاحم سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے بڑا زاہد کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو قبر اور اس کی بوسیدگی کو نہ بھولے' اور دنیا کی آرائش اور ضرورت سے زائد چیزوں کو چھوڑ دے' باقی رہنے والی کو فنا ہو جانے والی (دنیا) پر ترجیح دے' آنے والے کل

کو اپنا دن نہ شمار کرے اور اپنے آپ کو مردوں سے شمار کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ 223/18 'الاتحاف 35/10 'الترغیب 158/4)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے عبدالرحمٰن بن صالح نے خبر دی' انہیں عبدالرحمٰن محاربی نے' وہ مالک بن مغول سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: مجھے حضرت حسن سے یہ خبر پہنچی کہ انہوں نے فرمایا: صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سب سے بہتر کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو تم میں سے دنیا سے سب سے زیادہ بے رغبتی اور آخرت میں سب سے زیادہ رغبت کرنے والا ہو۔'' (کتاب الزہد لابن ابی الدنیا)

ان اللہ جمیل یحب الجمال

# (95)

# نمازِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عجیب واقعہ سنائیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس لیٹ گئے۔ پھر فرمایا' چھوڑ میں اپنے رب کی عبادت کروں۔ یہ کہہ کر اٹھے اور نماز کی نیت باندھ لی اور رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ داڑھی مبارک تر ہوگئی۔ پھر سینہ تک آنسو بہتے رہے پھر رکوع کیا' رکوع میں بھی روتے رہے۔ پھر سجدہ فرمایا' اسی طرح سجدہ میں روتے رہے' یہاں تک کہ زمین تر ہوگئی۔ آخر حضرت بلال رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے واسطے بلانے آگئے۔ میں نے عرض کیا: حضور! آپ تو معصوم ہیں' پھر اتنا کیوں روئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اپنے رب کا شکرگزار بندہ نہ بنوں اور میں کیوں نہ روتا حالانکہ آج یہ آیات نازل ہوئی ہیں:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (الآیۃ)۔

(اخرجہ ابن حبان کذا فی الترغیب ج3' ص32)

☆...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات گزارتے' حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کی اطلاع دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے اور غسل فرماتے۔ میں دیکھتی تھی کہ پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخساروں اور بالوں سے ٹپک رہا ہوتا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے اور نماز پڑھاتے

اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی آواز سنتی تھی۔

(اخرجہ ابو یعلی کذا قال الہیثمی' ج2' ص89)

☆...... حضرت مطرف رضی اللہ عنہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نماز پڑھا رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے مبارک میں رونے کی وجہ سے گڑگڑاہٹ ہے جیسا کہ چکی کی آواز ہوتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جیسا ہانڈی کی آواز ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ روتے تھے۔ (اخرجہ ابوداؤد کذا فی الترغیب' ج1' ص315)

☆...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہو گیا۔ صحابہ کرام کو فکر ہوئی کہ آپ اس موقع پر کیا عمل کریں گے؟ سارے لوگ اپنے اپنے کام چھوڑ کر بھاگے تاکہ دیکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا عمل کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز کسوف پڑھائی' جو اتنی لمبی تھی کہ لوگ غش کھا کر گرنے لگے۔ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم روتے تھے اور فرماتے: اے رب کیا تو نے مجھ سے اس کا وعدہ نہیں فرما رکھا کہ تو ان لوگوں کو میری موجودگی میں عذاب نہ دے گا اور ایسی حالت میں بھی عذاب نہ دے گا کہ وہ لوگ استغفار کرتے رہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ جب کبھی ایسا موقع ہو اور آفتاب یا چاند گرہن ہو جائے تو گھبرا کر نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔

(منقول از فضائل الاعمال' ص28)

☆...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تمام رات روتے رہے اور صبح تک نماز میں یہی آیت تلاوت فرماتے رہے: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ ''اے اللہ! اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کر دے تو تو زبردست ہے' حکمت والا ہے۔''

(ایضاً' ص29)

# (96)

# حضرت شفیق اور امام شعبی رحمۃ اللہ علیہما

حضرت شفیق بن ابی سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابووائل اسدی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر دیدار کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی جماعت سے شرف ملاقات حاصل کیا اور ان حضرات سے علم حدیث کی تحصیل کی اور عبداللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ عنہ کے تو بڑے چہیتے شاگرد و اکابر اصحاب میں سے ہیں اور ان کے شاگردوں میں اعمش و منصور و حماد بن ابی سلیمان وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

آپ پر خوف الٰہی کا بڑا غلبہ تھا۔ حرم کعبہ میں فرماتے تھے کہ میں اپنے ان قدموں سے کس طرح کعبہ کا طواف کروں؟ ہائے! مجھے بڑی شرم آتی ہے کہ جو قدم گناہ کی طرف چل چکے ہوں' میں ان گنہگار قدموں کو خدا کے مقدس گھر کے پاس کس طرح رکھوں؟ یہ کہتے تھے اور زار وزار روتے تھے۔ آپ کے سامنے کوئی اللہ تعالیٰ کے قہر وجلال کا تذکرہ کر دیتا تو آپ مرغ بسمل کی طرح زمین پر تڑپنے لگتے تھے۔

ایک مرتبہ کسی نے آپ کے سامنے کہہ دیا کہ فلاں آدمی بڑا متقی ہے تو آپ نے فرمایا: چپ رہو۔ تم نے کسی متقی کو دیکھا بھی ہے؟ اے نادان متقی کہلانے کا حق دار وہ شخص ہے کہ اگر اس کے سامنے جہنم کا ذکر کر دیا جائے تو خوف الٰہی سے اس کی روح پرواز کر جائے۔ آپ بڑی بڑی پر مشقت عبادتیں کرتے تھے اور بڑے خدا ترس' پارسا اور عارف باللہ و صاحب کرامت بزرگ تھے۔ خلیفہ کا قول ہے کہ آپ نے 82ھ میں وفات پائی

اور بعض نے سن وفات 99ھ بتایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (اکمال، طبقات، تہذیب)

☆......حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی عامر بن شرجیل ہے، کوفہ کے باشندے ہیں اور بہت جلیل القدر و عظیم الشان تابعی ہیں۔ پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی اور بڑے بڑے بلند مرتبہ صحابیوں سے حدیث کی روایت کی اور ہزاروں محدثین آپ کے شاگرد ہوئے۔ جن میں امام اعظم ابو حنیفہ بھی ہیں۔

آپ نے کبھی کوئی حدیث تحریر نہیں فرمائی۔ ہر حدیث کو اپنے حفظ سے زبانی بیان فرماتے تھے۔ ابن شبرمہ نے امام شعبی کو یہ فرماتے سنا کہ بیس سال ہو گئے، کبھی کسی محدث سے میں نے کوئی ایسی حدیث نہیں سنی کہ جس کا مجھے اس سے زیادہ علم نہ ہو۔ امام زہری کا قول ہے کہ عالم حدیث کہلانے کے مستحق صرف چار ہی شخص ہیں۔ امام شعبی کوفہ میں، حسن بصری بصرہ میں، سعید بن مسیب مدینہ میں، مکحول شام میں۔

آپ مکہ مکرمہ کا بہت زیادہ احترام فرماتے تھے۔ اہل مکہ نے تمنا ظاہر کی تھی کہ آپ کچھ دن مکہ مکرمہ میں قیام فرما کر درس حدیث کی مجلس قائم فرمائیں تو آپ نے جواب دیا: مجھے گرم گرم حمام میں قیام کرنا قبول ہے مگر مکہ مکرمہ میں سکونت کرنی گوارا نہیں ہے کیونکہ اس مقدس زمین میں جہاں جمال الٰہی کی تجلیاں اور جلال خداوندی کی بجلیاں چمک رہی ہوں، ایک گناہ کا صادر ہو جانا بھی بہت بڑی تباہی اور سخت ہلاکت ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ بدکار عالموں اور جاہل عابدوں سے بچو کیونکہ یہ دونوں امت کے لئے بہت بڑا فتنہ ہیں۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ فقیہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے محارم سے انتہائی پرہیز رکھے اور عالم وہی ہے جو خوف الٰہی کی دولت سے مالا مال ہو۔

آپ ایک عظیم ترین امام حدیث ہونے کے علاوہ اعلیٰ درجہ کے فقیہ و مفتی اعظم بھی تھے اور فن شعر و ادب میں بھی کامل دستگاہ اور اعلیٰ مہارت رکھتے تھے اور علمی کمالات کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں بھی اپنے دور کے فرد فرید اور جود و سخا میں بھی نادر روزگار تھے۔ روزہ و نماز کی کثرت اور تلاوت قرآن مجید کا شوق عشق کے درجے

کو پہنچا ہوا تھا۔ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اپنے تمام رشتہ داروں کا قرض خود ادا فرماتے تھے اور کسی سائل کو اپنے دروازے سے نامراد نہیں لوٹاتے تھے۔ تواضع و انکساری اس قدر تھی کہ کبھی کسی لونڈی یا غلام کو نہ مارا نہ سخت و سست کہا۔ علماء و فقہاء و شعراء ہر طبقے میں آپ کی سیادت مسلم تھی اور خواص و عوام میں آپ کی بزرگی و کرامت کا چرچا تھا۔ 104ھ یا 109ھ میں وصال پایا۔ (اکمال، طبقات، تہذیب، تذکرۃ الحفاظ)





# (97)

# اللہ کی بارگاہ کے فقیر

مسجد حرام میں ایک کمبل پوش فقیر کو حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا' وہ لوگوں سے کچھ سوال کر رہا تھا۔ انہوں نے دل میں سوچا یہ شخص ضرور لوگوں پر بار ہوگا۔ ادھر ان کے ذہن میں یہ بات ابھری' ادھر اس نے ان کی جانب دیکھا اور کہا: ''یہ جان لو کہ تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے' اللہ سے ڈرو۔'' اس کی یہ بات سن کر شیخ ابو سعید نے دل ہی دل میں اس بدگمانی سے توبہ کی۔ اس نے دوبارہ ابو سعید خراز کی طرف توجہ کی اور کہا: ''اے ابو سعید! وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرتا ہے۔'' (روض الریاحین)

☆......ایک بزرگ قافلہ کے ساتھ بیابان میں سفر کر رہے تھے۔ سب لوگ سواری پر تھے۔ انہوں نے ایک عورت کو دیکھا جو آگے آگے پیدل چل رہی تھی۔ بزرگ نے یہ سوچا یہ آگے آگے اس خوف سے چل رہی ہے کہ پیچھے پیچھے پیدل چلنے میں کہیں ایسا نہ ہو کہ قافلہ آگے نکل جائے اور یہ پیچھے رہ جائے۔ کچھ سوچ کر بزرگ نے اپنی جیب سے چند درہم نکالے اور خاتون کو دیئے اور کہا: ''آگے چل کر قافلہ پڑاؤ کرے تو میرے پاس آنا' میں لوگوں سے پیسے جمع کر کے تیرے لئے سواری کا انتظام کر دوں گا۔''

عورت نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا۔ اس کی مٹھیاں درہموں سے بھر گئیں۔ اس نے وہ مٹھی بھر درہم بزرگ مرد کی طرف بڑھا دیئے اور کہا: ''تو نے جیب سے لیا...... اور میں نے غیب سے لیا۔'' (ایضاً)

☆......ایک عارفہ خاتون کو لوگوں نے دیکھا' خانہ کعبہ کا غلاف تھامے کہہ رہی تھی اے دلوں کے محبوب میرا تیرے سوا کون ہے؟ تو ہی اپنے زائر پر رحم فرما۔ اب صبر کا یارا نہیں' تیرے شوق کی فراوانی ہے' دل کو تیرے سوا کسی کی محبت گوارا نہیں' تو ہی میرا سوال ہے' تو ہی میری آرزو اور تو ہی میری مراد ہے۔ کاش مجھے اس بات کا علم ہو کہ تیری ملاقات کب نصیب ہو گی؟ میرا مقصود جنت کی نعمتیں نہیں مگر ہاں جنت چاہتی ہوں تو صرف اس لئے کہ وہاں تیرا دیدار ہو گا۔ (ایضا)

تو ہی محبوب ہے' مسجود ہے تو
میرا مطلوب ہے' مقصود ہے تو
قلب ویراں کو بسا دے میرے
ہر گھڑی' ہر کہیں موجود ہے تو
خلد میں جلوہ عطا کر مجھ کو
میں ترا عبد ہوں معبود ہے تو

☆......توکل علی اللہ کے راہرو شیخ ابو عبدالرحمٰن بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ راہ میں بغداد سے گزرے مگر حضرت جنید بغدادی سے بھی ملاقات نہیں کی۔ ریاضت و مجاہدہ کا یہ حال کہ چالیس روز تک نہ کچھ کھایا نہ پیا' ہر وقت باوضو رہتے' بغداد سے آگے بڑھ کر دوران سفر بیابان سے گزر رہے تھے' پیاس کا غلبہ تھا' ایک کنواں نظر آیا جہاں انہوں نے دیکھا کہ اس کا پانی لبالب ہے اور ہرن پانی پی رہا ہے مگر جب یہ کنویں کے قریب پہنچے اور ہرن سیراب ہو کر روانہ ہو گیا تو کنویں کا پانی اندر چلا گیا۔ یہ دیکھ کر ان کے دل میں خیال آیا مالک و مولا! تیرے نزدیک میری قدر کیا اس ہرن کے برابر بھی نہیں؟

اتنے میں آواز آئی میں نے تیری آزمائش کی مگر تو نے صبر کا دامن چھوڑ دیا' جا پانی پی۔ ہرن رسی ڈول کے بغیر تھا اور تو رسی ڈول کے ساتھ ہے تجھ میں اور اس میں بڑا فرق

ہے:

یہ آواز غیبی سن کر شیخ ابوعبدالرحمٰن دوبارہ کنویں پر گئے تو پانی اس کی منڈیر تک لبریز تھا۔ انہوں نے چھاگل کو پانی سے بھرا اور اسی پانی سے مدینہ منورہ تک پورے سفر میں پیتے اور وضو کرتے رہے مگر وہ ختم نہیں ہوا۔ حج وزیارت کے بعد واپسی کے وقت جامع مسجد بغداد میں داخل ہوئے۔ شیخ ابوعبدالرحمٰن کو سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی نے دیکھتے ہی فرمایا: ''اگر تم ذرا صبر سے کام لیتے تو پانی تمہارے پیروں تلے سے جاری ہوتا۔'' (ایضاً)

ہر صبح کو غول پرندوں کا دانہ چگنے کو جاتا ہے
جو جس کے نام کی روزی ہے ہر طائر اتنا پاتا ہے
اللہ نگہبان ہوتا ہے اپنے متوکل بندوں کا
گہرے کنویں کا پانی خود پیاسوں تک چل کر آتا ہے



# (98)

## اور وہ زندہ ہو گیا

حضرت سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم ایک انصاری نوجوان کی عیادت کے لئے گئے۔ وہ اپنی بوڑھی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا اور وہ مرض الموت میں مبتلا تھا۔ عیادت کے بعد ہم واپس ہونے والے ہی تھے کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ہم وہیں ٹھہر گئے۔ اس کی آنکھیں بند کیں اور اس پر چادر ڈال دی۔ اس نوجوان کی بوڑھی ماں ہمارے قریب ہی کھڑی تھی۔ ہم نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا: ''یہ جو مصیبت تجھ پر آن پڑی ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس پر صبر کر۔'' یہ سن کر وہ بڑھیا کہنے لگی ''کیا ہوا' کیا میرا بیٹا مر گیا؟'' ہم نے کہا: ''جی ہاں۔'' اس نے کہا: ''کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟'' ہم نے کہا: ''ہم سچ کہہ رہے ہیں' واقعی تمہارے بیٹے کا انتقال ہو چکا ہے۔'' یہ سن کر اس بوڑھی عورت نے دعا کے لئے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور بڑی آہ وزاری سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس طرح عرض گزار ہوئی:

''اے میرے پروردگار! میں تجھ پر ایمان لائی اور تیرے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف میں نے ہجرت کی' مجھے تیری ذات سے امید واثق ہے کہ تو ہر مصیبت میں میری مدد کرے گا۔ اے پروردگار! آج کے دن مجھ پر (میرے بیٹے کی جدائی کی) مصیبت کا بوجھ نہ ڈال۔'' حضرت سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابھی وہ بڑھیا اپنی دعا سے فارغ بھی نہ ہوئی تھی کہ اس کے مردہ بیٹے کے منہ سے کپڑا ہٹ گیا اور وہ (مسکراتا ہوا) اٹھ بیٹھا اور پھر ہم سب نے مل کر کھانا کھایا۔'' (عیون الحکایات)

ہاتھ اٹھتے ہی بر آئے ہر مدعا
وہ دعاؤں میں مولیٰ اثر چاہیے

# (99)

# لسان الغیب

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ عموماً لسان الغیب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ اس لقب کے بارے میں مولانا عبدالرحمان جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان کو "لسان الغیب" اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ ان کے کلام میں تکلف و تصنع بالکل نہیں اور یہ آمد سوائے تائید غیبی اور القاء کے ممکن نہیں جبکہ مولانا آزاد بلگرامی کا خیال ہے کہ حافظ کو "لسان الغیب" کا لقب اس واسطے دیا گیا ہے کہ اکثر خوش اعتقاد لوگ اس سے فالیں نکالتے ہیں اور وہ اکثر صحیح نکلتی ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں بہت دلچسپ واقعات مشہور ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اورنگزیب عالمگیر کی شاہی مہر گم ہوگئی چونکہ وہ بہت قیمتی تھی اور ہیرے جواہرات اس میں لگے ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ اگر یہ کسی شخص کے ہاتھ لگی اور اس کو غلط طریقے سے استعمال کیا گیا تو حکومت کو بڑا نقصان ہوگا۔ چونکہ عالمگیر کو خواجہ شیرازی سے کمال عقیدت تھی اس سے فال نکالنے اور دیکھنے کی غرض سے دیوان حافظ اٹھایا اور کنیز کو پکارا کہ چراغ لے کر آؤ۔ وہ چراغ لے کر آئی۔ انہوں نے دیوانِ حافظ کھول کر دیکھا تو یہ شعر نکلا:

بفروغ چہرۂ زلف ہمہ شب زند رہِ دل
چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

"آپ کی زلفوں کی رونق سے ساری رات دل کے راستے پر ڈاکہ پڑتا رہا
وہ چور کس قدر دلیر ہے جو ہاتھ میں چراغ رکھتا ہے۔"

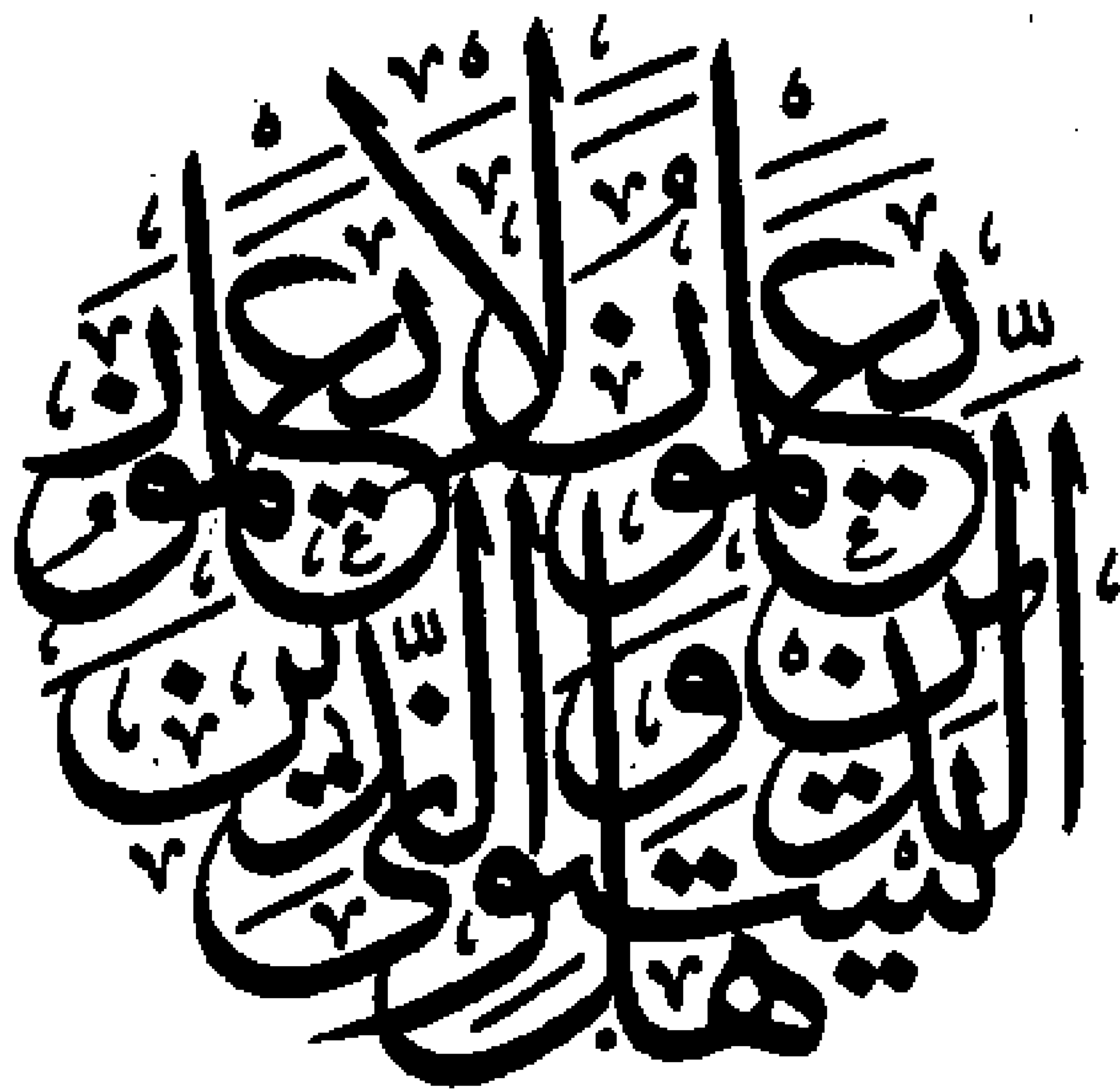
ہمایوں بادشاہ بھی دیوانِ حافظ سے فال نکالا کرتا تھا۔ ایران سے فوج لے کر جب ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو دیوان سے فال نکالی۔ یہ شعر نکلا:

عزیز مصر بزعم برادران غیور
زقعرِ چاہ برآمد باوج ماہ رسید

بالآخر کئی لڑائیوں کے بعد ہندوستان پر قابض ہوا۔

(ماخوذ از حیات شیخ القرآن ابراہیم فانی' ص 57)





# (100)

## ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ

ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 124ھ) کا شمار علم حدیث کے صف اول کے مدونین میں ہوتا ہے۔ حدیث کے اس مشہور امام کو اللہ تعالیٰ نے بلا کا حافظہ عطا کیا تھا۔ خود فرماتے ہیں۔

"جب میں 'بقیع' سے گزرتا ہوں تو کانوں کو بند کر لیتا ہوں اس اندیشہ سے کہ ان میں کوئی فحش بات داخل ہو جائے' کیونکہ خدا کی قسم! میرے کانوں میں اب تک کوئی بات ایسی داخل نہیں ہوئی جسے میں بھول گیا ہوں۔"

(تہذیب الکمال 26'433)

☆......ایک مرتبہ مروانی حکومت کے فرمانروا ہشام بن عبدالملک نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان لیا۔ تاریخی روایات میں تصریح کی گئی کہ چار حدیثوں کا یہ مکتوبہ مجموعہ تھا۔ قصہ بیان یہ کیا جاتا ہے کہ جیسے مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں اور ان کی قوت یادداشت کو جانچنا چاہا تھا اسی طرح عہد حکومت میں ہشام نے بھی ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان کرنا چاہا۔ اس نے امتحان لینے کی یہ ترکیب تیار کی کہ ایک دن دربار میں زہری کسی ضرورت سے آئے ہوئے تھے۔ اس نے خواہش ظاہر کی کہ شہزادے یعنی اس کے لڑکے کے لئے کچھ حدیثیں لکھوا دیجئے۔ زہری راضی ہو گئے۔ کاتب کو بلایا گیا اور زہری نے جیسا کہ ذہبی نے لکھا ہے: فاملی علیہ اربع مائۃ حدیث۔

''ذہبی نے چار سو حدیثیں شہزادے کے لئے لکھوا دیں۔'' (تذکرۃ الحفاظ 201/1)

کہتے ہیں کہ ایک مہینے کے بعد ہشام کے دربار میں پھر زہری پہنچے تو بڑے افسوس کے لہجے میں ہشام نے کہا: اِنَّ ذٰلِكَ الْكِتَابُ ضَاعَ ۔

''یعنی وہ کتاب جو آپ نے لکھوا کر شہزادے کو دی تھی وہ گم ہو گئی۔''

زہری نے کہا: تو یہ پریشانی کی کیا بات ہے' کاتب کو بلوایئے پھر لکھوا دیتا ہوں۔ یہی ہشام کی غرض تھی۔ کاتب بلایا گیا۔ وہیں بیٹھے بیٹھے زہری نے پھر ان ہی چار سو حدیثوں کو لکھوا دیا۔ پہلا مسودہ درحقیقت غائب نہیں ہوا تھا' یہ ہشام کی ایک ترکیب تھی۔ جب زہری دربار سے اٹھ کر گئے تو: قابل بالكتاب الاول فما غادر حرفا واحدا ۔

''ہشام نے پہلی کتاب سے دوسری دفعہ لکھائے ہوئے نوشتے کا مقابلہ کیا (معلوم ہوا) ایک حروف بھی زہری نے نہ چھوڑا تھا۔''

بلاشبہ زہری کے حافظہ کا یہ کمال تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ 201/1)

اسی غیر معمولی قوتِ حافظہ کا نتیجہ تھا کہ پورا قرآن مجید صرف اسی (80) دن میں حفظ کر لیا تھا۔ (تدوین حدیث' ص 14)

☆...... ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک دفعہ سن لینے کے بعد آج تک دوبارہ پھر اسی حدیث کے متعلق دریافت کرنے کی ضرورت مجھے کبھی نہیں ہوئی اور نہ کبھی کسی حدیث کے متعلق مجھے شک ہوا' خود اپنا ذاتی تجربہ اپنے حافظہ کے متعلق بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ ایک حدیث کے بعض الفاظ میں مجھے شک سا ہوا: فسألت صاحبی فاذا هو كما قلت ۔ ''میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا تب معلوم ہوا کہ وہی تھا جو میں کہتا تھا۔''

☆...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمال کو بھیجنے کے لئے ایک مرتبہ ایک کتاب املاء کرائی تھی جو کتاب الصدقہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب بھجوا نہ سکے تھے کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ کتاب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہی اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی' پھر ان کے دو صاحبزادوں حضرت عبداللہ اور حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئی' پھر ان سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حاصل کر کے اس کی نقل کی اور ان سے حضرت سالم بن عبداللہ کے پاس منتقل ہوئی۔ حضرت سالم سے امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حفظ کیا اور دوسروں کو پڑھایا لہٰذا اس اہم ترین مسودہ حدیث کی تبلیغ واشاعت بھی امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے حصہ میں آئی۔ (درس ترمذی' 38/1)



# (101)

# حکومت کی کنجی اور زہد کی باتیں

(ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے قاسم بن ہاشم نے خبر دی وہ حمزہ بن سلم سے روایت کرتے ہیں: وہ محمد بن مسلم طائفی سے وہ ابن سلیم صفوان سے وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص دنیا میں بے رغبتی اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو حکمت سے بھر دے گا اور اس کی زبان پر حکمت کو جاری فرما دے گا۔ دنیا کے عیوب اس کی بیماریاں اور علاج معالجہ اس پر ظاہر فرما دے گا اور اسے صحیح سالم سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف نکال لے گا۔

(الاحیاء بروایت ابی ذر رضی اللہ عنہ الاتحاف 329/9)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد بلخی نے خبر دی وہ فرماتے ہیں: میں نے ابراہیم بن شماس سے سنا وہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: بہترین زہد زہد کا چھپانا ہے۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے حسین بن علی عجلی نے خبر دی انہیں حسین بن علی جعفی نے خبر دی وہ جعفر بن برقان سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں: مجھے حضرت وہب بن منبہ کی طرف سے یہ خبر پہنچی کہ وہ فرمایا کرتے تھے دین کے لئے سب سے زیادہ معاون وصف زہد فی الدنیا ہے اور سب سے زیادہ دین سے روکنے والی چیز خواہشات کی اتباع ہے اور دنیا سے رغبت کرنا بھی اتباع خواہشات میں داخل ہے اور حب مال وحب جاہ دنیا میں رغبت کی نشانی ہے اور جب حب جاہ وحب مال آتی ہے تو انسان اللہ کے

محارم کو حلال سمجھنے لگتا ہے اور اللہ کے محارم کو حلال سمجھنا' اللہ کو غصہ دلاتا ہے اور اللہ کا غصہ ایسی بیماری ہے کہ اللہ کی رضاء کے سوا جس کی کوئی دوا نہیں' اور اللہ کی رضا حاصل ہونے کے بعد کوئی بیماری نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ پس جو شخص اللہ کو راضی کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے نفس کو ناراض کرے' جو اپنے نفس کو ناراض نہیں کر سکتا وہ اپنے رب کو بھی راضی نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا ہونے لگے کہ انسان کو جب کبھی کوئی دین کا معاملہ بھاری معلوم ہو تو وہ اُسے چھوڑ دے ایسا کرنے سے تو اس کے پاس دین کی کوئی چیز بھی باقی نہ رہے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ' 492/13' مسند احمد' ص 445' بیہقی' ص 169)



# (102)

# امام الانبیاء کے دل میں خوف خدا

غزوۂ بدر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ چچا کے بیٹے اور خاندان کے لوگ اور بھائی ہیں۔ان سے فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے۔اس فدیہ سے کفار کے مقابلہ میں قوت پیدا ہوگی' ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور پھر یہ لوگ ہمارے معاون بن جائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا فلاں شخص کو جو میرا رشتہ دار ہے' میرے حوالہ کر دیجئے تاکہ میں اس کو قتل کروں اور عقیل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیں اور فلاں کو حمزہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیں تاکہ ہر شخص اپنے رشتہ دار کا سر اڑا دے اور ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ظاہر کر دیں کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لئے کوئی نرمی اور الفت نہیں ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے اختیار کی۔میری رائے کی طرف توجہ نہ دی اور اہل مکہ سے فدیہ لے لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب دوسرا دن ہوا تو میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔دونوں حضرات رو رہے تھے۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جس چیز نے رلایا مجھے بھی بتائیں اگر مجھے رونا آیا تو میں بھی رونے میں شریک ہو جاؤں گا اور اگر مجھے رونا نہ آیا تو آپ کی وجہ سے بتکلف رونے لگوں گا۔آپ نے فرمایا: اس

چیز کی وجہ سے روتا ہوں' جو تمہارے ساتھیوں پر ان کے فدیہ لینے کی وجہ سے پیش کی گئی تھی یعنی میرے اوپر تم لوگوں کی عذاب وہی پیش کی گئی تھی جو اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھی۔ایک قریبی درخت کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اور یہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کی ہیں: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ ۔

نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب تک زمین میں اچھی طرح (کفار) کی خونریزی نہ کرلیں۔تم تو دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست حکمت والا ہے)۔

(رواہ مسلم واحمد وابوداؤد والترمذی وابن ابی شیبہ وابوعوانہ وابن جریر وابن مردویہ وابونعیم والبیہقی وکذا فی الکنز' ج5' ص265' کذا فی حیاۃ الصحابہ' ج2' ص42)



# (103)

## حضرت شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابو بسطان اور وطن بصرہ ہے۔ علم حدیث میں آپ کی امامت و جلالت محدثین سلف وخلف کے نزدیک مسلم الثبوت ہے اور علم حدیث میں آپ کا لقب ''امیر المومنین فی الحدیث'' ہے اور آپ کے استادوں اور شاگردوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ ان کا شمار انتہائی دشوار ہے۔ آپ کے بارے میں حضرت امام شافعی کا قول ہے کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں کوئی حدیث پہنچانے والا نہ ہوتا۔

آپ بہت رحم دل' نیک وصالح اور اعلیٰ درجے کے متقی و پرہیز گار اور اپنے دور کے بے مثال عبادت گزار تھے۔ عام طور پر لوگ ان کو صائم الدوہر و قائم اللیل کہا کرتے تھے یعنی دن کے روزہ دار اور رات کے تہجد گزار۔ مسلم بن ابراہیم کہتے ہیں کہ دن یا رات میں جب بھی شعبہ کے مکان پر گیا تو انہیں نماز ہی میں مشغول پایا۔

کثرت عبادت اور مجاہدہ و ریاضت کی وجہ سے جسم پر ہڈی اور چمڑے کے سوا گوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں تھی۔ اسراف وفضول خرچی سے بے حد نالاں تھے۔ اگر کسی شاگرد کو آٹھ درہم کا کپڑا پہنے ہوئے دیکھ لیتے تو بے حد خفا ہوتے اور فرماتے کہ کیوں نہیں چار ہی درہم کا کپڑا پہنا اور چار درہم خیرات کیا۔ اپنی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی سائل دروازے پر آ جاتا تو گھر میں تشریف لے جاتے اور گھر کا سارا سامان اٹھا کر سائل کو دے دیتے۔ راستے میں اگر کوئی سائل سوال کر بیٹھتا اور پاس میں کچھ نہ ہوتا تو اپنی سواری کا گدھا سائل کو دے دیتے اور خود پیدل چلنے لگتے۔ اگر کشتی میں سوار ہوتے تو

کشتی کے تمام مسافروں کا کرایہ خود ہی ادا فرماتے۔

ایک مرتبہ خلیفہ بغداد مہدی عباسی نے آپ کی خدمت میں تیس ہزار درہم نذرانہ بھیجا تو آپ نے یہ ساری رقم اسی مجلس میں اپنے شاگردوں اور فقراء و مساکین میں تقسیم فرمادی اور خود ایک درہم بھی اپنے پاس نہیں رکھا حالانکہ اس دن ان کے گھر والے نان شبینہ کے محتاج تھے۔ آپ کا لباس خاکی رنگ کا ہوتا تھا تاکہ جلد میلا نہ ہو جائے۔ ایک کرتا' ایک تہبند' ایک چادر کے سوا دوسرا لباس نہیں رکھتے تھے اور یہ تینوں کپڑے بھی دس درہم سے کم ہی کے ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ کی سواری کے گدھے' زین' لگام وغیرہ کی قیمت کا اندازہ لگایا تو سترہ درہم سے زیادہ نہیں تھے۔ ستانوے سال کی عمر پا کر 166ھ میں وصال فرمایا اور بصرہ میں مدفون ہوئے۔ (طبقات' تہذیب التہذیب)



# (104)

# آب نیل سے زیادہ شیریں

ایک بندۂ خدا جنگل بیابان میں سفر کر رہے تھے۔ انہوں نے ضعیف العمر بے سرد سامان سر و پا برہنہ' خستہ حال مسافر کو بھی جاتے ہوئے دیکھا۔ اس کے جسم پر صرف دو کپڑے تھے۔ ایک کو تہبند بنا کر پہن رکھا تھا دوسرے کو چادر کی طرح اوڑھ لیا تھا نہ اس کے پاس کوئی توشہ تھا نہ پانی کا کوئی برتن' بندہ خدا نے سوچا کیا خوب ہوتا کہ یہ شخص اپنے ہمراہ کچھ لوٹا وغیرہ لے کر نکلتا تا کہ بآسانی وضو وغیرہ کر سکتا پھر کچھ سوچ کر خود ہی اس کے ساتھ چلنے لگا۔ موسم بہت گرم تھا۔ کچھ دور چل کر اس نے ضعیف العمر شخص سے کہا گرمی شدید ہے اور تیز دھوپ میں تم ننگے سر ہو' کپڑا جو کاندھے پر ہے اسے اپنے سر پر رکھ لو کیا حرج ہے؟ اس نے سنی ان سنی کر دی اور چلتا رہا۔ کچھ راستہ اور طے ہوا۔ تپش کی وجہ سے زمین گرم ہو گئی۔ اس نے پھر کہا پاؤں گرمی سے جل رہے ہیں' یہ میرے جوتے ہیں کچھ دیر تم پہن کر چلو کچھ دیر میں' پاؤں کو تھوڑا آرام مل جائے گا۔ ضعیف العمر نے اسے گھور کر دیکھا۔

ضعیف العمر: تم فضول باتیں بہت کرتے ہو' کیا تم نے یہ حدیث نہیں سنی؟ مـــن حســن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه انسان کی خوبی اسلام میں فضول بات چھوڑنا بھی ہے۔ بندۂ خدا بولا: میں نے یہ حدیث پاک سنی ہے۔

پھر دونوں خاموش ہو گئے اور سفر جاری رہا۔ وہ دونوں سمندر کے کنارے آ گئے اور چلتے رہے۔ ضعیف العمر: کیا تمہیں پیاس لگی ہے؟

بندہ خدا: ہاں پیاس تو لگی ہے مگر اس جگہ تم میری پیاس کے لئے کیا کر سکتے ہو۔ مرد ضعیف نے اس کے ہاتھ سے پانی کا برتن لیا اور سمندر کے کھارے پانی میں گھس کر اسے بھر لایا اور کہا پیو۔ اس نے جب پانی پیا تو وہ دریائے نیل سے زیادہ صاف اور شیریں تھا۔ وہ بندہ خدا کہتے ہیں کہ میں نے ان بزرگ کی مصاحبت چاہی مگر ناکام رہا اور وہ پانی میں نے ایک بیمار دوست پر چھڑکا تو وہ شفایاب ہو گیا مگر میں پھر انہیں نہیں پا سکا۔

(روض الریاحین)

جنات عدن مفتحة لهم الأبواب

۱۳۲۸

# (105)

# آسمانی لشکر

حضرت سیدنا ابو عتبہ الخواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو ان عظیم ہستیوں میں سے تھا جنہوں نے اپنے آپ کو عبادت الٰہی کے لئے وقف کر رکھا تھا اور لورگوں کی نظروں سے اوجھل ہو کر پہاڑوں میں عبادت کیا کرتے تھے۔ اس شخص نے مجھے بتایا: ''دنیا میں مجھے اولیاء کرام رحمہم اللہ اور ابدالوں سے ملاقات کرنے اور ان کی صحبت سے برکتیں لوٹنے سے زیادہ کوئی چیز مرغوب ومحبوب نہ تھی۔ میں بزرگوں کی تلاش میں جگہ جگہ پھرتا' جنگلوں اور پہاڑوں میں جاتا اس امید پر کہ شاید کسی اللہ تعالیٰ کے ولی سے ملاقات ہو جائے۔''

ایک مرتبہ اسی طرح گھومتا پھرتا میں ایک ایسے ساحل پر پہنچ گیا جہاں بالکل آبادی نہ تھی اور نہ ہی اس ساحل کی طرف کشتیاں آتی تھیں۔ وہ ایک ویران جگہ تھی۔ اچانک میری نظر ایک شخص پر پڑی جو پہاڑ کی اوٹ سے آ رہا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو ایک طرف دوڑ لگا دی۔ میں بھی اس کی طرف دوڑا کہ شاید یہ کوئی اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔ میں اس سے ملاقات ضرور کروں گا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے بھاگ رہا تھا کہ اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور وہ گر پڑا۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا اور اس سے پوچھا: ''اے اللہ تعالیٰ کے بندے! تو مجھ سے خوفزدہ ہو کر کیوں بھاگ رہا ہے؟''

وہ خاموش رہا اور مجھ سے کوئی بات نہ کی۔ میں نے اس سے کہا: ''میں تو تجھ سے نصیحت آموز اور خیر کی باتیں سننا چاہتا ہوں' مجھے کچھ خیر و بھلائی کی باتیں بتاؤ۔'' یہ سن کر

وہ شخص کہنے لگا: ''تم جہاں بھی رہو حق کو اپنے اوپر لازم کرلو! اللہ تعالیٰ کی قسم میں اپنی ایسی اچھائیاں نہیں پاتا جن کی مثل تمہیں دعوت دوں کہ تم بھی ایسی ہی اچھائیاں کرو۔'' پھر اس شخص نے چیخ ماری اور زمین پر گر پڑا۔ جب اسے دیکھا تو پتا چلا کہ اس کی روح جسم سے جدا ہو چکی ہے۔

میں بہت پریشان ہوا کہ اس ویرانے میں اس کی تجہیز و تکفین کیسے کروں' یہاں میری مدد کو کون آئے گا؟ یہاں تو دور دور تک آبادی کا نام و نشان نہیں۔ میں اس شش و پنج میں رہا یہاں تک کہ رات نے اپنے پر پھیلانا شروع کر دیئے اور ہر طرف تاریکی چھا گئی۔ میں ایک طرف جا کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا۔ میں نے خواب دیکھا کہ آسمان سے چار لشکر اس پہاڑ پر اترے اور انہوں نے اس شخص کے لئے قبر کھودی۔ پھر اسے کفن پہنایا اور نمازِ جنازہ پڑھ کر اسے دفن کر دیا۔

اچانک میری آنکھ کھل گئی اور میں خواب سے بہت خوفزدہ تھا۔ باقی رات میں نے جاگ کر گزاری۔ نیند میری آنکھوں سے بہت دور تھی۔ جب صبح ہوئی تو میں اسی جگہ پہنچا جہاں اس شخص کو مردہ حالت میں چھوڑا تھا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں اس کی لاش موجود نہ تھی۔ میں نے خوب تلاش کیا لیکن اس کی لاش نہ مل سکی پھر مجھے وہاں سے کچھ فاصلہ پر ایک تازہ قبر نظر آئی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ وہی قبر ہے جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ (عیون الحکایات)



# (106)

# فکر آخرت اور قرآن وسنت

صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ ایک دن اچانک نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے بیٹھے ہنس دیئے' اس قدر ہنسے کے چہرا کھل اٹھا پھر ہم سے دریافت کرنے لگے کہ ''جانتے ہو میں کیوں ہنسا؟'' ہم نے کہا: اللہ اور اللہ کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ جب اپنے رب سے قیامت کے دن جھگڑا کرے گا' اور کہے گا کہ باری تعالیٰ کیا تو نے مجھے ظلم سے بچایا نہ تھا؟ اللہ فرمائے گا۔ ہاں۔ تو یہ کہے گا بس پھر میں کسی گواہ کی گواہی اپنے خلاف منظور نہیں کروں گا۔ بس میرا اپنا بدن تو میرا ہے باقی سب میرے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا یونہی سہی' تو اپنا گواہ سہی اور میرے بزرگ فرشتے گواہ سہی۔ چنانچہ اسی وقت زبان پر مہر لگا دی جائے گی اور اعضائے بدن سے فرمایا جائے گا۔ اے بدن بول ذرا! اور خود گواہی دے کہ تم سے اس نے کیا کیا کام لئے؟ وہ صاف کھول کھول کر سچ سچ ایک ایک بات بتا دیں گے' پھر اس کی زبان کھول دی جائے گی تو یہ اپنے بدن کے جوڑوں سے کہے گی تمہارا ستیاناس ہو جائے تم ہی میرے دشمن بن بیٹھے میں تو تمہارے ہی بچاؤ کی کوشش کر رہی تھی اور تمہارے ہی فائدے کے لئے حجت بازی کر رہی تھی۔''

(صحیح مسلم' الزہد' باب الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر' 2969' النسائی فی الکبری' 11653' ابن حبان' 7358' ابویعلی' 3975)

یہی بات ہے جس کی طرف اللہ نے اشارہ فرمایا ہے: جب گنہگار اور کافر ومشرک

اپنے گناہوں کا اعتراف نہیں کریں گے تو۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ (یٰسین'65)

''ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بول کر باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے ان کاموں کی جنہیں وہ کرتے تھے۔''

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (24'النور'24)

''جب ان کے متعلق ان کی زبانیں' ان کے ہاتھ اور ان کے پیر گواہی دیں گے کہ وہ دنیا میں کیا عمل کرتے رہے تھے۔''

مزید فرمایا:

حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ (حم السجدہ'20'21)

''یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آ جائیں گے ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے اعمال کی گواہی دیں گی' یہ اپنی کھالوں (بدن) سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ جواب دیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے۔''

## جب انسانی اعضاء بولیں گے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم سمندر کی ہجرت

سے واپس آئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہم سے دریافت کیا تم نے حبشہ کی سرزمین میں کوئی تعجب خیز بات دیکھی ہو تو سناؤ۔ اس پر ایک نوجوان نے کہا: ایک مرتبہ ہم وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے علماء کی ایک بڑھیا عورت ایک پانی کا گھڑا سر پر لئے آ رہی تھی۔ انہی میں سے ایک جوان نے اسے دھکا دیا جس سے وہ گر پڑی اور گھڑا ٹوٹ گیا۔ وہ اٹھی اور اس شخص کی طرف دیکھ کر کہنے لگی' مکار تجھے اس کا حال اس وقت معلوم پڑے گا جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی کرسی سجائے گا اور تب اگلے پچھلوں کو جمع کرے گا اور ہاتھ پاؤں گواہیاں دیں گے اور ایک ایک عمل کھل جائے گا اس وقت تیرا میرا فیصلہ بھی ہو جائے گا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے اس نے سچ کہا' اس نے سچ کہا۔ اس قوم کو اللہ تعالیٰ کس طرح پاک کرے جس میں زور آور سے کمزور کا بدلہ نہ لیا جائے۔

(طبرانی فی الاوسط' 9055' بزار' 1596' شواہد کی بناء پر حسن درجہ کی ہے)

## جب بندہ اللہ سے ملاقات کرے گا

''روز قیامت اللہ بندہ سے ملاقات کرے گا اور اس سے فرمائے گا' اے فلاں! کیا میں نے تجھ کو عزت اور سرداری نہیں دی تھی؟ اور کیا میں نے تیرے لئے گھوڑے اور اونٹ (سواریاں) مسخر نہیں کئے تھے اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور خوشحال زندگی میں نہیں چھوڑا ہوا تھا؟ بندہ کہے گا! اے میرے رب! میں تجھ پر' تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا' میں نے نماز پڑھی' روزہ رکھا اور صدقہ دیا اور اپنی استطاعت کے مطابق اپنی نیکیاں بیان کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' ابھی پتہ چل جائے گا' پھر اس سے کہا جائے گا ہم ابھی تیرے خلاف اپنے گواہ پیش کرتے ہیں۔ وہ بندہ اپنے دل میں سوچے گا کہ میرے خلاف کون گواہی دے گا؟ پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران' اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا تم بتاؤ! پھر اس کی ران' اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کو بیان کریں گے

اور یہ معاملہ اس وجہ سے کیا جائے گا کہ خود اس کی ذات سے اس کے خلاف حجت قائم ہو۔"

(صحیح مسلم الزہد باب الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر 2068' الترمذی 2428)

☆...... حکیم بن معاویہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم قیامت کے دن اس حال میں آؤ گے کہ تمہارے مونہوں پر پٹی باندھی ہوئی ہوگی اور کسی آدمی کا جو عضو سب سے پہلے کلام کرے گا وہ اس کی بائیں ران اور اس کی ہتھیلی ہوگی۔" (مسند احمد 5/9909' طبع قاہرہ)

## فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا

ہر انسان کا بدن اس کے خلاف یا اس کے حق میں گواہی دینے والا ہے' بالوں کے کناروں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں کے پوروں تک بدن بول بول کر شہادت دے گا۔ اے انسان! اس بدن کو نیکی کی بھٹی میں سے گزار کہ روز قیامت تیرا ہو کر رہ جائے اور زبان' ہاتھ' پاؤں بول کر کہیں کہ یہ بندہ اس قابل ہے کہ اسے جنت کا وارث بنا دیا جائے۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

مجرم کے اعضاء اس کی برائیوں کو بیان کریں گے اور مومن کے اعضاء اس کی نیکیوں کو بیان کریں گے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اپنے آپ کو (اپنے بدن کو) جہنم کی آگ سے بچالو اور ان ہاتھوں کے پوروں پر تسبیحات پڑھا کرو تا کہ یہ تمہاری روز قیامت گواہی دے سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم تسبیح اور تہلیل اور تقدس پڑھنے کو لازم کرلو اور پوروں (انگلیوں کے سروں) سے ان کا شمار کیا کرو کیونکہ ان سے سوال کیا جائے گا اور ان سے جواب طلب کیا جائے گا اور تم (ان کو پڑھنے سے) غافل نہ رہو' اور اللہ کی

رحمت کو بھول نہ جانا۔"

(ترمذی الدعوات 3553' 3486' صحیح ابن حبان' 842)

☆......ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں وہ باتیں دیکھتا ہوں جن کو تم نہیں دیکھتے اور وہ باتیں سنتا ہوں جن کو تم نہیں سنتے' آسمان چرچر کررہا ہے اور کیونکر چرچر نہ کرے اس میں چار انگلیوں کی جگہ بھی باقی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہ کررہا ہو' قسم خدا کی! اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے اور تم کو بستروں پر اپنی عورتوں کے ساتھ مزہ نہ آتا اور تم جنگلوں کو نکل جاتے' اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے۔"

(ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) قسم خدا کی مجھے تو آرزو ہے کاش میں ایک درخت ہوتا جس کو لوگ کاٹ ڈالتے۔ (سنن ابن ماجہ' الزہد' باب الحزن والبکاء' 4190' حسن عند الالبانی)

## وہ تھے کس منزل ہیں اور تو کون سی منزل میں ہے

حسن بیان کرتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے درخت پر ایک پرندے کو بیٹھا دیکھ کر فرمایا تیرے لئے کتنی خیر ہے۔ پرندہ پھل کھاتا ہے اور درخت پر بیٹھتا ہے' کاش! میں ایک پھل ہوتا جس کو پرندے کھا لیتے۔ (کتاب الزہد لابن المبارک' 240)

☆......عبداللہ بن عامر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا کاش! میں ایک تنکا ہوتا۔ کاش! میں کچھ بھی نہ ہوتا۔ کاش! میں پیدا نہ ہوتا۔ کاش! میں بھولا بسرا ہوتا۔ (ایضاً' 234)

☆......حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا:

میری خواہش ہے کہ میں اپنے گھر کا ایک مینڈھا ہوتا' گھر میں کوئی مہمان آتا اور مجھے ذبح کر دیا جاتا اور گھر والے مجھے کھا لیتے۔ (ایضاً' 238)

☆......حضرت عمر بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا:
میں چاہتا ہوں کہ میں گھاس ہوتا اور مجھے تیز ہوا کے دن آندھی اڑا کر لے جاتی۔
(ایضاً' 241)

☆......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:
کاش! میں ایک درخت ہوتی جس کو کاٹ دیا جاتا۔ کاش! میں پیدا نہ ہوتی۔
(کتاب الزہد للوکیع' 141' الطبقات الکبریٰ' 75)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے والا انسان دوزخ میں داخل نہ ہوگا جب تک کہ دودھ تھن میں واپس نہ چلا جائے۔ (یہ ناممکن ہے) اور اللہ کی راہ میں پہنچنے والی گرد و غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہو سکتے۔''
(ترمذی' الجہاد' باب ما جاء فی فضل الغبار فی سبیل اللہ' 1633' الحاکم' 26/4)

☆......حضرت محمد بن جاجیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے فضیل رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ سورۃ (الحاقہ) کی تلاوت کرتے ہوئے جب وہ:

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ○ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ○ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ○ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ○ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ○ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ○ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ○ لَا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ○
(الحاقہ' 30 تا 36)

''(حکم ہوگا کہ) اسے پکڑ لو اور طوق پہنا دو' پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دو' پھر زنجیر سے جس کی ناپ ستر گز ہے جکڑ دو' یہ نہ تو اللہ جل شانہ پر ایمان لاتا تھا اور نہ فقیر کو کھانا کھلانے پر آمادہ کرتا تھا' سو آج اس کا بھی یہاں کوئی دوست نہیں اور نہ پیپ کے سوا (اس کے لئے) کھانا ہے' جس کو گنہگاروں

کے سوا کوئی نہیں کھائے گا۔"

اس آیت پر پہنچے تو رو رو کر نڈھال ہو گئے اور ان کے بیٹے پر غشی طاری ہو گئی اور وہ مجھ پر گر پڑے۔ (سیر اعلام النبلاء 44/8)

☆......سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک رات نماز پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے:

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ o فِی الْحَمِیْمِ ۙ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ o (الغافر 71'72)

"جب کہ ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی (اور) گھسیٹے جائیں گے۔ (یعنی) کھولتے ہوئے پانی میں پھر آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔" تو بار بار اسی آیت کو پڑھتے رہے کہ صبح ہو گئی۔

(حلیۃ الاولیاء 51/1' احیاء العلوم 355/1)

☆...... جناب مروان بن رباب الاسدی رحمۃ اللہ علیہ رات کو تہجد کے لئے کھڑے ہوتے اور کبھی کبھی یہی آیت صبح تک دہراتے رہتے اور روتے رہتے:

وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ o (الانعام 27)

"کاش! تم (ان کو اس وقت) دیکھو جب یہ دوزخ کے کنارے کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے کہ اے کاش! ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیئے جائیں تا کہ اپنے رب کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں اور مومن ہو جائیں۔" (الصلوۃ والتہجد للاشبیلی 277)

☆......سلف صالحین میں سے کسی کے متعلق علامہ ابن الخراط رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ رات کی نماز پڑھ رہے تھے کہ قرأت کرتے ہوئے سورۃ آل عمران کی (اس) آیت پر پہنچے:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ

وَالْاَرْضُ ۙ (آل عمران 133)

''اور اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف لپکو جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے۔''

تو بار بار اسے پڑھتے اور روتے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ انہیں پوچھا گیا کہ جس آیت میں جنت کی چوڑائی کا ذکر ہو وہ تو نہیں رلاتی؟ انہوں نے جواب دیا اس کی چوڑائی مجھے کیا نفع دے گی جب اس میں میرے لئے ایک قدم برابر جگہ نہ ہو (لہٰذا میں رو پڑا)۔ (الصلوٰۃ والتہجد، ص 277)

## جب ترازو قائم ہوگا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا اور عرض کی کہ میرے غلام مجھ سے جھوٹ بولتے، خیانت کرتے اور میری نافرمانی کرتے ہیں لہٰذا میں انہیں گالیاں دیتا اور مارتا ہوں۔ مجھے بتائیے کہ میرا اور ان کا کیا حال ہوگا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان کی خیانت، نافرمانی اور جھوٹ بولنے کا تمہاری سزا سے تقابل کیا جائے گا۔ اگر سزا ان کے جرموں کے مطابق ہوئی تو تم اور وہ برابر ہو گئے نہ ان کا تم پر حق رہا اور نہ تمہارا ان پر۔ اگر تمہاری سزا کم ہوئی تو یہ تمہاری فضیلت کا باعث ہوگا اور اگر تمہاری سزا ان کے جرموں سے بڑھ گئی تو تم سے بدلہ لیا جائے گا۔''

پھر وہ شخص روتا چلاتا ہوا وہاں سے چلا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم نے قرآن کریم نہیں پڑھا؟'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

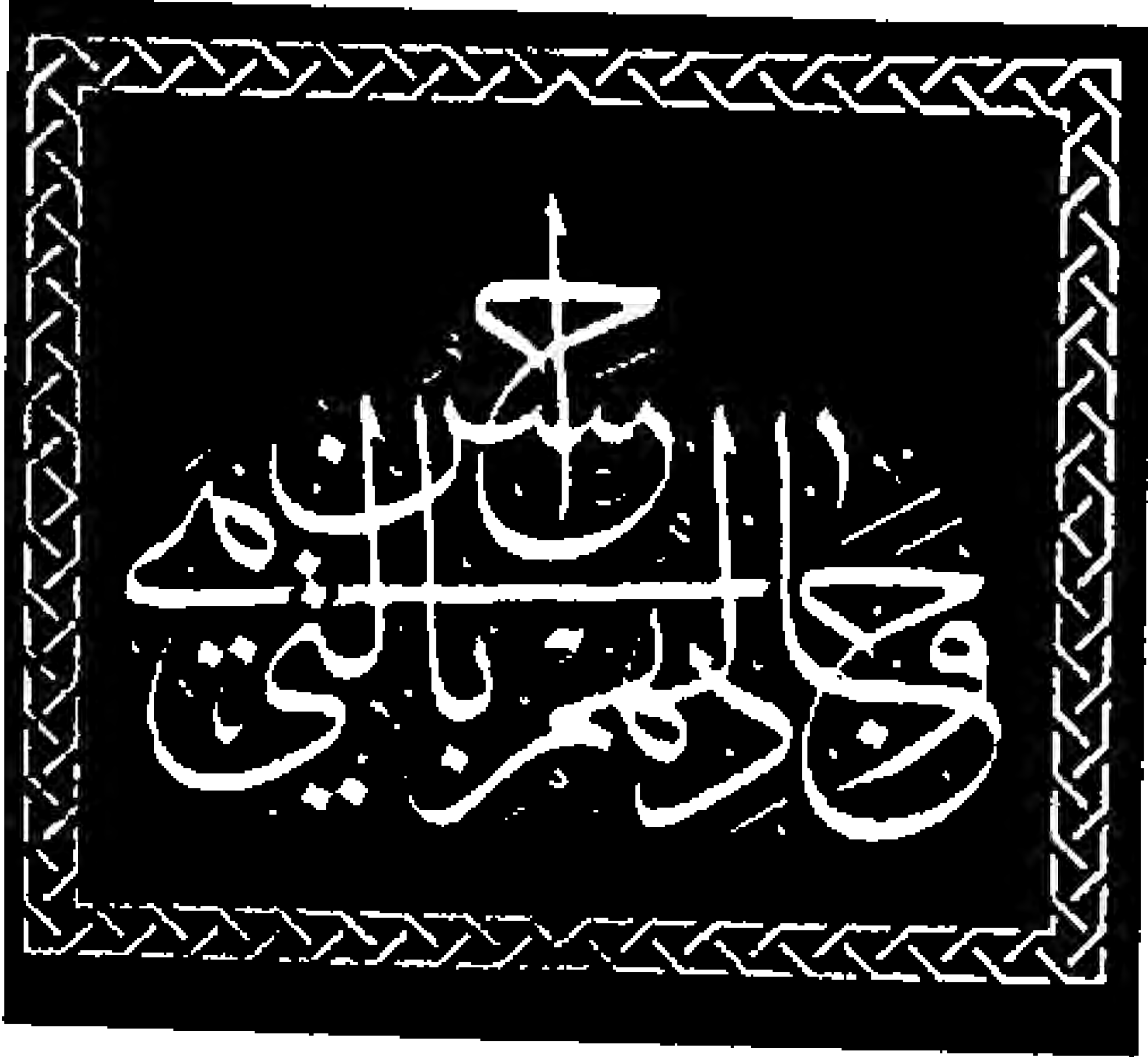
وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ○

(الانبیاء، 47)

''اور قیامت کے دن ہم انصاف کے ترازو قائم کریں گے پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی عمل ہوگا تو اسے بھی ہم لے آئیں گے اور ہم ہی حساب لینے کے لئے کافی ہیں۔''

اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ان کے اور اپنے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھتا کہ انہیں آزاد کروں' میں آپ کو گواہ بنا کر ان سب کو آزاد کرتا ہوں۔

(صحیح ترمذی' تفسیر القرآن' باب سورۃ الانبیاء' 3165' احمد' 280/6)



# (107)

# خاکِ قربت پر گلستانِ صد رنگ کھلتے دیکھا

عبداللہ بن طاہر عہد عباسی میں خراسان کے امیر تھے ان کے پڑوس میں ایک بوڑھی رہتی تھی جس کی چار بیٹیاں تھیں کسی نے اس کو مشورہ دیا کہ آپ اپنا گھر فروخت کر دیں کیونکہ آپ بڑی تنگدست ہیں۔ کچھ ہاتھ کھل جائے گا۔ کہنے لگی "گھر فروخت کرنے کو تو جی چاہتا ہے لیکن عبداللہ بن طاہر کا پڑوس فروخت کرنے پر دل آمادہ نہیں۔" عبداللہ تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے پڑوسی ہونے کا واقعتاً حق ادا کیا۔ بوڑھی کی چاروں بیٹیوں کے لئے یہ ظاہر کر کے کہ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ رشتے تلاش کئے اور ہر لڑکی کو ایک لاکھ کا جہیز دیا۔

مشہور تابعی حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ اس نے اپنا گھر فروخت کرنا چاہا اور اس کی دو ہزار قیمت لگائی۔ لوگوں نے کہا: "اس کی قیمت تو ایک ہزار ہے۔" کہنے لگا: "تم ٹھیک کہتے ہو دراصل ایک ہزار گھر کی قیمت ہے اور ایک ہزار عبداللہ بن مبارک کے پڑوس کی قیمت ہے۔" حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو جب معلوم ہوا تو اس کو بلا کر ایک ہزار درہم دیئے اور کہا: "گھر مت بیچو۔"

سلیمان با الجہم مشہور تابعی ہیں۔ حضرت سعید بن العاص رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں رہتے تھے۔ اپنا گھر انہوں نے ایک لاکھ درہم میں فروخت کیا۔ پھر خریداروں سے فرمانے لگے: "سعید بن العاص کے پڑوس کو کتنے میں خرید و گے۔" کہنے لگے: "کیا

پڑوس بھی خریدا جاتا ہے؟'' فرمایا میرا گھر واپس کر دو اور اپنی قیمت لے لو' بخدا میں ایسے پڑوسی کو نہیں چھوڑ سکتا کہ اگر میں اس کے پاس جاؤں تو میرا حال دریافت کرے' مجھے دیکھے تو استقبال کرے' نہ ہوں تو میرے گھر کی حفاظت کرے' مانگوں تو ضرور پوری کرے' نہ مانگوں تو از خود تعاون کرے۔''

حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ اطلاع ملی تو گھر کی قیمت ایک لاکھ درہم ان کے پاس بطور ہدیہ ارسال کی۔ (المکارم والمفاخر لابی بکر الخوارزمی' ص23)





# (108)

# امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ابھی بچپن ہی تھا کہ ان کے والد اسماعیل بن ابراہیم کا انتقال ہوگیا اور تربیت کی ساری ذمہ داری والدہ ماجدہ پر آ گئی۔ ادھر اسی بچپن کے زمانے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی زائل ہوگئی جس سے والدہ کو بہت صدمہ ہوا۔ وہ بڑی عبادت گزار اور خدا رسیدہ خاتون تھیں۔ الحاح وزاری کے ساتھ انہوں نے دعائیں کیں۔ ایک مرتبہ رات کو خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی تو انہوں نے بشارت سنائی کہ تمہاری دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیٹے کی بینائی لوٹا دی ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ گرمی اور دھوپ میں طلب علم کے لئے سفر سے پھر دوبارہ بینائی جاتی رہی، خراسان پہنچے، کسی نے سر کے بال صاف کرانے اور گل خطمی کے ضماد کا مشورہ دیا۔ اس سے بینائی پھر واپس لوٹ آئی۔

بچپن میں مکتبی زندگی کے دوران ہی حفظ حدیث کا شوق پیدا ہوا جبکہ عمر دس سال سے متجاوز نہ تھی۔ مکتب سے نکلنے کے بعد محدث داخلی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین کے حلقہ دروس میں شرکت شروع کی۔

ایک دن امام داخلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سند بیان کی سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے عرض کیا ابوالزبیر لم یروی عن ابراھیم۔ استاذ نے طفل نوآموز سمجھ کر توجہ نہیں دی بلکہ

جھڑک دیا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سنجیدگی سے عرض کیا کہ آپ کے پاس اصل ہو تو مراجعت فرمالیں۔ بات معقول تھی۔ حضرت محدث داخلی رحمۃ اللہ علیہ اندر گھر میں گئے اور اصل کو ملاحظہ فرمایا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بات درست نکلی۔ واپس ہوئے تو پوچھالڑکے! اصل سند کیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ھو الزبیر وھو ابن عدی عن ابراھیم۔ حضرت محدث داخلی رحمۃ اللہ علیہ نے قلم لے کر اصلاح کرتے ہوئے فرمایا: ''صدقت'' کسی نے پوچھا: اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟ فرمایا گیارہ برس۔

علامہ بیکندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ محمد بن اسماعیل جب درس میں آجاتے تو مجھ پر تحیر کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور میں حدیث بیان کرتے ہوئے ڈرتا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت سلیم بن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ' علامہ بیکندی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا: اگر تم تھوڑی دیر پہلے آتے تو میں تمہیں ایسے لڑکے سے ملواتا جس کو ستر ہزار احادیث یاد ہیں۔

ایک مرتبہ علامہ بیکندی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: تم میری تصنیف پر نظر ڈالو اور جہاں غلطی ہو اصلاح کر دو تو کسی نے بڑے تعجب سے کہا: یہ لڑکا کون ہے؟ یعنی علامہ بیکندی رحمۃ اللہ علیہ امام العصر ہو کر اس سے اپنی کتاب کی اصلاح کے لئے کہہ رہے ہیں تو حضرت علامہ بیکندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن میں ستر ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ (مقدمہ فتح الباری' ص 484)

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی موضوع سخن اور بھی ہیں

فتح الباری کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ حضرت حاشد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بصرہ کے مشائخ کے پاس جایا کرتے تھے۔ ہم لوگ لکھا کرتے تھے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نہیں لکھتے تھے۔ بطور طعن رفقاء درس امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کرتے تھے کہ آپ خوامخواہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں، احادیث لکھتے نہیں۔ زیادہ چھیڑ چھاڑ جب ہوئی تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو غصہ آ گیا اور فرمایا: اپنی لکھی ہوئی حدیثیں لاؤ۔ اس وقت تک پندرہ ہزار احادیث لکھی جا چکی تھیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث کو سنانا شروع کر دیا تو سب حیران رہ گئے پھر تو حدیثیں لکھنے والے حضرات اپنے نسخوں کی تصحیح کے لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حفظ پر اعتماد کرنے لگے۔

اسی طرح ایک مرتبہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بغداد تشریف لائے وہاں کے محدثین نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے امتحان کا ارادہ کیا اور دس آدمی مقرر کئے۔ ہر ایک کو دس دس احادیث سپرد کیں جن کے متنوں واسانید میں تبدیلی کر دی گئی تھی۔ جب حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے وہ حدیثیں پیش کیں جن میں تبدیلی کر دی گئی تھی۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک کے جواب میں ''لا اعرفہ'' کہتے رہے۔ عوام تو یہ سمجھنے لگے کہ اس شخص کو کچھ نہیں آتا لیکن ان میں جو علماء تھے وہ سمجھ گئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان کی چال سمجھ گئے ہیں۔ اسی طرح دس آدمیوں نے سو حدیثیں پیش کر دیں جن کی سندوں اور متنوں کو بدل دیا گیا تھا اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ایک کے جواب میں ''لا اعرافہ'' فرمایا۔ اس کے بعد حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نمبر وار ایک ایک کی طرف متوجہ ہوتے گئے اور بتاتے گئے کہ تم نے پہلی روایت اس طرح پڑھی تھی جو غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے۔ اسی طرح ترتیب وار دسوں کی اصلاح فرمائی۔ اب سب پر واضح ہو گیا کہ یہ کتنے ماہر فن ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تعجب اس پر نہیں کہ انہوں نے غلطی پہچان لی اور اس کی اصلاح کردی کیونکہ وہ حافظ حدیث تھے' ان کا تو کام ہی یہ ہے لیکن تعجب درحقیقت اس بات پر ہے کہ غلط احادیث کو ایک ہی مرتبہ سن کر ترتیب وار محفوظ رکھا اور پھر ترتیب کے ساتھ ان کو بیان کرکے اصلاح کی۔

(حافظہ اور ذہانت کے حیرت انگیز واقعات)



# (109)

# پچاس...... صدیقین کا ثواب

(امام ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن علی بن شقیق نے خبر دی' انہیں ابراہیم بن اشعث نے خبر دی' انہیں فضیل بن عیاض نے' وہ حسان بن عمران سے روایت کرتے ہیں' وہ حضرت حسن سے' وہ فرماتے ہیں: ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: تم میں کوئی ایسا ہے جو یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے بغیر سیکھے علم عطا فرمائے اور بغیر کسی کے بتائے ہدایت عطا فرمائے؟ کیا کوئی یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اندھاپن کو دور فرما دے اور اسے بینا بنا دے؟ خبردار! غور سے سنو! جو شخص دنیا میں رغبت کرے گا اور اس میں لمبی لمبی امیدیں باندھے گا' اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اندھا کر دے گا' اور جو شخص دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے گا اور اپنی امیدوں کو اس میں مختصر کرے گا' اللہ اسے بغیر سیکھے علم عطا فرمائے گا' اور بغیر کسی کے بتلائے اسے ہدایت کرے گا' خبردار! تمہارے بعد ایک قوم آئے گی جن کے پاس حکومت بغیر ظلم وقتل کے باقی نہ رہ سکے گی' نہ ہی مالداری بغیر بخل وفخر کے رہے گی اور اتباع خواہشات وحرج فی الدین کے بغیر محبت والفت قائم نہ رہ سکے گی۔ خبردار! اگر تم میں سے کوئی اس زمانے کو پالے تو اسے چاہئے کہ مالداری پر قدرت ہوتے ہوئے بھی فقر پر ہی صبر کرے اور الفت ومحبت پر قدرت رکھتے ہوئے بھی بغض وعداوت پر ہی صبر کرے اور حصول عزت پر قدرت ہوتے ہوئے بھی ذلت ہی کو برداشت کرے' جو شخص یہ سب کام اللہ ہی کے لئے کرے گا اللہ تعالیٰ اسے پچاس صدیقین کا اجر وثواب عطا فرمائے

گا۔(احیاء العلوم 219/3)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن علی نے خبر دی' انہیں ابراہیم بن اشعث نے' انہوں نے فضیل بن عیاض کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر دنیا اپنے تمام خزانوں سمیت حلال بنا کر مجھ پر پیش کر دی جائے اور آخرت میں مجھ سے اس پر کوئی حساب بھی نہ لیا جائے تب بھی میں اس سے اس طرح گھن کروں گا اور بچوں گا جس طرح تم لوگ کسی مردار کے پاس سے گزرتے ہوئے گھن کرتے اور بچتے ہو کہ کہیں کپڑوں کو نہ لگ جائے۔(کتاب الزہد لابن ابی الدنیا)



# (110)

# نہیں دیکھی جاتی مشقت کسی کی

ابتدا اسلام میں جو شخص اسلام لاتا تو اس کی مخفی رکھتا لیکن جب مسلمانوں کی تعداد انتالیس ہو گئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلم کھلا تبلیغ کی اجازت دے دی۔ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب حضرات کو لے کر مسجد حرام میں تشریف لائے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ شروع کیا تو ہر طرف سے کفار و مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اتنا مارا کہ چہرہ خون سے بھر گیا' ناک کان لہولہان ہو گئے۔ پہچانے نہ جاتے تھے یہاں تک کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے۔ آپ کے قبیلہ والوں کو خبر ہوئی تو آئے اور اٹھا کر لے گئے۔ شام تک بے ہوشی رہی۔ شام کو جب بولنے کی نوبت آئی تو فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اور فرمایا: جب تک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ مل لوں کچھ نہ کھاؤں گا۔ جب رات چھا گئی تو آپ کی والدہ آپ کو لے کر دارارقم پہنچیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی لپٹ کر روئے اور مسلمان بھی رونے لگے' پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی درخواست پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی والدہ کو اسلام کی دعوت دی اور وہ فوراً مسلمان ہو گئیں اور اسی روز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور اس سے تین دن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

(البدایہ' ج 3' ص 30' کذافی حیاۃ الصحابہ' ج 1' ص 292)

# (۱۱۱)

## حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مشہور امام فقہ و حدیث، صاحب مذہب حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام و نسب محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع ہے اور لقب امام شافعی ہے جو آپ کے مورث اعلیٰ کی طرف نسبت ہے۔

آپ 150ھ میں فلسطین کے قریب شہر غزہ میں تولد ہوئے اور بعض کا قول ہے کہ آپ خاص اسی دن پیدا ہوئے جس دن حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی۔

جب آپ شکم مادر میں تھے تو آپ کی والدہ نے یہ خواب دیکھا کہ میرے شکم سے ستارۂ مشتری نکل کر فضا میں بکھر گیا اور اس کے ٹکڑے چاروں طرف پھیل گئے۔ معبرین نے اس خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ تمہارے شکم سے ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا جس کے علم سے اطراف عالم میں اجالا ہو جائے گا۔ دو برس کی عمر تھی کہ آپ اپنی والدہ کے ساتھ شہر غزہ سے مکہ مکرمہ آئے اور آغوش مادر میں نہایت مفلسی کی حالت میں پرورش پائی۔

بچپن ہی میں آپ نے خود یہ خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر قریب تشریف لا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک ترازو اپنی آستین میں سے نکال کر عطا فرمائی۔ مکہ مکرمہ کے ایک معبر نے اس خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی سچی پیروی کرنے والے اور علم حدیث و آثار سنت کے امام ہوں گے اور آپ کا علم و عمل حق و

باطل کی پہچان کا ایک معیار و میزان ہوگا۔

ایک مرتبہ آپ نے یہ بھی خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا اور فرمایا: جاؤ خداوند تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے۔

سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں آپ نے سفیان بن عیینہ و مسلم بن خالد زنجی کی خدمت میں فقہ و حدیث کی تعلیم پائی۔ پھر تیرہ برس کی عمر میں مدینہ منورہ کا سفر فرمایا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی کا شرف حاصل فرمایا۔ امام مالک نے آپ کی صورت دیکھتے ہی اپنی باطنی فراست سے معلوم کرلیا کہ یہ ستارہ کسی دن آفتاب بن کر چمکنے والا ہے چنانچہ امام ممدوح نے بڑی شفقت کے ساتھ یہ نصیحت فرمائی کہ صاحبزادے تم تقویٰ کی زندگی اختیار کرو، عنقریب تمہاری ایک شان ہونے والی ہے۔

پھر جب آپ کے چچا یمن کے قاضی ہوئے تو آپ بھی یمن چلے گئے جہاں آپ کے علم و فضل کی بے حد شہرت ہوئی۔ پھر عراق کا سفر فرمایا اور شیوخ بغداد وغیرہ خصوصاً امام محمد بن الحسن شیبانی نے آپ کی والدہ سے نکاح فرمالیا تھا۔ اس لئے وہ آپ پر بے حد شفیق تھے چنانچہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ فقہ میں مجھ پر سب سے بڑا احسان امام محمد کا ہے۔

آپ آخری عمر میں بغداد سے مصر تشریف لے گئے اور وہاں شب جمعہ بعد مغرب 204ھ میں چون (54) برس کی عمر پاکر وفات پائی۔

آپ کے تلامذہ کی جماعت کثیرہ میں امام احمد بن حنبل و ابوثور ابراہیم بن خالد و ابوابراہیم مزنی و ربیع بن سلیم مرادی وغیرہ اعلیٰ درجے کے سینکڑوں باکمال محدثین ہیں۔

آپ بے حد ذہین، محنتی اور نہایت قوی قوت حافظہ والے تھے اور جمال صورت کے ساتھ حسن سیرت کا بھی کمال رکھتے تھے۔ اس قدر بارعب تھے کہ آپ کی ہیبت سے کوئی شخص آپ کے سامنے پانی بھی نہیں پی سکتا۔

آپ تقویٰ شعاری و پرہیزگاری نیز عبادت کثیرہ میں بھی اپنے دور کے بے مثال

عابدوزاہدوصاحب ولایت وباکرامت بزرگ تھے۔ ہمیشہ آپ کا معمول رہا کہ ایک تہائی رات سوتے اور ایک تہائی رات میں عبادت کرتے اور ایک تہائی رات میں تصنیفات تحریر فرماتے اور روزانہ بلاناغہ ایک مکمل قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ زندگی بھر میں کبھی کوئی جھوٹ آپ کی زبان پر نہیں آیا' نہ کبھی قسم کھائی۔ سخت سے سخت سردیوں میں بھی کبھی غسل جمعہ نہیں چھوڑا اور سولہ برس تک لگاتار کبھی شکم بھر کھانا نہیں تناول فرمایا۔ فقہاء ومحدثین کے علاوہ اپنے دور کے بہت سے مشائخ صوفیہ کی بھی صحبت اٹھائی۔ اہل بیت کرام سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض کم فہموں نے آپ پر رافضی ہونے کی تہمت لگائی تو آپ نے ان مفتریوں اور کذابوں کو اپنے ایک شعر میں اس طرح جواب دیا:

لو کان رفضا حب آل محمد ﷺ

فلیشھد الثقلان انی رافضی

"یعنی اگر تم لوگوں کے فاسد گمان میں آل پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے ہی کا نام رافضیت ہے تو تمام انس وجن گواہ ہو جائیں کہ اس معنی کے اعتبار سے میں رافضی ہوں کہ میں اہل بیت سے عشق ومحبت رکھتا ہوں۔"

آپ بہت ہی متبع سنت تھے اور مرجیہ وقدریہ وروافض وخوارج وغیرہ بددینوں و بدعتیوں سے انتہائی اجتناب ونفرت فرماتے تھے اور صاف صاف اعلان فرماتے تھے کہ اگر کوئی بدعقیدہ وبدمذہب ہوا میں بھی اڑنے لگے' جب بھی وہ میری نظر میں قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

آپ کے نصائح ووصایا آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ کی کتابوں اور آپ کے مذہب کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور آج بھی آپ کے مقلدین کروڑوں کی تعداد میں خاص کر مصر ویمن وانڈونیشیا وہندوستان کے علاقہ کوکن وغیرہ میں موجود ہیں۔

(اکمال وطبقات شعرانی وتہذیب التہذیب)

# (112)

# دولت یقین

شیخ فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ کو بیابان' ویرانے میں ایک نابالغ لڑکا ملا جو پیدل چل رہا تھا اور اس کے لب جنبش کر رہے تھے۔

شیخ فتح 'السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ لڑکا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ شیخ فتح: صاحبزادے کہاں کا ارادہ ہے؟ لڑکا: بیت اللہ شریف کا۔ شیخ فتح: زیر لب کیا پڑھ رہے ہو؟ لڑکا: قرآن مجید۔ شیخ فتح: ابھی تو تم احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہو؟ لڑکا: مجھے پتہ ہے کہ موت مجھ سے چھوٹوں تک کو نہیں چھوڑتی۔ شیخ فتح: صاحبزادے اس کم عمری میں تم نے اتنے عظیم سفر کا ارادہ کیا ہے تمہارے قدم چھوٹے ہیں اور راستہ لمبا۔ لڑکا: شیخ محترم! میری ذمہ داری قدم اٹھانے تک کی ہے' منزل تک پہنچانا اللہ تعالیٰ کے کرم پر ہے۔ شیخ فتح: زادسفر اور سواری بھی تو تمہارے پاس نہیں؟ لڑکا: یقیناً میرا زادسفر ہے اور میرے پاؤں میری سواری۔ شیخ فتح: میاں صاحبزادے! کچھ کھانا پانی تو ساتھ لے لیتے؟ لڑکا: محترم! کوئی عزیز آپ کو اپنے گھر دعوت دے تو آپ کو مناسب ہے کہ اپنی روٹی پانی ہمراہ لے کر جائیں۔ شیخ فتح: ہرگز نہیں۔ لڑکا: میرے مالک ومولا نے بندوں کو اپنے گھر بلایا' اپنے بیت اللہ کی زیارت کا موقع عنایت کیا' بندوں کے ضعیف یقین نے انہیں زاد سفر لینے پر تیار کیا مگر میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ ادب پیش نظر رکھتا ہوں' آپ کیا سمجھتے ہیں کہ وہ مجھے ضائع کر دے گا؟ یہ باتیں کرنے کے بعد لڑکا وہاں سے غائب ہو گیا۔ اس کے بعد وہ شیخ فتح موصلی کو مکہ مکرمہ میں ملا اور انہیں دیکھ کر بولا شیخ محترم! آپ ہنوز

ضعف یقین پر ہیں۔

(روض الریاحین)

لگا عزم و یقیں کی بدر مہمیز
منور اپنا بخت شوم کر دے
یقیں سے پانی میں لگ جاتی ہے آگ
یقیں فولاد کو بھی موم کر دے
یقیں جس دل میں ہوتا ہے آباد
وہ دل رہتا ہے غیرحق سے ناشاد
یقیں خود خضر راہ بندگی ہے
یقیں ایمان ہے اور زندگی ہے



# (113)

# سمندر کی لہروں پر چلنے والا نوجوان

حضرت سیّدنا یوسف بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب حضرت سیّدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہتے ہوئے مجھے کافی عرصہ گزر گیا اور میں ان سے بہت زیادہ مانوس ہو گیا تو ایک مرتبہ میں نے ہمت کر کے ان سے پوچھا: ''حضور! آپ کو سب سے پہلے کون سا عجیب وغریب واقعہ پیش آیا؟'' یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ''میں ایام جوانی میں خوب لہو ولعب کی محفلوں میں مگن رہتا اور دنیا کی رنگینیوں نے میری آنکھوں پر غفلت کا پردہ ڈال رکھا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے توبہ کی توفیق عطا فرمائی اور میں تمام معاملات چھوڑ کر حج کے ارادے سے ساحل سمندر پر آیا' وہاں میں نے ایک بحری جہاز پایا جس میں مصری تاجر سوار تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ جا ملا۔

اس جہاز میں ہمارے ساتھ ایک نہایت حسین وجمیل نوجوان بھی تھا جس کی پیشانی سے سجدوں کا نور جھلک رہا تھا اور اس کے منور چہرے نے گویا ساری فضا کو نور بار کیا ہوا تھا۔ جب ہمارا جہاز کافی فاصلہ طے کر چکا اور وسط سمندر میں آ گیا تو جہاز کے مالک کی رقم سے بھری تھیلی گم ہو گئی۔ اس نے پوچھ گچھ کی لیکن تھیلی نہ ملی لہٰذا اس نے سب سواروں کو جمع کیا اور سب کی تلاشی لینا شروع کر دی لیکن تھیلی کسی کے پاس بھی نہ ملی۔ بالآخر جب تلاشی لینے والا اس نوجوان کے پاس آیا (اور اس پر چوری کی تہمت لگا دی) تو اس نوجوان نے اچانک جہاز سے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ یہ دیکھ کر میں حیرت میں ڈوب گیا کہ سمندر کی موجوں نے اسے نہ ڈبویا بلکہ وہ اس کے لئے تخت کی طرح ہو گئیں اور وہ

نوجوان لہروں پر اس طرح بیٹھ گیا جس طرح کوئی تخت پر بیٹھتا ہے۔ ہم سب مسافر بڑی حیرانگی سے دیکھ رہے تھے۔ پھر اس نوجوان نے کہا:

اے میرے پروردگار! ان لوگوں نے مجھ پر چوری کی تہمت لگائی ہے۔ اے میرے دل کے محبوب! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو سمندر کے تمام جانوروں کو حکم فرما کہ وہ اپنے اپنے مونہوں میں ہیرے جواہرات لے کر ظاہر ہو جائیں۔

حضرت سیّدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابھی اس عظیم نوجوان کا کلام مکمل بھی نہ ہونے پایا تھا کہ جہاز کے چاروں جانب سمندری جانور ظاہر ہوئے۔ سب کے مونہوں میں اتنے زیادہ ہیرے جواہرات تھے کہ ان کی چمک سے سارا سمندر روشن ہو گیا اور ہماری آنکھیں چندھیانے لگیں پھر اس نوجوان نے پانی کی موجوں سے چھلانگ لگائی اور لہروں پر چلتا ہوا ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا' وہ عظیم نوجوان یہ آیت تلاوت کرتا جا رہا تھا: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ (پ1' الفاتحۃ4)

ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔

حضرت سیّدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہی وہ پہلا واقعہ ہے جس کی وجہ سے مجھے سیر و سیاحت کا شوق ہوا کیونکہ سیر و سیاحت میں اکثر اولیاء کرام رحمہم اللہ سے ملاقات ہوتی ہے۔" (عیون الحکایات) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"میری امت میں ہمیشہ 30 مرد ایسے رہیں گے جن کے دل حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) کے دل پر ہوں گے۔ جب ان میں سے کوئی مر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا بدل دے گا۔"

(المسند للامام احمد بن حنبل' حدیث عبادۃ بن الصامت' الحدیث 22815' ج8' ص410' 411)



# (114)

# عفیف عاشق

جمیل بن عبداللہ بن معمر مشہور عاشق گزرے ہیں۔ تبریزی لکھتے ہیں ''وكان امام المحبين' وسيد العاشقين' لم يكن في زمنه أرق نسيبأ منه بشهادة أهل عصر۔'' یہ ''بثینہ'' نامی عورت پر عاشق تھے' دونوں کا تعلق عرب کے مشہور قبیلہ ''عذراء'' سے تھا' جس کا خمیر ہی عشق و محبت پر اٹھایا گیا تھا۔ ''لیلیٰ مجنوں'' کی طرح ان کا نام بھی ساتھ لیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں ''جمیل بثینہ'' بثینہ سے ملنے کے شوق میں جمیل کے اشعار بڑے مشہور ہیں:

ن نے وفیات الاعیان (جلد اول' صفحہ 370) میں جمیل کا یہ واقعہ لکھا ہے کہ عباس بن سہل عدی ان کے مرض وفات میں عیادت کے لئے حاضر ہوئے۔ جمیل نے ان سے کہا:

> یاابن سهل! ماتقول في رجل لم يشرب الخمر قط' ولم يزن' ولم يقتل النفس' ولم يسرق' يشهد ان لا اله الا الله؟
>
> ''ایسے آدمی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جس نے نہ کبھی شراب پی ہو' نہ زنا کیا ہو' نہ ہی کسی کو قتل کیا ہو' نہ چوری کی ہو' اور وہ کلمۂ توحید کی گواہی دیتا ہو۔''

عباس بن سہل نے کہا: ''میں سمجھتا ہوں کہ ایسا آدمی صاحب نجات ہے اور میں اس کے لئے جنت کی امید رکھتا ہوں لیکن ایسا آدمی کون ہے؟'' جمیل نے کہا: ''میں ہوں۔''

عباس بولے: ”آپ کے پاکدامن رہ جانے کے متعلق تو مجھے یقین نہیں آتا کیونکہ آپ تو بیس سال سے ”بثینہ“ کے بارے میں تشبیب وغزل کے اشعار کہہ رہے ہیں۔“ جمیل نے جواب میں کہا:

**لانالتنی شفاعة محمد صلی الله علیه وسلم' وانی لفی اول یوم من أیام الاخرة' وآخر یوم من أیام الدنیا' ان کنت وضعت یدی علیها لریبة .**

”آج جبکہ میرا آخرت کی زندگی کا پہلا دن اور دنیوی زندگی کا آخری دن ہے' میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ مجھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں نے بثینہ پر گناہ کے خیال سے کبھی ہاتھ رکھا ہو۔“

اس کے کچھ دیر کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ بثینہ کو وفات کی خبر ہوئی تو بے ہوش ہو کر گر گئی اور ہوش میں آنے کے بعد یہ دو شعر کہے:

**وان سلوی عن جمیل لساعة**
**من الدهر ماحانت ولاحان حینها**
**سواء علینا یا جمیل بن معمر**
**اذا مت باساء الحیاة ولینها**

جمیل کی وفات 92ھ میں ہوئی ہے۔ عباس العقاد نے ”جمیل بثینہ“ کے نام سے مستقل کتاب لکھی ہے جو چھپ چکی ہے۔ ان کے بعد ڈاکٹر امیل بدیع یعقوب نے بھی ان کے اشعار اور ان کے پس منظر پر ایک محقق کتاب بنام ”دیوان جمیل بثینہ“ ترتیب دی ہے۔ (ماخوذ از باحوالہ واقعات)



# (115)

## لاجواب حافظہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے درس حدیث حاصل کرنے کے لئے مدینہ منورہ کا سفر کیا' جب میں مسجد نبوی میں پہنچا تو دیکھا کہ نماز کے بعد ایک بڑی عمر کے ایک آدمی اونچی جگہ پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے ایک چادر باندھی ہوئی تھی۔ دوسری اوپر لپیٹی ہوئی تھی۔

انہوں نے ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم '' کہنا شروع کر دیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ وہ دن تھے جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ احادیث کی املاء کروا رہے تھے۔ میں بھی بیٹھ گیا۔ میرے پاس لکھنے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔ میں نے سننا شروع کر دیا۔ مجھے اپنے سامنے ایک تنکا پڑا نظر آیا تو میں نے تنکا اٹھا لیا اور تنکے سے اپنی ہتھیلی کے اوپر وہی الفاظ لکھنے شروع کر دیئے۔ دوسرے لوگ تو قلم کے ساتھ کاغذوں پر لکھ رہے تھے اور میں اس تنکے کے ساتھ اپنی ہتھیلی پر لکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ تنکا زبان سے لگا لیتا جیسے کہ قلم کو دوات میں ڈال کر سیاہی لگاتے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سو ستائیس (127) احادیث اس محفل میں لکھوائیں حتیٰ کہ اگلی نماز کا وقت قریب ہو گیا تو انہوں نے محفل موقوف کر دی۔ میں چونکہ ان کے قریب بیٹھا تھا اور میرے اوپر ان کی نظر بھی تھی اس لئے انہوں نے مجھے اشارے سے اپنی طرف بلایا۔ جب میں قریب آیا تو پوچھا نوجوان! آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے بتایا کہ مکہ مکرمہ سے آیا ہوں' میرا نام محمد بن ادریس ہے۔ پوچھنے لگے کہ آپ ہتھیلی پہ کیا لکھ رہے

تھے؟ عرض کیا کہ حدیث پاک۔ کہنے لگے: دکھاؤ۔ جب ہتھیلی دیکھی تو صاف' کچھ بھی نظر نہ آیا۔ کہنے لگے: اس پر تو کچھ نہیں لکھا ہوا۔ میں نے کہا میں تو اپنے منہ سے نمی لے کر اس کے ساتھ لکھ رہا تھا۔ فرمانے لگے کہ یہ تو حدیث پاک کے ادب کے خلاف ہے۔ میں نے کہا: حضرت بات یہ ہے کہ میں مسافر ہوں' میرے پاس نہ کاغذ ہے نہ قلم۔ میں ظاہراً ایک عمل کر رہا تھا کہ جیسے املاء کر رہا ہوں مگر حقیقت میں تو اپنے دل پر لکھ رہا تھا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ تو تب مانیں جب ان میں سے دس احادیث صحیح متن اور سند کے ساتھ سنا دو۔ فرماتے ہیں: میں نے پہلی حدیث سے سنانا شروع کیا۔ ایک سو ستائیس احادیث متن' سند اور اسی ترتیب کے ساتھ ساتھ ان کو سنا ڈالیں تو یہ کیا چیز تھی؟ یہ قوت حافظہ میں برکت تھی۔ ایک مرتبہ سننے سے ہی احادیث زبانی یاد ہو گئیں۔

(ماخوذ از حافظہ اور ذہانت کے حیرت انگیز واقعات)



# (116)

## زُہد کیا ہوتا ہے؟

(امام ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابو مسلم حرانی نے خبر دی' انہیں مسکین بن بکیر نے خبر دی' وہ محمد بن مہاجر سے روایت کرتے ہیں' وہ یونس بن میسرہ جبلانی سے' وہ فرماتے ہیں: حلال کو حرام سمجھنا اور مال کو ضائع کر دینے کا نام زہد نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے عطاء رزق کے وعدے پر تجھے اس سے زیادہ وثوق واعتماد ہو جو تجھے اپنے پاس موجودہ چیز پر ہے (یعنی دنیا سے آخرت کا استحضار و یقین ہو) تو مصیبت اور خوشحالی دونوں حالتوں میں ایک ہی حال پر رہے اور حق کے سلسلے میں تعریف کرنے والا اور مذمت کرنے والا دونوں تیری نگاہوں میں برابر ہوں۔ (مسند احمد' ص25' تاریخ دمشق لابن منظور' 118/28)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابراہیم بن سعید نے خبر دی' انہیں موسیٰ بن ایوب نے' انہیں ضمرہ بن ربیعہ نے' وہ فرماتے ہیں: وہیب مکی نے فرمایا: زہد فی الدنیا یہ ہے کہ دنیا کی کسی چیز کے نہ ملنے پر افسوس نہ ہو اور ملنے پر خوشی نہ ہو۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن عباس نے خبر دی' انہیں وکیع نے خبر دی' وہ سفیان سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: دنیا کے اندر زہد امیدوں کے مختصر کر دینے کا نام ہے' موٹا کھانا اور موٹا پہننے کا نام نہیں۔ (حلیۃ الاولیاء' 386/6' سیر اعلام النبلاء' 243/7)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے عون بن ابراہیم نے خبر دی' انہیں احمد بن ابی الحواری نے' وہ فرماتے ہیں: میں نے 'مضاء' سے سنا وہ سباع موصلی کو فرما رہے تھے کہ اے ابو محمد! زہد نے ان لوگوں کو کہاں پہنچایا؟ وہ فرمانے لگے آخرت سے محبت کی طرف۔ (مختصر تاریخ لابن منظور' 204/9)

# (117)

# چچا کی محبت

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد ابو طالب کے پاس قریش جمع ہو کر آئے اور کہا اے ابو طالب تمہارا برادر زادہ ہمارے میدانوں میں اور ہماری مجلسوں میں آکر ہمیں وہ باتیں سناتا ہے جن سے ہمیں بڑی تکلیف ہوتی ہے اگر تم سے ہو سکے تو اس کو ہمارے پاس آنے سے روک دو۔

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے والد نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے کا کہا' میں بلا لایا تو ابو طالب نے کہا: اے میرے بھتیجے! اللہ کی قسم تمہیں خود بھی معلوم ہے کہ میں تمہارا کتنا گرویدہ ہوں؟ تمہاری قوم نے میرے پاس آکر دعویٰ کیا ہے کہ تم ان لوگوں کے پاس کعبہ میں اور ان کی مجلسوں میں جاتے ہو اور ان کو وہ باتیں سناتے ہو جن سے ان کو تکلیف پہنچی ہے' اگر تم مناسب سمجھو تو ان کے پاس جانے سے رک جاؤ۔

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے میرے بھتیجے تمہاری قوم نے میرے پاس آکر ایسا ایسا کہا ہے' لہٰذا تم مجھ پر اور اپنے حال پر رحم کھاؤ اور مجھ پر اتنا بار نہ ڈالو جس کے برداشت کی نہ مجھ میں طاقت ہو اور نہ تم میں' لہٰذا قوم کو جو تمہاری باتیں بری لگتی ہیں ان سے رک جاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر گمان کر لیا کہ آپ کے بارے میں ان کے چچا کی رائے بدل گئی ہے اور وہ آپ کو رسوا کرنے والے ہیں اور وہ آپ کی مدد سے کمزور پڑ گئے ہیں اور وہ آپ کو قوم کے سپرد کر

دیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا جان اگر سورج میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دیا جائے اور چاند میرے بائیں ہاتھ پر تب بھی میں اس کام کو نہ چھوڑوں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس دین کو غلبہ نہ دے دے یا پھر اس کی طلب میں ہلاک ہو جاؤں گا' اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ رو دیئے اور جب پیٹھ پھیر کر جانے لگے تو ابو طالب نے آپ کی یہ شدت اور دینی تاثر دیکھ کر فرمایا جاؤ تم اپنا کام کرتے رہو اور جو تمہیں پسند ہو کہتے رہو' میرے ہوتے ہوئے تمہارا کوئی بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔

(اخرجہ الطبرانی والبیہقی کذافی المجمع' ج6' ص14 وکذافی البدایہ' ج3' ص42)



# (118)

## حضرت شمس الائمہ سرخی رحمۃ اللہ علیہ

ان کا نام ونسب محمد بن احمد بن سہیل اور لقب ''شمس الائمہ'' ہے۔ سرخس خراسان کا مشہور شہر ہے۔ اس کی نسبت ہونے کی وجہ سے سرخسی کہلاتے ہیں۔

یہ فقہ حنفی کے بہت بڑے مبلغ و مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ علم کلام وفن مناظرہ کے بھی زبردست ماہر اور اصول فقہ کے بھی بڑے باکمال عالم تھے۔ ابن کمال پاشا نے ان کو مجتہدین میں شمار کیا ہے۔

یہ شمس الائمہ عبدالعزیز حلوانی کے شاگرد رشید ہیں اور اپنے زمانے کے علم وفضل اور دینداری و پرہیزگاری کے اعتبار سے صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔

ان کی ایک بہت بڑی کرامت یہ ہے کہ انہوں نے بادشاہ وقت خاقان کو نصیحت فرمائی تو اس ظالم بادشاہ نے آپ کو ''اوز جند'' کے جیل خانے میں ایک کنویں کے اندر قید کر دیا مگر اس حالت میں بھی ان کے شاگرد کنویں کے اوپر بیٹھ کر لکھتے تھے اور آپ کنویں کے اندر سے جبکہ آپ کے پاس کوئی کتاب نہ تھی اپنی یادداشت سے املاء کراتے تھے اور اس طرح مبسوط کی پندرہ ضخیم جلدیں تیار ہوئیں چنانچہ مبسوط کی شرح العبادات کے آخر میں یہ عبارت درج ہے۔ ھذا آخر شرح العبادات باوضح المعانی واوجز العبارات املاء المحبوس عن الجمع والجماعات ۔یعنی یہ شرح العبادات کا آخری حصہ ہے جس کے معانی نہایت واضح اور عبارتیں انتہائی مختصر ہیں۔ یہ اس شخص کا املاء ہے جو جیل خانے میں قید اور جمعہ ونماز جماعت سے روک دیا گیا ہے۔

اسی طرح شرح الاقرار کے آخر میں یہ عبارت تحریر ہے کہ **املاء المحبوس فی مجلس الاشرار** یعنی یہ اس شخص کی لکھائی کتاب ہے جو جیل خانے کے اندر شریر لوگوں کی مجلس میں مقید کیا ہوا ہے۔ اسی طرح اصول فقہ کی ایک کتاب اور سیر کبیر کی شرح بھی آپ نے کنویں کے اندر قید ہوتے ہوئے تحریر کرائی۔ جب باب الشروط تک اس کا املاء کرا چکے تو قید خانے سے آپ کی رہائی ہوگئی۔ اس کے بعد آپ اپنی آخری عمر میں فرغانہ چلے گئے اور وہاں کے امیر حسن نامی نے آپ کی بے حد اعزاز کی اور بکثرت طلباء آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور آپ نے فرغانہ ہی میں اپنی تمام کتابوں کا املاء مکمل فرمایا۔

آپ 400ھ میں پیدا ہوئے اور 410ھ میں دس برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ تجارت کی غرض سے بغداد کا سفر کیا۔ اس کے بعد ساری زندگی تعلیم و تعلّم اور دینی کتابوں کی تصانیف میں بسر فرمائی اور جمادی الاولیٰ 494ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(تبصرۃ الداریہ)



# (119)

# جورب کے ہو جاتے ہیں

رہروان راہ سلوک میں سے ایک صاحب عرب کے ویرانے میں یکہ وتنہا' بے آب و دانہ مصروف ریاضت رہے۔ اسی دوران ان کے دل میں گرم سبزی اور روٹی کھانے کی خواہش ہوئی مگر پھر سوچنے لگے جس سبزی (باقلا) کی مجھے خواہش ہے وہ تو عراق میں پیدا ہوتی ہے اور عراق یہاں سے لمبی مسافت پر ہے۔ اسی خیال میں تھے کہ کسی اعرابی نے آواز لگائی گرم باقلا اور روٹی۔ آگے بڑھ کر پوچھا تمہارے پاس گرم باقلا اور روٹی ہے؟ اس نے کہا: ہاں' اور اپنے جسم کی ایک چادر اتار کر بچھا دی۔ اس پر وہی سبزی اور روٹی گرم گرم رکھ دی اور تقاضا کر کے تین بار پیٹ بھر کھلایا۔ چوتھی بار اس نے مزید کھانے کا تقاضا کیا تو انہوں نے پوچھا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو میرے لئے اس بیابان میں بھیجا' بتایئے آپ کون ہیں؟ اعرابی نے کہا: میں خضر ہوں اور غائب ہو گئے۔ سلام اللہ ورضوانہ علیہ۔

☆...... مکہ مکرمہ میں ایک جنازہ کی تدفین کے بعد ایک شخص تلقین کرنے لگا۔ اس وقت شیخ نجم الدین اصفہانی مسکرانے لگے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا تلقین کرنے والا بیٹھا تو صاحب قبر نے کہا۔ **الاتعجبون من میت یلقن حیا**۔ کیا تم لوگوں کو تعجب نہیں کہ مردہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے۔

☆...... مرکز عارفاں' مورد کاملاں' مدینہ منورہ میں خاص مرقد نبوی کے پاس سر شام ایک سالک نے کسی عجمی زائر کو دیکھا جو سرکار سے رخصت ہو رہا تھا۔ بزرگ نے

اس شخص میں روحانی کمال کے آثار دیکھ کر اس کے پیچھے چلنا شروع کیا۔ مسجد ذوالحلیفہ میں جا کر درود شریف پڑھا اور تلبیہ کہا۔ بزرگ نے بھی ویسا ہی کیا اور ان کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کیا۔ عجمی بزرگ: آخر تم کیا چاہتے ہو؟ میں آپ کی معیت کا خواہش مند ہوں۔ عجمی بزرگ: جی نہیں! عرض کیا: اگر مجھے اپنی صحبت سے محروم نہ کریں تو بڑا کرم ہو گا۔ عجمی بزرگ: اچھا ٹھیک ہے۔ اگر سچ مچ ساتھ رہنا چاہتے ہو تو میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔

چند ثانیہ دونوں آدمیوں کا سفر جاری رہا۔ سالک کو ان راستوں کی شناخت نہ ہو سکی۔ رات کچھ گزری تو چراغوں کی روشنی نظر آئی۔ عجمی بزرگ نے کہا: یہ مسجد عائشہ ہے تم آگے بڑھو گے یا میں چلوں۔

سالک نے کہا: آپ جو پسند فرمائیں۔ عجمی بزرگ پہلے اور سالک ان کے بعد مسجد میں پہنچے۔ سالک وہاں سو رہے۔ صبح ہوئی تو سالک مکہ مکرمہ میں طواف سعی کر کے اس زمانے کے عظیم بزرگ شیخ ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے۔ شیخ اس وقت دیگر مشائخ کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے۔ انہیں دیکھا تو سلام و کلام کے بعد پوچھا۔ مدینہ منورہ سے کب آئے؟ سالک: رات آیا ہوں۔ شیخ کتانی: وہاں سے کب چلے تھے؟ سالک: شب گزشتہ (اس کے بعد سالک نے سارا واقعہ ذکر کیا تو سب لوگ تعجب سے دیکھتے رہ گئے) شیخ کتانی: شاید تم نہیں جانتے کہ تم نے رات کس کے ہمراہ یہ سفر کیا؟ یہ حضرت ابوجعفر دامغانی تھے۔ اس کے بعد شیخ کتانی نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا: جاؤ اور شیخ دامغانی کو تلاش کرو اور سالک کی طرف متوجہ ہوئے۔ ''میرے عزیز! تمہارے احوال تو ایسے نہیں ہیں کہ تم ایک رات میں مدینہ منورہ سے مکہ پہنچ جاؤ۔ بتاؤ حضرت دامغانی کے ہمراہ چلتے ہوئے زمین تمہارے قدموں تلے کیسی محسوس ہو رہی تھی۔'' سالک: بالکل اس طرح جیسے موج رواں کشتی تلے محسوس ہوتی ہے۔ (روض الریاحین)



# (120)

# بارہ سواروں کا قافلہ

حضرت سیّدنا امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے ایک بزرگ نے یہ واقعہ سنایا کہ میں اولیاء کرام رحمھم اللہ کی تلاش میں ہر وقت سرگرداں رہتا اور ان کی قیام گاہوں کو ڈھونڈنے کے لئے صحراؤں' پہاڑوں اور جنگلوں میں پھرتا تاکہ ان کی صحبت سے فیضیاب ہوسکوں۔

ایک مرتبہ اسی مقصد کے لئے مصر کی طرف روانہ ہوا۔ جب میں مصر کے قریب پہنچا تو ویران سی جگہ میں ایک خیمہ دیکھا جس میں ایک ایسا شخص موجود تھا جس کے ہاتھ' پاؤں اور آنکھیں (جذام کی) بیماری سے ضائع ہوچکی تھیں لیکن اس حالت میں بھی وہ مردِ عظیم ان الفاظ کے ساتھ اپنے رب کی حمد وثنا کررہا تھا۔

''اے میرے پروردگار! میں تیری وہ حمد کرتا ہوں جو تیری تمام مخلوق کی حمد کے برابر ہو۔ اے میرے پروردگار! بے شک تو تمام مخلوق کا خالق ہے اور تو سب پر فضیلت رکھتا ہے' میں اس انعام پر تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے مجھے اپنی مخلوق میں کئی لوگوں سے افضل بنایا۔''

وہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب میں نے اس شخص کی یہ حالت دیکھی تو میں نے کہا: ''خدا کی قسم! میں اس شخص سے یہ ضرور پوچھوں گا کہ کیا حمد کے یہ پاکیزہ کلمات تمہیں سکھائے گئے ہیں یا تمہیں الہام ہوئے ہیں؟'' چنانچہ اسی ارادے سے میں اس کے پاس گیا اور اسے سلام کیا۔ اس نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا:

''اے مردِ صالح! میں تم سے ایک چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہوں کیا تم مجھے جواب دو گے؟'' وہ کہنے لگا: ''اگر مجھے معلوم ہوا تو ان شاء اللہ ضرور جواب دوں گا۔'' میں نے کہا: ''وہ کون سی نعمت ہے جس پر تم اللہ تعالیٰ کی حمد کر رہے ہو اور وہ کون سی فضیلت ہے جس پر تم شکر ادا کر رہے ہو؟'' (حالانکہ تمہارے ہاتھ' پاؤں اور آنکھیں وغیرہ سب ضائع ہو چکی ہیں پھر بھی تم کس نعمت پر حمد بجالا رہے ہو)

وہ شخص کہنے لگا: ''کیا تو دیکھتا نہیں کہ میرے رب نے میرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟'' میں نے کہا: ''کیوں نہیں' میں سب دیکھ چکا ہوں۔'' پھر وہ کہنے لگا: ''دیکھو! اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو مجھ پر آسمان سے آگ برسا دیتا جو مجھے جلا کر راکھ بنا دیتی' اگر وہ پروردگار چاہتا تو پہاڑوں کو حکم دیتا اور وہ مجھے تباہ و برباد کر ڈالتے' اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سمندر کو حکم فرماتا جو مجھے غرق کر دیتا یا پھر زمین کو حکم فرماتا تو وہ مجھے اپنے اندر دھنسا دیتی لیکن دیکھو' اللہ تعالیٰ نے مجھے ان تمام مصیبتوں سے محفوظ رکھا پھر میں اپنے ربّ کا شکر کیوں نہ ادا کروں' اس کی حمد کیوں نہ کروں اور اس پاک پروردگار سے محبت کیوں نہ کروں؟''

پھر مجھ سے کہنے لگا: ''مجھے تم سے ایک کام ہے' اگر کر دو گے تو تمہارا احسان ہوگا۔'' چنانچہ وہ کہنے لگا: ''میرا ایک بیٹا ہے جو نماز کے اوقات میں آتا ہے اور میری ضروریات پوری کرتا ہے اور اسی طرح افطاری کے وقت بھی آتا ہے لیکن کل سے وہ میرے پاس نہیں آیا' اگر تم اس کے بارے میں معلومات فراہم کر دو تو تمہارا احسان ہوگا۔'' میں نے کہا: ''میں تمہارے بیٹے کو ضرور تلاش کروں گا اور پھر میں یہ سوچتے ہوئے وہاں سے چل پڑا کہ اگر میں نے اس مردِ صالح کی ضرورت پوری کر دی تو شاید اسی نیکی کی وجہ سے میری مغفرت ہو جائے۔'' چنانچہ میں اس کے بیٹے کی تلاش میں ایک طرف چل دیا۔ چلتے چلتے جب ریت کے دو ٹیلوں کے درمیان پہنچا تو وہاں منظر دیکھ کر میں ٹھٹک کر رک گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک درندہ ایک لڑکے کو چیر پھاڑ کر اس کا گوشت کھا رہا ہے' میں سمجھ گیا کہ یہ اسی شخص کا بیٹا ہے' مجھے اس کی موت پر بہت افسوس ہوا اور میں نے انا للہ وانا الیہ

راجعون کہا اور واپس اسی شخص کے خیمے کی طرف چل دیا۔
میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر میں نے اس پریشان حال شخص کو اس کے بیٹے کی موت کی خبر فوراً سنادی تو یہ وہ خبر سن کر کہیں مر ہی نہ جائے۔ آخر کس طرح اسے یہ غمناک خبر سناؤں کہ اسے صبر نصیب ہو جائے چنانچہ میں اس شخص کے پاس پہنچا۔ اسے سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا: ''میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کیا تم جواب دو گے؟'' یہ سن کر وہ کہنے لگا: اگر مجھے معلوم ہوا تو انشاء اللہ ضرور جواب دوں گا۔'' میں نے کہا: ''تم یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت سیّدنا ایوب علیہ السلام کا مرتبہ زیادہ ہے یا آپ کا؟'' یہ سن کر وہ کہنے لگا: ''یقیناً حضرت ایوب علیہ السلام کا مرتبہ و مقام ہی زیادہ ہے۔'' پھر میں نے کہا: ''جب آپ علیہ السلام کو مصیبتیں پہنچیں تو آپ علیہ السلام نے ان بڑی بڑی مصیبتوں پر صبر کیا یا نہیں؟'' وہ کہنے لگا: ''حضرت سیّدنا ایوب علیہ السلام نے کما حقہ مصیبتوں پر صبر کیا۔'' پھر میں نے کہا: ''ان کو تو اس قدر بیماری اور مصیبتیں پہنچیں کہ جو لوگ ان سے بہت زیادہ محبت کیا کرتے تھے انہوں نے بھی آپ علیہ السلام سے دوری اختیار کر لی اور راہ چلنے والے آپ علیہ السلام سے اعراض کرتے ہوئے چلتے تھے۔ کیا آپ علیہ السلام نے ایسی حالت میں صبر سے کام لیا یا نہیں؟'' وہ شخص کہنے لگا: ''آپ علیہ السلام نے ایسی حالت میں بھی صبر و شکر سے کام لیا اور صبر و شکر کا حق ادا کیا۔'' یہ سن کر میں نے اس شخص سے کہا: ''پھر تم بھی صبر سے کام لو! اپنے جس بیٹے کا تم نے تذکرہ کیا تھا اس کو درندہ کھا گیا ہے۔''
یہ سن کر اس شخص نے کہا: ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے میرے دل میں دنیا کی حسرت ڈال دی۔'' پھر وہ شخص رونے لگا اور روتے روتے اس نے جان دے دی۔ میں نے انا للہ و انا الیہ راجعون کہا اور سوچنے لگا کہ میں اس جنگل بیابان میں اکیلے اس کی تجہیز و تکفین کیسے کروں گا۔ یہاں اس ویرانے میں میری مدد کون کرے گا؟ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک ایک سمت مجھے دس بارہ سواروں کا فاصلہ نظر

آیا۔ میں نے انہیں اشارے سے اپنی طرف بلایا تو وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے پوچھا: ''تم کون ہو اور یہ مردہ شخص کون ہے؟'' میں نے انہیں سارا واقعہ سنایا تو وہ وہیں رک گئے اور اس شخص کو سمندر کے پانی سے غسل دیا اور اسے کفن پہنایا جوان کے پاس تھا پھر مجھے اس کی نماز جنازہ پڑھانے کو کہا تو میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہوں نے میری اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی۔

پھر ہم نے اس عظیم شخص کو اسی خیمہ میں دفن کر دیا۔ ان نورانی چہرے والے بزرگوں کا قافلہ ایک طرف روانہ ہو گیا۔ میں وہیں اکیلا رہ گیا۔ رات ہو چکی تھی میرا وہاں سے جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ مجھے اس صابر وشاکر انسان سے محبت ہو گئی تھی۔ میں اس کی قبر کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا تو میں نے خواب میں ایک نورانی منظر دیکھا کہ میں اور وہ شخص ایک سبز قبے میں موجود ہیں اور وہ سبز لباس زیب تن کئے کھڑے ہو کر قرآن کی تلاوت کر رہا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا: ''کیا تو میرا وہی دوست نہیں جس پر مصیبتیں ٹوٹ پڑی تھیں اور وہ انتقال کر گیا تھا؟'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا: ''ہاں! میں وہی ہوں۔'' پھر میں نے پوچھا: ''تمہیں یہ عظیم الشان مرتبہ کیسے ملا اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟'' یہ سن کر وہ کہنے لگا: ''الحمد للہ! مجھے میرے رب نے ان لوگوں کے ساتھ جنت میں مقام عطا فرمایا ہے جو مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں اور جب انہیں کوئی خوشی پہنچتی ہے تو شکر ادا کرتے ہیں۔''

حضرت سیدنا امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے جب سے اس بزرگ سے یہ واقعہ سنا ہے تب سے میں اہل مصیبت سے بہت زیادہ محبت کرنے لگا ہوں۔''

(عیون الحکایات)

# (121)

# محیر العقول واقعات

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حضرت ابراہیم بن طہمان کا ذکر آیا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیماری کی وجہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ یکدم سیدھے بیٹھ گئے۔ فرمانے لگے: ''صالحین اور نیک لوگوں کے تذکرے کے وقت ٹیک لگا کر بیٹھنا مناسب نہیں۔'' (الانساب للسمعانی' ج 1' ص 257)

☆......حلوان بن سمرہ بخارا کے قریب ایک بستی کے رہنے والے تھے۔ بڑے عابد و زاہد تھے۔ ایک دن اذان دے رہے تھے۔ بارش ہو رہی تھی۔ کسی نے ان کے نام اس وقت کے امیر و حکمران کا بند خط لا کر دیا۔ آپ نے لفافے پر امیر کا نام دیکھا تو اسے پڑھے بغیر کیچڑ میں یہ کہتے ہوئے پھینک دیا کہ ''میں کب سے حاکم کے کارندوں میں شامل ہوا ہوں؟'' اس کی اطلاع جب امیر کے پاس پہنچی تو اس نے کہا: الحمد للہ الذی جعل فی رعیتی من لایقرأ کتابی یعنی ''خدا کا شکر ہے کہ میری رعایا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو میرا خط نہیں پڑھتے۔''

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

(الانساب للسمعانی' ج 1' ص 272)

☆......ہشیم بن بشیر اصل میں بخارا کے تھے لیکن بغداد میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ ان کے والد بشیر باورچی تھے۔ کھانا پکانا پیشہ تھا۔ ہشیم کو بچپن ہی سے پڑھنے کا شوق تھا

انہیں اپنے آبائی پیشہ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی جبکہ ان کے گھر والوں کو ان کا پڑھنا پسند نہیں تھا۔ وہ گھر والوں کے نہ چاہنے کے باوجود مسلسل پڑھتے رہے۔ بغداد میں قاضی ابوشیبہ کا درس حدیث مشہور تھا۔ یہ اس میں پابندی سے جانے لگے۔ پابندی سے پڑھنے والا طالب علم استاد کی نظروں میں آجاتا ہے۔ ایک مرتبہ ہشیم بیمار ہوئے اور درس میں نہیں آئے۔ قاضی ابوشیبہ نے ان کا پوچھا۔ کسی نے کہا: بیمار ہے۔ فرمایا: ''چلئے ہم ان کی عیادت کر آتے ہیں۔'' عیادت کے لئے جانے لگے تو اہل مجلس اور شاگرد بھی ساتھ ہو گئے۔ سب نے بشیر باورچی کے گھر جا کر ان کے بیٹے ہشیم کی عیادت کی۔ قاضی کے واپس جانے کے بعد بشیر باورچی ان سے کہنے لگے: ''بیٹے! میں تمہیں علم حدیث حاصل کرنے سے روکتا تھا لیکن اب نہیں روکوں گا۔ یہ اس علم ہی کی برکت ہے کہ قاضی آج میرے دروازے پر آیا ورنہ مجھے اس کی کہاں امید تھی۔'' (تاریخ بغداد ج 14' ص 57)

☆......مشہور اموی حکمران مروان بن الحکم کے ایک بیٹے کا نام معاویہ تھا۔ مروان کا یہ بیٹا تھوڑے سے موٹے دماغ کا تھا۔ ایک مرتبہ دمشق میں ایک جگہ کھڑا اپنے بھائی عبدالملک کا انتظار کر رہا تھا۔ قریب میں ایک گدھا رہٹ یا چکی گھما رہا تھا۔ گدھے کے گلے میں گھنٹی تھی۔ ابن مروان نے گدھے کے مالک سے کہا: ''آپ نے اس کے گلے میں گھنٹی کیوں باندھ رکھی ہے؟'' مالک نے کہا: ''دراصل کبھی مجھ پر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے' ایسی حالت میں جب گھنٹی کی آواز سنائی نہیں دیتی تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ گدھا کھڑا ہے' چکی نہیں گھما رہا' میں آواز دیتا ہوں تو وہ چلنا شروع کر دیتا ہے۔'' ابن مروان نے کہا: ''اگر گدھا ایک ہی جگہ کھڑا ہو کر صرف اپنا سر دائیں بائیں ہلانے لگے۔ مالک کہنے لگا: ''یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے جب گدھے کے سر میں آپ کی عقل ہو جبکہ میرا گدھا اس عقل سے محروم ہے۔'' (البیان والتبیین' ج 2' ص 136)

☆......ایک مرتبہ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کسی مجلس میں بیٹھے فرما رہے تھے ''میں نے چالیس (40) سال اس طرح بسر کیے کہ اذان سے قبل مسجد میں موجود ہوتا

تھا۔'' یہ کہہ کر وہ نماز کے ارادے سے اٹھے تو دیکھا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے نکل رہے تھے۔ (المستطرف فی کل فن مستظرف' ص73)

☆......ایک مرتبہ قتادہ کہنے لگے: ''میں آج تک کوئی چیز نہیں بھولا۔'' پھر غلام کو آواز لگائی ''ذرا میرے جوتے لے آنا۔'' غلام نے ادب سے پاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا ''حضرت! جوتے تو آپ پہنے ہوئے ہیں۔'' (ص73)

☆......رشتوں کے متعلق یہی شریعت کا معیار ہے کہ دین اور تقویٰ کو پیش نظر رکھا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص نے آ کر کہا: ''میری ایک بیٹی ہے' مجھے اس سے بہت محبت ہے' مختلف لوگوں نے پیغام نکاح بھیجا ہے۔ آپ بتائیں میں اس کے لئے کیسے آدمی کا انتخاب کروں؟'' حضرت بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اس کی شادی ایسے آدمی سے کرایئے جو اللہ سے ڈرتا ہو' متقی ہو' کیونکہ اس طرح کے آدمی کو اگر آپ کی بیٹی سے محبت ہو گی تو اس کی عزت کرے گا' نفرت ہو گی تو اس پر ظلم نہیں کرے گا۔'' (ارشاد الساری شرح بخاری' ج11' ص365)

☆......ایک شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں فضول گوئی میں مصروف تھا جب کافی دیر گزر گئی تو کہنے لگا: ''اے امیر المومنین! کیا میں خاموش ہو جاؤں؟'' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تم نے کوئی ''بات'' بھی کی ہے؟'' (عیون الاخبار' جلد2' ص174)

☆......ابن سماک تقریر کر رہا تھا' اس کی باندی گھر بیٹھی سن رہی تھی' وہ تقریر سے فارغ ہو کر گھر آیا اور باندی سے پوچھا: ''میری تقریر کیسی رہی؟'' اس نے جواب دیا ''تقریر تو بہت اچھی تھی مگر ایک بات کو بار بار دہرانا پسند نہیں آیا۔'' ابن سماک نے کہا: ''میں بار بار اس لئے دہرا رہا تھا تاکہ جو نہیں سمجھا وہ سمجھ جائے۔'' باندی نے کہا: ''جب تک نہ سمجھنے والوں کو آپ سمجھاتے رہے اس وقت تک سمجھنے والے اکتاتے رہے۔''

(ص178)

☆......مولانا عبدالعزیز میمنی برصغیر میں عَربی ادب کے نامور ادیبوں میں سے ہیں۔ڈاکٹر خورشید رضوی ان کے متعلق لکھتے ہیں:

''انہوں نے مطالعہ میں کیسی جانکاہ محنت کی تھی' اس کا اندازہ اس بات سے ہوگا کہ ایک روز از روئے شفقت انہوں نے میرے حافظے کی تعریف فرمائی تو میں نے عرض کیا: حافظہ تو دراصل آپ کا ہے کہ اس پیرانہ سالی میں آپ کو اسقدر ادبی سرمایہ نوک زبان ہے۔فرمایا: نہیں' آپ ایک بار سن کر یاد رکھتے ہیں جب کہ میں نے یہ سب کچھ سو سو مرتبہ نظر سے گزارا ہے۔'' (تالیف از ڈاکٹر خورشید رضوی' ص 64)

بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا
روشن شرر تیشہ سے ہے خانہ فرہاد

☆......عرب کے مشہور عاشق شاعر ''کثیر'' سے کسی نے پوچھا: ''آپ نے شعر کہنا کیوں چھوڑ دیا؟'' اس نے جواب دیا ''میری محبوبہ عزہ مرگئی ہے لہٰذا تازگی ونشاط باقی نہیں رہا' جوانی ساتھ چھوڑ گئی ہے' اس لئے لطف نہیں آتا اور ابن لیلٰی (عبدالعزیز بن مروان) دنیا سے چلا گیا ہے اس لئے دل نہیں چاہتا' ان تینوں سے میری شاعری کی دنیا آباد تھی۔وہ نہ رہے تو شاعری کس کے لئے؟'' (عیون الاخبار' ص 185)

☆......ایک اعرابی ملتزم کے پاس کھڑا یوں دعا کر رہا تھا ''اے اللہ! تیرے جو حقوق مجھ پر ہیں وہ مجھے بخش دے اور لوگوں کی جو ادائیگیاں مجھ پر لازم ہیں' انہیں اپنے ذمہ لے لے' تو ہر مہمان کی مہمان نوازی کرتا ہے اور میں بھی مہمان ہوں لہٰذا آج کی مدات جنت سے میری مہمان نوازی فرما۔'' (عیون الاخبار' ص 285)



# (122)

# عیسیٰ ابن مریم کا دردانگیز واقعہ

(ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے مثنیٰ بن معاذ بن معاذ عنبری نے خبر دی' انہیں محمد بن سباع نمیری نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام کے کسی شہر میں جا رہے تھے' اچانک شدت کی بارش اور گرج و چمک ہونے لگی۔ عیسیٰ علیہ السلام (بارش سے بچنے کے لئے) کوئی ٹھکانہ تلاش کرنے لگے' چنانچہ انہیں دور جنگل میں ایک خیمہ دکھائی دیا۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ اس خیمے میں ایک عورت ہے۔ وہاں سے واپس ہوئے تو انہیں ایک پہاڑ کے اندر ایک غار نظر آیا۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ اندر شیر بیٹھا ہوا ہے۔ غار پر ہاتھ سے سہارا لگا کر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا باری تعالیٰ! تو نے اپنی ہر مخلوق کا ٹھکانہ بنایا ہے مگر میرا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ سے جواب ملا تیرا ٹھکانہ میری رحمت ہے (چند روز صبر کر لو) قیامت کے روز میں ایسی حوروں سے تیری شادی کر دوں گا جنہیں میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور چار ہزار سال تک تیرے ولیمے کا کھانا کھلاؤں گا جن میں سے ایک دن پوری دنیا (کی عمر) کے برابر ہو گا۔ میں ایک منادی کو حکم دوں گا کہ وہ یہ اعلان کرے' دنیا کے زاہدین کہاں ہیں؟ وہ زاہدین عیسیٰ بن مریم کی شادی (کی تقریب) میں پہنچیں۔

(الاحیاء' 219/3' تاریخ دمشق لابن منظور' 117/20)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے عون بن ابراہیم نے خبر دی' انہیں احمد بن ابوالحواری نے' انہیں ابوجعفر مصری نے' وہ فرماتے ہیں: جنت میں تین سو سال تک عیسیٰ

اور یحییٰ علیہما السلام کا ولیمہ کھلایا جائے گا اور اس دعوت میں ان لوگوں کو مدعو کیا جائے گا جو پھٹے پرانے کپڑوں اور کسمپرسی کے عالم میں ہوتے ہیں۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے زیاد بن ایوب نے خبر دی' انہیں سعید بن عامر نے' انہیں معتمر بن سلیمان نے' وہ فرماتے ہیں: عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میرے دنیا میں آنے سے قبل بھی دنیا موجود تھی' میرے چلے جانے کے بعد بھی رہے گی' میں تو چند دنوں کے لئے یہاں آیا ہوں۔ اگر ان چند دنوں میں (آخرت کی تیاری کر کے) سعادت حاصل نہ کر سکا تو پھر کب سعادت حاصل کروں گا۔ (تاریخ لابن منظور' 128/20)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے علی بن حسین نے خبر دی' وہ ابن ابوالحواری سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: میں نے ابوسلیمان سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ ایک مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام ایک بڑھیا کے خیمے کے سائے میں بیٹھ گئے۔ بڑھیا بولی اے اللہ کے بندے یہاں سے اٹھ جاؤ۔ عیسیٰ علیہ السلام وہاں سے اٹھ کر دھوپ میں جا بیٹھے اور فرمانے لگے اے بڑھیا! مجھے اس سائے سے تو نے نہیں اٹھایا بلکہ مجھے تو اس ذات نے اٹھایا ہے جو مجھے دنیا سے بچانا چاہتی ہے۔ (ایضاً' 116/205)



# (123)

# نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: عین دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر سے نکل کر مسجد کی طرف چلے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو فرمایا اس وقت نکلنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شدت بھوک کی وجہ سے گھر سے نکلا ہوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں بھی شدت بھوک کی وجہ سے گھر سے نکلا ہوں۔ دونوں حضرات میں ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے اور ان حضرات کے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا: اس نامناسب وقت میں کیسے؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم، سوائے بھوک کے اور کسی چیز نے ہمیں نہیں نکالا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں بھی بھوک کی وجہ سے نکلا ہوں۔ فرمایا: آؤ چلیں۔ یہ تینوں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور ان کی بیوی نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو مرحبا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ابوایوب کہاں ہیں؟ انہوں نے یہ بات سن لی اور اپنے باغ سے آئے اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو مرحبا ہو۔ پھر عرض کیا: آقا: اس وقت تو آپ تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے ٹھیک کہا۔ پھر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ باغ میں گئے اور کھجوروں کا ایک خوشہ جس میں سب قسم کی سب کھجوریں تھیں لائے اور پیش کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا کیا، سب

کھجوریں لائے۔ حضرت ابوایوب صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: حضورؐ مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ آپ اس کی پکی' تر اور نیم پکی نوش فرمائیں۔ میں ابھی بکری ذبح کرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر بکری ذبح کرنی ہو تو دودھ والی ذبح نہ کرنا۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے سال کا بچہ ذبح کیا اور اپنی بیوی سے کہا تو روٹی پکا۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے آدھا گوشت پکایا اور آدھا بھونا۔ جب کھانا تیار ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑا سا گوشت روٹی پر رکھ کر فرمایا: اے ابوایوب رضی اللہ عنہ یہ فاطمہ کو دے آؤ۔ اس نے اس جیسا کھانا مدتوں سے نہیں کھایا۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کھانا لے کر تشریف لے گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی کھانا کھا چکے اور پیٹ بھر گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ روٹی اور گوشت اور کھجوریں خشک' تازہ' تر اور نیم پکی ہوئی (ان نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے متعلق تم سے قیامت کے دن سوال کیا جائے گا۔ (طبرانی وابن حبان کذا فی حیاۃ الصحابہ' ج 2' ص 326)



# (124)

## حضرت شمس الدین محمد بن محمد جزری رحمۃ اللہ علیہ

ان کی کنیت ابوالخیر اور لقب قاضی القضاۃ ہے۔ان کے والد بہت بڑے تاجر تھے مگر کوئی اولاد نہیں تھی۔ چنانچہ حج کو گئے تو زمزم شریف کے کنویں کے پاس زمزم شریف پیتے وقت اولاد کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اتنا بلند مرتبہ فرزند عطا فرمایا۔

یہ 25 رمضان 751ھ میں بمقام دمشق پیدا ہوئے اور مغرب کے بڑے بڑے شہروں کی مرکزی درسگاہوں میں سفر کر کے فقہ وحدیث اور فن قرأت کا علم حاصل کیا اور خوب خوب علم قرأت وحدیث کی تعلیم واشاعت سے بندگان خدا کو فائدہ پہنچایا اور اس قدر شہرت حاصل ہوئی کہ ملک روم میں امام اعظم کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ بہت خوبصورت اور فصیح و بلیغ تھے اور بہترین لباس پہنتے تھے۔ بارہا حج کیا اور باوجودیکہ آپ کے پاس علم حدیث وقرأت کے طلبہ کا ہر وقت میلہ لگا رہتا تھا مگر پھر بھی اپنے اوراد و وظائف اور کثرت عبادت کے بہت پابند تھے۔ سفر اور وطن میں ہمیشہ ساری رات شب بیداری کرتے تھے اور نوافل پڑھتے تھے۔ ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو روزہ رکھتے اور ہر مہینے میں بھی تین روزے برابر رکھتے تھے۔

آپ نے علم حدیث وفن قرأت میں بہت سی مفید کتابیں تصنیف فرمائی ہیں مگر آپ کی دو کتابیں اہل علم میں بہت مشہور ہیں۔ ایک حصن حصین اور دوسری النشر فی القرأت العشر۔ اخیر عمر میں شیراز کی سکونت اختیار کر لی تھی اور شیراز ہی میں جمعہ کے دن 833ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (بستان المحدثین)

# (125)

# گریہ شکر

ہمارے جان و دل قربان ہوں مکہ مکرمہ' سوق اللیل کے اس مکان کی دہلیز پر جہاں کونین کے سرتاج' رحمت دو عالم' سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔

اس دہلیز پر حضرت ابراہیم ادہم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے آنسو بہا رہے تھے۔ راستہ تنگ ہے' لوگوں کی آمد و رفت ہے۔ انہیں اسی حال میں دور سے حضرت سفیان بن ابراہیم نے دیکھا۔ حضرت ابراہیم بن ادہم کی نظر سفیان پر پڑی تو دیوار سے چپک رہے۔ سفیان قریب پہنچ گئے۔ اس مقام مبارک پر درود پڑھا اور حضرت ابراہیم سے رونے کی وجہ دریافت کی اور پوچھا یہاں رونا کیسا ہے؟ حضرت ابراہیم: اچھا ہے۔

تفتیش حال کے لئے حضرت سفیان نے دو تین بار چکر لگا کر انہیں دیکھا۔ ہر بار روتے ہی پایا۔ وجہ گریہ جاننے کے لئے حضرت سفیان نے جب کئی بار تقاضا کیا تو جواب ملا۔ حضرت ابراہیم: تیس سال کا عرصہ ہوا مجھے سکبا (ایک قسم کی دلیا' جو کوٹا ہوا گیہوں' سرکہ' مصری یا شکر' گوشت اور کشمش ڈال کر بنتی ہے) کھانے کی خواہش ہوئی تھی۔ رات کیا ہوا کہ خواب میں ایک خوبصورت جوان سے ملاقات ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک سبز رنگ کا پیالہ تھا جس سے بھاپ نکل رہی تھی اور سکبا کی خوشبو پھیل رہی تھی۔ اس نے لا کر مجھے دیا اور کہا ابراہیم لو اسے کھاؤ۔ میں نے کہا: جو چیز خدا کے لئے ترک کر دی ہو کیسے کھاؤں؟ اس نے کہا: کیا خود خدا ہی اگر کھلائے پھر بھی نہیں کھاؤ گے؟ بخدا اس کی بات کا میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ سوائے اس کے میری آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔ اس

نے پھر تقاضا کیا لو کھاؤ' اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ میں نے کہا: ہمیں یہ حکم ہے کہ بغیر علم کے کوئی چیز اپنے برتن میں نہ ڈالیں۔ اس جوان نے پھر کہا اللہ تعالیٰ تم سے درگزر فرمائے کھالو' یہ طعام مجھے جنت کے داروغہ نے لا کر دیا ہے اور کہا ہے کہ اے خضر! یہ لے جا کر ابراہیم کو کھلاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی جان پر رحم فرمایا ہے۔ اس نے عظیم صبر کیا اور خود کو خواہشات سے روکا۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کھلا رہا ہے اور تم منع کر رہے ہو؟ اے ابراہیم! میں نے فرشتوں سے سنا ہے کہ جس شخص کو بے مانگے دیا جائے اور وہ نہ لے اس کا انجام یہ ہو گا کہ ایک وقت طلب کرے گا اور نہ پائے گا۔ میں نے کہا: اگر ایسا ہی ہے تو میں تمہارے روبرو موجود ہوں۔ خدا کا یہ عہد اب تک نہیں توڑا ہے۔

ابھی اتنی بات ہوئی تھی کہ ایک دوسرا نوجوان وہاں آیا اور اس نے حضرت خضر کو کچھ دیا اور کہا لقمے بنا کر ابراہیم کے منہ میں اپنے ہاتھ سے کھلا دو۔ اس کے بعد میں حضرت خضر کے ہاتھ سے کھاتا رہا۔ جب میں سو کر بیدار ہوا تو کھانے کا ذائقہ میری زبان پر اور رنگ زعفران ہونٹوں پر موجود تھا۔ میں نے چاہ زمزم پر جا کر منہ دھویا' کلی کی مگر نہ زبان سے لذت دور ہوئی نہ لبوں سے رنگ زعفران۔ حضرت سفیان نے ان کے ہونٹوں پر غور کیا تو اس وقت بھی رنگ زعفران موجود تھا۔ حضرت سفیان نے یہ دیکھ کر وہیں کھڑے کھڑے حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلہ سے اپنے حق میں دعا کی اور دیر تک مناجات کرتے رہے۔ (روض الریاحین)



# (126)

# قدرت کا کرشمہ

حضرت سیّدنا زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے والد نے بتایا کہ ایک مرتبہ حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کے درمیان جلوہ فرما تھے کہ اچانک ہمارے قریب سے ایک شخص گزرا جس نے اپنے بچے کو کندھوں پر بٹھا رکھا تھا۔ حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب ان باپ بیٹے کو دیکھا تو فرمایا: ''جنتی مشابہت ان دونوں میں پائی جا رہی ہے۔ میں نے آج تک ایسی مشابہت اور کسی میں نہیں دیکھی۔'' یہ سن کر اس شخص نے عرض کی: ''اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! میرے اس بچے کا واقعہ بہت عجیب و غریب ہے۔ اس کی ماں کے فوت ہونے کے بعد اس کی ولادت ہوئی ہے۔'' یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پورا واقعہ بیان کرو۔'' وہ شخص عرض کرنے لگا ''اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! میں جہاد کے لئے جانے لگا تو اس کی والدہ حاملہ تھی۔ میں نے جاتے وقت دعا کی ''اے اللہ تعالیٰ! میری زوجہ کے پیٹ میں جو حمل ہے میں اسے تیرے حوالے کرتا ہوں تو ہی اس کی حفاظت فرمانا۔''

یہ دعا کر کے میں جہاد کے لئے روانہ ہو گیا جب میں واپس آیا تو مجھے بتایا گیا کہ میری زوجہ کا انتقال ہو گیا ہے مجھے بہت افسوس ہوا۔ ایک رات میں نے اپنے چچازاد بھائی سے کہا: ''مجھے میری بیوی کی قبر پر لے چلو۔'' چنانچہ ہم جنت البقیع میں پہنچے اور اس نے میری بیوی کی قبر کی نشاندہی کی۔ جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ قبر سے روشنی کی کرنیں باہر آ رہی ہیں۔ میں نے اپنے چچازاد بھائی سے کہا: ''یہ روشنی کیسی ہے؟'' اس نے جواب

دیا ''اس قبر سے ہر رات اسی طرح روشنی ظاہر ہوتی ہے' نہ جانے اس میں کیا راز ہے؟''
جب میں نے یہ سنا تو ارادہ کیا کہ میں ضرور اس قبر کو کھود کر دیکھوں گا' چنانچہ میں نے پھاوڑا منگوایا۔ ابھی قبر کھودنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ قبر خود بخود کھل گئی۔ جب میں نے اس میں جھانکا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ نظر آیا کہ یہ میرا بچہ اپنی ماں کی گود میں بیٹھا کھیل رہا تھا۔ جب میں قبر میں اترا تو کسی ندا دینے والے نے ندا دی ''تو نے جو امانت اللہ تعالیٰ کے پاس رکھی تھی وہ تجھے واپس کی جاتی ہے' جا! اپنے بچے کو لے جا' اگر تو اس کی ماں کو بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد کر جاتا تو اسے بھی صحیح وسلامت پاتا۔'' میں نے اپنے بچے کو اٹھایا اور قبر سے باہر نکلا جیسے ہی میں قبر سے باہر نکلا قبر پہلے کی طرح دوبارہ بند ہوگئی۔

(عیون الحکایات' کتاب الدعا للطبرانی ج۲ص۱۸۳)



# (127)

# حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان وشوکت

(امام ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ربیع بن تغلب نے خبر دی' انہیں ابواسمٰعیل مودب نے' وہ عبداللہ بن مسلم بن ہرمزکی سے روایت کرتے ہیں' وہ ابوالعالیہ شامی سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سیاہی مائل رنگ کے اونٹ پر سوار ہو کر "جابیہ" تشریف لائے۔ ننگے سر ہونے کی وجہ سے آپ کی کھوپڑی دھوپ میں چمک رہی تھی۔ رکاب نہ ہونے کی وجہ سے آپ کے پاؤں کجاوے کے دونوں طرف لٹک رہے تھے اور ایک فیخ شہر کی بنی ہوئی اونی چادر زین کے طور پر اونٹ پر ڈالی ہوئی تھی۔ سواری پر وہی زین تھی پڑاؤ کے وقت وہی چادر بستر تھی۔ ایک دھاری دار جبہ تھیلے کے طور پر تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ سفر کے دوان یہ تھیلے کا کام دیتا اور پڑاؤ کے وقت یہی تکیہ ہوتا۔ سوت کا بنا ہوا ایک کرتہ پہنے ہوئے تھے جو انتہائی میلا کچیلا ہو چکا تھا اور کئی جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ فرمانے لگے یہاں کے امیر کو بلاؤ۔ لوگوں نے وہاں کے حلومس نامی امیر کو بلا دیا۔ وہ آیا تو فرمایا: میرا کرتہ دھلوا دو اور اسے پیوند بھی لگوا دو اور مجھے عاریۃً کوئی کرتہ یا کوئی کپڑا جسم ڈھانپنے کے لئے دے دو۔ کتان کا ایک قمیص پیش کیا گیا تو پوچھا: یہ کیا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ کتان ہے۔ فرمایا: کتان کیا چیز ہے؟ لوگوں نے بتا دیا چنانچہ آپ نے اپنا کرتہ اتار دیا اور وہ پہن لیا۔ جب دھل کر پیوند لگ کر آ گیا تو آپ نے اپنا کرتہ پہن لیا اور ان کا کرتا اتار کر ان کے حوالے کر دیا۔ حلومس امیر قریۂ کہنے لگا' آپ پورے عرب کے بادشاہ ہیں۔ یہاں یہ اونٹ کی سواری آپ کے

لئے مناسب نہیں۔ چنانچہ ایک ترکی گھوڑا لا کر بغیر کجاوے اور زین کے اس پر ایک چادر ڈال دی گئی۔ آپ اس پر سوار ہو گئے۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ فرمانے لگے اسے روکو! اسے روکو! آج سے پہلے مجھے علم نہیں تھا کہ لوگوں نے شیطان پر بھی سواری شروع کر دی ہے۔ یہ کہہ کر نیچے اتر آئے۔ آپ کا اونٹ لایا گیا اسی پر سوار ہوئے۔

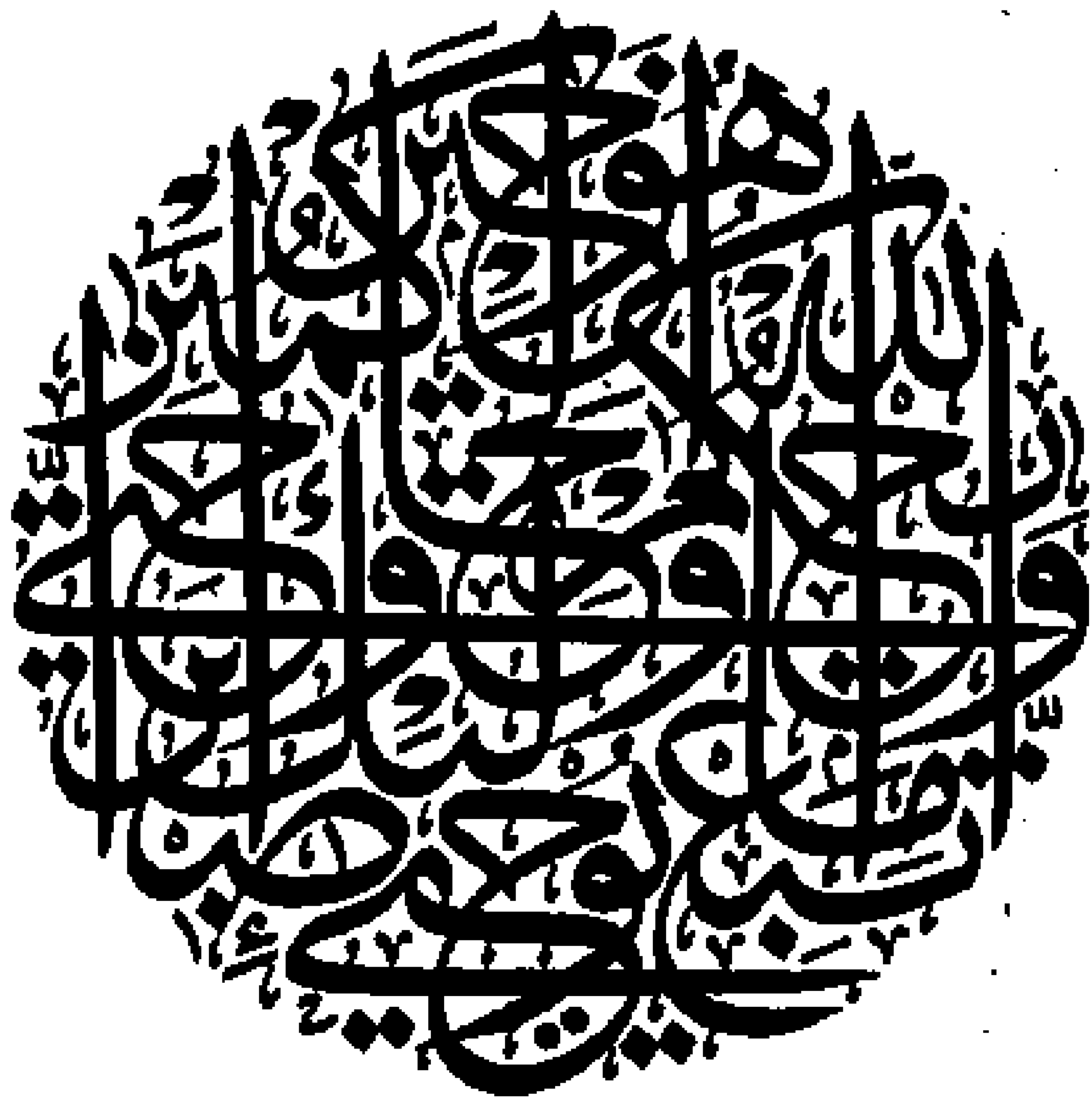
(تاریخ دمشق لابن منظور 332/18)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے حمزہ بن عباس نے خبر دی انہیں عبدان بن عثمان نے انہیں عبداللہ بن مبارک نے انہیں معمر نے وہ ہشام بن عروہ سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے والد سے وہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لائے تو لشکر کے امراء اور وہاں کے شرفاء نے آپ سے ملاقات کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میرے بھائی کہاں ہیں؟ لوگوں نے پوچھا آپ کے بھائی کون ہیں؟ فرمانے لگے ابوعبیدہ۔ انہوں نے بتایا کہ وہ ابھی حاضر ہوتے ہیں۔ اتنے میں وہ ایک اونٹنی پر سوار تشریف لے آئے جس کی لگام ایک رسی تھی۔ سلام کے بعد حال دریافت کیا۔ اس کے بعد باقی لوگوں سے کہا: تم یہاں سے چلے جاؤ پھر ان سے آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہوئے ان کے خیمے میں تشریف لے گئے وہاں قیام فرمایا۔ ان کے ہاں تلوار ڈھال اور ایک کجاوے کے علاوہ کچھ نظر نہ آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کچھ سامان تو فراہم کر لیتے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا امیر المومنین! ہمارے آرام کے لئے یہ بہت کافی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء 101/1 الاحیاء 323/3)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے اسحٰق بن اسمٰعیل نے خبر دی انہیں سفیان نے وہ ایوب بن عائذ سے روایت کرتے ہیں وہ قیس بن مسلم سے وہ طارق بن شہاب سے وہ فرماتے ہیں: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام جاتے ہوئے مخاض نامی پانی کے چشمے پر پہنچے تو اپنے موزے اتار کر ہاتھ میں لئے اور ایک ہاتھ سے اونٹ کی لگام پکڑ کر پانی میں داخل ہو کر اسے عبور کرنے لگے۔ لوگ دور سے آپ کی طرف دیکھ رہے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا آپ نے آج شامی لوگوں کی نظروں میں بڑا کام کر دیا کہ آپ موزے اتار کر اونٹ کی نکیل پکڑ کر پانی میں گھس گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: افسوس! ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تمہارے علاوہ کوئی اور یہ بات کہتا تو اچھا ہوتا (اس کے بعد فرمایا) تم ذلیل و حقیر لوگ تھے' اللہ نے دین کی بدولت تمہیں عزت عطا فرمائی۔ اگر تم لوگ دین کے علاوہ کسی اور چیز میں عزت تلاش کرو گے تو اللہ تمہیں ذلیل کر دیں گے۔

(حلیۃ الاولیاء' 27/1' تاریخ دمشق' 262/18)



# (128)

# آتا ہے غلاموں پہ انہیں پیار کچھ ایسا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبھی اصحاب روئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب شدید رنج ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک پکڑ لیتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین سے واپس ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ریش مبارک پر ٹپک رہے تھے۔ (الطبرانی وابن جریر کذافی الکنز' ج7' ص42 وکذافی حیاۃ الصحابۃ' ج2' ص419)

☆...... قطیہ بن مسلم نے بیان کیا کہ حجاج بن یوسف نے ہمیں کو خطبہ دیا تو اس میں قبر کا ذکر کیا اور برابر یہ کہتا رہا کہ وہ تنہائی کا گھر ہے' غربت کا گھر ہے۔ یہاں تک کہ خود بھی رویا اور ان لوگوں کو بھی جو اس کے آس پاس تھے' رلایا۔ پھر کہا میں نے امیر المومنین عبدالملک بن مروان سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے مروان سے سنا ہے مروان کہتے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو خطبہ ہمیں دیا اس میں فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (جب بھی) قبر کو دیکھا یا اس کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو دیئے (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہنے لگے)۔

(رواہ ابن عساکر فی الکنز' ج8' ص109' کذافی حیاۃ الصحابۃ' ج3' ص512)

☆...... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک سردی کی صبح اپنے گھر سے

نکلا۔ میں بھوکا تھا۔ مجھے کھانے کی تمنا تھی اور سردی سے میرے پاؤں نہیں جم رہے تھے۔ میں نے ایک کٹی ہوئی کھال جو میرے پاس تھی لے لی اور دو ٹکڑے کر کے اپنی گردن اور سینہ پر لپیٹ لیا تا کہ اس سے گرمائی حاصل کروں اور اللہ کی قسم! میرے گھر میں کوئی چیز ایسی نہیں تھی کہ جس کو میں کھاتا اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ہوتی تو مجھے ضرور ملتی۔ میں مدینہ سے باہر نکلا اور ایک یہودی جو باغ میں تھا اس کی طرف جھانکا۔ اس یہودی نے کہا: اے دیہاتی کیا ہے؟ کیا اس اجرت پر کام کر سکتا ہے کہ ایک ڈول پر ایک کھجور لے؟ میں نے کہا: ہاں۔ میں نے باغ کا دروازہ کھلوایا۔ اس نے میرے لئے کھول دیا۔ چنانچہ میں ایک ایک ڈول کھینچتا رہا اور وہ مجھے ایک ایک کھجور دیتا رہا یہاں تک کہ میں نے اپنی مٹھی بھر لی تو میں نے لے کر کہا یہ کافی ہے چنانچہ میں نے ان کو کھایا پھر پانی پیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مجمع میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں ہم لوگوں کے پاس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اپنی پیوند لگی ہوئی چادر میں آ گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وہ نعمتیں اور دولت جس میں وہ پہلے تھے یاد آ گئیں اور ان کی یہ موجودہ حالت دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوب روئے۔ پھر فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں سے ہر شخص صبح کو ایک جوڑا بدلے گا اور شام کو دوسرا جوڑا بدلے گا اور اپنے گھروں پر اس طرح پردہ ڈالتے رہو گے جس طرح کہ کعبہ پر غلاف پڑا رہتا ہے؟ ہم لوگوں نے عرض کیا: اس دن ہم لوگ بڑی خیریت کے ساتھ ہوں گے' مشقت سے بچائے جائیں گے' عبادت کرنے کے لئے فارغ ہوں گے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں' نہیں! بلکہ آج تم اس زمانے سے بہتر ہو۔

(رواہ الترمذی کمافی الکنز' ج3' ص312 کذافی حیاۃ الصحابہ' ج2' ص328)

☆......حضرت ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی

اللہ عنہ ایک دن مسجد میں داخل ہوئے ان پر ایک دھاری دار چادر تھی جو جگہ جگہ سے بوسیدہ ہوگئی تھی جس پر انہوں نے پوستین کے ٹکڑوں کا پیوند لگالیا تھا اس بات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر بڑا ترس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے آپ کے اصحاب پر بھی رقت طاری ہوگئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون کے پاس ان کی وفات کے بعد تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف اس طرح جھکے گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک پر رونے کا اثر دیکھا۔ دوبارہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف جھکے گویا آپ ان کو کوئی وصیت فرمارہے ہیں پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا۔ لوگوں نے آپ کی چشم مبارک پر رونے کا اثر دیکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف مائل ہوئے۔ اس کے بعد سر مبارک اٹھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رونے کی آواز تھی۔ اب لوگوں نے سمجھ لیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی۔ سب لوگوں نے رونا شروع کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ یہ شیطانی اثر ہے تو سب نے استغفار پڑھی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوسائب! میں تیرے پاس سے جارہا ہوں اور بے شک تو دنیا سے اس طرح رخصت ہوا کہ نہ تو نے دنیا سے کچھ لیا اور نہ دنیا نے تجھ سے کچھ لیا۔

(رواہ ابونعیم والطبرانی کذا فی حیاۃ الصحابۃ ج2 ص330)



# (129)

# صفوان بن سلیم، صالح مری

یہ دونوں حضرات محدث ہیں۔ حضرت صفوان رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام ہے ابوعبداللہ صفوان بن سلیم قرشی زہری۔ مدینہ منورہ کے نامور فقیہ وجلیل القدر تابعی محدث ہیں۔ انس بن مالک وعبداللہ بن عمر وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے فیض یافتہ عالم ہیں اور آپ کی درسگاہ سے مستفیض ہونے والوں میں سفیان ثوری وسفیان بن عیینہ جیسے سینکڑوں مشہور محدثین ہیں۔ فقیہ، کثیر الحدیث اور نہایت ہی عابد وزاہد تھے اور عام طور پر لوگ ان کو صاحب ولایت و باکرامت بزرگ مانتے تھے چنانچہ امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ صفوان بن سلیم کی بیان کردہ حدیثیں تو اس قابل ہیں کہ دعائے استسقاء کے وقت ان کو خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے اور صفوان بن سلیم وہ باخدا وصاحب کرامت بزرگ ہیں کہ اگر بارش کی دعا مانگتے وقت ان کا نام لے لیا جائے تو آسمان سے بارانِ رحمت کا نزول ہونے لگے۔

عبادت کا عجیب ذوق تھا کہ کڑکڑاتی ہوئی سردیوں میں چھت کے اوپر رات کو نماز پڑھتے اور سخت گرمیوں میں کوٹھری کے اندر بند ہو کر نماز نوافل ادا فرماتے تاکہ سردی و گرمی کی شدت سے نیند نہ آنے پائے۔

سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ صفوان بن سلیم نے قسم کھالی تھی کہ قبر کے سوا زمین پر پیٹھ لگا کر کبھی نہیں سوؤں گا چنانچہ تیس برس سے زیادہ مدت تک آپ نے بستر سے پیٹھ نہیں لگائی۔

کثرت نماز اور طویل سجدوں کی وجہ سے آپ کی پیشانی میں زخم پڑ گیا تھا۔ انس بن عیاض کہتے ہیں کہ صفوان بن سلیم اس قدر زیادہ عبادت کرتے تھے کہ اگر ان سے کہہ دیا جاتا کہ کل ہی قیامت آنے والی ہے تو وہ جتنی عبادت کرتے تھے اس سے زیادہ نہیں کر سکتے تھے۔

ابن حبان نے ان کو ثقاتِ محدثین کی فہرست میں لکھ کر ان کے بارے میں تحریر فرمایا: یہ مدینے میں بہت ہی اعلیٰ درجہ کے عابد و زاہد تھے۔

بہت ہی قناعت پسند و متوکل تھے۔ بادشاہوں اور امیروں کے نذرانوں سے انتہائی نفرت فرماتے تھے۔ 123ھ میں بہتر سال کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب وطبقات شعرانی)

☆......حضرت صالح مری رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو بشر اور نام صالح بن بشیر ہے۔ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ مری اس لئے کہلاتے ہیں کہ بنی بشر مرہ قبیلے کی ایک عورت نے آپ کو غلامی سے آزاد کیا تھا۔ آپ علم حدیث میں حسن بصری و ابن سیرین وقتادہ وغیرہ نامور محدثین کے شاگرد ہیں اور آپ کے تلامذہ کی بہت بڑی جماعت ہے جن میں بڑے بڑے نامی گرامی محدثین ہیں۔

آپ اپنے دور کے عابدوں اور زاہدوں میں بہت ممتاز عابد و زاہد تھے۔ آپ کی آواز بھی بڑی سریلی اور دلکش تھی۔ قرآن مجید اتنی خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے کہ بہت سے سامعین تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیتے تھے۔ آپ بہت ہی سحر بیان واعظ بھی تھے۔ عفان بن سلیم کا بیان ہے کہ درمیانِ وعظ میں خود ان کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ خوف الٰہی سے لرزتے اور کانپتے جاتے تھے اور اس قدر پھوٹ پھوٹ کر زار و قطار روتے تھے جس طرح کسی عورت کا اکلوتا بیٹا مر گیا ہو اور وہ اس کے غم میں زار زار رو رہی ہو۔ کبھی کبھی تو شدت گریہ اور بدن کے لرزنے سے آپ کے اعضاء کے جوڑ اٹھ جاتے تھے اور سامعین آپ کے وعظ سے اس قدر متاثر ہوتے تھے کہ بعض تڑپ تڑپ کر بے ہوش ہو جاتے اور

بعضوں کی روح پرواز کر جاتی تھی۔ خوف الٰہی کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ کسی قبر کو دیکھ لیتے تھے تو دو دو تین تین دن تک مبہوت و خاموش رہتے اور کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے۔

آپ کی ایک بڑی خاص کرامت یہ تھی کہ آپ قبرستان کے مردوں کی گفتگو سن لیتے تھے اور خود بھی مردوں سے گفتگو اور سوال و جواب کرتے تھے۔

خلیفہ نے آپ کا سن وفات 172ھ لکھا ہے اور امام بخاری کا قول ہے کہ آپ نے 176ھ میں وفات پائی۔ (نووی تہذیب التہذیب وطبقات)



# (130)

# پاس عہد اور مردان غیب

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے جب راہ مولا میں قدم رکھا اور اپنا گھر بار چھوڑ کر دشت نوردی اختیار کی' اس وقت ان کی اہلیہ کی گود میں ایک شیر خوار بچہ تھا۔ ایک بار شیخ دوران حج طواف میں مشغول تھے۔ ایک نہایت حسین وجمیل نوجوان کو دیکھ دیکھ کر روتے تھے۔ اس کے چہرے کی خوبصورتی اور حسن مردانہ پر دیکھنے والے عش عش کرتے تھے۔ شیخ کی حالت گریہ دیکھ کر لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ ایک شخص بولا شیخ کو غفلت نے گھیر رکھا ہے۔ آخر عرض کیا گیا کہ اس نوجوان کو دیکھ کر رونے کا سبب کیا ہے؟ فرمایا:

جان برادر! میں نے اپنے مالک ومولا سے ایک عہد کیا ہے جسے توڑنے کا مجھے یارا نہیں' ورنہ اس جوان کو قریب بلاتا اور اسے اپنے سینے سے چمٹاتا۔ یہ میرا نور نظر اور لخت جگر ہے۔ میں نے اسے کمسن چھوڑا تھا۔ مجھے رب تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ جس کو اس کے لئے خیر باد کہا۔ اسے پھر کس طرح قریب کروں۔ برادر تو میرے فرزند کے پاس جا اور میری طرف سے اس کو غائبانہ سلام پہنچا۔ ممکن ہے اس طرح میرے بے چین دل کو کچھ تسلی نصیب ہو۔

فرستادہ جب جوان کے پاس پہنچا اور کہا اللہ تعالیٰ تمہارے والد گرامی کو برکتوں سے نوازے۔ لڑکے نے باپ کا ذکر سنا تو کہنے لگا: ''عم محترم! کہاں ہیں میرے والد گرامی؟ وہ تو مجھے بچپن میں چھوڑ کر رب تعالیٰ کی طلب میں چلے گئے۔ کاش! میں ایک بار

ان کا دیدار کر لیتا۔ پھر چاہے میرا دم نکل جاتا' مجھے منظور ہے۔'' یہ کہہ کر وہ شدت کرب سے رونے لگا اور اس کا دم گھٹنے لگا۔ بخدا میں انہیں صرف ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہ شخص نوجوان کی یہ حالت دیکھ کر حضرت ابراہیم کے پاس آیا۔ حضرت ابراہیم سجدے میں سر رکھے گریہ زاری کر رہے تھے اور ان کے آنسوؤں سے کنکریاں بھیگ رہی تھیں۔ اس نے کہا: ابراہیم اپنے لڑکے کے حق میں دعا کرو۔ انہوں نے کہا: ''مولائے کریم اسے معاصی سے بچائے اور اپنی مرضی کے کاموں میں لگائے۔''

☆......راہ مولا کے ایک سالک کا واقعہ ہے کہ اس نے تنہا بے سروسامان سفر حج اختیار کیا اور رب تعالیٰ سے عہد کیا کہ کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ کئی روز بھوکا پیاسا رہا مگر کمزوری اور نقاہت اتنی بڑھی کہ چلنے کا یارا نہ رہا۔ اس نے سوچا اس طرح تو حج نہ کر سکوں گا۔ ایسی مجبوری میں جان بچانا فرض ہے۔ چلو کسی سے کچھ لے کر زندگی بچاؤں۔ دوسرے لمحے دل سے آواز آئی خواہ کچھ بھی ہو میں نے رب تعالیٰ سے جو عہد کیا اسے نہیں توڑوں گا' جان جاتی ہے تو جائے عہد پیمان نہ جائے۔ قافلہ آگے بڑھ گیا اور یہ نقاہت سے چور اس کے ساتھ نہ جا سکا۔ لمحہ لمحہ موت کے انتظار کا لمحہ تھا۔ قبلہ کی جانب رخ کر کے مالک حقیقی کی طرف متوجہ تھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک اسپ سوار اس کے قریب آیا۔ اس کے پاس پانی سے بھری چھاگل تھی جس سے اس کو پلا کر سیراب کیا اور کہا کیا قافلہ میں پہنچنا چاہتے ہو؟ سالک نے تاسف سے کہا: ''قافلہ اب کہاں ملے گا؟'' نووارد نے کہا: چلو میرے ہمراہ اور چند قدم چلنے کے بعد کہا: ''یہاں رک کر انتظار کرو۔ قافلہ تھوڑی دیر بعد آئے گا۔'' تھوڑی دیر بعد قافلہ پیچھے سے نظر آیا۔ (روض الریاحین)



# (131)

# ایک پُر اثر پیغام

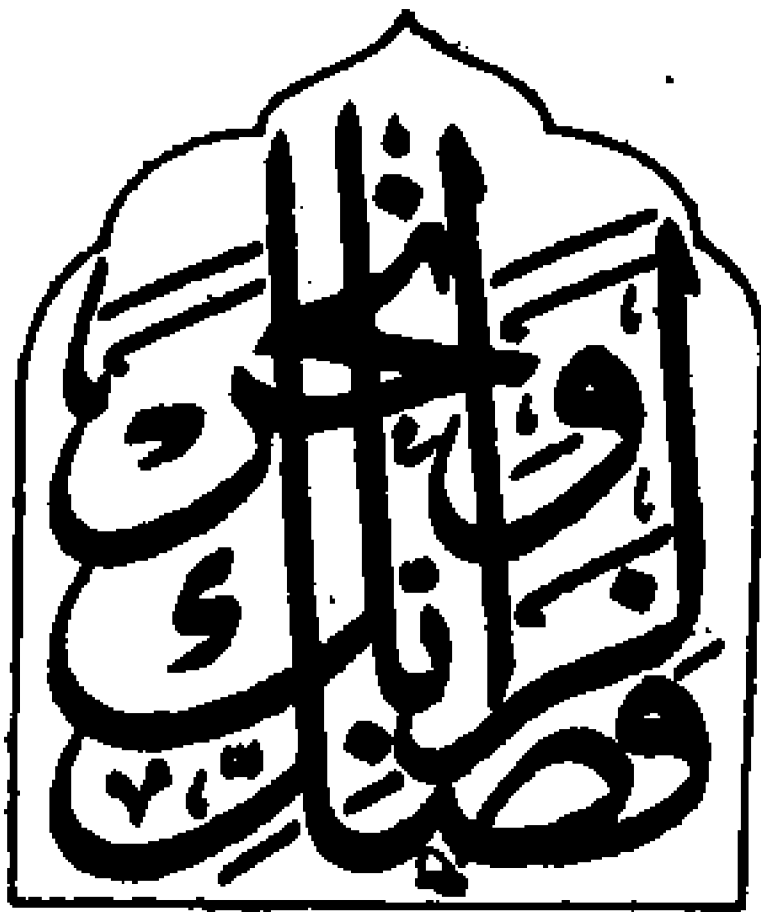
حضرت سیّدنا نافع طاحی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میرا گزر حضرت سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' میں نے کہا: ''میں عراق کا رہنے والا ہوں۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تم حضرت سیّدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو جانتے ہو؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حضرت سیّدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ میرے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور میرے بہت گہرے دوست تھے' پھر انہوں نے حکومتی عہدہ طلب کیا اور بصرہ کے والی بن گئے۔ تم جب بصرہ پہنچو تو ان کے پاس جانا۔ جب وہ پوچھیں کہ کیا تمہیں کوئی حاجت ہے؟ تو کہنا میں آپ سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ پھر جب وہ تنہائی میں تم سے ملاقات کریں تو کہنا میں حضرت سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ انہوں نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور کہا ہے کہ ہم کھجوریں کھاتے ہیں اور پانی پیتے ہیں' زندگی ہماری بھی گزر رہی ہے اور تمہاری بھی گزر رہی ہے۔''

حضرت سیّدنا نافع طاحی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب میں حضرت سیّدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور انہوں نے مجھ سے پوچھا: ''کیا تمہیں مجھ سے کوئی کام ہے؟'' میں نے کہا: ''میں علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔'' پھر میں نے کہا: ''میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا پیغام لے کر آیا ہوں۔'' جیسے ہی انہوں نے یہ سنا تو مجھے ایسا لگا جیسے وہ کانپ رہے ہوں۔ میں نے کہا: انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو سلام بھیجا

ہے اور فرمایا: ہے: ''ہم تو کھجوریں کھا کر اور پانی پی کر گزارہ کر لیتے ہیں' زندگی ہماری بھی گزر رہی ہے اور تمہاری بھی۔'' اتنا سننا تھا کہ حضرت سیّدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اپنا منہ چادر میں چھپایا اور اتنا روئے کہ چادر آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

(عیون الحکایات)





# (132)

# عظیم باپ عظیم بیٹا

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے والد غلام تھے۔ اپنے مالک کے باغ میں کام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مالک باغ میں آیا اور کہا: ''میٹھا انار لایئے۔'' مبارک ایک درخت سے انار کا دانہ توڑ کر لائے۔ مالک نے چکھا تو کھٹا تھا۔ اس کی تیوری پر بل آئے۔ کہا: ''میں میٹھا انار مانگ رہا ہوں' تم کھٹا لائے ہو۔'' مبارک نے جا کر دوسرے درخت سے انار لیا۔ مالک نے کھا کر دیکھا تو وہ بھی کھٹا تھا' غصہ ہوئے۔ کہنے لگے: ''میں نے تم سے میٹھا انار مانگا ہے اور تم جا کر کھٹا لے آئے ہو۔'' مبارک گئے اور ایک تیسرے درخت سے انار لے کر آئے۔ اتفاقاً وہ بھی کھٹا تھا۔ مالک کو غصہ بھی آیا اور تعجب بھی ہوا۔ پوچھا: ''تمہیں ابھی تک میٹھے کھٹے کی تمیز اور پہچان نہیں۔'' مبارک نے جواب میں فرمایا: ''میٹھے کھٹے کی پہچان کھا کر ہی ہو سکتی ہے اور میں نے اس باغ کے کسی درخت سے کبھی کوئی انار نہیں کھایا۔'' مالک نے پوچھا: ''کیوں؟'' ''اس لئے کہ آپ نے باغ سے کھانے کی اجازت نہیں دی ہے اور آپ کی اجازت کے بغیر میرے لئے کسی انار کا کھانا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ یہ بات مالک کے دل میں گھر کر گئی اور تھی بھی گھر کرنے والی بات۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعتاً مبارک نے کبھی کسی درخت سے کوئی انار نہیں کھایا۔ مالک اپنے غلام کی اس عظیم دیانت داری سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا۔ اس بیٹی سے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کو اللہ تعالیٰ نے علمائے اسلام میں جو مقام عطا فرمایا وہ محتاج تعارف نہیں۔ (وفیات الاعیان' ج 3' ص 32)

# (133)

# دنیا کا مسافر خانہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: انہوں نے کندہ قبیلہ کی صواب نامی عورت سے شادی کی جب اس کے پاس گئے تو دروازے پر رک کر اس عورت کو پکارا تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: اے خاتون کیا تو گونگی ہے یا بہری ہے کیا تو سنتی نہیں؟ اس نے جواب دیا اے صحابی رسول! میں نہ تو گونگی ہوں نہ بہری ہوں لیکن دلہنیں بولنے سے حیا کرتی ہیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے تو اس میں پردے لگے ہوئے تھے۔ قیمتی سامان رکھا ہوا تھا۔ ریشمی پردے موجود تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے خاتون! کیا تیرے گھر کو بخار ہے جو تو نے کپڑے اوڑھا رکھے ہیں یا کعبہ شریف قبلہ کندہ میں آگیا ہے۔ اس نے جواب دیا اے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ایسی تو کوئی بات نہیں دلہنیں تو اپنے گھر کو سجاتی ہیں۔ پھر آپ نے سر اٹھایا تو نوکروں کو اپنے سامنے کھڑا پایا جو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لائے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا: میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا:

**ومن نام علی الموثور' ولبس المشهور' ورکب المنظور' واکل الشهوات' لم یرح رائحة الجنة .**

''جو نرم وملائم بستر پر سویا۔ شہرت کا لباس پہنا' شان وشوکت کی سواری پر سوار ہوا اور من پسند کھانے کھائے۔ وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا۔''

آپ رضی اللہ عنہ کی اس زوجہ نے عرض کیا: اے صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کو گواہ بناتی ہوں کہ جو کچھ گھر میں ہے سب اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ میرے سارے غلام اللہ کی راہ میں آزاد ہیں۔ مجھے آپ تھوڑی سی گندم دے دیں میں آپ کے گھر کے کام کاج اور زندگی کی گزر بسر کی ضروریات کو پورا کرلوں گی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اللہ تم پر اپنی رحمت فرمائے اور تمہاری مدد کرے۔

(الحلیۃ ابونعیم 187/1 دون ذکر حدیث المرفوع)

☆...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

**اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِجَدْیٍ اَسَکَّ مَیِّتٍ قَالَ: (اَیُّکُمْ یُحِبُّ اَنَّ ھٰذَا لَہٗ بِدِرْھَمٍ) فَقَالُوْا مَا نُحِبُّ اَنَّہٗ لَنَا بِشَیْءٍ قَالَ: (فَوَاللّٰہِ لَلدُّنْیَا اَھْوَنُ عَلَی اللّٰہِ مِنْ ھٰذَا عَلَیْکُمْ).**

(مسلم الزہد الرقاق 2957)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بکری کے بچے کے پاس سے گزرے جو مرا ہوا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ اس کو ایک درہم کے بدلہ میں خرید لے؟" صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ہم میں سے کوئی بھی نہیں خرید سکتا چاہے اس درہم کے بدلے ہی ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی قسم! یہ دنیا اللہ کے نزدیک اس بکری کے مرے ہوئے بچے سے بھی زیادہ حقیر ہے۔"

☆...... حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ مَا سَقٰی کَافِرًا مِنْھَا شَرْبَۃَ مَاءٍ.**

"اگر دنیا کی قدر اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ

کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔

(جامع الترمذی الزہد 2320 سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ 686)

## دنیا سے بے رغبتی کی مثال:

حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام کے گورنر تھے اور شام کا گورنر ان کو اس لئے بنایا گیا کہ شام کا اکثر علاقہ انہوں نے فتح کیا تھا۔ اس وقت شام ایک بہت بڑا علاقہ تھا۔ آج اس شام کے علاقہ میں چار ممالک ہیں یعنی شام اردن فلسطین لبنان اور اس وقت یہ چاروں ملک اسلامی ریاست کا ایک صوبہ تھا اور حضرت عبیدہ بن جراح اس کے گورنر تھے اور شام کا صوبہ بڑا زرخیز تھا۔ مال و دولت کی ریل پیل اور روم کا چہیتا علاقہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں بیٹھ کر سارے عالم اسلام کی کمان کیا کرتے تھے چنانچہ وہ ایک دفعہ معائنہ کرنے کے لئے شام کے دورہ پر تشریف لائے۔ شام کے دورہ کے دوران ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوعبیدہ! میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنے بھائی کا گھر دیکھوں جہاں تم رہتے ہو۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں یہ تھا کہ ابوعبیدہ اتنے بڑے صوبہ کے گورنر بن گئے ہیں اور یہاں مال و دولت کی فراوانی ہے اس لئے ان کا گھر دیکھنا چاہئے کہ انہوں نے کتنا مال جمع کیا ہے۔

## گورنر کی رہائش گاہ:

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: امیر المومنین آپ میرے گھر کو دیکھ کر کیا کریں گے؟ اس لئے کہ جب آپ میرے گھر کو دیکھیں گے تو آنکھیں نچوڑنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ابوعبیدہ امیر المومنین کو لے کر چلے۔ شہر کے اندر سے گزر رہے تھے، جاتے جاتے جب شہر کی آبادی ختم ہوگئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کہاں لے کر جا رہے ہو؟

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بس اب تو قریب ہے چنانچہ پورا

دمشق شہر جو دنیا کے مال واسباب سے جگ مگ کر رہا تھا گزر گیا۔ آخر میں لے جا کر کھجور کے پتوں سے بنا ہوا ایک جھونپڑا دکھایا اور فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ! میں اس میں رہتا ہوں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے تو چاروں طرف نظریں دوڑا کر دیکھا سوائے ایک مصلے کے کوئی چیز نظر نہ آئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ابوعبیدہ تم اس میں رہتے ہو؟ یہاں تو کوئی ساز و سامان، کوئی برتن، کوئی کھانے پینے اور سونے کا انتظام کچھ بھی نہیں ہے تم یہاں کیسے رہتے ہو؟

انہوں نے جواب دیا: امیر المومنین الحمد للہ میری ضرورت کے سارے سامان میسر ہیں۔ یہ مصلیٰ ہے اس پر نماز پڑھ لیتا ہوں اور رات کو اس پر سو جاتا ہوں اور پھر اپنا ہاتھ اوپر چھپر کی طرف اٹھایا اور وہاں سے ایک پیالہ نکالا جو نظر نہیں آتا تھا اور وہ پیالہ نکال کر دکھایا کہ امیر المومنین یہ برتن ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اسی برتن کو دیکھا تو اس میں پانی بھرا ہوا تھا اور سوکھی روٹی کے ٹکڑے بھیگے ہوئے تھے اور پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیر المومنین میں دن رات کو حکومت کے سرکاری کاموں میں مصروف رہتا ہوں۔ کھانے وغیرہ کے انتظام کرنے کی فرصت نہیں ہوتی۔ ایک خاتون میرے لئے دو تین دن کی روٹی ایک وقت میں پکا کر دیتی ہے۔ میں اس روٹی کو رکھ لیتا ہوں اور جب وہ سوکھ جاتی ہے تو میں اس کو پانی میں بھگو دیتا ہوں اور رات کو سوتے وقت کھا لیتا ہوں۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

امیر المومنین میں تو آپ سے پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ میرا مکان دیکھنے کے بعد آپ آنکھیں نچوڑنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس دنیا کی ریل پیل نے ہم سب کو بدل دیا مگر اللہ کی قسم! تم ویسے ہی ہو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے۔ اس دنیا نے تم پر کوئی اثر نہیں

ڈالا۔ حقیقت میں یہی لوگ اس کے مصداق ہیں کہ

(سیر اعلام النبلاء)

دنیا میں ہوں دنیا کا طلب گار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

کسی نے کیا خوب عکاسی کی ہے۔ ان الفاظ کی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہے:

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

## کھجور کی چٹائی:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی ازواج مطہرات سے علیحدہ ہو گئے اس وقت میں مسجد میں داخل ہوا تو لوگوں کو کنکریاں الٹ پلٹ کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ یہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آج کے حالات ضرور معلوم کروں گا۔ پس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور کہا اے ابوبکر کی بیٹی! تمہارا یہ حال کیا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے لگی ہو؟ انہوں نے کہا: ابن خطاب! مجھے تجھ سے اور تجھ کو مجھ سے کیا کام تم پر اپنی گٹھڑی کا خیال رکھنا لازم ہے (یعنی) حفصہ رضی اللہ عنہا کا۔ پھر میں حفصہ کے پاس گیا اور میں نے اسے کہا اے حفصہ! تمہارا یہ حال کیا ہے تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے لگی ہو اور اللہ کی قسم! تو جانتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے محبت نہیں کرتے اور اگر میں نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے طلاق دے چکے ہوتے۔ پس وہ روئیں اور خوب روئیں تو میں نے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں تو اس نے کہا: وہ اپنے گودام اور بالا خانے والے کمرے میں ہیں۔ میں

حاضر ہوا تو دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام رباح اس بالا خانے کے دروازے پر اپنے پاؤں ایک کھدی ہوئی لکڑی پر لٹکائے جو کہ کھجور دکھائی دے رہی تھی بیٹھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لکڑی پر سے چڑھتے اور اترتے تھے۔ میں نے آواز دی اے رباح! میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کے لئے اجازت لو۔ رباح نے کمرے کی طرف دیکھا پھر میری طرف دیکھا لیکن کوئی بات نہیں کی۔ پھر میں نے کہا: حاضر ہونے کی اجازت لو تو رباح نے بالا خانے کی طرف دیکھا پھر میری طرف دیکھا لیکن کوئی بات نہیں کی پھر میں نے بآواز بلند کہا اے رباح! میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کی اجازت لو پس میں نے اندازہ لگایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمان کیا ہے کہ میں حفصہ کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں حالانکہ اللہ کی قسم! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کی گردن مار دینے کا حکم دیتے تو میں اس کی گردن مار دیتا اور میں نے اپنی آواز کو بلند کیا تو اس نے اشارہ کیا کہ چڑھ آؤ پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا:

وَهُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى حَصِيْرٍ فَجَلَسْتُ فَأَدْنٰى عَلَيْهِ إِزَارَهُ وَلَيْسَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ وَإِذَا الْحَصِيْرُ قَدْ أَثَّرَ فِيْ جَنْبِهِ فَنَظَرْتُ بِبَصَرِيْ فِيْ خِزَانَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . فَإِذَا أَنَا بِقَبْضَةٍ مِّنْ شَعِيْرٍ نَحْوِ الصَّاعِ وَمِثْلِهَا قَرَظًا فِيْ نَاحِيَةِ الْغُرْفَةِ وَإِذَا أَفِيْقٌ مُعَلَّقٌ . قَالَ . فَابْتَدَرَتْ عَيْنَايَ قَالَ (مَا يُبْكِيْكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟) قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَمَا لِيْ لَا أَبْكِيْ وَهٰذَا الْحَصِيْرُ قَدْ أَثَّرَ فِيْ جَنْبِكَ وَهٰذِهٖ خِزَانَتُكَ لَا أَرٰى فِيْهَا إِلَّا مَا أَرٰى وَذَاكَ قَيْصَرُ وَكِسْرٰى فِي الثِّمَارِ وَالْأَنْهَارِ وَأَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . وَصَفْوَتُهُ وَهٰذِهٖ خِزَانَتُكَ فَقَالَ (يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أَلَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ لَنَا الْآخِرَةُ وَلَهُمُ الدُّنْيَا) قُلْتُ بَلٰى"

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے' میں بیٹھ گیا اور آپ نے اپنی چادر اپنے اوپر لے لی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کے علاوہ کوئی کپڑا نہ تھا اور چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو (کمر) پر لگے ہوئے تھے پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانہ کو بغور دیکھا تو اس میں چند مٹھی جو تھے جو کہ ایک صاع کی مقدار میں ہوں گے اور اس کے برابر سلم کے پتے ایک کونہ میں پڑے ہوئے تھے اور ایک کچا چمڑا جس کی دباغت اچھی طرح نہ ہوئی تھی لٹکا ہوا تھا پس میری آنکھیں بھر آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابن خطاب! تجھے کس چیز نے رلا دیا؟'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں کیوں نہ روؤں یہ چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو پر ہیں اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خزانہ ہے جو چند چیزیں نظر آ رہی ہیں اور وہ قیصر و کسریٰ ہیں جو پھلوں اور نہروں میں زندگی گزارتے ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور اس کے برگزیدہ بندے ہیں اور یہ آپ کا خزانہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابن خطاب! کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ ہمارے لئے آخرت ہے اور ان کے لئے دنیا؟'' میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔''

(صحیح مسلم' الطلاق' باب فی الایلاء' 3691)

## کہیں دنیا تمہیں جنت سے دور نہ کر دے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے اور ہم آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا: ''میں اپنے بعد اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اللہ تم پر دنیا کی زینت اور اس کا نفع کھول دے۔'' ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا خیر کا انجام شر ہوتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر خاموش ہو گئے تو اس سے کہا

گیا تیری بات کا کیا مطلب ہے؟ تم نے ایسی بات کی ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور تجھے جواب نہ دیا۔ ہم نے خیال کیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر بعد پسینہ پونچھ کر ارشاد فرمایا: ''یہ سوال کرنے والا کیسا ہے!'' گویا آپ اس کی تعریف کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بھلائی کا بدلہ برائی نہیں ہوتا لیکن موسم بہار کی پیداوار جانور کو مار ڈالتی ہے یا مرنے کے قریب کر دیتی ہے سوائے اس سبزے کے جس کو اس نے کھایا یہاں تک کہ اس کی کوکھیں بھر گئیں وہ دھوپ میں چلا گیا۔ پس جگالی کی اور پیشاب کیا اور معدہ کا اگال چبا کر کھایا۔ یہ مال سرسبز و شاداب اور میٹھا ہے اور اس مسلمان کا اچھا ساتھی ہے جو اس میں سے مسکین، یتیم، مسافر کو دیتا ہے۔'' یا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور جس نے اس کو ناحق حاصل کیا اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا اور وہ مال قیامت کے دن اس پر گواہ ہوگا۔'' (صحیح بخاری، الزکاۃ، باب صدقۃ علی الیتمیٰ، رقم 1465)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کو گئے۔ دیکھا تو وہ رو رہے تھے۔ سعد نے کہا: تم کیوں روتے ہو بھائی۔ کیا تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نہیں اٹھائی؟ کیا یہ بات تم میں نہیں ہے؟ سلمان نے کہا: میں ان دو باتوں میں سے ایک بات کی وجہ سے بھی نہیں روتا نہ تو دنیا کی حرص کی جہ سے بخیلی کی راہ سے اور نہ اس وجہ سے کہ میں آخرت کو برا جانتا ہوں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک نصیحت کی تھی اور میں دیکھتا ہوں کہ اپنے تئیں میں نے اس میں فرق کیا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا نصیحت کی تھی؟ سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''تم میں سے کسی ایک کو دنیا میں اس قدر مال کافی ہے جتنا سوار کو کافی ہوتا ہے۔'' لیکن تو اے سعد! جب حکومت کرے تو اللہ سے ڈر کر کرنا اور جب تقسیم کرے تو اللہ سے ڈر کر کرنا اور جب کسی کام کا قصد کرے تو اللہ سے ڈر کر کرنا۔ ثابت نے کہا: مجھے خبر پہنچی کہ سلمان

رضی اللہ عنہ نے ترکہ میں صرف چوبیس درہم چھوڑے تھے۔

(سنن ابن ماجہ الزہد باب الزہد فی الدنیا 4/41 الحلیۃ 1/253)

## یہ دنیا اور یہ عمارات کیا ہیں؟:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں جانے کے لئے باہر نکلے۔ ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بھی آپ کے ساتھ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ میں ایک بلند قبہ کو دیکھا تو تحقیر ونفرت کے لہجہ میں فرمایا:

''یہ قبہ کیا ہے؟'' (یعنی یہ ناپسندیدہ عمارت کس نے بنائی ہے؟)

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یہ قبہ فلاں شخص نے بنایا ہے جو ایک انصاری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (یہ سن کر) خاموش رہے اور (کچھ فرمایا تو نہیں لیکن) اس بات کو (ناگواری اور غصہ کے طور پر) اپنے دل میں رکھا یہاں تک کہ جب اس قبہ کا مالک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے لوگوں کی موجودگی میں آپ کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا (یعنی یا تو آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں ہی دیا یا جواب تو دیا لیکن اس سے منہ پھیر لیا تا کہ اسے تنبیہ ہو جائے اور دوسرے لوگوں کو بھی تنبیہ ہو جائے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کئی مرتبہ کیا (کہ وہ شخص آپ کو سلام کرتا اور آپ اس کا جواب نہ دیتے اور اس سے منہ پھیر لیتے تھے) آخرکار اس شخص نے (ان) صحابہ رضی اللہ عنہم سے (کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مصاحب اور ہم نشین تھے) اس امر کا شکوہ کرتے ہوئے کہا: بخدا! میں ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ناآشنا ہوں (یعنی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر جس غضب وغصہ کے آثار دیکھ رہا ہوں وہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے اور مجھے اس کا سبب بھی معلوم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں اتنا سخت ناراض ہیں) ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو بتایا کہ (ایک دن) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ادھر (تمہاری طرف) تشریف لے گئے تھے اور (جب وہاں) تمہارے قبہ کو دیکھا (تو

ناراض ہو گئے تھے) اس شخص نے یہ سنا تو فوراً اپنے قبہ کی طرف گیا اور اس کو ڈھا دیا یہاں تک کہ زمین کے برابر کر دیا۔ (اس واقعہ کے بعد) ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر ادھر تشریف لے گئے اور قبہ کو وہاں نہیں دیکھا تو دریافت فرمایا: ''وہ قبہ کہاں گیا؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: قبہ بنانے والے نے اپنے تئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے التفاتی اور ناراضگی کا ہم سے شکوہ کیا تھا اور اس کا سبب دریافت کیا تو ہم نے اس کو صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم سے اس لئے ناراض ہیں کہ تم نے اس قبہ کی صورت میں ایک ناپسندیدہ عمارت تعمیر کرائی ہے) چنانچہ اس شخص نے اس قبہ کو ڈھا دیا ہے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس عمارت کی ناپسندیدگی اور اپنی ناراضگی کا سبب بیان کرنے کے لئے) فرمایا: ''یاد رکھو یہ عمارت اپنے بنانے والے کے لئے آخرت میں وبال یعنی عذاب کا سبب بنے گی (الا مــالا الا مــالا) یعنی علاوہ اس چیز کے کہ جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔''

(ابوداؤد الادب باب ماجاء فی البناء 5237' الصحیحۃ 2830)



# (134)

# حفاظت قرآن اور مقصد سے لگن

ایک شخص نے جانچنا چاہا کہ کون سا دین صحیح ہے۔ وہ عمدہ اور خوش خط کاتب بھی تھا اس کے لئے اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ تورات' انجیل اور قرآن کریم کی انتہائی خوبصورت کتابت کی تاہم درمیان میں کمی بیشی بھی کر دی پھر تورات کو لے کر علمائے یہود کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے اس کا مطالعہ کیا اور خوبصورت کتابت پر اسے انعام سے نوازا۔ انجیل کا نسخہ عیسائی پادریوں کے پاس لے کر گیا۔ انہوں نے اس کی محنت کو سراہتے ہوئے بڑی رقم دے کر اس خوش خط نسخے کو خریدا۔ اس کے بعد قرآن کریم کا نسخہ علمائے اسلام کی خدمت میں لایا۔ انہوں نے جب اس میں کمی بیشی دیکھی تو پکڑ کر اس کی ٹھکائی کر دی اور اسے حاکم کے پاس لے کر گئے۔ حاکم نے "تحریف قرآن" کے جرم میں اس کے قتل کا حکم دیا۔ تب اس نے اصل حقیقت بتائی اور کہا: الحمد للہ میں مسلمان ہوں لیکن میں یہ جاننا چاہ رہا تھا کہ کون سا دین صحیح اور محفوظ ہے اور میرے اس تجربے سے ثابت ہو گیا کہ دین اسلام ہی ایک محفوظ دین ہے' اللہ کی کتاب میں کوئی بھی تحریف نہیں کر سکتا۔ (صفوۃ التفاسیر للصابونی' ج 2' ص 110-111)

ہندوستان کے ایک تعلیمی نظام کے مشہور داعی نے جب اپنی کوششوں کا آغاز کیا تو ایک بڑا طبقہ ان کا مخالف تھا۔ انہوں نے اپنے پروگرام کے لئے مالی تعاون کے سلسلے میں مختلف بااثر لوگوں سے ملاقات کا سلسلہ شروع کیا۔ ایک بڑی ریاست کے نواب صاحب سے بھی انہوں نے ملاقات کی۔ اپنا پروگرام بتایا۔ نواب صاحب سے تعاون کی

درخواست کی نواب صاحب ان کے نظام تعلیم کے سخت مخالفین میں سے تھے۔ سامنے تو انہیں کچھ نہیں کہا مگر یہ وعدہ کر کے ان کو رخصت کیا کہ میں بذریعہ ڈاک جو کچھ ہو سکا ارسال کر دوں گا۔ چند دنوں کے بعد ڈاک میں انہیں نواب صاحب کی طرف سے ایک صندوقچی ملی۔ سمجھے کہ کوئی قیمتی ہدیہ ارسال کیا گیا ہے لیکن جب کھولا تو اس میں پرانے جوتوں کا ایک جوڑا تھا۔ یہ نواب صاحب کی طرف سے ان پر طنز تھا۔ انہوں نے اس طنز کا کوئی اثر نہیں لیا بلکہ جوتوں کا وہ جوڑا فروخت کیا اور اس رقم کی رسید کاٹ کر نواب صاحب کو بھیج دی۔ نواب صاحب ان کے مقصد کے ساتھ اس قدر لگن دیکھ بہت متاثر ہوئے اور اس وقت کے پچیس ہزار کی خطیر رقم ان کے پروگرام کے لئے بھیج دی۔

(ذکریات علی الطنطاوی ج 5 ص 207)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا قاصد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ تم عنقریب ایک عظیم مصیبت میں گرفتار ہونے والے ہو مگر اس سے سلامتی کے ساتھ نکل جاؤ گے یعنی قرآن مجید کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کے مسئلہ میں۔ جس وقت قاصد نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خبر دی تو وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قاصد کے آنے پر اس قدر خوش ہوئے کہ اسے اپنا کرتہ دیا۔ قاصد کرتہ لے کر پہنچا اور ان کو خبر دی۔ انہوں نے دریافت کیا' کیا یہ قمیص امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بدن پر تھی۔ اس کے نیچے کوئی اور کپڑا تو نہیں تھا؟ عرض کیا ''نہیں۔'' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بوسہ دیا۔ آنکھوں سے لگایا پھر ایک برتن میں رکھ کر اس پر پانی ڈالا۔ اسے مل کر نچوڑ لیا اور اس غسالہ کو ایک شیشہ میں اپنے پاس رکھ لیا۔ جب ان کے ساتھیوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو اس کو اس میں سے تھوڑا سا بھیج دیتے۔ وہ اسے بدن پر ملتا تو اسی وقت شفایاب ہو جاتا۔ (اولیاء اللہ کے اخلاق' ص 58)

☆......ایک دفعہ لوگوں نے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اقامت کہی اور ایک درویش کو نماز پڑھانے کے لئے آگے کرنے لگے۔ اس نے انکار

کرتے ہوئے کہا: ''مجھے خوف ہے کہ میں نماز ہی میں مر جاؤں گا اور لوگوں کی نماز نامکمل رہے گی۔'' لوگوں نے اصرار کیا تو اس نے کہا: ''میں اس شرط پر نماز پڑھاتا ہوں کہ پھر دوسری نماز نہیں پڑھاؤں گا۔'' اس پر حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کہا: ''دوست! پیچھے ہٹ جا' تو دیوانہ ہے' پہلے تو نماز میں مر جانے سے ڈرتا تھا' اس کے بعد تیرے خیال میں آیا کہ تو دوسری نماز تک زندہ رہے گا۔'' دوسرے آدمی کو آگے بڑھایا اور اس نے جماعت کرائی۔ یقیناً ہوس چھپ چھپ کر سینے میں بنا لیتی ہیں تصویریں۔

(اولیاء اللہ کے اخلاق' ص 90)



# (135)

## بے مثال یادداشت ونسیان

ابوالمنذر ہشام بن محمد الکلبی (متوفی 204ھ) اپنے زمانے میں علم الانساب کے سب سے بڑے عالم شمار کئے جاتے ہیں۔ تاریخ میں ان کی ثقاہت محتاج بیان نہیں۔ علم انساب اور تاریخ میں ان کی بے بہا تصانیف کا تذکرہ ملتا ہے۔ ظاہر ہے یہ مقام بے مثل قوت حافظہ کے بغیر ممکن نہیں۔

ابن خلکان نے خطیب بغدادی کے حوالے سے ان کے بارے میں ایک انوکھا واقعہ نقل کیا ہے جو یقیناً قارئین کے لئے حیرانگی اور تنشیط کا باعث ہوگا۔

ایک مرتبہ امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ بغداد تشریف لائے اور حدیث بیان کی۔ اس سفر میں انہوں نے بتایا کہ میں نے ایسا حفظ کیا کہ کسی کو بھی حاصل نہ ہوا اور میں ایسا بھولا کہ کوئی بھی ایسا نہ بھولا ہوگا۔ ہوا یوں کہ میرے ایک چچا مجھے حافظ قرآن نہ ہونے پر عتاب کیا کرتے تھے۔ آخر ایک مرتبہ میں تنگ آ کر کمرے میں چلا گیا اور قسم کھائی کہ حفظ کئے بغیر یہاں سے نہ نکلوں گا چنانچہ میں نے تین دن میں پورا قرآن مجید حفظ کر لیا۔ میری بھول کا یہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آئینہ میں دیکھا اور اپنی داڑھی کو پکڑا کہ ایک بالشت سے زیادہ کاٹ دوں لیکن میں نے غلطی سے ایک بالشت داڑھی کاٹ ڈالی۔

(وفیات الاعیان لابن خلکان 131/5)

# (136)

# حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ المنبری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے نرم دل، بندگانِ خدا کے حق میں بڑے کریم و شفیق، دوست پرور اور دشمن نواز تھے۔ عارف اور مردِ خدا کا مقام و طریق زندگی بیان کرتے ہوئے آپ نے جو کچھ لکھا وہ آپ کی سچی تصویر ہے۔ فرماتے ہیں:

رحمت و شفقت او بر ہمہ تابد..............اورا در طرقت ہیچ قدمے نبود۔

اس کی رحمت و شفقت کا آفتاب ہر ایک پر چمکتا ہے۔ خود نہیں کھاتا لوگوں کو کھلاتا ہے۔ خود نہیں پہنتا لوگوں کو پہناتا ہے۔ لوگوں سے اسے جو تکلیف پہنچتی ہے اس کی طرف نگاہ نہیں کرتا اور ان کے ظلم کو نہیں دیکھتا۔ اپنے اوپر ظلم کرنے والے کا شفیع ہوتا ہے۔ جفا کا بدلہ وفا سے دیتا ہے۔ گالی کا جواب دعا اور ثنا سے دیتا ہے تو جانتا ہے کہ یہ سب کچھ کیوں کرتا ہے؟ اس لئے کہ وہ محفوظ ہے۔ اس کے دل کی فضا سے سوائے بادِ راحت کے خلق پر کوئی ہوا نہیں چلتی ہے۔ وہ شفقت میں آفتاب کی طرح ہوتا ہے کہ جس طرح دوست پر چمکتا ہے اسی طرح دشمن پر چمکتا ہے۔ تواضع میں زمین کی طرح ہوتا ہے کہ تمام مخلوق اس پر پاؤں رکھتی ہے وہ کسی کے ساتھ جھگڑا نہیں کرتی۔ مخلوق پر دست درازی کرنے سے اس کا ہاتھ کوتاہ ہوتا ہے۔ تمام مخلوق اس کی عیال ہوتی ہے لیکن وہ کسی کا عیال نہیں ہوتا۔ سخاوت میں دریا کی طرح ہوتا ہے۔ دشمن کو اسی قدر نوازتا ہے جس قدر دوست کو۔ مشرق و مغرب میں جملہ مخلوقات پر رحمت ہی رحمت بن کر برستا ہے کیونکہ وہ آزاد ہوتا ہے، جو کچھ دیکھتا ہے (یعنی تمام مخلوق کو اسی ذات پاک سے منسوب سمجھتا ہے) اس کی آنکھ اہل جمع

کی آنکھ ہوتی ہے۔ اس کے وجود کے اجزاء میں سے ہر ایک جزو کو اسی طرح خلعت پہنایا جاتا ہے اور جو ان اوصاف سے موصوف نہ ہو اس کو طریقت میں کوئی مرتبہ و مقام حاصل نہیں ہوتا۔

اسی رحمت و شفقت کا نتیجہ تھا کہ کسی بندہ خدا کا دل توڑنا آپ کے مشرب میں گناہ تھا۔ صوفیہ کا قدیم زمانے سے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مقولہ پر عمل رہا ہے کہ

''آزردن دل دوستان جہل است و کفارۂ یمین سہل۔'' (دوستوں کے دل کو رنجیدہ کرنا جہالت ہے اور قسم کا کفارہ آسان)

ایک مرتبہ آپ نفلی روزہ رکھے ہوئے تھے۔ ایک شخص بڑے اہتمام سے آپ کی خدمت میں ایک تحفہ لایا اور کہا: میں بڑے شوق سے آپ کی خدمت میں لایا ہوں کہ آپ تناول فرمالیں۔ آپ نے اسی وقت تناول فرمالیا اور فرمایا: روزہ توڑنے کی قضا ہے لیکن دل توڑنے کی قضا نہیں۔ اس کا یہ بھی نتیجہ تھا کہ حتی الامکان پردہ پوشی سے کام لیتے اور اگر کسی کے متعلق کسی گناہ یا کوتاہی کی اطلاع ملتی تو اس کی تاویل فرماتے۔

مناقب الاصفیاء میں ہے کہ ایک دن ایک شخص نے آگے بڑھ کر امامت کی اور آپ نے اس کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد کسی نے آپ سے عرض کیا: یہ شخص شراب خور ہے۔ آپ نے فرمایا: ہر وقت نہیں پیتا۔ لوگوں نے کہا: ہر وقت پیتا ہے۔ فرمایا: رمضان میں نہیں پیتا ہوگا۔ (غالباً یہ واقعہ رمضان کا ہوگا)۔

(تاریخ دعوت و عزیمت، ج3، ص212، 215)



# (137)

# کوئی رونے والی رو کر مجھے تکلیف نہ دے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں اپنی وفات کی خبر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر میرا باپ قربان ہو اور میری جان فدا ہو' وفات سے چھ دن قبل دی جب فراق کے دن قریب آ گئے تو ہم صدیقہ کائنات کے گھر جمع ہوئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک آنسوؤں سے بھر گئیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے مرحبا ہو تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ زندہ رکھے' اللہ تمہاری حفاظت فرمائے' اللہ تعالیٰ تم کو پناہ دے' اللہ تمہاری مدد فرمائے' اللہ تعالیٰ تمہیں بلندی دے' اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے' اللہ تعالیٰ تمہیں صحیح سالم رکھے' اللہ تعالیٰ تمہیں قبول فرمائے' میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں' میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں اور اسے تم پر خلیفہ کرتا ہوں' میں تمہارے لئے کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے بندوں اور شہروں کے بارے میں زیادتی نہ کرنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اجل قریب آ گئی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹنا ہے اور سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اور جنت الماویٰ کی طرف اور رفیق اعلیٰ کی طرف جانا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا آپ کو غسل کون دے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اہل کے قریب آدمی۔ ہم نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن کس چیز میں دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو

انہیں کپڑوں میں یا یمنی چادروں میں یا مصر کی سفید چادروں میں۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جنازہ کون پڑھائے گا؟ یہ کہہ کر ہم رو دیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی روئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہرو اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے اور تمہیں تمہارے نبی کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے جب تم لوگ میرے غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھ کو میری چار پائی پر اس گھر میں میری قبر کے سرہانے رکھ دینا' سب سے پہلے مجھ پر فرشتے جنازہ کی نماز پڑھیں گے' پھر تم لوگ جماعت در جماعت داخل ہو کر مجھ پر درود وسلام پڑھنا۔کوئی رونے والی مجھے رونے کی تکلیف نہ دے۔(رواہ البزار کذا فی حیاۃ الصحابہ' ج2' ص378)



# (138)

## حضرت صابونی رحمۃ اللہ علیہ

ابو عثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن احمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن عابد بن عامر صابونی بہت بڑے واعظ و باکمال مفسر تھے۔ 373ھ میں بمقام نیشاپور پیدا ہوئے۔ مدتوں ہرات وخراسان وسرخس وشام وحجاز وغیرہ کا دورہ کر کے مشہور محدثین وقت سے علم حدیث پڑھا اور مشہور محدث بیہقی ان کے خاص شاگردوں میں ہیں۔

یہ بیس برس تک نیشاپور کی جامع مسجد کے امام وخطیب رہے اور ستر برس تک برابر واعظ ونصیحت میں مشغول رہے۔ اہل بدعت کے مقابلے میں شمشیر برہنہ اور مذہب اہل سنت و جماعت کی حمایت واحیاء سنت کے لئے دن رات سرگرم رہتے۔ شہر سلماس میں ایک مدت تک وعظ فرما کر جب رخصت ہونے لگے تو فرمایا: میں تم لوگوں کو صرف ایک ہی آیت کی تفسیر اتنے دنوں تک سناتا رہا۔ اگر ایک سال اور بھی رہتا تو بھی اس آیت کے متعلق وعظ بیان کرتا رہتا۔

یہ عبادت واطاعت میں بھی اپنے زمانے کے ضرب المثل تھے اور بلاشبہ علمائے ربانیین میں سے تھے۔ خود ان کی وفات کا سبب ان کی بزرگی پر کھلی دلیل ہے۔ منقول ہے کہ ایک دن درمیان وعظ میں کسی نے ان کے ہاتھ میں ایک کتاب دی جس میں خوف الٰہی کے مضامین تھے۔ آپ نے اس کتاب کی چند سطریں مطالعہ فرمائیں پھر قاری کو حکم دیا کہ یہ آیت پڑھو:

اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَکَرُوا السَّیِّـَٔاتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰہُ بِہِمُ الْاَرْضَ ۔

پھر اسی قسم کی دوسری وعید کی آیتیں قاری سے پڑھواتے رہے اور حاضرین کو عذاب الٰہی سے ڈراتے رہے اور خود ان پر ایسی کیفیت پیدا ہوگئی کہ خوف خداوندی سے کانپنے اور لرزنے لگے اور شکم میں ایسا درد اٹھا کہ بے چین ہوگئے اور کچھ لوگ آپ کو اٹھا کر مکان پر لے گئے۔ ہر چند طبیبوں نے علاج کیا لیکن درد میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ بالآخر اسی حالت میں بروز جمعہ 4 محرم 449ھ میں آپ کی وفات ہوگئی۔

ان کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ امام الحرمین (ابوالمعانی جوینی) فلاسفہ و معتزلہ و اہل سنت کی کتابوں کو پڑھ کر اور ہر طرف کے دلائل کو قوی پا کر حیران تھے کہ آخر کس کے مذہب کو حق تسلیم کیا جائے۔ امام الحرمین کی قوت فیصلہ جواب دے چکی تھی اور قریب تھا کہ صراط مستقیم سے ان کے قدم ڈگمگا جاتے کہ ناگہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا: علیك باعتقاد الصابونی یعنی صابونی کے عقائد پر مضبوطی سے جم جاؤ۔ چنانچہ آپ نے صابونی کی کتابوں کو پڑھا تو عقائد اہل سنت و جماعت کے نور نے فلاسفہ و معتزلہ کی ظلمتوں کو کافور کر دیا اور آپ عقائد حقہ پر مستقیم و ثابت قدم رہ گئے۔

آپ کی تصانیف میں کتاب الماءتین بہت مشہور ہے جس میں دو سو حدیثیں، دو سو حکایات اور دو سو قطعات ایسے اشعار کے ہیں جو حدیثوں کے مضامین سے بہت مناسبت رکھتے ہیں۔ (بستان المحدثین)

مسلمانو! امام الحرمین جیسا عالم بے دینوں کی کتابوں کا مطالعہ کر کے شکوک کے دلدل میں پھنس گیا تھا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کرم فرمایا جس سے بدمذہبوں اور ملحدوں کے پھندوں سے وہ بچ گئے تو جو لوگ عالم نہیں وہ اگر بددینوں، بدمذہبوں کی کتابوں کا مطالعہ کریں گے تو ان کی خرابی کا کیا حال ہوگا، لہٰذا اگر تمہیں اپنا عقیدہ، دین، ایمان بچانا ہے تو موجودہ زمانے کے بددینوں مثلاً وہابیوں، رافضیوں، قادیانیوں ملحد صوفیوں کی کتابوں کو دیکھنے، ان کی صحبت میں رہنے سے اسی طرح دور بھاگو جس طرح ایک انسان اپنا مال بچانے کے لئے چور ڈاکو سے بھاگتا ہے۔

(139)

## مدد کو آگئے جب بھی پکارا یا رسول اللہ ﷺ

ایک جوان کو لوگوں نے طواف کعبہ کرتے ہوئے دیکھا' وہ درود شریف پڑھ رہا تھا۔ وجہ پوچھی گئی تو اس نے بیان کیا کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ حج کے ارادے سے روانہ ہوا۔ راہ میں ان کا مزاج ناساز ہوگیا۔ حالت خراب ہوئی اور وہ انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ ان کا چہرہ سیاہ اور آنکھیں زرد ہو گئیں' شکم پھول گیا۔ یہ دیکھ کر مجھے رونا آ گیا۔ دیار غیر اور مسافرت کی حالت میں' اس حادثہ سے میں نہایت پریشان ہوا۔ رات کو مجھے چند لمحہ کے لئے نیند آئی تو میں نے خواب میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حضور سفید لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ عطر کی خوشبو کا جاں نواز جھونکا سرکار کے جسم مبارک سے پھوٹ رہا تھا۔ میرے باپ کی لاش کے پاس تشریف لا کر سرکار نے ان کے چہرے پر دست انور پھیرا۔ فوراً ہی ان کا سیاہ چہرہ دودھ سے زیادہ سفید اور روشن ہوگیا۔ شکم پر دست مبارک پھیرا' وہ برابر ہو گیا۔ حضور جب واپسی کے لئے پلٹے تو میں نے اٹھ کر ردائے مبارک کا گوشہ تھام لیا اور عرض گزار ہوا ''اے سید و سرور صلی اللہ علیہ وسلم! اس ذات والا کا واسطہ جس نے ہماری حالت غربت میں آپ کو بھیجا۔ آپ کون ہیں؟'' فرمایا: ''تم نے نہیں پہچانا' میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہوں۔ تیرا باپ نافرمان عاصی تھا مگر مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا تھا۔ جب یہ مصیبت میں گرفتار ہوا تو مجھ سے استمداد کی اور میں فریاد کو پہنچا۔ میں ہر اس شخص کا فریادرس ہوں جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہو۔'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان شفاعت میں میں نے کہا:

علیك صلوٰۃ اللہ یا ملجا الوری انا اقبلت یوم الحساب جھنم

ورامـوا شفیعا یستغاث بجاھہ لہ شرف العلیاء رجب مکرم

(روض الریاحین)

# (140)

# خالق، مخلوق، دنیا، ترک دنیا اور فقیہ

(ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابراہیم بن سعید جوہری نے خبر دی، انہیں موسیٰ بن ایوب نے، وہ علی بن بکار سے روایت کرتے ہیں، وہ ابراہیم بن ادہم سے، وہ فرماتے ہیں: ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی مجھے محبوب بنا لے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کرنے لگیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا سے بے رغبتی اختیار کر لے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تجھے اپنا محبوب بنا لے گے اور جو دنیا کا مال واسباب تیرے پاس ہے وہ لوگوں کے لئے چھوڑ دے، تو لوگ بھی تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔ (الترغیب والترہیب، 157/4)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابراہیم بن سعد جوہری نے خبر دی، انہیں موسیٰ بن ایوب نے، انہیں عقبہ بیروتی نے، وہ سعید بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: دنیا آخرت کا مال غنیمت ہے۔ (ابن عساکر، 332/9)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابراہیم بن سعید نے خبر دی، انہیں موسیٰ بن ایوب نے، انہیں مخلد بن حسین نے، وہ فرماتے ہیں: جب ابوحمزہ بوڑھے ہوئے تو ان سے کہا گیا اے ابوحمزہ! آپ کو دنیا سے کیسی محبت ہے؟ فرمانے لگے اس نے میرے ٹکڑے کر دیئے۔

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن عبدالمجید نے خبر دی، انہیں اسحٰق بن منصور

سلولی نے' وہ فرماتے ہیں: میں اور میرا ایک دوست داؤد طائی کی خدمت میں حاضر ہوئے' وہ زمین پر ہی لیٹے ہوئے تھے' میں نے اپنے ساتھی سے کہا یہ زاہد انسان ہے۔ داؤد فرمانے لگے' زاہد تو وہ شخص ہے جسے قدرت حاصل ہو پھر چھوڑ دے۔

(بیہقی' ص72' حلیۃ الاولیاء' 344/7)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے فضیل بن عیاض سے یہ بات پہنچی کہ انہوں نے فرمایا: حقیقی زاہد اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں راضی رہنا ہے۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے زیاد بن ایوب نے خبر دی' انہیں سعید بن عامر نے' انہیں ابوعفر حسین نے' وہ کلبی سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت حسن کو مکہ میں دیکھ کر ان سے کوئی بات پوچھی تو انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے کہا: اے جماعت فقہاء ہم لوگ تم سے سوال کرتے ہیں مگر تم جواب نہیں دیتے۔ وہ فرمانے لگے تیرا ناس ہو! کبھی تو نے اپنی آنکھوں سے کسی فقیہ کو دیکھا بھی ہے' تجھے کیا معلوم کہ فقیہ کون ہے؟ فقیہ تو وہ شخص ہے جو دنیا سے بے رغبت ہو۔ آخرت کی رغبت رکھتا ہو' عبادت میں مگن ہو اور اسے دین میں بصیرت حاصل ہو۔

(حلیۃ الاولیاء' 147/2' تہذیب الکمال' 118/6)



# (141)

# روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں

حضرت سیّدنا ابوسلیم الہذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جو آخری خطبہ دیا وہ ان کلمات پر مشتمل تھا۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور درود وسلام ہو نبی آخرالزماں حضرت سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

امابعد! اے لوگو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں فضول پیدا نہیں فرمایا اور نہ ہی تمہارے معاملات یونہی چھوڑ دیئے جائیں گے یعنی تمہارے امور نظرانداز نہیں کیے جائیں گے' بے شک تمہارے لئے ایک دن مقرر ہے جس میں تمہارا حساب وکتاب ہوگا اور اس دن اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کا فیصلہ فرمائے گا۔ اس دن جو شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہا اور اس جنت کے حصول سے محروم رہا جس کی چوڑائی زمین وآسمان کے برابر ہے' تو خدا کی قسم! وہ شدید نقصان اور گھاٹے میں رہا جو تھوڑی چیزوں کو زیادہ کے بدلے خریدتا ہے اور باقی رہنے والی اخروی نعمتوں کے بدلے فانی (دنیوی نعمتوں) کو خریدتا ہے' اور امن کے بدلے خوف کو ترجیح دیتا ہے' کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ تم جن کی اولاد ہو وہ اس دنیا سے جا چکے اور موت کا مزہ چکھ چکے اسی طرح عنقریب تم بھی اس دارِفانی سے رخصت ہو جاؤ گے اور تمہاری جگہ تمہاری اولاد آجائے گی اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ بالآخر سب کے سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے' اس دنیا میں جس کی مدت حیات ختم ہو جاتی ہے' وہ زمین کے گہرے گڑھے میں پہنچ جاتا ہے اور تم لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارتے ہو اور وہ ایسی حالت میں قبر میں تنہا ہوتا ہے کہ نہ تو اس

کے لئے بستر ہوتا ہے نہ تکیہ پھر تم اسے بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے آتے ہو اس کے عزیز و اقارب اس سے جدا ہو جاتے ہیں اس کا مال و متاع سب دنیا ہی میں رہ جاتا ہے اور اس کا مسکن مٹی کی قبر ہوتی ہے اب وہ ہوگا اور اس کے اعمال ہوں گے اور وہ اپنے اچھے اعمال کا محتاج ہوگا یعنی اسے اپنے کئے ہوئے اچھے اعمال کام آئیں گے باقی تمام دنیاوی معاملات سے اسے کوئی غرض نہ ہوگی جو دنیاوی چیزیں اس نے پیچھے چھوڑیں وہ اسے کچھ نفع نہ دیں گی۔ پس اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور موت سے پہلے موت کی تیاری کر لو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاجزی کرتے ہوئے فرمایا: ''خدا کی قسم! میں اپنے آپ کو تم سب سے زیادہ قصوروار سمجھتا ہوں۔''

اے لوگو! جب بھی مجھے یہ معلوم ہوا کہ تم میں سے کسی کو کوئی حاجت ہے تو میں نے اس کی حاجت پوری کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اسی طرح جب بھی تمہیں کسی ایسی چیز کی ضرورت پڑی جو میرے پاس تھی اور میرے اختیار میں تھی تو میں نے اسے کبھی بھی تم سے نہیں روکا اور میں نے اس بات کو پسند کیا کہ میں بھی تمہاری ہی طرح زندگی گزاروں۔ اللہ کی قسم! اگر میں حکومت و امارت کو ان باتوں کے علاوہ کسی اور غرض کے لئے استعمال کرتا اور حکومت کی وجہ سے دنیاوی عیش و عشرت چاہی ہوتی تو میری زبان اس بیان میں میرا ساتھ نہ دیتی جو میں نے تمہارے سامنے کیا کیونکہ وہ میری حالت سے واقف ہے کہ میں نے حکومت و امارت کو صرف اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خیر خواہی کے لئے ہی استعمال کیا اور قرآن کریم ہمارے درمیان موجود ہے جو ہمیں سچا قانون بتاتا ہماری رہنمائی فرماتا ہمیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیتا ہے اور اس کی نافرمانی سے روکتا ہے۔

حضرت سیدنا ابو سلیم الہذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اتنا خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی چادر اپنے منہ پر رکھی اور رونے لگے۔ روتے روتے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہچکیاں بندھ گئیں اور آپ اتنا روئے کہ لوگوں نے بھی رونا شروع کر دیا اور یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا آخری خطبہ تھا۔'' (عیون الحکایات)

# (142)

# ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک دن میں اور میری والدہ گارے سے اپنے مکان کی لپائی کر رہے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس حالت میں دیکھ کر فرمایا: ''عبداللہ! یہ کیا ہے (یعنی یہ لیپ پوت کس وجہ سے ہو رہی ہے؟)'' میں نے عرض کیا: اس کی درستی و مرمت کر رہے ہیں (یا اس کو اس لئے لیپ پوت رہے تھے تاکہ اس میں پختگی آ جائے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''امر (موت) اس سے بھی زیادہ جلدی آنے والی ہے۔''

(ابوداؤد الادب باب ماجاء فی البناء 5235 ترمذی 2335 صحیح)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف (ان کی روح قبض کرنے کے لئے) بھیجا گیا۔ جب وہ آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تھپڑ مار دیا۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کے پاس گئے اور عرض کی تو نے مجھے جس بندے کی طرف بھیجا ہے وہ مرنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

دوبارہ ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ کسی بیل کی پشت پر ہاتھ رکھیں۔ ان کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے اتنے سال عمر (مزید) مل جائے گی۔''

ملک الموت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا یہ پیغام پہنچایا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے اللہ! اس کے بعد کیا ہوگا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر موت آجائے گی۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تب ابھی ٹھیک ہے۔

اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ آپ کو ارضِ مقدس کے اتنا قریب کر دے جتنی دور پتھر پھینکا جا سکتا ہے (اللہ تعالیٰ نے یہ درخواست قبول فرمائی اور ارضِ مقدس کے قریب وفات دی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میں وہاں ہوتا تو تم لوگوں کو آپ کی قبر مبارک دکھا دیتا جو راستے کے کنارے سرخ ٹیلے کے قریب ہے۔''

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''موت کا فرشتہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس روح قبض کرنے آیا اور کہا اپنے رب کے پاس چلیئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے تھپڑ مار کر موت کے فرشتے کی آنکھ پھوڑ دی۔''

(صحیح بخاری' احادیث الانبیاء' باب وفات موسیٰ وذکر 3407' صحیح ابن حبان' 38/8' 6190' مسلم' 2372' احمد' 7650' عبدالرزاق' 20530)



# (143)

# امام اصمعی کا حافظہ

اصمعی عربی لغت کے شہرہ آفاق امام ہیں' آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے: "عبدالملک بن قریب بن عبدالملک بن علی بن اصمع۔"

چوتھی پشت میں آپ کے دادا کا نام اصمع ہے۔ ان ہی کی طرف نسبت کر کے انہیں اصمعی کہتے ہیں۔ بصرہ میں 122ھ میں پیدا ہوئے۔ 216ھ میں بصرہ ہی میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو غضب کا حافظہ عطا کیا گیا تھا۔ لغت کے سولہ ہزار دفتر ان کو حفظ تھے۔

☆...... اصمعی کے حافظہ کا اندازہ آپ اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں جو علامہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ امیر حسن ابن سہیل نے ادیبوں کو جمع کیا جن میں اصمعی' ابوعبیدہ اور نصر بن علی وغیرہ شامل تھے۔ ادیبوں کے ساتھ گفتگو شروع کرنے سے قبل امیر نے مختلف ضروریات کے لئے دی گئی پچاس درخواستوں پر اپنی صوابدید کے مطابق احکامات لکھ کر جاری کئے۔

اس کے بعد ادیبوں سے گفتگو شروع کی۔ محدثین کا تذکرہ چلا تو ابوعبیدہ' اصمعی پر تعریض کرتے ہوئے کہنے لگے: جناب! اس مجلس میں بھی موجود کچھ لوگ اسلاف جیسے حافظہ کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک بار کوئی کتاب پڑھنے کے بعد دوبارہ اس کے دیکھنے کی انہیں ضرورت ہی نہیں پڑتی اور کوئی بات ایک مرتبہ ان کے ذہن میں داخل ہو جائے تو پھر کبھی نہیں نکلتی۔

اصمعی نے کہا: ''جناب ابوعبیدہ مجھ پر تعریض کر رہے ہیں لیکن واقعہ وہی ہے جیسا انہوں نے بیان کیا' ابھی آپ نے پچاس درخواستوں پر مختلف احکامات لکھے ہیں' قریب ہونے کی وجہ سے میں دیکھ رہا تھا اگر آپ چاہیں تو وہ تمام درخواستیں منگوا لیں' ہر درخواست پر جو کچھ لکھا ہوگا' میں تمام زبانی سنائے دیتا ہوں۔''

چنانچہ اصمعی نے وہ تمام درخواستیں اور امیر کی طرف سے ان پر لکھے گئے احکامات سنانا شروع کئے۔ جب چالیس سے کچھ اوپر پہنچے تو نصر بن علی نے اصمعی کو منع کیا کہ ''کہیں نظر بد لگ جائے گی'' تب اصمعی رک گئے۔ (وفیات الاعیان'173/3)

☆......علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے بغیۃ الوعاۃ میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اصمعی اور امام ابوعبیدہ' فضل بن الربیع کے پاس گئے۔ فضل نے اصمعی سے پوچھا: ''گھوڑے کے متعلق آپ نے کچھ لکھا ہے؟'' اصمعی نے کہا: ''ایک کتاب لکھی ہے۔''

پھر ابوعبیدہ سے پوچھا۔ اس نے کہا: ''میں نے پچاس جلدیں لکھی ہیں۔''

فضل نے ابوعبیدہ سے کہا: ''تم نے پچاس جلدیں گھوڑے کے متعلق لکھی ہیں' سامنے گھوڑا کھڑا ہے سر سے لے کر پاؤں تک اس گھوڑے کے ایک ایک عصو کا نام تو ذرا بتا دو!'' ابوعبیدہ نے کہا: ''یہ میرے بس کی بات نہیں' میں نے اہل عرب سے جیسے سنا محفوظ کرلیا۔'' فضل نے اصمعی سے کہا: ''آپ بتا دیں۔''

اصمعی اٹھے اور گھوڑے کی پیشانی سے لے کر پاؤں تک ایک ایک عضو کا نہ صرف یہ کہ نام بتاتے رہے بلکہ ساتھ ساتھ اس کے متعلق کہے گئے اشعار بھی سناتے رہے۔ فضل بن ربیع نے وہ گھوڑا انعام میں اصمعی کو دے دیا۔ (بغیۃ الوعاۃ'113/3)

# (144)

## ہم سے عہد لیا گیا ہے

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جو شخص ہمارا مخالف یا درپے آبرو ہو ہم اس سے اپنا برتاؤ احسان وسلوک اور بھلائی کا قطع نہ کریں بلکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے بندوں کے بارے میں ویسا ہی معاملہ کرنا چاہئے جیسا کہ وہ ہمارے ساتھ فرماتا ہے کیونکہ ہم ہمیشہ دن رات گناہوں میں مشغول رہتے ہیں اور حق تعالیٰ ہم کو کھانا برابر دیتا رہتا ہے اور اپنے سلوک واحسان کو ہم سے منقطع نہیں فرماتا اور بعض دفعہ ہم سے کوئی ایسا گناہ سرزد ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ہم اس قابل ہوتے ہیں کہ ہمیں کو گھر کے اندر ہی زمین میں گاڑ دیا جائے یا دھنسا دیا جائے (مگر حق تعالیٰ اپنی رحمت سے پردہ پوشی فرماتا رہتا ہے)

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قسم خدا کی اگر لوگوں کو ہماری وہ باتیں معلوم ہو جائیں جن کو حق تعالیٰ چھپالیتا ہے تو وہ ہمیں پتھر مار کر ہلاک کر دیں۔ نیز یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر گناہوں میں بو ہوا کرتی تو میرے پاس بوجہ گناہوں کی سخت بدبو کے کوئی بھی نہ بیٹھ سکتا۔ جب بزرگان تابعین کا اپنے نفس کو برائی کے ساتھ متہم سمجھنے میں یہ حال تھا تو ہم پیٹ اور شرمگاہ کے غلام ہیں ہمارا کیا حال ہونا چاہئے؟ اس سے معلوم ہوا کہ ہر اس شخص پر جو کہ اللہ کے راستہ کی طرف بلانے والا ہو یہ بات واجب ہے کہ ادب اور تمیز سے باہر ہونے والوں کا علاج سلوک واحسان سے کرے۔ محروم کرنے اور سخت بات کہنے سے نہ کرے کیونکہ وہ راعی (یعنی نگہبان ہے) اور ہر راعی سے اس کی

رعیت کے بارے میں سوال ہوگا (البتہ جہاں سختی ہی نافع ہو وہاں مضائقہ نہیں)

(صاحب الدر المنضود فرماتے ہیں:) ایک مرتبہ مجھے ان ذاکرین سے جو میرے پاس رہتے تھے نفرت ہوگئی تھی اور میں نے ان کو چھوڑ دینے کا قصد کیا تو اس رات خواب میں سید علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ مجھ سے فرمارہے ہیں کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماتے ہیں: اپنے لوگوں کی صحبت پر اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے صبر کئے رہو اور اچھی نصیحت سے ہر وقت ان کی خبر گیری کرتے رہو اور اس شخص کی طرح مت بنو جس کی بکریاں دشوار گزار زمین میں منتشر ہوگئیں اور وہ غصہ ہو کر ان کو جنگل میں بھیڑیے کے واسطے چھوڑ آیا تا کہ وہ ان کو پھاڑ کھائے۔ (ہم سے عہد لیا گیا ترجمہ الدر المنضود ص 77)



(145)

# خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم ادھر

ابو مطرف کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور لوگوں نے کہا: اس نے اونٹ چرایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے کہا میرا خیال یہ ہے کہ تو نے نہیں چرایا۔ اس نے کہا: بے شک میں نے چرایا ہے۔ آپ نے فرمایا: شاید کہ تجھے اس اونٹ کے بارے میں شبہ ہو گیا ہو۔ اس نے کہا: نہیں میں نے ہی چرایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے قنبر! اسے لے جا اور اس کی انگلیاں باندھ دے اور آگ جلا دے اور ہاتھ کاٹنے والے کو بلا لا تا کہ اس کا ہاتھ کاٹے۔ پھر فرمایا: میرے آنے کا انتظار کرنا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس آئے اور اس سے پوچھا کیا تو نے چوری کی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، تو اسے چھوڑ دیا۔ لوگوں نے عرض کیا: اے امیر المومنین آپ نے اسے کیوں چھوڑ دیا حالانکہ وہ اقرار کر چکا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے اس کو اس کے کہنے سے پکڑا تھا اور اس کو اس کے کہنے پر چھوڑ دیا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص لایا گیا جس نے چوری کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم رو دیے۔ میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں روتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کیوں نہ روؤں کہ تم لوگوں کے درمیان میرے امتی کا ہاتھ کاٹا جا رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی

اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف کیوں نہ کر دیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بدترین بادشاہ ہے جو حدود و معاف کر دے تم آپس میں ہی حدود کی معافی کا کام کر لیا کرو۔ معاملہ مجھ تک نہ لایا کرو۔

(رواہ ابو یعلی کما فی الکنز' ج 3' ص 117' کذا فی حیاۃ الصحابۃ' ج 2' ص 497)



# (146)

# امت کے محسن یعنی محدثین کرام

حضرت ضرار بن مرہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوسنان اور شیبانی اکبر لقب ہے۔ سعید بن جبیر اور ابو صالح وغیرہ محدثین کے شاگرد اور شعبہ وسفیان ثوری وسفیان بن عینیہ وغیرہ کے استاد ہیں۔

یہ اگر چہ بہت قلیل احادیث روایت فرماتے تھے مگر بہت ہی ثقہ وصالح اور انتہائی متقی وعبادت گزار تھے۔ اپنی وفات سے پندرہ سال قبل ہی اپنی قبر تیار کر لی تھی اور روزانہ اس قبر میں بیٹھ کر ایک ختم قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب)

☆...... حضرت ضحاک بن مخلد بصری رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو عاصم اور لقب نبیل ہے۔ اس لقب کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک دن امام ابن جریج کی درس گاہ میں احادیث کی سماعت وکتابت کر رہے تھے کہ اتنے میں سڑک پر ایک ہاتھی گزرا۔ تمام طلبہ درس چھوڑ کر ہاتھی دیکھنے چلے گئے مگر یہ اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ امام ابن جریج نے پوچھا: ضحاک! تم ہاتھی دیکھنے کیوں نہیں گئے؟ آپ نے عرض کیا: حضور! ہاتھی تو پھر کبھی دیکھ لیں گے مگر حضور کا حلقۂ درس پھر کہاں ملے گا؟ یہ جواب سن کر امام ابن جریج نے فرمایا: انت النبیل یعنی تم نبیل (بہت شاندار) ہو۔

ضحاک بن مخلد امام ابو حنیفہ کے بھی شاگرد ہیں اور امام مالک وامام اوزاعی وغیرہ سے بھی حدیث کی سماعت کی ہے اور ان کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبل بھی ہیں۔

یہ بہت ہی بذلہ سنج و پر مزاح بھی تھے لیکن انتہائی متقی وعبادت گزار بھی۔ امام

بخاری نے فرمایا: عمر بھر میں کبھی انہوں نے کسی کی غیبت نہیں کی اور خلیلی کا قول ہے کہ ان کے علم وفضل اور زہد وعبادت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ ان کی وفات 214ھ میں ہوئی۔ (تہذیب التہذیب ومناقب صیمری)

☆......حضرت طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن اور نام طاؤس بن کیسان ہے اور بعض کا قول ہے کہ آپ کا نام ذکوان اور طاؤس لقب ہے۔ آپ فارسی النسل یعنی یمنی تابعی ہیں اور حدیث میں عبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عباس وابوہریرہ و بی بی عائشہ وغیرہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے شاگرد ہیں اور تقریباً پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دیدار سے مشرف ہوئے ہیں۔ امام زہری وسلیمان تیمی و عاصم احول وغیرہ آپ کی مجلس درس کے تربیت یافتہ محدثین ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ طاؤس اہل جنت میں سے ہیں۔ ابوزرعہ وابن حبان وغیرہ کا قول ہے کہ طاؤس یمن کے عبادت وسادات تابعین میں ایک ممتاز شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ کی دعائیں بہت جلد اور بہت زیادہ مقبول ہوتی تھیں۔ عمرو بن دینار علانیہ کہا کرتے تھے کہ میں نے طاؤس بن کیسان جیسا صاحب علم و عمل بزرگ نہیں دیکھا۔ بلاشبہ وہ علم وعمل کے اعتبار سے اپنے زمانے کے سید الناس تھے۔ آپ پر خوف خداوندی کا بڑا غلبہ تھا اور بہت ہی خدا ترس اور رقیق القلب تھے۔ جب کبھی بھڑکتی ہوئی آگ دیکھ لیتے تو جہنم کو یاد کر کے حواس باختہ ہو جاتے۔ ایک مرتبہ کسی ہوٹل والے نے ان کے سامنے تنور میں بکری کا سر بھون کر نکالا تو آپ اس کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔

آپ گورنروں اور امیروں کے سامنے کلمہ حق کہہ دینے میں بڑے جری اور نہایت بے باک تھے۔ تبلیغ میں حق وصداقت آپ کا شیوہ تھا۔ آپ کبھی اللہ (تعالیٰ) کے بارے میں نہ کسی بادشاہ یا گورنر سے مرعوب ہوئے اور نہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ کیا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ نے چالیس حج کیے اور چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ 105ھ یا 106ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ مکہ مکرمہ میں مدفون ہوئے۔

(طبقات شعرانی اور تہذیب التہذیب)

☆...... حضرت طلحہ بن مصرف بن عمرو رضی اللہ عنہ کوفہ کے رہنے والے بلند مرتبہ و باکرامت تابعی محدث ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ یا ابو محمد ہے۔ حضرت انس صحابی رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سن کر حدیثیں یاد فرمائی تھیں اور امام اعمش وغیرہ محدثین کو آپ نے حدیث کا سبق پڑھایا۔

ابن معین و ابو حاتم و عجلی وغیرہ نے ان کے علم و عمل، تقویٰ و دیانت کی مدح فرمائی اور ان کو سچا و معتمد لکھا اور عبداللہ بن ادریس ناقل ہیں کہ ان کا لقب سید القراء ہے اور یہ کوفے کے تمام عالموں اور قاریوں میں سب سے زیادہ نیک اور متقی و پرہیزگار تھے یہاں تک کہ عبدالملک بن ابجر محدث کا قول ہے کہ میں نے طلحہ بن مصرف کا مثل نہیں دیکھا اور میں نے جس مجمع میں انہیں دیکھا ہر حیثیت سے ان ہی کو ساری قوم سے افضل و اعلیٰ پایا۔ 112ھ یا 113ھ میں ان کا انتقال ہوا اور کوفہ میں ہی مدفون ہوئے۔

(تہذیب التہذیب)



# (147)

## صبر کا ثمر اور حضرت خضر

طواف بیت اللہ کے دوران شیخ ابوالحسن سراج کی نظر ایک عورت پر پڑی۔ وہ نہایت حسین وجمیل اور خوبرو تھی۔ شیخ نے اپنے آپ سے کہا: ''بخدا میں نے آج تک ایسا چہرہ نہیں دیکھا۔ شاید یہ اس کی خوشحالی اور فکروغم کی آزادی کی وجہ سے ہو۔''

عورت نے شیخ کی بات سن لی۔ اس نے کہا: کیا کہہ رہے ہو؟ واللہ میں غموں میں گرفتار اور فکروں سے زخمی ہوں اور کوئی میرے ساتھ میرا غم بانٹنے والا بھی نہیں۔ شیخ نے کہا: تجھے کیا غم ہے؟ عورت بولی ''میرے شوہر نے ایک بکری کو قربان کیا۔ میرے دو چھوٹے لڑکے کھیل رہے تھے۔ ایک شیر خوار گود میں تھا' میں کھانا پکانے میں مصروف تھی۔ دونوں لڑکوں میں سے بڑے نے دوسرے سے کہا: ''آؤ میں تمہیں بتاؤں ابا جان نے بکری کو کیسے ذبح کیا۔'' چھوٹے نے کہا: ہاں بتاؤ۔ بڑے نے چھری ہاتھ میں لی' بھائی کو زمین پر لٹایا اور ذبح کر دیا۔ بھائی کا خون اور تڑپنا دیکھ کر خود پہاڑ پر بھاگ گیا۔ اس کا باپ اس کی تلاش میں گیا مگر اسے نہ پا سکا کیونکہ اس بیٹے کو بھیڑیے نے پھاڑ کھایا تھا۔ میرا شوہر بھی پہاڑ سے زندہ واپس نہ آسکا۔ پیاس کی شدت اور گرمی نے اس کی بھی جان لے لی۔ ذبح شدہ لڑکے کی آواز سن کر میں اسے دیکھنے گئی اور شیر خوار بچہ کو چولہے کے پاس چھوڑ گئی تھی۔ اس نے گرم ہانڈی اپنے اوپر انڈیل لی اور جل کر ہلاک ہو گیا۔ میری ان تمام بچوں سے بڑی ایک بیٹی بھی تھی جس کی شادی ہو چکی تھی۔ وہ اپنے شوہر کے گھر رہتی تھی۔ ان واقعات کی خبر اس کو پہنچی تو وہ صدمہ کو برداشت نہ کر سکی اور زمین پر تڑپ

تڑپ کر مرگئی۔اب صرف تنہا میں رہ گئی ہوں جوان تمام غموں کا بوجھ لئے چل رہی ہوں۔

شیخ ابوالحسن نے سنا تو متعجب ہوئے اور پوچھا آخرتم ان پرصبر کیسے کرتی ہو؟عورت نے جواب دیا جو بھی صبر اور بے صبری کو الگ الگ کر دے اسے دونوں کے درمیان نمایاں راہ مل جائے گی۔خوشحالی ظاہر کر کے اگر صبر کرلیا تو اس کا انجام بہتر اور اس کا پھل میٹھا ہے اور اگر بے صبری میں مبتلا رہا تو اس کا کوئی اجر وعوض نہ پائے گا۔عورت نے شیخ سے یہ بات کہی اور ان کے پاس سے چلی گئی۔(روض الریاحین)

☆......ایک بار حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ دوران سفر شدت پیاس سے مغلوب بیہوش ہو کر گر پڑے۔آنکھ کھلی تو دیکھا ایک حسین وجمیل مردان کے چہرے پر پانی چھڑک رہا ہے۔وہ ایک شاندار گھوڑے پر سوار تھا۔اس نے انہیں پانی پلایا اور انہیں اپنے ہمراہ لے لیا۔حضرت ابراہیم نے تھوڑی دیر کے بعد خود کو مدینہ طیبہ میں پایا۔اسپ سوار نے کہا:اب تم جاؤ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کہنا کہ آپ کے بھائی خضر نے سلام عرض کیا ہے۔(ایضاً)



# (148)

# بزرگوں کی زندگیاں

(ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے عبید بن محمد وراق نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں: ابونصر بن حارث نے فرمایا: (یعنی بشر حافی المتوفی 227ھ نے) کہ سفیان ثوری نے بکر عابد سے فرمایا: اے بکر! زہد اختیار کرلو پھر چاہے سوتے رہو۔ نیز فرمایا: اے بکر! دنیا کو اپنے بدن کے لئے استعمال کر اور آخرت کو اپنے دل کے لئے۔ ابونصر نے فرمایا: یعنی جس قدر بدن کے لئے ضرورت ہو اور اپنے دل کو آخرت کے تذکرے میں مشغول رکھ۔

(حلیۃ الاولیاء' 20/7)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: محمد بن حسین نے مجھے بتایا' انہیں مسکین بن عبید صوفی نے خبر دی' انہیں متوکل بن حسین عابد نے' وہ فرماتے ہیں: ابراہیم بن ادہم نے فرمایا: زہد کی تین قسمیں ہیں زہد فرض' زہد فضل' زہد سلامت۔ زہد فرض حرام سے بچنا ہے۔ زہد فضل حلال سے بچنا ہے اور زہد سلامت شبہات سے بچنا ہے۔ (بیہقی' ص 69' حلیۃ الاولیاء' 26/8)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے علی بن محمد نے خبر دی' انہیں احمد بن ابوالحواری نے' وہ فرماتے ہیں: میں نے سفیان بن عیینہ سے پوچھا: زاہد کون ہے؟ فرمانے لگے زاہد وہ ہے کہ اسے نعمت ملے تو شکر ادا کرے' اور اگر کسی تنگی میں مبتلا ہو تو صبر کرے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے ابومحمد! نعمت پر تو اس نے شکر ادا کیا اور مصیبت پر صبر کیا اور جو شخص نعمت روک کر رکھے وہ بھی زاہد ہو سکتا ہے؟

انہوں نے اپنا ہاتھ مجھ پر مار کر فرمایا چپ ہو جاؤ۔ جسے نعمت شکر سے نہ روکے اور آزمائش صبر سے نہ روکے وہی زاہد ہے۔ (حلیہ 273/7)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابراہیم بن سعید نے خبر دی' انہیں زیاد بن ایوب نے' انہیں سعید بن عامر نے' وہ جعفر بن سلیمان سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: ایک شخص حضرت ابوذر غفاری کے گھر میں آکر ادھر ادھر دیکھنے لگا اور پوچھا: اے ابوذر آپ کا سامان کہاں ہے؟ وہ فرمانے لگے ہمارا ایک عمدہ گھر ہے خاص خاص اور اچھا سامان وہاں بھیج دیتے ہیں۔ وہ کہنے لگا: جب تک یہاں ہو سامان یہاں بھی ضروری ہے۔ وہ فرمانے لگے مالک مکان ہمیں اس میں ٹھہرنے نہیں دے گا۔

(تاریخ دمشق 310/28)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں ابوہاشم زیاد بن ایوب نے خبر دی' انہیں حفص بن غیاث نے خبر دی' وہ اعمش سے روایت کرتے ہیں' وہ ابراہیم تیمی سے' وہ فرماتے ہیں: چند قریشی نوجوان حضرت ابوذر کے پاس آئے اور کہنے لگے: آپ نے دنیا کو رسوا کر دیا' ان لوگوں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو غصہ دلایا' ابوذر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میرا دنیا سے کیا واسطہ' مجھے تو ہر ہفتے ایک صاع کی بقدر طعام اور یومیہ پانی کا ایک گھونٹ کافی ہے۔

(حلیہ 162/1)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابراہیم بن سعید نے خبر دی' انہیں عبدالعزیز قرشی نے' وہ فرماتے ہیں: میں نے سفیان ثوری کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ زہد کو لازم پکڑ لو۔ اللہ تم پر دنیا کے عیوب ظاہر فرما دے گا' پرہیزگاری اختیار کر لو' اللہ تعالیٰ تمہارے حساب کتاب میں تخفیف فرما دے گا اور مشکوک چیز کو یقینی چیز کے بدلے چھوڑ دو اور شک کو یقین کے ساتھ دور کر دو اس میں تیرے دین کی سلامتی ہے۔ (بیہقی ص 315)



# (149)

# محبوب سے ملاقات کا وقت قریب آ گیا

حضرت سیّدنا عبدالملک بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے حضرت سیّدنا ربعی بن خراش رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا ہم تین بھائی تھے اور ہم میں سب سے زیادہ عبادت گزار اور سب سے زیادہ روزے رکھنے والا ہمارا منجھلا (درمیانہ) بھائی تھا۔ ایک مرتبہ میں اپنے دونوں بھائیوں کو چھوڑ کر ایک جنگ کی طرف نکل گیا۔ پھر جب میں واپس گھر پہنچا تو مجھے بتایا گیا کہ میرا وہی عبادت گزار بھائی مرض الموت میں مبتلا ہے۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ ابھی کچھ دیر پہلے اس کا انتقال ہو چکا ہے۔ لوگوں نے اسے ایک کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا۔ میں اس کے لئے کفن لینے چلا گیا۔ جب کفن لے کر آیا تو یکا یک میرے اس مردہ بھائی کے چہرے سے کپڑا ہٹ گیا۔ اس نے مجھے مسکراتے ہوئے سلام کیا۔ میں نے بڑی حیرانگی کے عالم میں جواب دیا اور اس سے پوچھا "اے میرے بھائی! کیا تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو گیا؟" اس نے کہا: "جی ہاں! الحمدللہ میں دوبارہ زندہ ہو چکا ہوں اور تم سے جدا ہونے کے بعد میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ میرا رب مجھ سے بہت خوش ہے اور وہ پاک پروردگار مجھ سے ناراض نہیں۔ اس نے مجھے سبز رنگ کے ریشمی حلے عطا فرمائے اور میں نے اپنا معاملہ تمہارے معاملے سے بہت آسان پایا لہٰذا تم نیک اعمال کی طرف رغبت کرو اور سستی بالکل نہ کرو اور (موت) سے بے خبر نہ رہو۔ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد الحمدللہ میری ملاقات' میری حسرتوں کے محور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔ انہوں نے کرم کرتے ہوئے ارشاد

فرمایا: ''جب تک تم نہیں آ ؤ گے میں تمہاری قبر سے نہیں جاؤں گا۔ لہٰذا تم میری تجہیز و تکفین میں جلدی کرو اور بالکل دیر نہ کرو' قبر میں میری ملاقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگی۔ بقول شاعر

قبر میں سرکار آئیں تو میں قدموں پر گروں
گر فرشتے بھی اٹھائیں تو میں ان سے یوں کہوں
اب تو پائے ناز سے میں اے فرشتو! کیوں اٹھوں
مر کے پہنچا ہوں یہاں اس دلربا کے واسطے

پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور اس کی روح اس طرح آسانی سے اس کے بدن سے نکلی جیسے کوئی کنکر جب پانی میں ڈالا جاتا ہے تو آسانی سے تہہ میں اتر جاتا ہے۔

جب تیری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی
جان لینے کو دلہن بن کے قضا آئی ہے

جب یہ واقعہ ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا: ''ہم یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ اس امت میں ایک شخص ایسا ہوگا جو مرنے کے بعد بات کرے گا۔''

حضرت سیّدنا ربعی بن خراش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میرا وہ بھائی سخت سردی کی راتوں میں بہت زیادہ قیام کرتا' اور سخت گرمیوں کے دنوں میں ہم سے زیادہ روزے رکھتا تھا۔'' (عیون الحکایات)



# (150)

## بندۂ مومن کی قابل رشک موت

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوشیبہ خدری رضی اللہ عنہ اس فوج میں شامل تھے جس نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ایک دن آپ نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے آواز دی تو بڑی تعداد میں لوگ آپ کے اردگرد جمع ہو گئے۔ اس وقت آپ نے اپنے چہرۂ مبارک پر پردہ ڈال رکھا تھا اور آپ یہ فرما رہے تھے کہ جو مجھے جانتا ہے وہ جان لے کہ میں ابوشیبہ خدری، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں اور میں نے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا ہے:

''جو شخص بھی اللہ کے ایک ہونے کی اخلاص کے ساتھ گواہی دے وہ جنت میں داخل ہوگا لہٰذا اعمال صالحہ کرتے رہو اور بھروسہ کر کے نہ بیٹھو۔''

یہ حدیث سنا کر آپ وہیں وفات پا گئے۔ رضی اللہ عنہ۔ (الاصابہ 171/7)

☆...... حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک جنازہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ راحت پانے والا ہے یا یہ کہ اس سے دوسروں کو راحت نصیب ہوئی؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: راحت پانے والا کون ہے اور وہ کون ہے جس سے دوسروں کو راحت نصیب ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''بندۂ مومن اپنی موت کے ذریعہ دنیا کے رنج وایذا سے راحت پاتا ہے اور خدا کی رحمت کی طرف جاتا ہے اور بندہ فاجر (یعنی گنہگار) کی موت کے ذریعہ اس کے شر و فساد سے بندے، شہر، درخت اور جانور (سب ہی)

راحت پاتے ہیں۔" (بخاری الرقاق باب سکرات الموت 6512، مسلم 2202)

## مومن اور کافر کی موت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشمی کپڑا لے کر آتے ہیں اور روح سے کہتے ہیں کہ تو (جسم سے) نکل اس حال میں کہ تو اللہ تعالیٰ سے راضی ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانی، بہترین رزق اور پروردگار کی طرف کہ جو تجھ پر غضبناک نہیں ہے چل۔ چنانچہ روح مشک کی بہترین خوشبو کی طرح (جسم سے) نکلتی ہے اور فرشتے اس کو (از راہ تعظیم و تکریم) ہاتھوں ہاتھ لے چلتے ہیں یہاں تک کہ اسے لے کر آسمان کے دروازوں تک آتے ہیں۔ وہاں فرشتے آپس میں کہتے ہیں کہ کیا خوب ہے یہ خوشبو جو تمہارے پاس زمین سے آرہی ہے۔ پھر اسے ارواح مومنین کے پاس علیین میں یا جنت کے دروازے پر یا عرش کے نیچے کہ جہاں مومنین کی روحیں اپنے اپنے حسب مراتب و درجات رہتی ہیں لے جایا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ روحیں اس روح کے آنے سے اسی طرح خوش ہوتی ہیں جس طرح تم میں سے کوئی شخص اس وقت خوش ہوتا ہے جب کہ اس کے پاس اس کا غائب آتا ہے یعنی تم میں سے کوئی شخص جب سفر سے واپس آتا ہے تو جس طرح اس کے اہل و عیال اس کی واپسی پر خوش ہوتے ہیں اس طرح آسمان میں مومنین کی روحیں اس وقت بہت زیادہ خوش ہوتی ہیں جب کہ کسی مومن کی روح زمین سے ان کے پاس آتی ہے پھر تمام روحیں اس روح سے پوچھتی ہیں کہ فلاں کیا کرتا ہے اور فلاں کیا کرتا ہے؟ یعنی روحیں ان متعارفین کے بارے میں جنہیں وہ دنیا میں چھوڑ کر آئی تھیں نام بتا کر پوچھتی ہیں کہ فلاں فلاں شخص کا کیا حال ہے مگر پھر روحیں (خود) آپس میں کہتی ہیں کہ اس روح کو چھوڑ دو (ابھی کچھ نہ پوچھو کیونکہ) یہ دنیا کے غم و آلام میں تھی (جب اسے ذرا سکون مل جائے تو پوچھنا) چنانچہ روح (جب سکون پالیتی ہے تو خود کہتی ہے) فلاں شخص (جو بدکار تھا اور جس کے بارے

میں تم پوچھ رہے ہو) مر گیا' کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ چنانچہ وہ روحیں اسے بتاتی ہیں کہ اسے تو دوزخ کی آگ کی طرف لے گئے اور جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو عذب کے فرشتے اس کے پاس ٹاٹ کا بچھونا لے کر آتے ہیں اور اس کی روح سے کہتے ہیں کہ اے روح! (کافر کے جسم سے) نکل تو روح مردار کی بدبو کی طرح نکلتی ہے پھر فرشتے اسے آسمان کے دروازوں کی طرف لاتے ہیں۔ وہاں فرشتے کہتے ہیں کہ کتنی بری ہے یہ بدبو! پھر اس کے بعد اسے کافروں کی ارواح کے پاس لے جایا جاتا ہے۔

(سنن النسائی' الجنائز' باب ما یلقی بہ المومن من الکرامۃ عند خروج نفسہ' 1833)



# (151)

## ابن راہویہ کا حافظہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ابن راہویہ (متوفی 238ھ) کے تذکرے میں حفظ اور یادداشت ہی کے سلسلے میں ذکر کیا گیا ہے کہ مشہور خراسانی امیر عبداللہ بن طاہر کے دربار میں ابن راہویہ کی ایک دوسرے عالم سے بعض مسائل پر گفتگو ہو رہی تھی۔ کسی کتاب کی عبارت کے متعلق دونوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ اس پر ابن راہویہ نے امیر عبداللہ سے کہا: اپنے کتب خانے سے فلاں کتاب منگوایئے۔ کتاب منگوائی گئی۔ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اس کے بعد لکھا ہے کہ امیر عبداللہ کو خطاب کر کے ابن راہویہ نے کہا: **عد من الكتاب احدى عشرة ورقة ثم عد سبعة اسطر .**

"کتاب کے گیارہ ورق شمار کر کے پلٹئے اور گنئے، ساتویں سطر میں وہی ملے گا جو میں کہہ رہا ہوں۔"

دیکھا گیا ہے کو جو کچھ ابن راہویہ کہہ رہے تھے وہی بات کتاب میں نکلی۔ کہتے ہیں کہ امیر عبداللہ نے ابن راہویہ کو یہ خطاب کر کے کہا:

**علمت انك قد تحفظ المسائل ولكني اعجب لحفظك هذه المشاهدة .**

"یہ چیز تو مجھے معلوم ہی تھی کہ مسائل آپ کو خوب یاد ہیں لیکن تمہاری قوت یادداشت اور حفظ کے اس مشاہدے نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔"

(تدوین حدیث، ص146)

حفظ حدیث کا یہ حال تھا کہ خود فرمایا کرتے تھے:

''ایک لاکھ حدیث میں نے جمع کی ہیں اور تیں ہزار مجھے ازبر یاد ہیں۔''

آپ کے ایک شاگرد خفاف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اسحاق نے گیارہ ہزار احادیث اپنی یادداشت سے لکھوائیں اور پھر ان کو نمبروار سنایا نہ کوئی حرف کم ہوا نہ زیادہ۔'' (حکایات صحابہ' ص114)

ایک مرتبہ ابن شبرمہ نے اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا:

**ما کتبت سوداء فی بیضاء الی یومی هذا ولا حدثنی رجل بحدیث قط الا حفظته .**

''میں نے آج تک جو بھی حدیث لکھی اور مجھ سے آج تک جس نے بھی کوئی حدیث بیان کی میں نے اسے حفظ کر لیا ہے۔''

یہ سن کر اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''کیا تم اس پر تعجب کر رہے ہو؟''

ابن شبرمہ نے ہاں میں جواب دیا تو اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

**لااسمع شیأ الا حفظته و کانی انظر الی سبعین الف حدیث او قال اکثر من سبعین الف حدیث فی کتبی .**

''میں نے آج تک کوئی ایسی بات نہیں سنی جو مجھے یاد نہ ہو' مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں ستر ہزار سے زائد احادیث کو اپنی کتاب میں یاد کر رہا ہوں یعنی یہ احادیث مجھے اس طرح یاد ہیں جس طرح دیکھ کر پڑھی جاتی ہیں۔''

(تدریب الراوی' ص51)



# (152)

## ہمارا اللہ تعالیٰ سے وعدہ ہے

کہ اس امت محمدیہ کے تمام آدمیوں کی خطاؤں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خاطر جس کے وہ عبد ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جن کی وہ امت ہیں معاف کردیا کریں اور (مواخذہ وانتقام کے خیال میں) درگزر کریں اور کسی سے اپنے کسی حق کا مطالبہ دونوں جہان میں نہ کریں خواہ مالی حق ہو یا آبرو کا کیونکہ مثل مشہور ہے

**لعین تجازی الف عین وتکرم**

کہ ایک آنکھ کی وجہ سے ہزار آنکھوں کا لحاظ کیا جاتا ہے۔

(تو ہم کو بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے امت محمدیہ کی خطاؤں کو معاف کردینا چاہئے)

پس جس شخص نے اس امت کے کسی آدمی سے بھی مواخذہ کیا اس نے نہ تو خدا تعالیٰ کی عظمت کو پہچانا جس کے یہ بندے ہیں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو جانا جن کی یہ امت ہیں۔

اور عزیز من! یہ سمجھ لو کہ اس عہد پر عمل کرنا تم کو اس وقت تک آسان نہیں ہوسکتا جب تک تمہارے سامنے اپنے عیوب محض گمان اور اٹکل سے نہیں بلکہ یقین کے ساتھ منکشف اور ظاہر نہ ہو جائیں۔ اس وقت بے شک تم دل کھول کر اس کے لئے آمادہ ہو گے اور اس کی ضرورت سمجھو گے کہ ان گناہوں کے مٹانے اور پاک وصاف کرنے کی کوئی صورت ہونی چاہئے (اور وہ یہی ہے کہ تم دوسروں کی خطاؤں سے درگزر کرو اور ان

کو اپنے حقوق معاف کر دو۔ امید ہے کہ حق تعالیٰ تمہاری خطاؤں سے درگزر کرے گا اور اہل حقوق سے تمہاری خطائیں معاف کرا دے گا)

اور دیکھو! اگر تمہارے کپڑے میں کوئی ظاہری ناپاکی لگی ہو اور کوئی شخص آ کر اسے دھو دے تو تم لامحالہ اس کی طرف جھکو گے (اسی طرح اگر تمہیں گناہوں کی ناپاکی محسوس ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ دوسروں کو اپنے حقوق معاف کر دینے سے یہ ناپاکی دھل جائے گی تو تم ضرور اس کے لئے آمادہ ہو جاؤ گے) پس اس عہد پر عمل کرنے والے کو سخت مجاہدہ کی ضرورت ہے یہاں تک کہ اس کو اپنے نفس کی برائیاں اس نجاست ظاہری کی طرح محسوس ہونے لگیں ورنہ وہ ضرور (دوسروں سے) مواخذہ کا طالب ہوگا اور درگزر کرنے پر آمادہ نہ ہوگا اور میں نے اپنے نفس کے ساتھ تقریباً تیس برس تک مجاہدہ کیا تب وہ کسی قدر اس پر آمادہ ہوا اور اس کے ساتھ یہ بھی مناسب ہے کہ جو شخص ہم سے کراہت رکھتا ہو اس کے ساتھ اپنے مرنے سے پہلے جلد ہی صلح کر لیں کیونکہ ممکن ہے کہ وہ ہماری نسبت ہمارے مرنے کے بعد کچھ کہے سنے اور اس وقت اس بات کا معاف کرنے والا کوئی ہوگا نہیں (تو یہ مسلمان ہماری ذات کی وجہ سے گناہ میں گرفتار ہوگا) تو اپنے مسلمان بھائیوں کے حال پر شفقت کر کے ایسا ضرور کرنا چاہئے اور (یاد رکھو کہ) لوگ زیادہ تر دوسروں کی آبروریزی میں کسی ایسی بات یا ایسے فعل کے بہانہ سے مبتلا ہو جاتے ہیں جس کی خبر (افواہی طور پر) بلاتحقیق کے ان تک پہنچتی ہے تو اگر ہم ان سے مل کر بات صاف کر لیں گے اور اپنا عذر واقعی بیان کر دیں گے تو امید ہے کہ وہ اس سے باز آ جائیں گے' چنانچہ (صاحب الدرالمنضو دخود لکھتے ہیں) خود مجھے ایک شخص کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا (کہ وہ محض سنی سنائی باتوں کی وجہ سے مجھ سے بدگمانی اور بغض رکھتا تھا) اور اس نے مجھ سے خود کہا: واللہ! میں تو یہ سمجھتا تھا کہ تم محض زندیق (اور بددین) ہو پھر میں نے اپنی حالت ظاہر کی اور بتلایا کہ میں اسلام اور اہل اسلام کا (دل سے) چاہنے والا (اور ان کا جان نثار) ہوں تب اس نے (اپنے خیال سے) توبہ کی اور بہت اچھی

توبہ کی۔ والحمد للہ علیٰ ذلك۔

اور یہ عہد مجھ سے سید علی خواص رحمۃ اللہ علیہ نے لیا تھا۔ پھر فرمایا: دیکھو! اگر کوئی تم کو ایذاء دے تو تم اس کو کسی طرح کی کچھ ایذاء مت دینا اگرچہ بدگمانی ہی کا درجہ ہو کیونکہ کسی سے بدگمانی رکھنا بھی ایک درجہ کی ایذاء ہے کہ اس شخص کے ساتھ دل کھلا ہوا نہیں رہتا اور اس کا اثر ملاقات کے وقت ضرور ظاہر ہو جاتا ہے جس سے دوسرے کو ایذاء ہوتی ہے تو اس سے بھی پرہیز کرنا چاہئے اور یہ مت کہنا کہ بدی کا بدلہ بدی ہے (تو میں بھی اس کو ایذاء دے سکتا ہوں کیونکہ) جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا (الشوریٰ 40) اور تم اس کے بعد کا حصہ بھی تو پڑھو اور دیکھو حق تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے: فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ کہ جو معاف کر دے اور بات کو سنوار دے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے بدی کے انتقام کو بھی بدی سے تعبیر فرمایا ہے جس میں بندہ کو عفو و مسامحت (کی خوبی) پر متنبہ فرمایا ہے: اس کو چاہئے کہ وہ کسی سے صورت بدی کے ساتھ بھی پیش نہ آئے (کیونکہ انتقام صورت بدی سے خالی نہیں گو حقیقتاً بدی نہ ہو)

اور عزیز من! جو شخص اس عہد پر پوری طرح عامل رہے گا اس کے لئے ہمیں حق تعالیٰ سے امید ہے کہ قیامت کے دن سب اہل حقوق کو اس سے راضی کر دیں گے اور جیسا برتاؤ اس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بندوں سے کیا ہے (کہ سب کو اپنے حقوق معاف کر دیئے) اس کے عوض میں (یہی برتاؤ اس کے ساتھ بھی ہوگا) کوئی شخص اپنے کسی حق کا اس سے مطالبہ نہ کرے گا۔

(ہم سے عہد لیا گیا' ترجمہ الدر المنضود ص 444'446)



# (153)

# غم اولاد کوئی صاحب اولاد ہی جانے

حضرت مکحول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ پر ٹیک لگائے ہوئے داخل ہوئے اور آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جان دے رہے تھے۔ جب ان کی وفات ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہی وہ چیز ہے جس سے آپ لوگوں کو منع فرماتے تھے؟ جب مسلمان آپ کو روتا ہوا دیکھیں گے تو روئیں گے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو تھمے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ رحم ہے اور جو آدمی رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ میں نے لوگوں کو نوحہ کرنے سے منع کیا ہے اور اس بات سے منع کرتا ہوں کہ آدمی کے اندر جو صفات نہ ہوں انہیں یاد کر کے رویا جائے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر قیامت کے دن سب کے جمع ہونے کا وعدہ نہ کیا گیا تو ہم اس پر اس سے بھی زیادہ روتے اور رنج کرتے۔ بے شک ہم اس کی وفات پر رنجیدہ ہیں آنکھ آنسو بہا رہی ہے۔ دل پریشان ہے اور ہم وہ بات نہیں کہتے جس سے ہمارا رب ناراض ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک فرماتے ہیں: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دیکھا' وہ اپنا دم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے توڑ رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں

آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور آپ نے فرمایا: آنکھ آنسو بہا رہی ہے دل رنجیدہ ہے لیکن ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا خدا راضی ہو۔

(رواہ ابن سعد ج 1 'ص 90' کذانی حیاۃ الصحابہ' ج 2 'ص 690)

☆......حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں میں سے ایک نے آپ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا اور آپ کو اطلاع دی کہ آپ کا بچہ مبتلائے موت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد سے کہا: جا کر ان کو خبر دے دے کہ اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ وہ لے لے اور جو کچھ وہ باقی چھوڑ دے اور ہر چیز کی اس کے پاس میعاد مقرر ہے۔ لہٰذا ان سے کہہ دو کہ صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو۔ قاصد پھر دوبارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر آیا اور عرض کیا: صاحبزادی نے آپ کو قسم دی ہے کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ چلے اور کچھ حضرات اور بھی چلے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ وہ بچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور اس کی جان مضطرب تھی گویا کہ وہ پرانی مشک ہے۔ یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ رحم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے اور بات اسی طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں رحم کھانے والوں پر رحم کرتا ہے۔

(راوہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجہ وابوعوانہ وابن حبان واحمد کما فی الکنز' ج 8 'ص 118 وکذانی حیاۃ الصحابہ' ج 2 'ص 690)



# (154)

## حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ

ان کی کنیت ابو جعفر اور نام و نسب احمد بن محمد بن سلامہ بن عبدالملک ازدی ہے۔ طحا' مصر میں ایک گاؤں کا نام ہے اس کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے طحاوی کہلاتے ہیں۔ یہ مصر میں فقہائے حنفیہ کے امام شمار کئے جاتے تھے اور فقہ و حدیث میں ان کی مہارت بلکہ امامت پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

یہ ابو ابراہیم مزنی (شاگرد امام شافعی) کے بھانجے ہیں۔ پہلے اپنے ماموں ابو ابراہیم مزنی کے پاس پڑھتے تھے اور شافعی مذہب کے مقلد تھے مگر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا بکثرت مطالعہ فرماتے رہتے تھے۔ ایک دن امام مزنی ان پر خفا ہو گئے اور غصہ میں کہہ دیا کہ خدا کی قسم تجھ کو کچھ بھی علم حاصل نہ ہوگا۔ ماموں کے اس جملہ کو سن کر طحاوی کو بھی غصہ آ گیا اور درس گاہ سے اٹھ کر چلے گئے اور ابو جعفر حنفی کے مدرسہ میں جا کر فقیہ کی تعلیم حاصل کرنے لگے پھر شام کا سفر کیا اور ابو حازم عبدالحمید قاضی القضاۃ کی مجلس درس میں فقہ و حدیث کا علم حاصل کیا پھر مصر چلے گئے اور وہاں کے محدثین سے علمی استفادہ کرنے لگے اور مذہب حنفی کے مقلد بن گئے اور مصر میں خود فقہ و حدیث کی ایک اپنی درسگاہ قائم کر کے درس دینے لگے۔ آپ کو عادت پڑ گئی تھی کہ جب آپ طلبہ کے سوالوں کا شافی جواب عطا فرماتے اور طلبہ آپ کے علم و فضل کی داد دینے لگتے تو آپ یہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ میرے ماموں امام مزنی پر رحم فرمائے اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے۔ آپ درس فقہ و حدیث کی مصروفیات کے باوجود بڑی بڑی ضخیم و مفید

کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔آپ کی تصنیف کردہ کتابوں میں احکام القرآن واختلاف العلماء وشرح معانی الآثار وشرح مشکل الآثار وکتاب الشروط وشرح جامع صغیر وشرح جامع کبیر وکتاب مناقب ابی حنیفہ وتاریخ کبیر وغیرہ مشہور ہیں۔ابن خلکان ابوسعد سمعانی سے ناقل ہیں کہ امام ابوجعفر طحاوی 229ھ میں پیدا ہوئے اور یکم ذیقعدہ پنجشنبہ کی رات 321ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور قرافہ مصر میں آپ مدفون ہوئے۔

(تبصرہ الدرایہ وغیرہ)



# (155)

# سرکار ﷺ کی میزبانی

شیخ ابوالخیر اقطع کا بیان ہے وہ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ وہاں انہوں نے پانچ روز قیام فرمایا۔ اس مدت قیام میں کچھ کھانے کو نہ ملا' بھوک سے بے تاب تھے۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرانور پر حاضر ہوئے۔ سرکار اور شیخین کریمین پر سلام پیش کیا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج میں آپ کا مہمان ہوں۔ کچھ دیر بعد منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جا سوئے۔ خواب میں نصیبہ جاگا اور زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرفراز ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں اور حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شیخ ابوالخیر کو اٹھایا اور کہا: ''دیکھ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پاس تشریف لائے ہیں۔'' شیخ ابوالخیر نے اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مبارک کے بیچ میں بوسہ دیا۔ اس وقت قاسم نعمت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ ابوالخیر کو ایک روٹی عنایت فرمائی۔ انہوں نے خواب ہی میں آدھی روٹی کھالی اور جب بیدار ہوئے تو آدھی روٹی ان کے ہاتھ میں موجود تھی۔

☆......شیخ ابوجعفر صفار کئی دنوں تک جنگلوں میں سرگرداں رہے اور بھوک پیاس کی وجہ سے کمزور ہو گئے۔ انہوں نے وہاں ایک شخص کو دیکھا نحیف ونزار منہ کھولے آسمان کو تک رہا تھا۔ انہوں نے پوچھا: یہاں کیوں کھڑے ہو؟ جواب دیا تم سے سروکار؟

مالک و مولا اور اس کے بندے کے درمیان تم دخل دینے والے کون؟ پھر ہاتھ سے راستے کی جانب اشارہ کیا۔ شیخ ابو جعفر اس راستہ پر چل پڑے۔ کچھ ہی دور گئے تھے کہ دو روٹیاں گرم گرم، گوشت اور ایک گلاس پانی ایک جگہ رکھا تھا۔ انہوں نے آسودہ ہو کر کھایا اور پانی پی کر سیراب ہو گئے۔ پھر لوٹ کر اسی شخص کے پاس آئے۔

شیخ صفار: تصوف کیا ہے؟

شیخ مذکور: (تبسم کرتے ہوئے) ایک شے نمایاں ہونے والی تھی، ہوئی، جس نے ختم کر کے سب کچھ لوٹ لیا۔

شیخ ابو محمد عبداللہ یمنی یافعی فرماتے ہیں یعنی تصوف وہ کشف ہے جو اسرار پر وارد ہو کر بندے کو اچک لیتا ہے اور اس کے مال و دولت کو لوٹ لیتا ہے یہاں تک کہ بندہ اپنے لئے کچھ نہیں رکھتا۔

اسی ختم کی جانب شیخ ابو الغیث یمنی اشارہ فرماتے ہیں۔ اہل حضوری چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کو خطاب ہو تو وہ سراپا کان بن گئے۔ دوسرے وہ جنہیں مشاہدہ کرایا گیا تو وہ سراپا آنکھ بن گئے۔ تیسرے وہ جنہیں تجلی کے انوار نے ختم کر دیا۔ چوتھے وہ جو شفاعت کی زبان حال ہیں۔ اور یہ سب سے باکمال ہیں۔

☆...... شیخ علی بن موفق رحمۃ اللہ علیہ ایک سال سواری پر سفر حج کے لئے روانہ ہوئے۔ حجاج کے قافلے پیدل رواں دواں تھے۔ شیخ نے پیدل چلنے والوں کو دیکھا تو اپنی سواری پر ایک شخص کو سوار کر دیا اور خود پیادوں کے ہمراہ چلنے لگے۔ فرماتے ہیں: چند لوگوں کے ساتھ راستہ سے الگ ہو کر چلنے لگا۔ ناگاہ مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر نیند کا غلبہ ہوا، سو گئے۔ میں نے خواب میں چند حسین و جمیل لڑکیوں کو دیکھا جو ہاتھ میں سونے کے طشت اور چاندی کے لوٹے سنبھالے ہوئے تھیں۔ انہوں نے تمام پیدل سفر کرنے والوں کے پاؤں دھلائے۔ صرف مجھے چھوڑ دیا۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا: ''کیا یہ بھی انہی لوگوں میں سے ہے؟'' دوسری نے جواب دیا ''یہ تو سواری والا ہے۔'' پہلی نے

پھر کہا: ''سواری ہونے کے باوجود ان کے ساتھ اس نے پیادہ پا چلنے کو ترجیح دی۔ اس لئے یہ بھی انہی میں سے ہے تو لڑکیوں نے میرے پاؤں بھی دھلائے جس کی وجہ سے ساری تکان بالکل ختم ہوگئی۔''

☆......حضرت شیخ علی بن موفق رحمۃ اللہ علیہ نے پچاس سے زیادہ حج کئے اور ان کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور اپنے والدین کی ارواح کو بخش دیا۔ ایک حج باقی رہ گیا۔ ایک بار آپ عرفات کے میدان میں تھے اور موقف میں حجاج کرام کی آواز کا شور سن رہے تھے۔ اس وقت انہوں نے بارگاہِ رب العزت میں دعا کی ''خداوند! ان حجاج میں اگر کوئی ایسا ہو جس کا حج نامقبول ہو تو میں نے اپنا یہ حج اسے بخش دیا تا کہ اس کا ثواب اسے مل جائے۔'' اسی رات مزدلفہ میں شب گزاری کے دوران خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور یہ ارشاد سنا ''اے علی بن موفق! میرے ہی اوپر سخاوت کر رہا ہے۔ میں نے تمام اہل موقف ان جیسے دوگنے چہار گنے کی مغفرت کر دی اور ان میں سے ہر ایک کی شفاعت اس کے گھر والوں، دوستوں اور پڑوسیوں کے حق میں قبول کی اور میں اہل تقویٰ اور اہل مغفرت ہوں۔''

(روض الریاحین)



# (156)

# دنیا کی حکمت اور عجیب بات

(امام ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن حسین نے خبر دی' انہیں ابوسلمہ موسیٰ بن اسمٰعیل نے' انہیں حزم نے' وہ فرماتے ہیں: میں نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے سنا' وہ فرما رہے تھے کہ مقام جسر سے لے کر خراسان تک کی سرزمین اگر مجھے اونٹ کی ایک مینگنی کے عوض بھی ملے تب بھی مجھے ذرا برابر خوشی نہ ہو۔ کبھی فرماتے کہ اگر مقام جبل سے ابلہ تک اونٹ کی ایک مینگنی یا کھجور کی ایک گٹھلی کے بدلے بھی ملنے سے مجھے کوئی خوشی نہ ہوگی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرماتے کہ اگر میں یہ بات صرف تمہیں سنانے کے لئے کہہ رہا ہوں تو یہ میری انتہائی بدبختی ہوگی۔ (حلیۃ الاولیاء' 375/2)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن حسین نے خبر دی' انہیں عبیداللہ بن محمد نے' انہیں معاذ بن زیاد نے' وہ فرماتے ہیں: میں نے عبدالواحد بن زید سے کئی مرتبہ سنا' وہ فرما رہے تھے اگر بصرہ کے تمام اموال و باغات مجھے دو پیسے میں بھی مل جائیں تو مجھے ذرا برابر خوشی نہ ہوگی۔ (ایضاً' 157/6)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے علی بن حسن نے خبر دی' وہ احمد بن الحواری سے نقل کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: میں نے ابوسلیمان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کے دل کے اندر خواہشات موجود ہوں اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنے زہد کا اظہار کرے۔ ہاں اگر اس کے دل میں دنیا کی کسی چیز کی کوئی خواہش نہ رہے تب وہ لوگوں کے سامنے اپنے زہد کا اظہار کر سکتا ہے اس لئے کہ جبہ پہننا تو زاہدوں کی

ایک علامت ہے' اگر دل سے زہد کو اختیار کرے اور پھر چوغہ پہنے تو اس کا مستحق ہے مگر پھر بھی اپنے آپ سے لوگوں کی نظریں ہٹانے کے لئے دو سفید کپڑے پہن کر اپنے زہد کو چھپائے رکھے تو اس کے حال کے یہ زیادہ مناسب ہوگا۔ نیز فرماتے ہیں: میں نے ابو سلیمان کو یہ بھی فرماتے سنا تمہیں اس بات سے شرم نہیں آتی کہ چوغہ تو تین درہم کا پہن لیا مگر دل میں پانچ درہم کی خواہش موجود ہے؟

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے علی نے خبر دی' وہ احمد بن ابوالحواری سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: میں نے مضا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ زہد سے زاہدوں کا مقصد یہ ہے کہ ان کے قلوب آخرت کے لئے فارغ ہو جائیں۔

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے حسن بن یحییٰ بن کثیر عنبری نے خبر دی' انہیں ابو محمد خزیمہ نے' وہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے محمد بن واسع سے کہا: مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے۔ وہ فرمانے لگے تجھے میری طرف سے یہ وصیت ہے کہ تو دنیا و آخرت کا بادشاہ بن جا۔ وہ بولے: یہ کس طرح ممکن ہے؟ فرمانے لگے دنیا سے بے رغبتی اختیار کر لے۔

(حلیہ 350/2)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے حسن بن یحییٰ بن کثیر نے خبر دی' انہیں ابو محمد خزیمہ نے' وہ فرماتے ہیں: ایک شخص کسی زاہد کے پاس گیا۔ اس زاہد سے پوچھا تو کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا: مجھے آپ کے زہد کی اطلاع ملی ہے۔ وہ فرمانے لگے کیا میں تجھے اپنے سے بڑا زاہد نہ بتاؤں؟ اس نے پوچھا: وہ کون ہے؟ فرمانے لگے تم ہو۔ اس نے کہا: وہ کیسے؟ فرمایا کیونکہ تو نے جنت اور اس کی نعمتوں سے بے رغبتی اور زہد اختیار کیا اور میں نے دنیا کے فنا ہو جانے کی وجہ سے اس سے بے رغبتی اختیار کی جب کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تو مذمت بھی بیان فرمائی ہے لہٰذا تو مجھ سے بڑا زاہد ہوا۔ (کتاب الزہد لابن ابی الدنیا)



# (157)

# خونخوار درندوں کی وادی

اس حکایت کے راوی حضرت سیّدنا جعفر السائح رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں حضرت سیدنا عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے عابدوں میں سب سے افضل تھے۔ انہوں نے اپنے اوپر یہ بات لازم کر لی تھی کہ میں روزانہ ایک ہزار نوافل پڑھوں گا چنانچہ وہ اشراق سے لے کر عصر تک نوافل میں مشغول رہتے تھے پھر جب گھر آتے تو ان کی پنڈلیاں اور قدم متورم (یعنی سوجھے ہوئے) ہوتے۔ ایسا لگتا جیسے ابھی پھٹ جائیں گے۔ اتنی عبادت کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عاجزی کا یہ عالم تھا کہ اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہتے "اے برائیوں پر ابھارنے والے نفس! تو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے' خدا کی قسم! میں اتنے نیک اعمال کروں گا کہ تجھے ایک پل بھی سکون میسر نہ ہوگا اور تو بستر سے بالکل دور رہے گا' میں تجھے ہر وقت مصروف عمل رکھوں گا۔"

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی وادی میں تشریف لے گئے جس کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ خونخوار درندوں کی آماجگاہ ہے۔ اس وادی میں حممہ نامی ایک حبشی عبادت گزار بھی رہتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں رہنے لگے۔ دونوں بزرگ اس ایک وادی میں رہتے لیکن ایک دوسرے سے ملاقات نہ کرتے۔ حضرت سیّدنا عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ وادی کی ایک سمت میں رہتے اور حممہ عابد دوسری سمت میں رہتا۔ ان دونوں کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ جب فرض نمازوں سے فارغ ہو جاتے تو نوافل پڑھنا شروع کر دیتے۔ اسی طرح ان دونوں بزرگوں کو ایک ہی وادی میں چالیس دن اور

چالیس راتیں گزر گئیں۔

چالیس دن کے بعد حضرت سیّدنا عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ حممہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے۔ سلام کیا اور پوچھا: ''اے اللہ کے بندے! اللہ تم پر رحم فرمائے' تو کون ہے؟'' تو وہ کہنے لگا: ''تم مجھے چھوڑ دو اور میرے بارے میں فکرمند نہ ہو۔'' حضرت سیّدنا عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میں تجھے قسم دیتا ہوں' تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ کہ تم کون ہو؟'' وہ کہنے لگا: ''میرا نام حممہ ہے۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: 'اگر تو وہی حممہ ہے جس کے بارے میں مجھے خبر دی گئی ہے تو پھر دنیا میں سب سے بڑا عبادت گزار تو ہی ہے' آخر تمہارے اندر وہ کون سی خوبی ہے جس کی وجہ سے تمہیں یہ مرتبہ ملا ہے؟''

حممہ رحمۃ اللہ علیہ نے عاجزی کرتے ہوئے کہا: ''میں تو بہت زیادہ سست اور کوتاہ ہوں (یعنی مجھ میں ایسی کوئی فضیلت والی بات نہیں) ہاں! میری یہ خواہش ہے کہ اگر فرض نمازوں کی وجہ سے مجھے قیام و سجود نہ کرنا پڑتا تو میں اپنی ساری زندگی رکوع میں ہی گزارتا اور اپنا چہرہ کبھی اوپر نہ اٹھاتا یہاں تک کہ میری زندگی تمام ہو جاتی اور اسی حالت میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملتا لیکن کیا کروں فرائض کی وجہ سے مجھے قیام وغیرہ کرنا پڑتا ہے۔ اچھا! آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے بارے میں بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میرا نام عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ ہے۔'' تو حممہ نے کہا: ''اگر آپ وہی عامر بن عبد قیس ہیں جن کے بارے میں مجھے خبر ملی ہے تو پھر لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار آپ ہی ہیں' آپ بتائیں کہ آپ کے اندر ایسی کون سی خوبی ہے جس کی وجہ سے آپ کو یہ مرتبہ ملا؟''

آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی عاجزی کرتے ہوئے فرمانے لگے: ''میں تو بہت سست اور کوتاہ ہوں ہاں! ایک بات ہے کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور رعب گھر کر گیا ہے۔ اب اس پاک پروردگار کے علاوہ مجھے کسی چیز سے خوف نہیں آتا' میں صرف وحدہ

لاشریک ذات سے ڈرتا ہوں' اس کے علاوہ کسی اور سے نہیں ڈرتا۔'' ابھی آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ بات کہہ ہی رہے تھے کہ اچانک بہت سے درندوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ایک خونخوار درندے نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے سے آپ پر چھلانگ لگا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کندھوں پر سوار ہو گیا لیکن قربان جائیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیری پر کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف توجہ نہ فرمائی اور بالکل خوفزدہ نہ ہوئے' بس قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کرتے رہے:

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ○ (پ12' 103)

وہ دن ہے جس میں سب لوگ اکٹھے ہوں گے اور وہ دن حاضری کا ہے۔

کچھ دیر بعد درندہ آپ کو نقصان پہنچائے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ یہ منظر دیکھ کر حمہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: ''جو منظر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سے خوفزدہ نہیں ہوئے؟'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا: ''مجھے اس سے حیا آتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے ڈروں۔''

پھر حمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''کیا کروں مجھے اس پیٹ کی آزمائش میں مبتلا کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے کھانا وغیرہ کھانا پڑتا ہے اور پھر بول و براز کی حاجت ہوتی ہے۔ اگر یہ معاملات نہ ہوتے تو خدا کی قسم! میرا رب مجھے ہمیشہ رکوع و سجود کی حالت میں دیکھتا۔ حمہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ دن رات میں آٹھ سو رکعت نوافل پڑھتے۔ پھر بھی اپنے نفس کو ڈانٹتے ہوئے کہتے میں تو بہت سست اور کوتاہ ہوں' میں بہت سست اور کوتاہ ہوں' کچھ بھی عبادت نہ کر سکا۔ (عیون الحکایات)

سبحان اللہ! عمل ہو تو ایسا اور عاجزی اور خوف خدا ہو تو ایسا کہ روزانہ ہزار ہزار رکعت پڑھیں' جسم کو لمحہ بھر بھی آرام نہ دیں' ہر وقت عبادت میں مشغول رہیں اور بتقاضائے بشریت جو وقت بقدر ضرورت کھانے وغیرہ میں گزر جائے اس پر بھی افسوس کریں کہ کاش! ہمیں کھانے کی ضرورت ہی نہ پڑتی تا کہ جو وقت یہاں گزرتا ہے وہ بھی

عبادت ہی میں گزرتا۔ ایسی عظیم عبادت کے باوجود عاجزی کرتے ہوئے اپنے آپ کو سست اور کوتاہ سمجھنا ان عظیم ہستیوں ہی کا حصہ تھا۔ اور ایک ہماری حالت ہے کہ اولاً تو عمل کرتے ہی نہیں؛ اگر کبھی دو چار نوافل پڑھ بھی لیں تو اپنے آپ کو اولیاء کی صف میں شمار کرنے لگتے ہیں اور اپنے آپ کو بڑا متقی اور عبادت گزار تصور کرنے لگتے ہیں اور اگر کہیں عاجزی کرتے ہیں تو وہ بھی جھوٹی عاجزی جس کی دل تصدیق نہیں کر رہا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حالِ زار پر رحم فرمائے اور ان عظیم بزرگوں کی عبادت اور سچی عاجزی کے صدقے ہمیں بھی کثرت عبادت اور سچی عاجزی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان بزرگوں کے صدقے ہم بروں کو بھی بھلا بنائے۔ آمین



# (158)

# علیین یا سجّین

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک انصاری شخص کے جنازے کے ساتھ چلے۔ ہم قبر پر پہنچے۔ قبر تیار نہ ہونے کی وجہ سے ابھی جنازہ سپرد خاک نہیں ہوا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف فرما ہو گئے۔ ہم بھی آپ کے گرداگرد (اس طرح) بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں (یعنی ہم بالکل خاموش سر جھکائے بیٹھے تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور (ہمیں مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: ''عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو۔'' یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین بار فرمایا اور پھر فرمایا: ''جب بندہ مومن دنیا سے اپنا تعلق ختم کرنے کو ہوتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے (یعنی مرنے کے قریب ہوتا ہے) تو اس کے پاس آسمان سے نہایت روشن چہرے والے فرشتے اترتے ہیں (جن کے چہرے کی چمک دمک ایسی ہوتی ہے) گویا کہ ان کے چہرے آفتاب ہیں' ان کے ہمراہ جنت کا (یعنی ریشمی کپڑے کا) کفن اور جنت کی خوشبو (یعنی مشک وعنبر وغیرہ کی خوشبو) ہوتی ہے۔ اور وہ (بسبب کمال ادب اور روح نکلنے کے انتظار میں) اس کے سامنے اتنی دور کہ جہاں تک کہ اس کی نگاہ پہنچ سکے' بیٹھ جاتے ہیں' پھر ملک الموت آتے ہیں اور اس کے سر کے قریب بیٹھ کر کہتے ہیں اے پاک جان! اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے مغفرت و بخشش اور اس کی خوشنودی کی طرف پہنچنے کے لئے

جسم سے نکل۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "(یہ سن کر) بندہ مومن کی جان (اس کے جسم سے) اس طرح (یعنی آسانی اور سہولت سے) نکل آتی ہے جس طرح کہ مشک سے پانی بہہ نکلتا ہے۔ چنانچہ ملک الموت اس کو لے لیتے ہیں۔ جب ملک الموت اسے لے لیتے ہیں تو دوسرے فرشتے اس جان کو ملک الموت کے ہاتھ میں پلک جھپکنے کے بقدر بھی نہیں چھوڑتے یعنی غایت اشتیاق کی بناء پر فوراً اس جان کو ملک الموت کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور اس کو اس کفن میں اور اس خوشبو میں کہ جسے وہ اپنے ہاتھ میں لائے تھے رکھ لیتے ہیں اور اس جان سے بہترین وہ خوشبو نکلتی ہے جو روئے زمین پر (زمین کے پیدا ہونے سے لے کر اس کی فنا تک) پائی جانے والی مشک کی بہترین خوشبوؤں کے مانند ہوتی ہے۔"

## روحِ مومن کا شاندار استقبال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "پھر وہ فرشتے اس جان کو لے کر آسمان کی طرف چلتے ہیں چنانچہ جب وہ فرشتے اس جان کو لے کر آسمان کی طرف چلتے ہیں تو (زمین و آسمان کے درمیان موجود) فرشتوں کی کسی بھی جماعت کے قریب سے گزرتے ہیں تو وہ جماعت پوچھتی ہے کہ یہ پاک روح کون ہے؟ وہ فرشتے جو اس روح کو لے جا رہے ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا (یعنی اس کی روح) ہے اور وہ فرشتے اس کو بہترین نام و لقب (اور اس کے اوصاف) بتاتے ہیں جن کے ذریعہ اہل دنیا اس کا ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح سوال و جواب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ فرشتے اس کو لے کر آسمان دنیا (یعنی پہلے آسمان تک) پہنچتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں جو اس کے لئے کھول دیا جاتا ہے (اس طرح ہر آسمان کا دروازہ اس کے لئے کھولا جاتا ہے) اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ساتوں آسمانوں تک (اسی اعزاز و اکرام کے ساتھ) پہنچا دیا جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے) فرماتا ہے کہ اس بندہ کا نامہ اعمال علیین میں رکھو اور اس جان کو زمین کی

طرف یعنی اس کے بدن میں جو زمین میں مدفون ہے واپس لے جاؤ (تا کہ یہ اپنے بدن میں پہنچ کر قبر کے سوال و جواب کے لئے تیار رہے) کیونکہ بے شک میں نے زمین ہی سے جسموں کو پیدا کیا ہے اور زمین ہی میں ان کو (یعنی اجسام وارواح کو) واپس بھیجتا ہوں اور پھر زمین ہی سے ان کو دوبارہ نکالوں گا۔ اس کے بعد وہ جان اپنے جسم میں پہنچا دی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے (یعنی منکر نکیر) آتے ہیں جو اسے بٹھاتے ہیں اور پھر سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ بندہ مومن جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں کہ یہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں جو تمہارے درمیان بھیجے گئے تھے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں کہ یہ تم نے کیسے جانا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں؟ وہ جواب میں کہتا ہے کہ میں نے خدا کی کتاب کو پڑھا' اس پر ایمان لایا اور دل سے اسے سچ جانا جس کی وجہ سے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول ہونا معلوم ہوا پھر ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے (یعنی خدا کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ) میرا بندہ سچا ہے اس کے لئے جنت کا بستر بچھاؤ' اسے جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ چنانچہ اس کی طرف جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس سے اسے جنت کی ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے۔ پھر اس کی قبر کو حد نظر تک کشادہ کر دیا جاتا ہے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کے بعد اس کے پاس ایک خوبصورت شخص اچھے کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ خوشخبری ہو تجھے اس چیز کی جو تجھے خوش کرنے والی ہے یعنی تیرے لئے وہ نعمتیں تیار ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ آج وہ دن ہے جس کا (دنیا میں) تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ بندہ مومن اس سے پوچھتا ہے کہ تم کون ہو؟ تمہارا چہرہ حسن و جمال میں کامل ہے اور تم بھلائی کو لائے ہو اور اس کی خوشخبری سناتے ہو۔ وہ شخص جواب دیتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں (جو اس شکل وصورت میں آیا ہوں) آج

وہ دن ہے جس کا (دنیا میں) تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ بندہ مومن (یہ سن کر) کہتا ہے اے میرے پروردگار! قیامت قائم کر دے قیامت قائم کر دے قیامت قائم کر دے تاکہ میں اپنے اہل وعیال کی طرف جاؤں۔"

## کافر کی روح نکلنے کا مکروہ منظر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اور جب بندہ کافر دنیا سے اپنا تعلق ختم کرنے اور آخرت کی طرف جانے کو ہوتا ہے (یعنی اس کی موت کا وقت قریب آتا ہے) تو اس کے پاس آسمان سے (عذاب کے) کالے چہرے والے فرشتے آتے ہیں ان کے ساتھ ٹاٹ ہوتا ہے اور وہ اتنی دور کہ جہاں تک نگاہ پہنچ سکے بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے قریب بیٹھ کر کہتا ہے اے خبیث جان! خدا کی طرف سے عذاب میں مبتلا کئے جانے کے لئے جسم سے باہر نکل! (کافر کی روح یہ سن کر) اس کے جسم میں پھیل جاتی ہے (یعنی روح کافر جب عذاب خداوندی کے آثار دیکھتی ہے تو اس کے خوف سے اپنے جسم سے نکلنے کے لئے تیار نہیں ہوتی بلکہ پورے جسم میں چھپتی پھرتی ہے بخلاف مومن کی روح کے کہ وہ انوار الٰہی اور پروردگار کے کرم کے آثار دیکھ کر جسم سے خوشی خوشی نکل آتی ہے) چنانچہ ملک الموت اس روح کو سختی اور زور سے باہر نکالتا ہے جیسا کہ تر صوف سے آنکڑا کھینچا جاتا ہے (یعنی جس طرح تر صوف سے آنکڑا بڑی سختی اور مشکل سے کھینچا جاتا ہے اور سختی سے کھینچنے کی وجہ سے صوف کے کچھ اجزاء اس آنکڑا سے لگے ہوئے باہر آجاتے ہیں تو یہ حال ہوتا ہے کہ جیسے کہ روح کے ساتھ رگوں کے کچھ اجزاء لگے ہوئے باہر آگئے ہیں) جب ملک الموت اس روح کو پکڑ لیتا ہے دوسرے فرشتے اس روح کو ملک الموت کے ہاتھ پلک جھپکنے کے بقدر بھی نہیں چھوڑتے بلکہ اسے لے کر ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں اس روح میں سے ایسے (سڑے ہوئے) مردار کی بدبو نکلتی ہے جو روئے زمین پر پایا جائے۔ وہ فرشتے اس روح کو لے کر آسمان کی طرف چلتے ہیں چنانچہ جب وہ فرشتوں کی کسی جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ جماعت

پوچھتی ہے کہ یہ کون ناپاک روح ہے؟ وہ فرشتے جو اسے لے جا رہے ہوتے ہیں جواب دیتے ہیں کہ یہ فلاں شخص کا بیٹا ہے (یعنی فلاں شخص کی روح ہے) اور اس کے برے نام برے اوصاف کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں کہ جن نام و اوصاف سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا یہاں تک کہ جب آسمان سے دنیا تک پہنچا دیا جاتا ہے اور اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھولنے کے لئے کہا جاتا ہے تو اس کے واسطے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا۔"

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استدلال کے طور پر یہ آیت پڑھی:

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ (الاعراف 40)

"ان کافروں کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس روح کا اعمال نامہ سجین میں لکھ دو جو سب سے نیچے کی زمین ہے۔ چنانچہ کافر کی روح (نیچے) پھینک دی جاتی ہے۔" پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (استدلال کے طور پر) یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۔

"جس شخص نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ ایسا ہے جیسے آسمان سے (یعنی ایمان و توحید کی بلندی سے کفر و شرک کی پستی میں) گر پڑا۔ چنانچہ اسے پرندے اچک لیتے ہیں (یعنی وہ ہلاک ہو جاتا ہے) یا ہوا اسے (اڑا کر) دور پھینک دیتی ہے (یعنی رحمت خداوندی سے دور ہو جاتا ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اسے شیطان نے گمراہی میں ڈال دیا جس کی وجہ سے وہ مقام قریب سے دور جا پڑا)" پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا:

''اس کی روح اس کے جسم میں آجاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ہائے افسوس میں نہیں جانتا۔ پھر وہ فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں کہ یہ شخص (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) جو تمہارے درمیان بھیجے گئے تھے کون ہیں؟ وہ کہتا ہے کہ ہائے افسوس! میں نہیں جانتا! (اس سوال و جواب کے بعد) پکارنے والا آسمان کی طرف سے پکار کر کہتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے لہٰذا اس کے لئے آگ کا بچھونا بچھاؤ اور اس کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دو۔ چنانچہ (اس کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے) جس سے اس کے پاس دوزخ کی گرمی اور اس کی گرم ہوا آتی رہتی ہے اور اس کے لئے اس کی قبر اس پر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ (دونوں کنارے مل جانے سے) اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر نکل جاتی ہیں۔ پھر اس کے پاس ایک بدصورت شخص آتا ہے جو برے کپڑے پہنے ہوئے ہوتا ہے اور اس سے بدبو آتی رہتی ہے اور وہ اس سے کہتا ہے کہ تو وہ بری خبر سن' جو تجھے رنج و غم میں مبتلا کر دے۔ آج وہ دن ہے جس کا تجھ سے (دنیا میں) وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ پوچھتا ہے کہ تو کون ہے؟ تیرا چہرہ انتہائی برا ہے جو برائی لئے ہوئے آیا ہے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں تیرا برا عمل ہوں (یہ سن کر) کافر کہتا ہے کہ اے میرے پروردگا! قیام قائم نہ فرما۔''

ایک اور روایت میں اسی طرح منقول ہے مگر اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ''جب مومن کی روح (اس کے جسم سے) نکلتی ہے تو ہر وہ فرشتہ جو آسمان و زمین کے درمیان ہے اور ہر وہ فرشتہ جو آسمان میں ہے اس پر رحمت بھیجتا ہے۔ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور (ہر آسمان کا) ہر دروازے والا (فرشتہ) اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کرتا ہے کہ اس مومن کی روح اس کی طرف سے آسمان پر لے جائی جائے (تاکہ اسے مومن کی روح کے ساتھ چلنے کا شرف حاصل ہو سکے) اور کافر کی روح

رگوں کے ساتھ نکالی جاتی ہے چنانچہ زمین و آسمان کے درمیان تمام فرشتے اور وہ فرشتے جو (پہلے آسمان کے) ہیں اس پر لعنت بھیجتے ہیں اس کے لئے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور پہلے آسمان کے تمام دروازے والے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ (اس کافر) کی روح ان کی طرف سے نہ چڑھائی جائے۔

(ابوداؤد السنۃ' باب فی مسألۃ فی القبر وعذاب القبر' 4753' احمد' 4/287' 18733)



# (159)

# امام ابوزرعہ کا حافظہ

حدیث کے اس مشہور امام (متوفی 264ھ) کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ قوتِ حافظہ سے نوازا تھا۔ لاکھوں احادیث نہ صرف زبانی یاد تھیں بلکہ نوک زبان پر تھیں۔ ایک مرتبہ آپ سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ ابوزرعہ کو دو لاکھ احادیث یاد ہیں تو وہ حانث ہوگا یا نہیں؟ آپ نے فرمایا: ''وہ حانث نہیں ہوگا'' پھر فرمایا: ''مجھے ایک لاکھ احادیث سورۃ اخلاص کی طرح یاد ہیں اور دو لاکھ احادیث میرے حافظہ میں محفوظ ہیں۔''

(تدریب الراوی' ص50)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم القدر امام حدیث ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کے حافظے کے بارے میں فرماتے ہیں: ''صحیح احادیث سات لاکھ سے زیادہ ہیں اور اس نوجوان یعنی ابوزرعہ کو سات لاکھ احادیث یاد ہیں۔''

(تدریب الروی' ص50)

☆......ابن ابی حاتم نے ابوزرعہ کی قوتِ حافظ کا یہ قصہ نقل کیا ہے کہ ابن وارہ جن کا اصلی نام محمد بن مسلم ہے اور فضل بن العباس جو فضلک الصائغ کے نام سے مشہور تھے دونوں حافظ ابوزرعہ کے پاس حاضر ہوئے۔ دونوں میں کسی مسئلہ پر بحث ہونے لگی۔ ابن وارہ نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ایک حدیث پیش کی فضلک نے کہا: ''حدیث کے الفاظ یہ نہیں ہیں۔'' ابن وارہ نے پوچھا: ''پھر صحیح الفاظ حدیث کیا ہیں؟'' فضلک کے

نزدیک حدیث کے جو الفاظ تھے ان کو دہرا دیا۔ دونوں کی گفتگو ابوزرعہ خاموشی کے ساتھ سن رہے تھے۔ آخر ابن وارہ ابوزرعہ کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے: ''آپ فرمائیے واقعی حدیث کے الفاظ کیا ہیں؟ انہوں نے پھر بھی اعراض ہی سے کام لینا چاہا لیکن جب ابن وارہ کا اصرار حد سے بڑھ گیا تب ابوزرعہ نے کہا: ''ذرا میرے بھتیجے ابوالقاسم کو بلائیے۔'' ابوالقاسم بلائے گئے اور حافظ ابوزرعہ نے کہا

**ادخل بيت الكتب فدع القمطر الاول والثاني والثالث وعدستة عشر جزئا وائتني بالجزء السابع عشر .**

''کتب خانہ جاؤ' پھر پہلے' دوسرے' تیسرے بستے کو چھوڑ کر اس کے بعد جو بستہ ہے اس سے کتاب نکالو' گن کر سولہ جزء کے بعد سترہواں حصہ جو کتاب کا ہے میرے پاس لاؤ۔'' (تہذیب التہذیب' 33/7)

ابوالقاسم گئے اور حسب ہدایت مطلوبہ جزء نکال لائے۔ لکھا ہے کہ حافظ ابوزرعہ نے اوراق الٹے اور حدیث جس صفحہ پر تھی اس کو نکال کر ابن راہویہ کے سامنے پیش کر دیا۔ ابن وارہ نے پڑھا اور اقرار کیا کہ واقعی میں ہی برسر غلطی تھا۔

اس واقعہ کے ساتھ حافظ ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس دعوے کو پیش نظر رکھ لیجئے جسے ابن حجر نے ابوجعفر التستری کے حوالے سے تہذیب میں نقل کیا ہے کہ وہ ان سے کہتے تھے:

**ان في بيتي ما كتبته منذ خمسين سنة ولم اطالعه منذ كتبته واني لاعلم في اى كتاب هو في اى ورقة وهو في اى صفح هو في اى سطر هو .**

''پچاس سال ہوئے جب میں نے حدیثیں لکھی تھیں اور وہ میرے گھر میں رکھی ہوئی ہیں' لکھنے کے بعد اس کو پورے پچاس سال کے اندر ان حدیثوں کا میں نے پھر مطالعہ نہیں کیا لیکن جانتا ہوں کہ حدیث کس کتاب میں ہے۔

اس کتاب کے کس ورق میں ہے' کس صفحہ میں ہے' کس سطر میں ہے۔''

(تہذیب التہذیب' 23/7)

یہ بات کہ پچاس سال کے عرصہ میں دوبارہ یاد کی ہوئی اور لکھی ہوئی حدیثوں کے دہرانے اور دیکھنے کا موقع ابوزرعہ کو نہ ملا۔ اس پر بھی اتنی تفصیل کے ساتھ ان حدیثوں کا یاد رہ جانا یقیناً قوتِ یادداشت اور حافظہ کی پختگی کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے اور مثال کے بغیر واقعات کے ماننے میں ہچکچانے والی عقل شاید آسانی کے ساتھ حافظ ابوزرعہ کے اس دعوے کو مشکل ہی سے تسلیم کر سکتی تھی۔ اگر قرآن کے حفاظ میں ایسے افراد نہ پائے جاتے جنہوں نے یاد کرنے کے بعد پھر قرآن کو کبھی کھول کر نہیں دیکھا لیکن جس آیت کو جس وقت جی چاہے پوچھ سکتے ہیں اور اسی تفصیل کے ساتھ یعنی کس پارے' کس سورت' کس رکوع کی یہ آیت ہے' آپ کو وہ جواب دے سکتے ہیں بلکہ ان میں بعض تو ایسے حافظ بھی دیکھے گئے ہیں کہ برسوں کے بعد تراویح سنانے کا موقع ان کو ملا لیکن دن کے دور کئے بغیر انہوں نے پورا قرآن تراویح میں سنا دیا۔ اگرچہ عام طور پر اس قسم کے حفاظ کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں ورنہ عام قاعدہ حافظوں کا یہی ہے کہ کم از کم ایک دن میں دور کر لینا یعنی جو کچھ رات کو سنانے والے ہیں اس کو ایک دفعہ دہرا لینا عام حالات میں ضروری ہے۔ پورے قابو یافتہ ہو کر قرآن سنانے کا عام قاعدہ یہی ہے۔

(تدوین حدیث' ص 147)

صالح جزرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہ کو فرماتے ہوئے سنا:

''مجھے صرف قرأت میں دس ہزار احادیث یاد ہیں۔'' (تذکرۃ الحفاظ' 124/2)

☆...... ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ کسی ستم ظریف نے خدا جانے اس کو کیا سوجھی کہ اس مضمون کا حلف اٹھا لیا کہ ''حافظ ابرزرعہ کو ایک لاکھ حدیثیں زبانی اگر یاد نہ ہوں تو اس کی بیوی کو طلاق ہے۔''

یہ کہنے کے بعد حافظ صاحب کے پاس وہ آیا' پریشان تھا کہ حلف اٹھانے کو تو

میں نے اٹھالیا ہے لیکن بیوی قبضے میں رہتی ہے یا نہیں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابوزرعہ کی حدیث دانی پر کسی نے اعتراض یا شک کیا تھا' غصہ میں ان کے اس عقیدت مند نے طلاق کا حلف اٹھالیا ہوگا۔ بہر حال وہ آیا اور مسئلہ کی جو صورت تھی بیان کی۔ جواب میں سن رہا تھا' حافظ ابوزرعہ اس سے فرما رہے تھے:

تمسك بامراتك۔

''اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھ'' (یعنی طلاق واقع نہیں ہوئی تیری بیوی تیرے نکاح میں ہے)

ظاہر ہے کہ ذرا سا بھی شک حافظ کو اگر اس میں ہوتا کہ ایک لاکھ حدیثیں ان کو یاد نہیں ہیں تو جس شخص پر شرعاً اس کی بیوی حرام ہو چکی تھی محض اپنے نام ونمود یا اپنے بھرم کو باقی رکھنے کے لئے اس قسم کا فتویٰ قطعاً نہیں دے سکتے۔ (تذکرۃ الحفاظ' 124/2)

☆...... ابوجعفر تستری کہتے ہیں کہ ہم جان کنی کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت ابوحاتم' محمد بن مسلم' منذر بن شاذان اور علماء کی ایک جماعت وہاں موجود تھی۔ ان لوگوں کو تلقین میت کی حدیث کا خیال آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ......

''اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو۔''

مگر ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ سے شرما رہے تھے اور ان کو تلقین کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ آخر سب نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین کی حدیث کا مذاکرہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ محمد بن مسلم نے ابتداء کی...... حدثنا الضحاك بن مخلد عن عبدالحميد بن جعفر......

اتنا کہہ کر رک گئے' باقی حضرات نے بھی خاموشی اختیار کی۔ اس پر ابوزرعہ نے اس جان کنی کے عالم میں روایت کرنا شروع کیا:

حدثنا بندار حدثنا ابو عاصم حدثنا عبدالحميد بن جعفر عن

صالح بن ابی غریب عن کثیر بن مرة الحضرمی عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ......

اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ روح قفس عنصری سے عالم قدسی کی طرف پرواز کرگئی۔

پوری حدیث یوں ہے"من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنة" (یعنی جس کی زبان سے آخری الفاظ لا الہ الا اللہ نکلیں وہ جنت میں داخل ہوگا)۔

(ابن ماجہ اور علم حدیث'ص 89)



# (160)

# تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

سلف صالحین کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ جوان کو تکلیف دیتا خواہ مارتا یا ان کا مال چھین لیتا یا ان کی بے عزتی کرتا تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے معاف کر دیتے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنا بدلہ نہ لیتے البتہ اگر محرمات کی حد توڑی جاتی تو انتقام لیتے۔ جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معافی پر نادم ہونا میرے نزدیک عقوبت پر ندامت سے زیادہ مرغوب ہے۔ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انصاف نہیں کہ تم اللہ کی نافرمانی پر لوگوں کو تو برا سمجھو اور اپنے آپ کو کچھ نہ کہو۔

میں (علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں اپنے آپ سے ناراض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو بھوکا پیاسا رکھے اور بستر پر نہ سوئے اور اس کے ساتھ ایسا سلوک کرے جیسا کسی دشمن کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے نفس کو عبادت کے لئے بلایا لیکن نفس نے انکار کیا تو میں نے اس کی سزا میں اسے ایک سال تک پانی نہ دیا۔ ابن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے کچھ جرم کیے تھے' آپ تخت سے اترے اور زمین پر منہ رکھ کے فرمایا میں نے معاف کیا۔

میں (علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ شاید آپ نے قسم دینے والے کی تادیب (سزا دینا) کسی شرعی عذر کے لئے ترک کی مثلاً حد کے قائم کرنے میں اس کے

ترک کرنے سے بڑھ کر کسی مفسدہ کا اندیشہ ہوگا۔ واللہ اعلم

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا سب سے گرامی قدر شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو زیادہ قصور معاف کرتا ہو۔ ایک عورت نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا قرآن مجید اور چادر چرالی تو آپ اس کے پیچھے پیچھے گئے اور فرمانے لگے میں مالک ہوں قرآن مجید دے دے اور چادر لے جا اور کسی قسم کا فکر نہ کر۔ ابو سعید مقبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پوری معافی یہ ہے کہ ظالم سے بدلہ نہ لیا جائے اور اس پر رحم کیا جائے اور یہ کہ اس کے لئے بکثرت معافی کی دعا کی جائے جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو مارا گیا تو آپ نے مارنے والے کو پہلے ہی کوڑے پر معاف کر دیا۔ یہی کیفیت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مروی ہے جب ان کو مارا گیا تھا۔

آپ فرماتے ہیں: آدمی کا کیا نقصان ہے اگر اس کے بدلے کسی کو عذاب نہ ہو۔

(اخلاق سلف تلخیص وترجمہ تنبیہ المغترین مصنفہ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ)



# (161)

# رقیبوں کے ڈر سے محبوب کو نہیں چھوڑا جا سکتا

شاہ اسحٰق دہلوی کا ایک شاگرد اجمیر شریف میں رہتا تھا جو لاتشدوا الرحال پر درس دیتا تھا۔ اتفاق سے شاہ صاحب کا انہی دنوں ہجرت کا پروگرام بن گیا۔ شاگرد کو پتہ چلا تو اس نے خط لکھا کہ جب عازم سفر ہجرت ہوں تو اجمیر شریف تشریف نہ لائیں کیوں کہ میں آج کل لاتشدوا الرحال پر درس دے رہا ہوں اور لوگوں پر اثر بھی ہو رہا ہے (یعنی مزارات کی حاضری کو ترک کر رہے ہیں تو آپ کے آنے سے ساری محنت ضائع ہو جائے گی۔ شاہ صاحب نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا میں اجمیر کے قصد سے نہ آؤں گا لیکن چونکہ اجمیر راستے میں پڑے گا اور خواجہ (معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ) صاحب ہمارے مشائخ میں سے ہیں اس لئے مجھ سے نہ ہو سکے گا کہ میں بلا حاضر ہوئے بالا بالا چلا جاؤں۔ ہاں جب آؤں تو تم وعظ کہنا اور وعظ میں بیان کرنا کہ اسحٰق نے غلطی کی جو اجمیر میں آیا۔ اس کا فعل حجت نہیں اور میرے سامنے کہنا اور یہ خیال نہ کرنا کہ شاید مجھے ناگوار ہو۔ مجھے ہرگز ناگوار نہ ہوگا اور میں اقرار کرلوں گا کہ واقعی میری غلطی ہے۔ اس سے وہ ضرر رفع ہو جائے گا جس کا تم کو اندیشہ ہے اور شاہ صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا: یہ مجاور اور قبر پرست ہمارے رقیب ہیں۔ رقیبوں کے ڈر سے محبوب کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔

(ارواح ثلاثہ ص 108 بتصرف)

# (162)

# اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اللہ سے حیا کرو۔ اللہ کی قسم جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے میں اپنی حاجت کے لئے بھی بغیر سر پر کپڑا ڈالے ہوئے اپنے رب کی حیاء کی وجہ سے نہیں نکلا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اس کے بعد روئے اور فرمایا: ہم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلے سال منبر پر کھڑے ہوئے پھر روئے اور پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور عافیت طلب کرو اس لئے کہ کوئی شخص ایمان کے بعد عافیت سے بہتر کوئی چیز نہیں دیا گیا اور سچ بولنے کو لازم پکڑو اس لئے کہ سچ بھلائی سے ہے اور یہ دونوں باتیں جنت میں لے جانے والی ہیں اور تم جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ ہلاکت ہے اور یہ دونوں چیزیں جہنم میں لے جانے والی ہیں۔ ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو، قطع تعلق نہ کرو، تم اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو۔

(رواہ ابن حبان والترمذی والنسائی واحمد والحاکم کمافی الکنز' ج 1' ص 291' کذافی حیاۃ الصحابہ' ج 3' ص 482)



# (163)

# حضرت علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابوشبیل اور نام ونسب علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن علقمہ نخعی ہے۔ آپ کا وطن کوفہ ہے اور آپ بہت ہی جلالت وعظمت والے بلند مرتبہ تابعی ہیں اور علم حدیث میں حضرات خلفائے راشدین وعبداللہ بن مسعود وغیرہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی شاگردی کا شرف رکھتے ہیں اور آپ کی درس گاہ حدیث میں سبق پڑھ کر درجہ امامت حاصل کرنے والوں میں محمد بن سیرین وابراہیم نخعی وابووائل وغیرہ ہیں۔ ابراہیم نخعی کا قول ہے کہ علقمہ علم وعمل میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کمال مشابہت رکھتے تھے اور ابواسحاق فرماتے ہیں: علقمہ یقیناً باکرامت علمائے ربانیین میں سے تھے۔

آپ کا زہد وتقویٰ بہت مشہور ہے اور عبادتِ کثیرہ میں آپ اپنے زمانے کے بے مثال عابد وعارف باللہ تھے۔

آپ بڑے خوش الحان بھی تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اکثر آپ سے قرآنِ مجید کی تلاوت سنتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے علقمہ! تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہو جائیں، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اچھی آواز قرآن کی زینت ہے۔

آپ کے مزاج میں تواضع وانکسار بھی حد سے زیادہ تھا۔ شہرت سے بہت دور بھاگتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا آپ درس قرآن مجید کا جلسہ عام کیوں نہیں فرماتے تو آپ نے جواب دیا: میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ جلسہ عام میں عوام میری طرف انگلی

سے اشارہ کر کے کہیں دیکھو یہ علقمہ ہیں۔

امراء اور گورنروں کے دل میں آپ کی بڑی عظمت تھی اور وہ لوگ آپ کی زیارت کے لئے ترستے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے درخواست کی کہ آپ ان امراء کے پاس جا کر لوگوں کے حق میں سفارش کیوں نہیں فرماتے؟ آپ نے جواب دیا: میں امراء کے پاس سے جتنی دنیا حاصل کروں گا اتنا ہی یہ لوگ میرا دین برباد کر دیں گے۔

آپ کی عادت تھی کہ آپ انتہائی مفلس وفقیر لوگوں کی لڑکیوں سے نکاح فرماتے تھے مگر کسی عورت سے آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ یہ بھی آپ کے ابدال ہونے کی خاص نشانی ہے کیونکہ اولیائے ابدال کے اولاد نہیں ہوا کرتی۔

انتقال کے بعد آپ کے ترکہ میں ایک چادر ایک تہبند اور ایک قرآن شریف کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ 62ھ یا 74ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(عینی وطبقات شعرانی وتہذیب التہذیب)

امام نووی نے ان کے بارے میں تحریر فرمایا: کان من الربانین یعنی یہ علمائے ربانی میں سے تھے اور ان کی جلالت شان، بلندی مراتب اور علمی وعملی خوبیوں پر مؤرخین کا اجماع ہے۔ ان کے بارے میں ابراہیم نخعی کا قول ہے کہ کان علقمة یشبه بابن مسعود یعنی علقمہ ابن مسعود سے مشابہ تھے۔ (تہذیب الاسماء نووی)

ان کی خوش نصیبی تو دیکھئے کہ ان کے دو بھتیجے اسود اور عبدالرحمٰن بلند پایہ تابعی محدث اور ایک نواسہ ابراہیم نخعی تابعی فقیہ ومحدث۔ اللہ اکبر! ایک ایک گھر میں چار چار تابعی اور عالی قدر محدث وفقیہ! سبحان اللہ سبحان اللہ!



# (164)

# اللہ کے پیارے

☆......حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کو سفر کے دوران جنگل ویرانے میں سخت تکالیف کا سامنا درپیش ہوا مگر انہوں نے خندہ پیشانی سے ان تکلیفوں پر صبر کیا جب مکہ مکرمہ پہنچے تو ان کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ میں نے یہ بڑا کام کیا اس خود بینی کا خیال آتے ہیں انہیں دوران طواف ایک بوڑھی خاتون نے آواز دی۔ ''ابراہیم! میں بھی تیرے ساتھ اسی جنگل میں تھی مگر میں نے جان بوجھ کر تجھ سے بات نہیں کی تا کہ تیری توجہ نہ ہٹ جائے' یہ اپنے دل کا وسوسہ نکال پھینک۔''

☆......شیخ ابوالحسین مزین رحمۃ اللہ علیہ نے جنگل ویرانہ میں ریاضت کی نیت سے ننگے پاؤں ننگے سر سفر اختیار کیا۔ دوران سفر ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ امسال اس طرح صعوبت سفر اٹھانے والا میرے سوا کوئی نہیں ہوگا۔ اتنے میں کسی نے پشت سے انہیں پکڑ کر کھینچا اور کہا: ''اے شخص! تو کب تک ان جھوٹی باتوں میں گرفتار رہے گا؟''

☆......ایک مرد حق نے فرمایا: ''ترک نفس ہی وصال حق ہے اور وصال نفس ترک حق'' نیز کسی نے فرمایا: ''ہجر آتش ہے اور وصل جنت'' کسی اور نے فرمایا: ''رب تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کو معرفت بخشی جسے معرفت کا جتنا حصہ ملا اسی لحاظ سے بلاؤں پر صبر کی قوت عطا ہوئی۔''

☆......حضرت سمنون رحمۃ اللہ علیہ اکابر صوفیہ میں ہوئے ہیں۔ انہیں کسی نے

طواف بیت اللہ کے دوران نہایت خوش اور ناز وادا سے چلتے ہوئے دیکھا۔اس نے کہا: اے شیخ! آپ کو بارگاہِ رب العالمین میں کھڑے ہونے کی قسم دیتا ہوں مجھے بتائیں کہ آپ کس طرح اللہ کو پا گئے۔ بارگاہِ رب العالمین میں کھڑے ہونے کا ذکر سن کر شیخ سمنون بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو فرمایا: ''جان پدر! میں نے خود پر چار خصلتیں لازم کرلی ہیں۔ جو کچھ مجھ میں زندہ تھا (خواہش نفسانی) میں نے اسے مارڈالا اور جو شئے مردہ تھی (حیات دلی) اسے زندہ کر لیا۔ جو نظروں سے اوجھل تھا (عالم آخرت) میں نے اسے سامنے رکھا اور جو سامنے تھا (عیش دنیوی) سے اوجھل کیا۔ جو میرے نزدیک فانی تھا (تقویٰ) اسے باقی رکھا اور جو شئے باقی تھی (خواہش نفسانی) اسے فنا کر دیا۔ جس شئے سے لوگ متوحش تھے میں نے اس سے محبت کی اور جس سے لوگ انس کرتے تھے میں نے اس سے فرار اختیار کیا۔ حضرت سمنون رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا فرمایا اور وہاں سے تشریف لے گئے۔

☆...... جوار کعبۃ اللہ میں فقراء کی ایک جماعت کے ساتھ شیخ ابوالربیع رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ ان درویشوں میں ہر قسم کے اہل اللہ تھے۔ ایسے بھی تھے جنہوں نے روئے زمین کے بہت سے خطوں کی سیر کی تھی اور ان کے اندر ''حال'' اور ''کیف'' پایا جاتا تھا۔ شیخ ابوالربیع ان کی باتوں کو سنتے تھے تو خود کو نہایت حقیر خیال کرتے تھے۔ ایک روز ایسے ہی بیٹھے بیٹھے خود کلام ہوئے۔ ''کیا میں نے بھی کچھ اپنے اندر ایسی کیفیت پیدا کرنے والا کام کیا ہے جس کے آثار آئندہ دیکھ سکوں۔ نہیں' بلکہ میں تو بالکل مفلس اور قلاش ہوں۔'' اس کے بعد ان کے اندر ایک ایسا جذبہ پیدا ہوا کہ اب سے کوئی ایسا عمل کروں جس کا اثر جلد ظاہر ہو تو اس وقت خیال آیا کہ طواف سے بہتر کون سا عمل ہوگا۔ بس پھر کیا تھا' انہوں نے کثرت سے طواف کرنا شروع کیا۔ جماعت فقراء میں سے ایک نے شیخ ابوالربیع سے کہا: ''یوں کب تک پانی بھرنے والے چرخی کے گدھے کی طرح چکر کاٹتے رہو گے' کیا اس کام سے تمہیں مقام قلب تک رسائی ہوئی۔'' شیخ ابوالربیع نے کہا: ''نہیں

بلکہ میں تو قلب کو پہچاننے سے بھی عاجز ہوں اور نہ اس کے پانے کی راہ جانتا ہوں البتہ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ضرور سنا ہے اور اسی پر میرا عمل ہے۔ وَالْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ اور بیت عتیق کا طواف کیا کرو۔

☆......شیخ ابو یعقوب بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک بار حرم شریف میں دس روز تک بھوکے رہے۔ جسم میں نقاہت کا احساس ہوا۔ دل میں خیال آیا ویرانے کی جانب نکل جاؤں، ممکن ہے کچھ مل جائے تو اس سے بھوک دفع کرلوں گا۔ ویرانے میں پہنچے تو ایک شلجم راستہ میں ملا مگر وہ سڑا ہوا تھا۔ اٹھانے کو تو اٹھا لیا مگر اندر سے طبیعت میں تکدر پیدا ہوا کہ دس روز کی بھوک کے بعد تمہارے حصہ میں کیا یہ سڑا شلجم ہی رہ گیا ہے؟ پھینک دیا اور پھر مسجد حرام میں لوٹ آئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص آیا اور آ کر شیخ کے روبرو بیٹھ گیا اور ایک تھیلی کھولنے لگا اور کہا: ''یہ پانچ سو اشرفیاں آپ کے لئے ہیں۔'' شیخ نے کہا: میرے لئے کیوں؟ اس نے جواباً کہا: ''میں دس روز پہلے سمندری سفر کر رہا تھا اور ہمارا جہاز غرقاب ہونے کے قریب تھا۔ تمام سواروں نے اپنے اپنے طور پر الگ الگ نذریں مانیں کہ کسی طرح غرقابی سے نجات مل جائے۔ میں نے یہ عہد کیا کہ زندہ بچ جاؤں تو یہ پانچ سو اشرفیاں خانہ کعبہ میں داخل ہو کر مجاورین میں سے اس شخص کی نذر کروں گا جس پر میری نگاہ پہلے پڑے اور آپ ہی پہلے شخص ہیں جن کو میں نے دیکھا لہٰذا یہ قبول کیجئے۔'' شیخ نے کہا: تھیلی کھولو۔ تاجر نے تھیلی کھولی تو اس میں روٹی، مصری بادام کے چھلے ہوئے دانے اور شکر پارے تھے۔ شیخ نے اس میں سے ایک مٹھی لے لیا اور کہا لے جاؤ بقیہ اپنے گھر والوں میں تقسیم کرو۔ یہ میری طرف سے انہیں ہدیہ ہے۔ شیخ فرماتے ہیں پھر میں نے اپنے دل سے کہا: ''اے نفس! تیری روزی دس دن سے تیری طرف چل کر آرہی تھی اور تو اسے ڈھونڈنے ویرانے میں گیا تھا۔'' (روض الریاحین)



# (165)

# حقیقت پسندانہ ارشادات

(ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے حسن بن یحییٰ نے خبر دی' انہیں ابومحمد خزیمہ نے خبر دی (جو بصرہ کے مشہور عابدین میں سے ہیں) وہ فرماتے ہیں: ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم داؤد طائی کے پاس آئے اور کہنے لگے: جس قدر دنیا کے مال پر آپ راضی ہیں اتنے مال پر میں نے کسی کو بھی راضی وخوش نہیں دیکھا۔ فرمانے لگے اے یعقوب! جو آخرت کے بدلے پوری دنیا پر بھی راضی ہو گیا وہ شخص مجھ سے بھی کم چیز پر راضی ہو گیا۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے حسن بن یحییٰ بن کثیر نے خبر دی' انہیں ابوخزیمہ نے' وہ فرماتے ہیں: بکر بن عبداللہ جس شخص سے بھی ملتے اسے یوں دعا دیتے ''اللہ مجھے اور تجھے اس شخص جیسا زہد عطا کرے جو خلوت میں گناہ اور حرام کام کر سکتا ہو پھر اسے وہ یہ سمجھ کر چھوڑ دے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔''

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے حمزہ بن عباس نے خبر دی' انہیں عبدان بن عثمان نے' انہیں عبداللہ نے' انہیں ابوبکر بن ابومریم غسانی نے' وہ مہاجر بن حبیب سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے' وہ فرماتے ہیں: اگر تم اپنے میں سے کسی کے متعلق قسم کھا کر کہو کہ وہ سب سے بڑا زاہد ہے تو میں تمہیں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تم سب سے بہتر ہے۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن حسین نے خبر دی' انہیں حکیم بن جعفر نے' وہ

فرماتے ہیں: میں نے عبداللہ براثی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص حقیقتاً زہد اختیار کرے گا دنیا میں اس کی مشقت ہلکی ہو جائے گی اور جسے اعمال کی قیمت معلوم نہ ہو گی اس کے لئے عمل کرنا ہر حال میں بھاری ہو گا۔

نوٹ: ابو عبداللہ براثی' یہ محمد بن خالد بن یزید بن غزوان اہل دین و فضل تھے۔ دنیا میں عمدہ حال تھے۔ بہت زیادہ احسان کرتے تھے۔ بشر بن حارث کے دوست تھے۔

(تاریخ بغداد 240/5' واللباب 131/1)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابراہیم بن سعید جوہری نے خبر دی' انہیں موسیٰ بن ایوب نے' انہیں بقیہ نے' وہ صفوان بن عمرو سے روایت کرتے ہیں' وہ شریح بن عبید سے' وہ کعب رضی اللہ عنہ سے' وہ فرماتے ہیں: تم لوگ ضرور بضرور دنیا سے محبت کرنے لگو گے حتیٰ کہ دنیا اور دنیا والوں کے غلام بن کر رہ جاؤ گے اور تم پر ضرور ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں وعظ و نصیحت کو ناپسند کیا جائے گا اور مومن اپنے ایمان کو اس طرح چھپاتا پھرے گا جس طرح فاسق و فاجر انسان آج اپنے گناہ کو چھپاتا پھرتا ہے اور مومن کو اس کے ایمان پر اس طرح شرم و عار دلائی جائے گی جس طرح آج فاسق و فاجر کو اس کے گناہ پر عار دلائی جاتی ہے۔ (احیاء العلوم 225/3)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ہارون بن عبداللہ نے خبر دی' انہیں سیار نے خبر دی' انہیں موسیٰ بن سعید راسبی نے' انہیں حوشب نے' وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! بنی اسرائیل دنیا کی محبت میں آکر اللہ رحمٰن کی عبادت کرتے ہوئے بتوں کی پوجا کرنے لگے۔

(ایضاً 223/3)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں ہارون نے خبر دی' انہیں سیار نے' انہیں جعفر نے' وہ فرماتے ہیں: میں نے مالک بن دینار سے سنا' وہ فرما رہے تھے کہ جب بدن بیمار ہو جاتا ہے تو نہ ہی کھانا پینا اچھا لگتا ہے نہ نیند نہ راحت' اسی طرح جب دل میں حب دنیا

آ جاتی ہے تو مواعظ کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں ہارون بن عبداللہ نے خبر دی' انہیں سیار نے' انہیں جعفر نے' وہ فرماتے ہیں: میں نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تو جس قدر دنیا کے لئے غمگین ہوگا اسی قدر آخرت کا غم وفکر تیرے دل سے نکل جائے گا اور جس قدر آخرت کے لئے فکرمند اور پریشان ہوگا اتنا ہی دنیا کا غم تیرے دل سے نکلے گا۔ (کتاب الزہد لابن ابی الدنیا)



# (166)

# چرواہے کی حکیمانہ باتیں

حضرت سیّدنا نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مدینہ منورہ کی ایک وادی میں گیا۔ ہمارے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ گرمی اپنے جوبن پر تھی گویا سورج آگ برسا رہا تھا۔ ہم نے ایک سایہ دار جگہ میں دستر خوان لگایا اور سب مل کر کھانا کھانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے قریب سے ایک چرواہا گزرا۔ حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا: ''آیئے! آپ بھی ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمایئے۔'' چرواہے نے جواب دیا ''میرا روزہ ہے۔''

آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: ''تو اس شدید گرمی کے عالم میں سارا دن جنگل میں بکریاں چراتا ہے' اتنی مشقت کا کام کرتا ہے اور پھر بھی تو نے نفلی روزہ رکھا ہوا ہے؟ کیا تجھ پر نفلی روزہ رکھنا ضروری ہے؟''

یہ سن کر وہ چرواہا کہنے لگا: کیا وہ وقت آ گیا جن کے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا گیا:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ (پ29' الحاقۃ24)

کھاؤ اور پیو رچتا ہوا' صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس چرواہے کی حکیمانہ باتیں سن کر بڑے حیران ہوئے اور اس سے فرمانے لگے: ''تم ہمیں ایک بکری فروخت کر دو ہم اسے ذبح کریں گے' اور تمہیں بکری کی مناسب قیمت بھی دیں گے۔'' آپ رضی اللہ عنہ کی یہ بات

سن کر وہ چرواہا عرض گزار ہوا ''حضور! یہ بکریاں میری ملکیت میں نہیں بلکہ یہ میرے آقا کی ہیں، میں تو غلام ہوں میں ایسے کیسے فروخت کر سکتا ہوں؟'' آپ رضی اللہ عنہ اس کی امانت داری سے بہت متاثر ہوئے۔ اور ہم سے فرمایا: ''یہ بھی تو ممکن تھا کہ یہ چرواہا ہمیں بکری بیچ دیتا اور جب اس کا آقا پوچھتا تو جھوٹ بول دیتا کہ بکری کو بھیڑیا کھا گیا لیکن دیکھو یہ کتنا امین متقی چرواہا ہے۔''

چرواہے نے بھی یہ بات سن لی۔ اس نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلا گیا ''اگر چہ میرا آقا مجھے نہیں دیکھ رہا لیکن میرا پروردگار تو مجھے دیکھ رہا ہے، میرا رب تو میرے ہر ہر فعل سے باخبر ہے۔''

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس چرواہے کی باتوں اور نیک سیرتی سے بہت متاثر ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ اس چرواہے کے مالک کے پاس پہنچے اور نیک چرواہے کو خرید کر آزاد کر دیا اور ساری بکریاں بھی خرید کر اس چرواہے کو ہبہ کر دیں۔

(عیون الحکایات)



# (167)

# منافق و فاسق میں ایک فرق

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: عبداللہ بن ابی (منافق) جب مر گیا تو اس کا بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا: آپ مجھے اپنا کرتہ دیجئے (میں اس میں اسے کفن دوں گا) اور آپ اس کا جنازہ بھی پڑھانا اور اس کے لئے استغفار بھی کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتہ اس کو دے دیا اور فرمایا: ''(جب جنازہ تیار ہو جائے) مجھے اطلاع دے دینا' میں اس کی نماز جنازہ پڑھا دوں گا۔'' اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ جب آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانا چاہی تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے سے پکڑ لیا اور عرض کی کہ کیا منافقوں پر نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع نہیں فرمایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے دونوں باتوں کا اختیار دیا گیا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ (9'التوبۃ'84)

''آپ ان (منافقوں کے لئے) دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں (یہ ان کے حق میں برابر ہے) اگر آپ ان پر ستر (70) مرتبہ بھی دعا کریں گے تو بھی اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز ہرگز معاف نہیں کرے گا۔''

(صحیح بخاری' التفسیر' التوبۃ باب ''ولا تصل علی احد' 4672)

☆...... حضرت ابو نجید عمران بن حصین خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جہینہ

قبیلہ کی ایک عورت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ ارتکاب زنا سے حاملہ تھی۔ اس نے (آ کر) کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے حد والے گناہ کا ارتکاب ہو گیا ہے، آپ مجھ پر حد قائم فرما دیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ولی (وارث، قریبی رشتے دار) کو بلایا اور فرمایا: ''اس کو اچھے طریقے سے اپنے پاس رکھو اور جب یہ بچہ جن لے تو اس کے بعد اس کو لے آنا۔'' چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اللہ کے پیغمبر نے اس کی بابت حکم دیا تو اس کے کپڑے اس پر مضبوطی سے باندھ دیئے گئے۔ پھر آپ کے حکم پر اسے رجم کر دیا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس بدکاری کرنے والی عورت پر آپ نماز جنازہ پڑھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(عمر تمہیں نہیں معلوم) اس عورت نے ایسی (خالص) توبہ کی ہے کہ اگر اسے اہل مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کر دیا جائے تو ان کو کافی ہو جائے۔ کیا اس سے بھی افضل کوئی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس نے اپنی جان تک قربان کر دی؟''

(صحیح مسلم، الحدود، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی، 1696)

(168)

# ابن جریر طبری کا شاندار حافظہ

علم کے حصول کے لئے عالم اسلام کے چپہ چپہ گھومنے والی شخصیت تفسیر و حدیث اور تاریخ میں امامت کا درجہ رکھتی ہے۔ علم کا عشق اس انتہا کو پہنچا ہوا تھا کہ طالب علمی میں غربت اور مفلسی کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا کہ تن کے کپڑے بیچ کر گزر بسر کیا۔ ابوالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کی علمی جامعیت اور اوصاف و کمالات کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''یہ امام مجتہد' حجت' مفسر محدث' فقیہ' اصولی' مقری' مورخ' لغوی' نحوی' عروضی' ادیب' عظیم راوی' شاعر' محقق' مدقق' علوم و فضائل کے جامع' بہت سی کتابوں کے مصنف' مجتہد مطلق علم و دین' حفظ اور کثرت تالیفات میں دنیا کے اماموں میں سے ایک امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ہیں۔'' (العلماء العرب' ص 91)

آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور نو سال کی عمر میں حدیث لکھنی شروع کی۔ لڑکپن کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی 236ھ میں بارہ سال کی عمر میں والد سے اجازت لے کر طلب علم میں سفر کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔

(معجم الادباء 40/18' تاریخ بغداد 163/2)

☆...... کہا جاتا ہے کہ ابن جریر نے ابن حمید سے ایک لاکھ سے زیادہ احادیث لکھیں۔ کوفہ کی طرف سفر کیا اور بہت سے محدثین سے حدیثیں لکھیں جن میں ابوکریب محمد بن العلاء ہمدانی بھی شامل ہیں۔ وہ بہت بڑے محدث ہونے کے ساتھ ساتھ سخت

مزاج بھی تھے۔

ابو جعفر کہتے ہیں کہ دیگر طلبہ حدیث کے ساتھ میں بھی ان کے دروازے پر حاضر ہوا۔ انہوں نے دروازے کی کھڑکی سے جھانکا۔ باہر طلبہ شور کر رہے تھے اور داخل ہونا چاہتے تھے۔ انہوں نے پوچھا: ''تم نے جو احادیث میرے ہاں لکھی تھیں وہ کس کس کو یاد ہیں؟'' طلبہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ پھر طلبہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: ''تم نے جو احادیث لکھی تھیں وہ تمہیں یاد ہیں؟'' میں نے ہاں میں جواب دیا۔ طلبہ نے حضرت استاذ کو بتایا کہ اسے یاد ہیں لہٰذا میں نے احادیث سنانی شروع کر دیں کہ فلاں دن آپ نے ہمیں یہ حدیث سنائی تھی اور فلاں دن یہ یہ حدیث سنائی تھی۔''

ابو جعفر کہتے ہیں کہ میری دہرائی ہوئی احادیث سے ابو کریب کا کوئی مسئلہ حل ہو گیا جس سے میرا مرتبہ ان کے دل میں بڑھ گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا تم اندر آ جاؤ۔ چنانچہ میں اندر حاضر ہو گیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ابو کریب' ابن جریر طبری کی عنفوان شباب میں ہی اس قدر قابلیت کو دیکھ کر ان کے مقام کو پہچان گئے اور احادیث سننے کی عام اجازت دے دی۔ بعد میں دوسرے طلبہ ان کی وجہ سے احادیث کا سماع کر لیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ابو کریب سے ایک لاکھ سے زیادہ احادیث کا سماع کیا۔

(معجم الادباء' 40/18' تاریخ بغداد' 163/2)

قوتِ حافظہ کی مضبوطی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ شاگردوں سے فرمایا: ''قرآن کی تفسیر لکھوں تو تم پڑھو گے؟'' شاگردوں نے کہا: ''کتنی بڑی تفسیر ہو گی؟'' فرمانے لگے: ''تیس ہزار اوراق پر مشتمل ہو گی۔'' شاگرد کہنے لگے: ''اتنی بڑی تفسیر کے لئے عمر خضر کہاں سے لائیں گے؟'' چنانچہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے تین ہزار اوراق پر مشتمل تفسیر لکھی اور سات سال تک اپنے شاگردوں کو املا کراتے رہے جو تیس جلدوں میں شائع ہو گئی ہے۔

اسی طرح تاریخ کے موضوع پر بھی اتنی مقدار لکھنے کا مشورہ کیا۔شاگردوں نے کہا: ''اتنی طویل تاریخ پڑھنے کی ہمت کون کرے گا؟'' پھر مختصر کر کے ''تاریخ امم والملوک'' کے نام سے تاریخ عالم لکھی جو اکیس اجزاء میں شامل ہو گئی تھی۔ (تاریخ بغداد 163/2)

☆......علمی استعداد کی پختگی کا یہ عالم تھا کہ کسی علم میں مہارت حاصل کرنے کے لئے انہیں زیادہ محنت نہ کرنی پڑتی تھی۔فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص میرے پاس علم عروض کا ایک سوال لے کر آیا۔اس سے قبل علم عروض سے مجھے کوئی خاص لگاؤ نہ تھا۔میں نے اس سے کہا: ''آج میں نے علم عروض کے متعلق گفتگو نہ کرنے کا عزم کیا ہوا ہے' تم کل آ جاؤ۔'' پھر میں نے اپنے دوست سے خلیل بن احمد کی کتاب ''العروض'' منگوائی۔وہ لے آیا۔رات میں نے وہ کتاب دیکھی چنانچہ اس رات تک تو میں علم عروض سے ناواقف تھا اور صبح کو میں علم عروض کا عالم بن گیا۔ (معجم الادباء 40/18' تاریخ بغداد 163/2)

26 شوال 310ھ کو 86 سال کی عمر میں بغیر شادی کئے دنیا سے رخصت ہوئے' ابوبکر خطیب کہتے ہیں کہ ان کی وفات کا کسی کو بتایا نہیں گیا تھا پھر بھی ان کے جنازہ میں لوگوں کی اتنی تعداد تھی جس کو اللہ ہی شمار کر سکتا ہے۔کئی ماہ تک ان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاتی رہی۔



# (169)

# میں مشتاق ہوں اور مجھے سخت اشتیاق ہے

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک شب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میرے بازو پر تھا۔ میں آپ کی ریش مبارک کو ہاتھ سے کھجلی کر رہی تھی اور میرے بھائی حضرت عبداللہ قرآن شریف کی تلاوت میں مصروف تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز سنی تو اٹھ کر بیٹھ گئے۔ میں اپنا سر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل میں رکھ کر لیٹ گئی۔ جب انہوں نے یہ آیت تلاوت کی كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (ترجمہ) وہ لوگ قیامت کے دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے تو آپ رونے لگے اور مجھ پر آپ کے آنسو گرے۔ میں اٹھی اور آپ کا سر مبارک پکڑ لیا۔ ایک گھڑی کے بعد میں نے پوچھا: آپ جنت کے لئے گریاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ دوزخ کے خوف سے رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: انا مشتاق وہی اشتیاق انا مشتاق وہی اشتیاق (میں مشتاق ہوں اور مجھ کو سخت اشتیاق ہے) اسی کو آپ بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ کے آنسو زمین پر بہنے لگے۔ حدیث میں ہے کہ دنیا میں خوف خدا سے رونے والا قیامت کے دن جنت میں ہنستا ہوا جائے گا۔ آپ سے پوچھا گیا ولی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: بیداری کی وجہ سے جن کے چہرہ زرد اور رونے کی وجہ سے آنکھیں ضعیف ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خلوت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے (رونے) والا قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا۔ حضرت یحییٰ علیہ

السلام اس قدر روئے تھے کہ رخسار مبارک کا گوشت پوست سب آنسوؤں کے ساتھ بہہ گیا تھا۔

(رواہ جلیس الناصحین ص 76)

☆...... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کی طرف لبیک کہہ کر دوڑے اور قبر کے قریب پہنچ کر (قبلہ رخ ہو کر) سجدہ کیا اور رونے لگے۔ ایک پہر اس طرح گزرا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سے سر اٹھایا اور خوش ہو کر قبر سے لپٹ گئے اور پھر مسجد کی طرف واپس آئے۔ میں نے سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا: اس کو عذاب ہو رہا تھا۔ اس نے مجھ سے فریاد کی کہ میرے ہر طرف آگ ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس عذاب کا سبب دریافت کیا' ارشاد ہوا کہ یہ دنیا میں فحش کہتا تھا۔ پھر میں نے اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر عذاب قبر آسان کر دے۔ فوراً جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا آپ کی امت میں جو کوئی شب جمعہ میں دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور تین مرتبہ اذا زلزلت الارض پڑھے گا' اللہ تعالیٰ اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا۔ (جلیس الناصحین ص 192)

# (170)

## حضرت عمرو بن عتبہ بن فرقد رحمۃ اللہ علیہ

یہ کوفہ کے بہت ممتاز محدث ومجاہدین اور طبقہ تابعین میں ایک بڑی خاص امتیازی شان رکھتے ہیں۔ یہ علم حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے بڑے خاص شاگرد ہیں اوران کے شاگردوں میں عامر شعبی وغیرہ محدثین ہیں۔

یہ زہد وعبادت میں مشہور زمانہ اور بہت ہی کثیر الکرامات تھے۔علی بن صالح کا بیان ہے کہ یہ دھوپ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اونٹ چراتے تھے تو بدلی کا ایک ٹکڑا ان پر سایہ کرتا تھا اور جنگل میں یہ اکیلے نماز پڑھتے تھے تو جنگلی درندے ان کے پاس بیٹھ کر دم ہلاتے رہتے تھے اوران کی حفاظت کرتے تھے۔

امام اعمش کہتے ہیں کہ عمرو بن عتبہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے تین مرادوں کی دعا مانگی ہے جن میں سے دو مرادیں تو خداوند عالم نے پوری فرمادی ہیں لیکن ایک مراد کا مشتاق اور بے چینی کے ساتھ منتظر ہوں۔ میں نے خدا سے یہ دعا مانگی تھی کہ میں زاہد ہو جاؤں تو میری یہ مراد پوری ہوگئی کیونکہ میرے قلب کا یہ حال ہے کہ نہ کسی چیز کے ملنے کی خوشی ہوتی ہے نہ کسی چیز کے برباد ہونے کا غم ہوتا ہے۔ میری دوسری دعا یہ تھی کہ مجھے بہت زیادہ نماز پڑھنے کی طاقت وتوفیق حاصل ہو جائے تو میری یہ دعا مقبول ہو گئی کہ الحمدللہ! میں دن رات میں بہت زیادہ نمازیں پڑھ لیتا ہوں۔ میری تیسری دعا یہ تھی کہ مجھے شہادت نصیب ہو جائے ابھی تک میری یہ مراد پوری نہیں ہوئی لیکن خداوند قدوس سے امیدوار ہوں کہ وہ میری تیسری مراد بھی ضرور پوری فرمادے گا۔

عبدالرحمٰن بن یزید سے منقول ہے کہ ہم لوگ ایک لشکر کے ساتھ جہاد میں گئے تو ہمارے ساتھ علقمہ بن قیس اور عمرو بن عتبہ یہ دونوں محدثین بھی شریک جہاد ہوئے۔ ایک دن عجیب اتفاق ہوا کہ عمرو بن عتبہ نہایت سفید لباس پہن کر اسلامی لشکر میں کھڑے تھے۔ کہنے لگے: میرے ان سفید کپڑوں پر اگر خدا کی راہ میں میرا خون بہے تو یہ کتنا حسین منظر ہوگا۔ ابھی ان کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ لشکر کفار میں سے کسی کافر نے گوپھن سے ایک پتھر پھینکا جو عمرو بن عتبہ کے سر میں لگا اور آپ کے سفید کپڑے خون سے رنگین ہو گئے اور تھوڑی دیر میں آپ شہید ہو گئے۔

ابراہیم نخعی بیان کرتے تھے کہ عمرو بن عتبہ شہید کی نماز جنازہ میرے استاد علقمہ بن قیس نے پڑھائی تھی۔ یہ واقعہ جہاد تستر میں پیش آیا جو حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ (تہذیب التہذیب)



# (171)

## عجب ہے تری شان حاجت روائی

مصر سے مکہ مکرمہ جانے والی راہ پر شیخ بنان حمال رحمۃ اللہ علیہ محو سفر تھے۔ ساتھ میں زادِ سفر بھی تھا۔ ایک خاتون ملی اس نے کہا تم واقعی حمال ہو۔ پیٹھ پر بوجھ لاد کر چلتے ہو۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ تمہیں روزی نہ دے گا؟ عورت کی یہ بات سن کر شیخ کو غیرت آئی اور توشہ راہ میں بانٹ دیا۔

اس کے بعد سفر کرتے کرتے تین روز گزر گئے اور انہوں نے کچھ نہیں کھایا۔ بھوک تیز ہونے لگی۔ یک بیک انہیں راستہ میں ایک زیور (پازیب) ملا۔ انہوں نے سوچا اٹھا لوں۔ اس کا مالک آئے گا تو ممکن ہے مجھے کچھ دے دے۔ اتنے میں وہی عورت پھر آن پہنچی اور کہا تم تو ایک بیوپاری ہو۔ کہتے ہو کہ اس کا مالک آئے گا تو اس سے کچھ لوں گا۔ عورت نے یہ کہہ کر شیخ بنان کی طرف کچھ درہم ڈال دیئے۔ شیخ فرماتے ہیں: وہ درہم میرے لئے مصر واپسی تک کافی ہو گئے۔

☆...... ایام حج میں وادی القریٰ اہل اللہ کا مرکز خاص بن جاتی ہے۔ صوفیہ کرام اور عارفان حق کا ایسا ہی اجتماع تھا اور ''محبت حق'' کے عنوان پر باتیں ہو رہی تھیں۔ مشائخ اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرما رہے تھے۔ حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں موجود تھے۔ اس وقت آپ ان صوفیہ کرام میں سب سے کم عمر تھے۔ لوگوں نے گزارش کی تم بھی کچھ کہو۔ شیخ ابوبکر کتانی کا بیان ہے امام الطائفہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے سر جھکایا اور آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے پھر فرمایا: ''محب وہ ہے جو خود رفتہ ہو جائے' ذکر

حق سے واصل ہو اس کا حق ادا کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی جانب دل سے دیکھتا ہو اس کے قلب کو انوار ہیبت نے سوختہ کر دیا ہو۔ اس کے لئے حب اللہ کی مۓ شفاف کا جام ہو۔ عالم غیب کے پردوں سے رب تعالیٰ اس کے لئے ظاہر ہو چکا ہو۔ کلام کرے تو حق کے ساتھ' حرکت کرے تو خدا ہی کے حکم سے' سکون پائے تو خدا ہی کے ساتھ اور خدا ہی کے لئے اور خدا ہی کے ہمراہ۔

امام الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام سن کر تمام موجود مشائخ پر گریہ طاری ہو گیا۔ سب نے بیک زبان کہا اس سے زیادہ اور کوئی کیا کہے اے عارفوں کے سرتاج مولا پاک آپ کو اور زیادہ فہم و دانائی اور علم و عرفان عطا فرمائے۔

(روض الریاحین)



# (172)

# دنیا کا حال زار

(ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں ہارون نے خبر دی' انہیں سیار نے' انہیں جعفر نے' وہ فرماتے ہیں: میں نے مرقد سنجی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دنیا کو دایہ کی طرح اور آخرت کو ماں کی طرح سمجھو۔ تم نے یہ نہیں دیکھا کہ بچہ دایہ کے حوالے کر دیا جاتا ہے مگر جب بڑا ہو کر اپنی والدہ کو پہچاننے لگتا ہے تو دایہ کو چھوڑ کر ماں کی گود میں جا بیٹھتا ہے تو آخرت یقیناً تمہاری ماں ہے جو عنقریب تمہیں اپنی طرف کھینچ لے گی۔

(حلیۃ الاولیاء' 45/3)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن حسین نے خبر دی' انہیں صلت بن حکیم نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) دنیا کو حکم ملا کہ جو شخص تجھے چھوڑے اس کی خدمت گزار بن جا اور جو تجھے (آخرت پر) ترجیح دے اسے اپنا غلام بنا لینا۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن حسین نے خبر دی' انہیں خلیل نے خبر دی' وہ عمر بن ابراہیم سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: میں نے موسیٰ رابی سے سنا' وہ یزید اعرج شنی سے روایت کر رہے تھے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو کثرت سے یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ آخرت کا ہمیشہ باقی رہنا اور دنیا کا فنا ہو جانا ہی تمہاری عبرت کے لئے کافی ہے (یعنی دنیا میں جس قسم کے عمل کرو گے آخرت میں وہی پاؤ گے اگر عمل اچھے ہوں گے تو اچھا بدلہ ملے گا اور اگر برے ہوں گے تو برا بدلہ ملے گا)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے عثمان بن ابی شیبہ نے خبر دی' انہیں معاویہ بن ہشام نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں: میں نے سفیان ثوری کو یہ فرماتے سنا دنیا کو دنیا اس لئے کہتے ہیں کہ یہ انتہائی گھٹیا ہے یا جلد ختم ہونے والی ہے اور مال کو مال اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مال والے کو لے ڈوبتا ہے۔ (ایضاً' 10/7)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے علی بن جعد نے خبر دی' انہیں علی بن علی رفاعی نے' وہ حسن سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: اس امت کے پہلے طبقے کے دو شخص آپس میں لوگوں کے معاملات میں گفتگو کر رہے تھے' ایک نے دوسرے سے کہا تیرا برا ہو! کیا تو لوگوں کو نہیں دیکھ رہا کہ وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم مامون ہیں مگر انہیں دین سے ہٹا کر ہلاک کرنے والی چیز (دنیا) ان تک پہنچ چکی ہے؟ وہ لوگوں کے ضعف اور شیطان اور گناہوں کی کثرت کی وجہ سے ہے۔ چند مثالیں اور ایسی پیش کیں جن سے وہ موافقت نہیں رکھتے تھے' یہ سن کر وہ کہنے لگے: وہ ایمان لانے کی وجہ سے اس خطرے سے نکل چکے ہیں۔ بے شک اللہ نے دنیا کو مشاہدے میں رکھا ہے اور آخرت کو پردے میں' لوگوں نے مشاہدے کو لے لیا اور غائب کو چھوڑ دیا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں عبداللہ بن قیس کی جان ہے۔ اگر اللہ ایک کو دوسرے کے ساتھ جوڑ دیتا اس طرح کہ لوگ اس کا مشاہدہ بھی کر لیتے تب بھی لوگ نہ انصاف کرتے نہ ہی فرمانبرداری کرتے۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے علی بن جعد نے خبر دی' انہیں علی بن علی نے' وہ حضرت حسن سے اللہ تعالیٰ کے فرمان "لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: حضرت حسن نے فرمایا: کوئی مخلوق اتنی مشقت و تکالیف نہیں برداشت کرتی جتنی یہ انسان برداشت کرتا ہے (ان کے بھائی سعید جو مجلس میں تھے فرمانے لگے) انسان دنیا کی تکالیف اور آخرت کے شدائد برداشت کرتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر' 512/4)

# (173)

# دھوکے باز دلہن

حضرت سیّدنا ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت سیّدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو یہ نصیحت آموز خط لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اما بعد: اے امیر المومنین! جان لیجئے کہ یہ دنیا دھوکے باز اور بے وفا ہے' یہ دائمی اقامت گاہ نہیں' حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کو یہاں دنیا میں آزمائش کے لئے بھیجا گیا' تحقیق ایسے امور جن پر ثواب دیا جاتا ہے ان کا حساب لیا جائے گا اور جن پر عقاب ہے ان پر سزا ہوگی خواہ ان پر ثواب وعذاب کا حق دار ہونے کا کسی کو علم ہو یا نہ ہو بہر حال حساب ضروری ہے' ہر دور میں دنیا کو پچھاڑنا ضروری ہے اور اس کو پچھاڑنا عام پچھاڑنے کی مانند نہیں بلکہ جو اسے شکست دیتا ہے یہ اس کی تعظیم کرتی ہے اور جو اس کی تعظیم کرتا ہے یہ اسے ذلیل وخوار کر دیتی ہے۔ ہر دور میں یہ ڈائن (یعنی دنیا) کسی نہ کسی کو تباہ و برباد ضرور کرتی ہے۔ یہ میٹھے زہر کی مانند ہے کہ لوگ اسے فائدہ مند شے سمجھ کر کھا لیتے ہیں حالانکہ وہ ہلاکت خیز ہوتی ہے۔ دنیا میں زادِ راہ یہ ہے کہ دنیوی آسائشوں کو ترک کر دیا جائے' دنیا میں تنگدستی غناء ہے جو یہاں فقر وفاقہ کا شکار ہے درحقیقت وہی غنی ہے۔

اے امیر المومنین! دنیا میں اس مریض کی طرح رہو جو اپنے مرض کے علاج کی خاطر دواؤں کی تلخی برداشت کرتا ہے تاکہ اس کا زخم اور مرض مزید نہ بڑھے' اس تھوڑی تکلیف کو برداشت کرلو جس کی وجہ سے بڑی تکلیف سے بچا جاسکے۔

بے شک عظمت اور فضیلت کے لائق وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ حق بات کہتے ہیں' انکساری و تواضع سے چلتے ہیں' ان کا رزق حلال و طیب ہوتا ہے' ہمیشہ حرام چیزوں سے اپنی نگاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں' وہ خشکی میں ایسے خوفزدہ رہتے ہیں جیسے سمندری مسافر' اور خوشحالی میں ایسے دعائیں کرتے ہیں جیسے مصائب و آلام میں دعا کی جاتی ہے۔ اگر موت کا وقت متعین نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق' ثواب کی امید اور عذاب کے خوف سے ان کی روحیں ان کے اجسام میں لحہ بھر بھی نہ ٹھہرتیں' خالق لم یزل کی عظمت اور ہیبت ان کے دلوں میں راسخ ہے اور مخلوق ان کی نظروں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی (یعنی وہ فقط رضائے الٰہی کے طلب گار ہوتے ہیں)

اے امیر المومنین جان لیں غور و فکر کرنا' اعمال صالح اور بھلائی کی طرف لے جاتا ہے' گناہوں پر ندامت اعمال قبیحہ کو چھوڑنے کی طرف لے جانے والی ہے۔ فانی اشیاء اگرچہ کثیر ہوں باقی رہنے والی اشیاء کی مانند نہیں۔ اگرچہ لوگ فانی اشیاء کے زیادہ طالب ہیں۔ اس تکلیف کا برداشت کر لینا جس کے بعد طویل و دائمی راحت ہو' اس راحت کے حصول سے بہتر ہے جس کے بعد طویل غم والم' تکالیف اور ندامت و ذلت کا سامنا کرنا پڑے۔

اس بے وفا' شکست خوردہ اور ظالم دنیا سے آخرت کی زندگی کئی درجے بہتر ہے۔ یہ دھوکے باز' لوگوں کے سامنے مزین ہو کر آتی ہے اور خوب دھوکا دے کر تباہ و برباد کر ڈالتی ہے۔ لوگ اس کی جھوٹی امیدوں کی وجہ سے ہلاکت میں پڑ جاتے ہیں۔ یہ اس دھوکے باز دلہن کی طرح ہے جو کسی کو نکاح کا پیغام دے' پھر آراستہ و پیراستہ ہو کر سامنے آ جائے' لوگ اس پر فریفتہ ہو رہے ہوں' اس کا بناوٹی حسن و جمال آنکھوں کو خیرہ کرنے لگے' دل اس کی طرف مائل ہو جائیں' اس کی ظاہری خوبصورتی دل و دماغ پر چھا جائے' پھر جب اس کا شوہر اس کے قریب جائے تو وہ اسے ظالمانہ انداز میں قتل کر ڈالے۔

اے امیر المومنین! گزرے ہوئے زمانے کی کوئی عبرت حاصل نہیں کرتا اور نہ ہی

موجودہ صورت حال سے لوگ عبرت حاصل کرتے ہیں اور نہ ہی موجودہ لوگ گزرے ہوؤں سے عبرت حاصل کرتے ہیں' ہر شخص اپنی ہی دنیا میں مگن ہے' عقل مند لوگ بھی تجربہ کے باوجود اپنے تجربوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور سمجھ دار لوگ بھی عبرت آموز واقعات سے درس عبرت حاصل نہیں کرتے۔

اب تو صورت حال یہ ہے کہ ہر شخص اس ظالم دنیا کا شیدائی ہے۔ اس کی محبت میں غرق ہو چکا ہے اور یہ محبت عشق کے درجے تک جا پہنچی ہے۔ اس کا عاشق اس کو چھوڑ کر کسی اور شئے کی طرف راغب ہوتا ہی نہیں۔ دنیا اور اس کا چاہنے والا دونوں ہی ایک دوسرے کے طلب گار ہیں۔ دنیا کا شیدائی یہ سمجھتا ہے کہ میں حصول دنیا کے بعد کامیاب ہو گیا ہوں حالانکہ وہ ہلاکت کے عمیق گڑھوں میں گر چکا ہوتا ہے۔ وہ دھوکا کھا کر اس کی محبت میں اس طرح گرفتار ہو جاتا ہے کہ حساب وکتاب اور اپنے مقصد حیات کو بھول جاتا ہے' اپنی نیکیوں کو ضائع کر بیٹھتا ہے پھر وہ اس بے وفا دنیا کے عشق میں اس قدر پاگل ہو جاتا ہے کہ اس کے قدم پھسل جاتے ہیں۔ جب اسے ہوش آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ میں نے تو اپنی تمام زندگی غفلت میں گزار دی۔ میں تو تباہ و برباد ہو گیا۔ مجھے تو بہت بڑا دھوکا دیا گیا۔ ہائے! میں نے جھوٹی امیدوں پر آسرا کیوں کیا؟ اب اس شخص کی پریشانی و غم قابل دید ہوتا ہے۔ پھر حالت نزع میں سختیاں بڑھ جاتی ہیں۔ وہ پریشانیوں اور غموں کے سمندر میں غرق ہو رہا ہوتا ہے۔ وہی شخص جو اپنے تئیں کامیابی حاصل کر چکا تھا اب اسے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت میں دھوکے باز دنیا سے بری طرح شکست کھا چکا ہوں۔ پھر وہ عاشق ناشاد و نامراد اس دنیا سے اسی حالت میں رخصت ہو جاتا ہے اور بے وفا دنیا اس کا ساتھ چھوڑ کر کسی اور کو دھوکا دینے چلی جاتی ہے۔ اب یہ شخص دشوار گزار سفر کی طرف بغیر ہم سفر اور بغیر زاد راہ کے روانہ ہوتا ہے۔

اے امیر المومنین! اس دنیا اور اس کی فریب کاریوں سے بچیے' اس دنیا کی مثال اس سانپ کی طرح ہے جسے ہاتھ لگائیں تو نرم و نازک معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا زہر جان

لیوا ہوتا ہے (اسی طرح یہ دنیا بھی دیکھنے میں بہت اچھی ہے لیکن حقیقت میں بہت بری ہے) اس دنیا کی جو شئے اچھی لگے اسے ترک کر دیجئے' غم دنیا کی وجہ سے ہلکا نہ ہوں اس کے غموں کی پرواہ بھی نہ کیجئے۔ دنیا سے ہرگز محبت نہ کیجئے گا کیونکہ اس کا انجام بہت برا ہے۔

دنیا کا عاشق جب دنیا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو یہ بے وفا دنیا اسے طرح طرح سے پریشان کرتی ہے' اس کی خوشیوں کو غم میں بدل دیتی ہے جو اس کی فانی اشیاء کے ملنے پر خوش ہوتا ہے وہ بہت بڑے دھوکے میں پڑا ہے۔ اس کا فائدہ پانے والا درحقیقت شدید نقصان میں ہے۔ دنیاوی آسائشوں تک پہنچنے کے لئے انسان تکالیف و مصائب کا سامنا کرتا ہے۔ جب اسے خوشی ملتی ہے تو یہ خوشی غم و ملال میں تبدیل ہو جاتی ہے نہ تو اس کی خوشی دائمی ہے اور نہ ہی اس کی نعمتیں' ان کا ساتھ تو پل بھر کا ہے۔

اے امیر المومنین! اس دنیا کو تارک الدنیا کی نظر سے دیکھئے' نہ کہ عاشق دنیا کی نظر سے' جو اس دار ناپائیدار میں آیا وہ یہاں سے ضرور رخصت ہو گا۔ نہ ہی یہاں سے جانے والا کبھی واپس آتا ہے اور نہ ہی اسے امید ہوتی ہے کہ کوئی اس کی واپسی کا انتظار کر رہا ہو گا۔ اس کی دھوکا دینے والی امیدوں میں ہرگز نہ پڑیئے' اس دنیا سے ہر دم بچئے' اس کی جو اشیاء بظاہر صاف و شفاف ہیں درحقیقت وہ گدلی و بیکار ہیں۔

اے امیر المومنین! یہ دنیوی زندگی بہت کم ہے' اس کی امیدیں جھوٹی ہیں جب تک آپ دنیا میں ہیں خطرہ ہی خطرہ ہے' بہرحال اس کی نعمتیں بہت جلد ختم ہو جائیں گی اور مصیبت پیہم اترتی رہیں گی' عقل مند شخص ہمیشہ اس کے دھوکوں سے محفوظ رہتا ہے' اللہ تعالیٰ نے دنیا سے بچنے کی خوب تاکید فرمائی۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دنیا کی وقعت کچھ بھی نہیں اس کا وزن اس کی بارگاہ میں ایک چھوٹی سی کنکری کی طرح بھی نہیں' جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چاہنے والے ہیں اور اسی کی محبت کے طلب گار ہیں' وہ لوگ دنیا سے بہت نفرت کرتے ہیں۔

اے امیر المومنین! سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور اس کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لینے سے انکار فرما دیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طلب سے منع نہ فرمایا گیا تھا اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو قبول بھی فرما لیتے تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ میں کوئی کمی واقع نہ ہوتی اور جس مقام و مرتبہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتا لیکن ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ دنیا ناپسند ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو قبول نہ فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی وقعت نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو کوئی وقعت نہ دی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قبول فرما لیتے تو لوگوں کے لئے دلیل بن جاتی کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول نہ فرمایا' کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے ایک شئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ناپسند ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قبول فرما لیں۔

اے امیر المومنین! موت سے پہلے جتنی نیکیاں ہو سکتی ہیں کر لیجئے ورنہ بوقت نزع فائدہ نہ ہوگا' اللہ تعالیٰ ان نصیحت آموز باتوں سے ہمیں اور آپ کو خوب نفع عطا فرمائے' اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ والسلام۔ (عیون الحکایات)



# (174)

# کیا کریں اور کیا نہ کریں

حضرت ابوعمارہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کے کرنے کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا:

بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ۔ ''مریض کی عیادت کرنے کا۔''

وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ۔ ''نماز جنازہ پڑھنے کا۔''

وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ۔ ''چھینک کا جواب دینے کا۔''

وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ۔ ''قسم اٹھانے والے کی قسم کو پورا کرنے کا۔''

وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ۔ ''مظلوم کی مدد کرنے کا۔''

وَاِجَابَةِ الدَّاعِيْ۔ ''دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے کا۔''

وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ۔ ''اور سلام کو پھیلانے کا۔''

اور ہمیں سات چیزوں سے منع فرمایا:

عَنْ خَوَاتِيْمَ اَوْ تَخَتُّمٍ بِالذَّهَبِ۔ ''سونے کی انگوٹھیاں پہننے سے۔''

وَعَنْ شُرْبٍ بِالْفِضَّةِ۔ ''چاندی کی برتنوں میں (کھانے) پینے سے۔''

وَعَنِ الْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ۔ ''اور کسی (علاقہ) کے کپڑے پہننے سے۔''

وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ۔ ''ریشم پہننے سے۔''

وَالْاِسْتَبْرَقِ۔ ''استبرق ریشم پہننے سے۔''

وَالدِّيبَاجِ۔ ''اور دیباج ریشم کے پہننے سے۔''

(بخاری الجنائز باب الامر باتباع الجنائز 1239 مسلم اللباس 2066)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں:

رَدُّ السَّلَامِ۔ ''سلام کا جواب دینا۔''

وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ۔ ''مریض کی عیادت کرنا۔''

وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ۔ ''جنازے میں شرکت کرنا۔''

وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ۔ ''دعوت قبول کرنا۔''

وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ۔ ''جسے چھینک آئے اسے یرحمک اللہ کہنا۔''

(بخاری الجنائز باب الامر باتباع الجنائز 1145)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں:

اِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ۔ ''جب تو اسے ملے تو سلام کہہ۔''

وَاِذَا دَعَاكَ فَاَجِبْهُ۔ ''اور جب وہ تجھے بلائے (دعوت دے) تو اس کے پاس جا۔'' یعنی دعوت قبول کر۔

وَاِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْهُ۔ ''اور جب وہ تجھ سے خیر خواہی طلب کرے تو اس کی خیر خواہی کر۔''

وَاِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ۔ ''اور جب اسے چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو تو یرحمک اللہ کہہ۔''

وَاِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ۔ ''اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کر۔''

وَاِذَا مَاتَ فَاتْبَعْهُ۔ ''اور جب وہ فوت ہو تو اس کے جنازے میں شریک ہو۔''

(مسلم السلام باب من حق المسلم للمسلم رد السلام 651)

# (175)

# امام ابوبکر بن الانباری رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ

جمال ذی الارض کانوا فی الحیاۃ وھم
بعد الممات جمال الکتب والسیر

''اہل زمین کے لئے اپنی زندگیوں میں وہ باعث زینت تھے اور مرنے کے
بعد وہ اپنی کتابوں اور تذکروں کی زینت بن گئے۔''

یادداشت کے سمندر محمد بن قاسم ابن الانباری کا شمار کاروانِ علم کے ان دیدہ ور افراد میں ہوتا ہے جن کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا علم تھا۔ آپ نے زندگی کی تمام رونقیں طلب علم کے لئے طویل اسفار کی نذر کیں۔ صرف رونق علم کو اپنایا اور علم ہی نے حلقہ شام و سحر سے نکال کر حیات جاوداں کی رونق عطا کی۔ آپ کا سن پیدائش 271 ہجری ہے۔

علم کا ایسا ذوق تھا جس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔ علمی مصروفیات میں کسی قسم کا نقصان برداشت نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بازار میں راہ چلتی باندی پر ان کی نظر پڑی۔ باندی کا حسن قلب وجگر پر چھا گیا۔ خلیفہ راضی ان کا بہت خیال کرتے۔ انہیں بتایا۔ خلیفہ نے وہ باندی خرید کرا دی۔ گھر لا کر خود مطالعہ میں ابھی لگے ہی تھے کہ اپنے غلام سے کہا: ''اس باندی کو نکال دو۔'' غلام نے باندی کو رخصت کرنا چاہا وہ کہنے لگی ''ذرا ٹھہرو! میں ان سے ایک دو باتیں کرنا چاہتی ہوں۔'' آکر ان سے پوچھنے لگی ''آپ مجھے میرا قصور بتائے بغیر نکال رہے ہیں لوگ کیا گمان کریں گے؟ آخر میری غلطی بتائیں۔'' کہنے لگے: ''تمہاری غلطی یہی ہے کہ تم نے علم کی طرف میرے دل کی توجہ میں خلل ڈال دیا ہے''

باندی نے کہا: ''یہ تو کوئی مسئلہ نہیں۔'' خلیفہ راضی کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو کہنے لگے:

**لاینبغی ان یکون العلم فی قلب احد احلی منه فی صدر هذا الرجل .**

''علم کی حلاوت جتنی اس آدمی کے دل میں ہے شاید ہی کسی کے دل میں اتنی ہو۔'' (تاریخ بغداد'3/182)

☆......ابن الانباری کا شمار تاریخ اسلام کے ان علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے علم کی ترویج واشاعت کو ازدواجی زندگی پر ترجیح دی چنانچہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے اپنی کتاب ''العلماء العزاب'' میں آپ کا تذکرہ کیا۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''اپنی یادداشت کو برقرار رکھنے کے لئے وہ ساری زندگی عمدہ کھانوں سے دور رہے حالانکہ وہ عمدہ کھانے بادشاہوں کے دسترخوانوں پر ان کے سامنے پیش کئے جاتے تھے' علم کی مشغولیت کی وجہ سے وہ عورتوں سے کنارہ کش رہے حالانکہ ایک خوبصورت اور حلال عورت ان کے گھر آئی تھی' اپنی یادداشت' علم' عورتوں سے لاتعلق اور زہد میں وہ ایک عجوبہ روزگار شخصیت تھے' ان کی کوئی نسل اور اولاد نہ تھی سوائے بچاپس ہزار صفحات پر مشتمل تصنیفات کے۔'' (العلماء العزاب' ص117)

☆......اللہ کو جب کسی سے کوئی کام لینا ہوتا ہے اس میں اس کے اسباب بھی پیدا فرما دیتا ہے' چنانچہ قدرت کی طرف سے ابن الانباری کو بلا کا حافظہ عطا کیا گیا تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ الفاظ قرآن کے استشہاد میں عرب کے تین لاکھ اشعار حفظ تھے۔ ایک سو بیس تفاسیر سندوں کے ساتھ یاد تھیں۔ (بغیۃ الوعاۃ' 1/213)

☆......لغت' نحو' تفسیر اور شعر میں جو بھی ان کی تصانیف یا اقوال ملتے ہیں وہ سب انہوں نے اپنے حافظے سے لکھوائے' کتاب سے دیکھ کر انہوں نے کبھی بھی نہیں لکھوایا۔ (العلماء العزاب' ص117)

☆......خلیفہ راضی کی کسی باندی نے ان سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ چونکہ اس

چیز کا کوئی خاص علم نہیں رکھتے تھے اس لئے اس وقت تو بہانہ کر کے گئے اور خوابوں کی تعبیر کے متعلق کرمانی کی پوری کتاب ایک رات میں حفظ کی پھر آ کر تعبیر بتا دی۔

(بغیۃ الوعاۃ' 213/1)

☆......ایک دن بیمار ہوئے تو ان کے والد بہت پریشان ہوئے۔ لوگوں نے تسلی دینا چاہی' کتابوں سے بھری الماری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگے:

''میں اس بیٹے کی بیماری پر پریشان کیوں نہ ہوں جس کو یہ سب کتابیں حفظ ہیں۔''

(بغیۃ الوعاۃ' 213/1)

☆......ابوالحسن عروضی کہتے ہیں کہ راضی باللہ کے دسترخوان پر میں اور ابوبکر انباری جمع ہوئے۔ ابوبکر نے باورچی کو اپنا کھانا بتایا ہوا تھا۔ وہ ان کے لئے خشک گوشت بھون دیتا تھا۔ ہم دسترخوان پر لگے عمدہ کھانے کھا رہے تھے لیکن ابوبکر وہی بھنا ہوا خشک گوشت کھاتے رہے۔ کھانے کے بعد عمدہ حلوہ لایا گیا تو اس سے بھی انہوں نے نہیں کھایا۔ دسترخوان سے اٹھ کر ہم لوگ خیش نامی ٹھنڈے کپڑوں میں جو لوگوں میں پسند کئے جاتے تھے سو گئے لیکن وہ ان کپڑوں میں نہیں سوئے۔ اس کے بعد عصر تک انہوں نے پانی تک نہیں پیا۔ عصر کے بعد انہوں نے غلام کو بلا کر پانی منگوایا تو برف کے بجائے مٹکے کا پانی پیا۔ اس پر مجھے غصہ آیا تو میں نے چیخ کر کہا: ''اے امیر المومنین'' مجھے ان کے سامنے حاضر کیا گیا تو امیر المومنین نے کہا: ''کیا مسئلہ ہے؟'' میں نے کہا: ''اے امیر المومنین! یہ شخص اس بات کا محتاج ہے کہ اس کے اور اس کے نفس کے درمیان کوئی شخص حائل نہ ہو ورنہ جیسا وہ اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہے اس سے تو لگتا ہے کہ وہ اس کو مار دے گا۔'' یہ سن کر امیر المومنین ہنس پڑے اور کہا: ''اس کو اسی میں لذت ملتی ہے اور یہ اس کی عادت ہو گئی ہے اور اس طرح زندگی سے مانوس ہونے کی وجہ سے اب یہ ان کے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔'' پھر میں نے خود ان سے بات کی اور کہا: ''اے ابوبکر! تم اپنے نفس کے ساتھ ایسا کیوں کرتے ہو؟'' ان کا جواب یہ تھا ''اپنی قوت یادداشت کو باقی رکھنے کے لئے۔''

میں نے کہا: "لوگوں میں تمہارے حافظہ کا بڑا چرچا ہے تمہیں کتنا یاد ہے؟" انہوں نے کہا: "تیرہ صندوق کتابوں کے۔"

محمد بن جعفر کہتے ہیں "اتنی مقدار علم کی نہ ان سے پہلے کسی کو یاد تھی اور نہ ان کے بعد کسی کو یاد ہو سکتی ہے۔"

عادت شریفہ یہ تھی کہ بعض اوقات کھجوروں کو لے کر سونگھتے اور فرماتے "تم عمدہ ہو لیکن اللہ نے جو مجھے علم عطا فرمایا ہے وہ مجھے تم سے زیادہ عزیز تر ہے"۔ موت کے قریب جب بیمار پڑے تو دل نے جو چاہا وہی کھایا اور فرمایا: "یہ مجھے مرض الموت لگتا ہے۔"

(العلماء العزاب' ص124)

حمزہ بن دقاق کہتے ہیں "ابن الانباری بے نظیر حافظہ کے ساتھ وہ ایک زاہد اور متوضع انسان تھے۔" (العلماء العزاب' ص123)



# (176)

## اپنوں کی جدائی کا صدمہ

مشارق الانوار میں ہے کہ عذاب قبر کی کئی صورتیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مردے کا منہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیا جائے گا۔ ایک موقع پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے سے حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھوایا کہ میرے مرنے کے بعد آپ مجھ کو اپنے عمامہ یا چادر میں کفن دیں گے؟ آپ یہ سن کر رونے لگے اور ان کے پاس آ کر فرمایا: لــو اردت جلـدی لا عطینك (اگر تم میری کھال مانگو تو بھی میں دوں گا' لیکن اس سے تم کیا فائدہ سمجھتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا تا کہ اس کی برکت سے عذاب قبر مجھ پر نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دے دی اور کوئی وصیت کرو۔ عرض کیا: مجھے قبر میں رکھنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حال کی تفتیش فرمالیں گے؟ ایسا نہ ہو کہ قبلہ کی طرف سے میرا منہ پھیر دیا جائے۔ پھر آپ رونے لگے اور ان کے انتقال کے بعد آپ قبر میں اترے تو دیکھا وہ سیدھی لیٹی ہیں۔ آپ پریشان ہو گئے اور ان کا منہ قبلہ کی طرف پھیر دیا۔ وہ پھر سیدھی ہو گئیں۔ آپ پھر پریشان ہو گئے اور ان کا منہ قبلہ کی طرف پھیر دیا۔ وہ پھر سیدھی ہو گئیں۔ آپ پریشان ہوئے۔ حکم ہوا اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں چاہتا کہ تمہاری بیوی کا چہرہ گرد آلود ہو ان کو یوں ہی رہنے دو تا کہ وہ آرام سے سیدھی سویا کریں۔ آپ خوش ہو گئے۔

(جلیس الناصحین 192)

☆......اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی شہید ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے' میں آٹا گوندھ رہی تھی اور اپنے بچوں کو نہلایا اور ان کو تیل لگایا اور ان کو صاف ستھرا کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو لاؤ۔ میں لے کر آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پیار کیا۔ ان کو گلے لگایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں کیا جعفر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی خبر آئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں وہ آج کے دن شہید ہو گئے ہیں۔

(اسد الغابۃ' ج 1' ص 289)

☆......حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر بتوں کی پرستش کا خوف نہیں ہے بلکہ یہ خوف ہے کہ وہ اعمال میں ریا کریں گے۔ (یعنی دکھلاوا)۔ (درۃ الناصحین' 294)

☆......حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک قبرستان سے گزرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہر گئے اور بہت روئے پھر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں روئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ثوبان ان لوگوں کو عذاب قبر ہو رہا تھا' میری دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے عذاب کو ہلکا کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ثوبان اگر یہ لوگ رجب میں ایک دن روزہ رکھتے اور ایک رات عبادت کرتے تو ان کو عذاب نہ ہوتا۔ حضرت ثوبان نے عرض کیا حضرت کیا صرف رجب کا ایک روزہ ایک رات کی عبادت قبر کے عذاب سے دور کر دیتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا جو بھی

مرد یا عورت رجب میں ایک دن روزہ رکھے اور ایک رات عبادت کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے۔ ایسا سال جس میں ہمیشہ روزہ رکھا ہو اور ہمیشہ رات قیام کیا ہو۔

(درۃ الناصحین ج 1 ص 112)



# (177)

# حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ

عروہ بن زبیر بن العوام قریشی کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ 22ھ میں تولد ہوئے۔ بہت ہی صاحب علم وفضل اور نہایت ہی بلند مرتبہ تابعی ہیں۔ اپنے والد ماجد حضرت زبیر بن العوام اور اپنی والدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق اور اپنی خالہ بی بی عائشہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سن کر احادیث کی روایت فرماتے ہیں اور آپ سے روایت کرنے والوں میں خود آپ کے فرزند ہشام بن عروہ وامام زہری بہت ہی نامور گزرے ہیں۔ مدینہ منورہ کے ان سات فقہاء کی فہرست میں آپ کا اسم گرامی ہے جن کی علمی جلالت پر تمام محدثین وفقہاء کا اتفاق ہے۔ ابوالزیاد کا قول ہے کہ میں مدینہ منورہ کے ان سات فقہا سے ملاقات کر چکا ہوں جو علم وفضل کی اعلیٰ منزل پر پہنچے ہوئے ہیں اور عروہ بن زبیر علم کا ایک ایسا سمندر ہیں جو کبھی خشک نہیں ہو سکتا۔ علمی فضیلت کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ کی دولت سے بھی مالا مال تھے اور صبر، سخاوت اور عبادت وریاضت میں بھی اپنے ہمعصروں میں بڑی خاص خصوصیت رکھتے تھے۔ کثرت نماز وتلاوت کے علاوہ مہینوں لگاتار روزہ رکھتے تھے۔ آپ کے پاؤں میں آکلہ کا پھوڑا ہو گیا تھا۔ پاؤں کاٹنا پڑا۔ آپ نے روزے کی حالت میں بیٹھے ہوئے آپریشن کرایا اور کسی نے آپ کے جسم پر ہاتھ بھی نہیں لگایا، پاؤں کٹ جانے کے بعد آپ کی زبان سے صرف یہ جملہ نکلا کہ الحمد للہ! خداوند کریم کا شکر ہے کہ میرا ایک پاؤں تو ابھی سلامت ہے۔ مدینہ منورہ میں بحالت روزہ 94ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (طبقات شعرانی وتہذیب التہذیب)

# (178)

# اسرارِ روحانی

شب جمعہ چھٹکی ہوئی چاندنی میں جامع مسجد کوفہ کے ارادہ سے حضرت ضحاک بن مزاحم اپنے دولت کدہ سے برآمد ہوئے۔ مسجد میں قدم رکھتے ہی ان کی نظر ایک جوان صالح پر پڑی۔ حضرت ضحاک نے پہلی ہی نظر میں یقین کر لیا کہ یہ کوئی ولی اللہ ہے۔ قریب آ گئے تا کہ اس کی مناجات اور دعائیں سن سکیں۔ وہ کہہ رہا تھا ''اے صاحب عزو شرف! میرا اعتماد اور بھروسہ تجھی پر ہے' جو تجھے اپنا مقصود و مطلوب قرار دے لے وہ مسعود ہے' وقت کی قدر اسی نے کی جو شب بھر خوف و ہراس میں رہا' اپنے رب کریم ہی کی طرف اپنے دکھ درد کی شکایت لاتا ہو حالانکہ اسے نہ کوئی بیماری ہے نہ مرض' بس اتنا ہے کہ مولیٰ کا عشق اس پر حاوی ہے۔ جب شب تار میں اپنے مالک حقیقی سے عاجزی کر رہا ہو تو رب کریم اس کی دعا قبول فرمائے اور اس کی صدا پر لبیک کرے۔'' (جوان صالح نے یہ جملہ بار بار دہرایا)

حضرت ضحاک گریہ وزاری کے ساتھ اس کی دعا سنتے رہے اور خود بھی اس کے ہمراہ آنسو بہاتے رہے۔ اس کے بعد جوان صالح نے کچھ اور بھی کہا جس کا مفہوم یہ تھا ''شیخ نے نور دیکھا اور یہ صدا سنی' اے میرے بندے! میں حاضر ہوں تو میری پناہ میں ہے اور تو جو کچھ کہہ رہا ہے میں سن رہا ہوں۔ فرشتے تیری آواز سننے کے شائق ہیں۔ میں نے تیری خطائیں معاف کر دیں۔''

حضرت ضحاک بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ نے جوان صالح کو سلام کیا۔ اس نے جواب

دیا۔ انہوں نے کہا: ''رب تعالیٰ تمہاری راتوں میں برکت عطا فرمائے اور تم پر رحم کرے تم کون ہو؟'' جوان صالح نے کہا: میں سلیمان کا بیٹا راشد ہوں۔

حضرت ضحاک نے پہلے ہی سے اس نوجوان کے حالات سن رکھے تھے اور عرصے سے مشتاق ملاقات تھے۔ آج مل کر بے حد خوش ہوئے۔

حضرت ضحاک: کیا مجھے بھی اپنے ہمراہ رکھ سکتے ہو؟

جوان صالح: یہ کیسے ممکن ہے' جو خلوت میں رب العالمین سے دعا و مناجات کا لذت چشیدہ ہو وہ مخلوق سے کیوں محبت کرے؟ بخدا اگر کوئی عارف حق دور حاضر کے مشائخ کو دیکھے تو ضرور کہے گا کہ یہ لوگ قیامت کا یقین نہیں رکھتے۔

یہ کہہ کر جوان صالح وہاں سے غائب ہو گیا۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ معلوم نہیں وہ آسمان پر اڑ گیا یا زمین میں روپوش ہو گیا۔ مجھے اس کی جدائی کا بے حد قلق ہوا۔ میں نے بارگاہِ رب الصمد میں دعا کی ''خدایا! موت سے قبل مجھے ایک بار پھر اس سے ملا دے۔'' حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ ایک سال میں حج کو گیا تو راشد بن سلیمان کو کعبۃ اللہ کے سائے میں دیکھا۔ اس کے اردگرد لوگوں کا حلقہ تھا۔ لوگ اسے سورۂ انعام پڑھ کر سنا رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور کہا یہ علماء کی نوازش اور اولیاء اللہ کا انکسار ہے اور مصافحہ و معانقہ کیا اور کہنے لگا: آپ کی موت سے قبل ایک بار ملاقات کی دعا قبول ہوئی۔ اللہ کا بے حد شکر ہے۔

حضرت ضحاک نے کہا: ''اس شب تم نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا مجھے بتاؤ۔'' اس سوال پر صالح نوجوان نے زور سے چیخ ماری۔ گویا اس کے دل کا پردہ شق ہو گیا اور زمین پر بے سدھ گر پڑا۔ قرآن مجید سنانے والے ایک ایک کر کے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد افاقہ ہوا تو کہا ان اسرار کو بیان کرنے میں قلوب اولیاء اللہ کے اندر کیسی ہیبت و خوف ہے آپ سے مخفی نہیں۔ حضرت ضحاک: یہ قرآن مجید سنانے والے کون لوگ تھے؟

صالح جوان: یہ جن تھے۔ پرانی شناسائی کی وجہ سے میں ان لوگوں کا احترام

کرتا ہوں۔ یہ لوگ مجھے قرآن سناتے ہیں اور ہر سال حج میں میرے ہمراہ ہوتے ہیں۔

جوان صالح راشد بن سلیمان نے اس کے بعد کہا: ''رب تعالیٰ مجھے اور تمہیں بہشت میں جمع فرمائے جہاں پھر جدائی نہیں ہوگی اور نہ ہی وہاں رنج والم کا شائبہ ہوگا۔''
اس کے بعد وہ پھر نظروں سے غائب ہوگیا۔ (روض الریاحین)



# (179)

# نعمتیں دنیا کی ہیں ان میں مزے

(ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے خالد بن خداش نے خبر دی' انہیں حماد بن زید نے خبر دی' وہ علی بن زید بن جدعان سے روایت کرتے ہیں' وہ ابی نضرۃ سے اور وہ ابوسعید سے' وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا: جس میں یہ بھی فرمایا: خبردار! دنیا بڑی میٹھی سرسبز ہے اور اللہ تعالیٰ یقیناً تمہیں اس میں خلافت عطا فرمائے گا تاکہ دیکھے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو! خبردار تم دنیا سے بھی بچتے رہنا اور عورتوں سے بھی بچتے رہنا۔ (یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جو ترمذی' ابن ماجہ' مسند احمد اور مسلم میں مذکور ہے)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے خالد بن خداش نے خبر دی' انہیں حماد بن زید نے' وہ علی بن زید اور معلّی سے روایت کرتے ہیں' وہ حضرت حسن سے' وہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر پرانے مکانات کے پاس سے ہوا تو وہاں آپ نے بکری کا ایک ناتمام بچہ پڑا ہوا دیکھا جس پر ابھی بال بھی نہ اگے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بتاؤ اس بچے کی مالک کی نگاہوں میں کوئی قدر و قیمت ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: بے قیمت ہونے کی وجہ سے تو انہوں نے اسے پھینکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ دنیا اللہ کی نگاہوں میں اس سے بھی زیادہ بے قیمت ہے جتنا کہ یہ مردہ بچہ اپنے مالک کی نگاہوں میں۔ (یہ حدیث مرسل ہے اس کی سند میں علی بن زید ضعیف ہے مگر صحیح حدیث اس کی شاہد ہے) حضرت

حسن فرماتے ہیں: اس واقعے کے شاہدین میں سے ایک نے مجھے بتایا ہے۔

☆...... خالد بن خداش نے بتایا انہیں حماد بن زید نے خبر دی، وہ علی بن زید سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: بشیر بن کعب کثرت سے یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ آؤ تمہیں دنیا کی حقیقت دکھلاؤں، انہیں ایک بازار میں لے جاتے جہاں آج کل ایک گندگی کا ڈھیر ہے اور فرماتے دیکھو ان کی مرغیاں بطخیں اور پھل فروٹ کا کیا حال ہوا پڑا ہے۔ (ابن عساکر 191/10)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے خالد بن خداش نے خبر دی، انہیں حماد بن زید نے، وہ مجالہ سے روایت کرتے ہیں، وہ قیس بن ابی حازم سے، وہ مستور بن شداد سے، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈالے تو وہ غور کرے کہ اس کی انگلی کو کتنا پانی لگے گا (جس قدر پانی اس کی انگلی کو لگے گا دنیا بھی آخرت کے مقابلے میں اتنی ہی کم اور حقیر ہے)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے عباس بن ابو عبداللہ نے خبر دی، وہ ایک انصاری شیخ سے روایت کرتے ہیں، وہ وہب بن منبہ سے، وہ فرماتے ہیں: ایک جماعت چلی جا رہی تھی، اچانک انہیں ایک ہاتف غیبی کی آواز سنائی دی۔ وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا:

ترجمہ: خبردار! دنیا تو صرف مسافر کی آرام گاہ کی طرح ہے جو اپنی ضروریات پوری کر کے اسے چھوڑ کر چل دیتا ہے۔ اسے یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ میں یہاں کس مقصد کے لئے ٹھہرا تھا (کیونکہ یہ اس کا مقصد نہیں تھا) خبردار! دنیا جسے اونچا کرتی ہے اسے اوندھے منہ گرا دیتی ہے۔ (کتاب الزہد لابن ابی الدنیا)



# (180)

# جرأت مند مبلغ اور ظالم حکمران

حضرت سیّدنا مالک بن فضالہ رضی اللہ عنہ حضرت سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ سابقہ امتوں میں ''عقیب'' نامی ایک بزرگ لوگوں سے الگ تھلگ ایک پہاڑی پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہیں خبر ملی کہ قریبی شہر میں ایک ظالم و جابر بادشاہ ہے جو لوگوں پر بہت ظلم کرتا ہے اور بلاوجہ ان کے ہاتھ پاؤں اور ناک، کان وغیرہ کاٹ ڈالتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ اطلاع ملی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اندر اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ (یعنی نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے) کا عظیم جذبہ شدت سے ابھرا اور اپنے آپ سے کہنے لگے: ''مجھ پر یہ لازم ہے کہ میں اس ظالم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تلقین کروں اور اسے عذابِ الٰہی سے ڈراؤں۔'' چنانچہ آپ اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ کے عظیم جذبہ کے تحت پہاڑ سے اترے اور اس ظالم حکمران کے پاس پہنچ کر اس سے بڑے ہی جرأت مندانہ انداز میں فرمایا: ''تو اللہ تعالیٰ سے ڈر۔'' وہ بدبخت و ظالم بادشاہ آگ بگولا ہو گیا اور بڑے متکبرانہ انداز میں گستاخانہ جملے بکتے ہوئے اس بزرگ سے کہنے لگا: ''اے کتے! تیرے جیسا حقیر شخص مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دے رہا ہے، میں تجھے اس گستاخی کی ضرور سزا دوں گا اور تجھے ایسی سزا دوں گا کہ آج تک دنیا میں ایسی سزا کسی کو نہیں دی گئی ہوگی۔''

پھر اس ظالم نے حکم دیا کہ اس کے قدموں سے اس کی کھال اتارنا شروع کرو اور سر تک اس کی کھال اتار لو تاکہ یہ دردناک عذاب میں مبتلا ہو اور اس کی روح تڑپ تڑپ

کرتن سے جدا ہو۔ حکم پاتے ہی جلاد آگے بڑھے۔ اس عظیم مبلغ کو پکڑ کر زمین پر لٹایا اور اس کے قدموں سے کھال اتارنا شروع کر دی۔ وہ صبر و شکر کا پیکر بنے رہے' زبان سے اف تک نہ کہا لیکن جب ان کی کھال پیٹ تک اتار لی گئی تو درد کی شدت سے ان کے منہ سے درد بھری آہ نکلی۔ انہیں فوراً حکم الٰہی پہنچا ''اے عقیب! صبر سے کام لو' ہم تجھے غم و حزن کے گھر سے نکال کر راحت و آرام کے گھر (یعنی جنت) میں داخل کریں گے اور اس تنگ و تاریک دنیا سے نکال کر وسیع و عریض جنت میں داخل کریں گے۔'' حکم الٰہی پا کر وہ عظیم مبلغ خاموش ہو گئے اور اس دردناک تکلیف کو صبر سے برداشت کرتے رہے۔

جب ظالموں نے ان کی کھال چہرے تک اتار لی تو شدت درد سے دوبارہ ان کے منہ سے بے اختیار درد بھری آہ نکلی۔ انہیں پھر حکم الٰہی پہنچا ''اے عقیب! تیری اس مصیبت پر دنیا اور آسمان کی مخلوق رو رہی ہے' تمہاری اس تکلیف نے فرشتوں کی توجہ تمہاری طرف کرا دی ہے۔ اگر تو نے تیسری مرتبہ بھی ایسی ہی پر درد آہ بھری تو میں اس ظالم قوم پر دردناک عذاب بھیجوں گا اور انہیں شدید عذاب کا مزا چکھاؤں گا۔

یہ حکم الٰہی پا کر وہ خاموش ہو گئے اور پھر بالکل بھی منہ سے آواز نہ نکالی۔ اس خوف سے کہ کہیں میری آہ و زاری سے اللہ تعالیٰ میری اس قوم کو عذاب میں مبتلا نہ کر دے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی عذاب میں مبتلا ہو' بالآخر اس مرد مجاہد کی تمام کھال اتار لی گئی لیکن اس نے دوبارہ سسکی تک نہ لی اور اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

(عیون الحکایات)

آفرین' اے عظیم بہادر مبلغ! آفرین' تیرے جذبہ تبلیغ اور امت سے خیر خواہی کے جذبہ پر لاکھوں سلام تو نے نیکی کی دعوت کی خاطر کتنی شدید تکالیف برداشت کیں' اور ظالم و جابر حاکم کا ظلم و جبر تجھے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے عظیم مقصد سے روک نہ سکا۔ اور تو نے اس کے سامنے حق بات کہہ کر جہاد اکبر کیا پھر امت کی خیر خواہی کی خاطر شدید تکلیف کے باوجود اف تک نہ کہا اور جان دے دی۔ اے مرد مجاہد! تیری ان پاکیزہ

خصلتوں پر ہماری ہزاروں جانیں قربان ہوں اللہ تعالٰی تجھے ہماری طرف سے اچھی جزا عطا فرمائے اور تیرے صدقے ہمیں بھی نیکی کی دعوت عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خیر خواہی امت کا عظیم جذبہ ہمیں بھی عطا فرمائے اور ہر وقت دین کی تبلیغ کی سعادت عطا فرمائے۔

شہا صلی اللہ علیہ وسلم ! ایسا جذبہ پاؤں کہ میں خوب سیکھ جاؤں
تیری سنتیں سکھانا مدنی مدینے والے صلی اللہ علیہ وسلم

# (181)

# بیمار کی عیادت کا ثواب اور نماز جنازہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے روز (بندہ سے) فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا اور تو نے میری عیادت نہیں کی؟ بندہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں تیری عیادت کس طرح کرتا تو تو دونوں جہاں کا پروردگار ہے (اور بیماری سے پاک ہے) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں ہوا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے؟ اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی۔ کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اس بیمار بندہ کی عیادت کرتا تو مجھے (یعنی میری رضا) اس کے پاس پاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا؟ بندہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب! میں کھانا کس طرح کھلاتا تو تو دونوں جہان کا پروردگار ہے (اور کسی چیز کا محتاج نہیں ہے) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے یاد نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندہ نے کھانا مانگا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا۔ کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو اسے (یعنی اس کے ثواب کو) میرے پاس پاتا۔ (پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا) اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا؟ بندہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار! میں تجھے پانی کس طرح پلاتا؟ تو تو دونوں جہاں کا پروردگار ہے (تجھے نہ پانی کی ضرورت ہے اور نہ کسی اور چیز کی ضرورت) اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں بندہ نے پانی مانگا اور تو نے اسے پانی نہیں پلایا' کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اسے پانی پلاتا تو اسے (یعنی اس کے

ثواب کو) میرے پاس پاتا۔" (مسلم البر والصلۃ والاداب باب فضل عیادۃ المریض 6556)

☆......حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (ایک مرتبہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز جنازہ پڑھی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعا یاد کرلی جو آپ (تیسری تکبیر کے بعد) پڑھ رہے تھے۔ (اور وہ یہ ہے):

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ اَوْ مِنْ عَذَابِ النَّارِ ۔

"اے اللہ اس کے گناہ بخش دے اس پر رحم فرما (یعنی اس کی عبادات و اطاعت قبول فرما) اسے عافیت میں رکھ اس کی (لغزشوں) سے درگزر فرما (جنت میں) اس کی اچھی مہمانی کر اس کی قبر کشادہ فرما اس کو پانی سے برف سے اور اولے سے پاک کردے (یعنی طرح طرح کی مغفرتوں سے اس کے گناہ صاف کردے اور اسے گناہوں سے پاکیزہ فرمادے) جیسا کہ سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے۔ اسے (دنیا کے) اس گھر سے (آخرت کا) بہتر گھر عطا فرما۔ اس کے گھر والوں سے بہتر گھر والے عطا فرما اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما اسے جنت میں داخل کر اور اسے قبر کے عذاب سے یا فرمایا: دوزخ کے عذاب سے پناہ دے۔" اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں "اس کو قبر کے فتنہ سے یعنی فرشتوں کے جواب میں متحیر ہونے سے اور آگ کے عذاب سے بچا۔"

حضرت عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس میت کے لئے یہ دعا سنی تو مجھے بڑا رشک آیا اور بے اختیار میرے

دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش! یہ میری میت ہوتی تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا میرے لئے فرماتے۔

(صحیح مسلم' الجنائز' باب الدعاء للمیت فی الصلاۃ' 2232' النسائی' 1983' ابن ماجہ' 1500)

## مقروض کی نمازِ جنازہ

☆......سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اسی اثنا میں ایک جنازہ لایا گیا۔لوگوں نے عرض کیا اس پر نماز پڑھ دیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس پر کوئی قرض ہے؟'' ہم نے کہا: نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی پھر ایک اور دوسرا جنازہ لایا گیا۔لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز پڑھ دیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا اس پر کوئی قرض ہے؟'' لوگوں نے جواب دیا ہاں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس نے کوئی چیز چھوڑی ہے؟'' لوگوں نے کہا: تین دینار۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی پھر ایک تیسرا جنازہ لایا گیا تو لوگوں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز پڑھ دیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس نے کوئی چیز چھوڑی ہے؟'' لوگوں نے کہا: نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس پر قرض ہے؟'' لوگوں نے کہا: تین دینار۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھ لو۔'' ابوقتادہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس پر نماز پڑھیں' میں اس کے قرض کا ذمہ دار ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ (بخاری' باب اذا احال دین المیت علی رجل جاز' 2289' النسائی' 1963' احمد' 47/4' ابن ماجہ' 75/2' الدارمی' 263/2)

☆......میت مقروض ہو اور اس کے ورثہ میں ادائیگی کے بقدر مال بھی نہ ہو تو اس کی نماز جنازہ صاحب شرف علماء لوگوں کو ادا نہیں کرنی چاہئے لیکن اگر کوئی شخص اس کا قرض اپنے ذمہ لے لے تو پھر کوئی حرج نہیں۔جیسا کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جب

قرض کی ادائیگی کا ذمہ لے لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔ فتح الباری میں ہے کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے ملتے تو فرماتے "اے ابوقتادہ! تمہارے ان تین دیناروں کے وعدہ کا کیا بنا؟" ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور ان کو میں ادا کر چکا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اب تم نے اس میت کی کھال کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔" دارقطنی کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی جنازہ لایا جاتا آپ اس کے عمل کے بارے میں کچھ نہ پوچھتے مگر قرض سے متعلق ضرور پوچھتے۔ اگر اسے مقروض بتلایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جنازہ نہ پڑھتے اور اگر اس کے خلاف ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پڑھا دیتے۔ پس ایک دن ایک جنازہ لایا گیا۔ جب آپ نماز کی تکبیر کہنے لگے: تو پوچھا: "کیا یہ مقروض ہے؟" کہا گیا دو دیناروں کا مقروض ہے۔" پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پڑھانے سے رک گئے یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ دو دینار میرے ذمہ ہیں۔ میں ادا کروں گا اور یہ میت ان سے بری ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا: "اے علی! اللہ تم کو جزائے خیر دے اللہ تعالیٰ تم کو بھی تمہارے رہن سے آزاد کرے یعنی تم کو جنت عطا کرے۔" اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی میت مقروض ہو اور اس وجہ سے اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھائی جا رہی ہو تو اگر کوئی مسلمان اس کی مدد کرے اور اس کا قرضہ اپنے سر لے لے تو یہ بہت بڑا ثواب اور باعث رضائے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (فتح الباری)

میت کے لئے دعا:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (میرے پہلے شوہر) حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت تشریف لائے جب کہ ان کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں کو بند کیا اور فرمایا:

"جب روح قبض کی جاتی ہے تو اس کے ساتھ بینائی بھی چلی جاتی ہے۔" ابو سلمہ کے اہل بیت (یہ سن کر) سمجھ گئے کہ ابو سلمہ کا انتقال ہو گیا چنانچہ وہ سب رونے' چلانے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے نفسوں کے بارے میں خیر و بھلائی ہی کی دعا کرو (یعنی واویلا اور بددعا نہ کرو) کیونکہ تم (بری یا بھلی) جس دعا کے بھی الفاظ اپنے منہ سے نکالتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔" پھر آپ نے یہ دعا ارشاد فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلْمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِی الْمَهْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْهُ فِیْ عَـقِبِهٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْلَنَا وَلَهٗ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِیْهِ.

"اے اللہ! ابو سلمہ کو بخش دے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند کر اور اس کے پسماندگان کا جو باقی رہ گئے ہیں کارساز بن جا اور اے دونوں جہاں کے پروردگار! ہمیں اور اس کو بخش دے اور اس کی قبر میں کشادگی کر اور اس کے لئے قبر کو منور فرما دے۔"

(مسلم' الجنائز' باب فی اغماض المیت والدعا ءلہ اذا حضر' 2130' ابوداؤد' 3118)

# (182)

## دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ

آپ کا پورا نام علی بن عمر اور لقب دار قطنی ہے (متوفی 358ھ) دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے مشہور مصنف ہیں۔ حدیث حاصل کرنے کے لئے بغداد، بصرہ، واسط، مصر اور شام کا سفر کیا۔ علم نحو و فن تجوید میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ معروف علل حدیث اور اسماء الرجال میں یگانہ تھے۔ مذاہب فقہاء اور علم ادب و شعر میں بھی خوب باخبر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حافظہ بھی بلا کا عطا فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ استاذ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ استاذ پڑھ رہے تھے اور یہ کوئی کتاب نقل کر رہے تھے۔ ایک ساتھی نے اعتراض کیا کہ تم دوسری طرف متوجہ ہو۔ کہنے لگے: میری اور تمہاری توجہ میں فرق ہے۔ بتاؤ استاذ نے اب تک کتنی احادیث سنائی ہیں۔ وہ سوچنے لگے۔ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''شیخ نے اب تک اٹھارہ احادیث سنائی ہیں، پہلی یہ تھی، دوسری یہ تھی...... اسی طرح ترتیب وار سب کی سب مع سند کے سنا دیں۔ (حکایات صحابہ، ص 112)

☆...... امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے۔ قریب ہی ان کے ایک شاگرد بیٹھے حدیث کا سبق یاد کر رہے تھے لیکن سند میں آنے والے ایک راوی کو حدثنا نسیر کے بجائے حدثنا یسیر پڑھ رہے تھے۔ امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ غلطی بڑی شاق محسوس ہوئی اور وہ فوری طور پر شاگرد کی اصلاح کرنا چاہتے تھے لیکن حالت نماز اس سے مانع تھی۔ بہر حال انہیں نماز میں ایک ترکیب سوجھی اور انہوں نے بلند آواز سے قرآن مجید کی اس آیت کو پڑھا: نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ (القلم: 1) ''نون! قسم ہے قلم کی اور اس کے لکھے کی۔'' اس میں جب لفظ نون پر زور دیا تو طالب علم فوراً سمجھ گیا اور اپنی غلطی کی اصلاح کر لی۔ (حافظہ اور ذہانت کے حیرت انگیز واقعات)

# (183)

# عورتوں کا عذاب

1- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے پایا۔ ہم نے عرض کیا آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مین نے معراج کی رات عورتوں کو سخت عذاب میں دیکھا تھا اب وہ منظر یاد آیا تو رونے لگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی، حضور! آپ نے کیا دیکھا؟ فرمایا: میں نے ایک عورت کو دیکھا وہ بالوں سے لٹکائی گئی تھی اور اس کا دماغ کھول رہا تھا۔

2- اور ایک کو دیکھا کہ وہ لٹکی ہوئی تھی اپنی زبان سے اور اس کے ہاتھ پیچھے کی طرف نکلے ہوئے تھے۔

3- دیکھا میں نے ایک عورت کو جو لٹکی ہوئی تھی اپنے پستانوں سے اور اس کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے تھے اور اس کے حلق میں زقوم کے قطرے ٹپکائے جا رہے تھے۔

4- ایک عورت کو دیکھا جو لٹکی ہوئی تھی اس کے ہاتھ اور پاؤں پیشانی کے قریب باندھے گئے تھے اور اس پر سانپ اور بچھو مسلط کیے گئے تھے۔

5- ایک عورت کو دیکھا جو اپنا جسم کھا رہی تھی اور اس کے نیچے آگ جلائی جا رہی تھی۔

6- اور ایک عورت کو دیکھا کہ اس کے جسم کو آگ کی قینچی سے کاٹا جا رہا تھا۔

7- ایک عورت سیاہ چہرہ والی تھی اور انتڑیوں کو کھاتی تھی۔

8- ایک عورت گونگی' اندھی' بہری تھی' آگ کے صندوق میں بند تھی۔ اس کا مغز اس کے سر سے نکل رہا تھا اس کی بدبو برص اور جزام والے سے بدتر تھی۔

9- ایک عورت کا سر خنزیر جیسا تھا اور اس کا جسم گدھے جیسا اس پر ہزار قسم کے عذاب مسلط تھے۔

10- ایک عورت کتے کی شکل میں تھی بچھو اور سانپ اس کی شرم گاہ یا منہ میں داخل ہوتے تھے اور اس کے پاخانہ کے راستے سے نکلتے تھے اور فرشتے آگ کے گرزوں سے اس کو مارتے تھے۔

یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہوئیں اور عرض کیا: اے میرے ابا' میری آنکھوں کی ٹھنڈک! ان عورتوں نے کیا عمل کئے تھے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ پہلی عورت مردوں سے اپنے سر کے بالوں کو چھپاتی نہ تھی۔ دوسری عورت زبان سے اپنے خاوند کو ستاتی تھی اور فرمایا: جو عورت بھی اپنے خاوند پر زبان درازی کرے گی اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو قیامت کے دن ستر ہاتھ لمبی کر دے گا اور اس کو اس کی گردن کے پیچھے باندھ دے گا۔ تیسری عورت دوسروں کے بچوں کو بغیر اپنے خاوند کی اجازت کے دودھ پلاتی تھی۔ چوتھی عورت اپنے گھر سے خاوند کی اجازت کے بغیر باہر نکل جاتی تھی اور حیض و نفاس کا غسل نہیں کرتی تھی۔ پانچویں عورت دوسروں کے لئے آراستہ پیراستہ ہوتی تھی اور لوگوں کی غیبت کرتی تھی۔ چھٹی عورت اپنے حسن و جمال اور جسم کے حصوں کو دکھاتی پھرا کرتی تھی۔ ساتویں عورت باوجود طاقت کے نہ وضو کرتی نہ نماز پڑھتی اور نہ نہاتی۔ آٹھویں عورت جھوٹ بولا کرتی تھی اور چغل خوری کرتی تھی۔ نویں عورت اپنے خاوند سے بغض رکھتی تھی۔ (درۃ الناصحین' ج 1' ص 112)



# (184)

# محبت کا کرشمہ' ایک طویل کہانی

درس وفا گر بود زمزمہ محبتے
جمعہ بہ مکتب آورد طفل گریز پائی را

ہجرت کی تیسری صدی قریب الاختتام ہے' بغداد کے تخت خلافت پر المعتضد باللہ عباسی متمکن ہے' معتصم کے زمانہ سے دارالخلافہ کا شاہی اور فوجی مستقر ''سامراج'' میں منتقل ہو گیا' پھر بھی سرزمین بابل کے اس نئے بابل'' میں پندرہ لاکھ انسان بستے ہیں' ایران کے اصطخر' مصر کے رئیس اور یورپ کے روم کے بعد اب دنیا کا تمدنی مرکز بغداد ہے۔

دنیا کی اس ترقی یافتہ مخلوق جسے ''انسان'' کہتے ہیں کا کچھ عجیب حال ہے' یہ جتنا کم ہوتا ہے' اتنا ہی نیک اور خوش ہوتا ہے اور جتنا زیادہ بڑھتا ہے اتنی ہی نیکی اور خوشی اس سے دور ہونے لگتی ہے۔ اس کا کم ہونا خود اس کے لئے اور خدا کی زمین کے لئے برکت ہے۔ یہ جب چھوٹی چھوٹی بستیوں میں چھپر ڈال کر رہتا ہے تو کیسا نیک' کیسا خوش اور کس درجہ حلیم ہوتا ہے۔ محبت اور رحمت اس میں اپنا آشیانہ بناتی ہے اور روح کی پاکیزگی کا نور اس کے جھونپڑوں کو روشن کرتا ہے لیکن جونہی یہ جھونپڑوں سے باہر نکلتا ہے اس کی بڑی بڑی بھیڑیں ایک خاص رقبہ میں اکٹھی ہو جاتی ہیں تو اس کی حالت میں کیسا عجیب انقلاب آ جاتا ہے۔ ایک طرف تجارت بازاروں میں آتی ہے' صنعت و حرفت کارخانے کھولتی ہے' دولت سر بفلک عمارتیں بناتی ہے۔ حکومت و امارت شان و شکوہ کے

سامان آراستہ کرتی ہے لیکن دوسری طرف نیکی رخصت ہو جاتی ہے' محبت اور فیاضی کا سراغ نہیں ملتا اور امن وراحت کی جگہ اب انسانی مصیبتوں اور شقاوتوں کا ایک لازوال دور شروع ہو جاتا ہے۔ وہی انسان کی بستی جو پہلے نیکی ومحبت کی دنیا اور راحت وبرکت کی بہشت تھی۔ اب افلاس ومصیبت کا مقتل اور جرموں اور بدیوں کی دوزخ بن جاتی ہے۔ وہی انسان جھونپڑوں کے اندر محبت وفیاضی کی گرم جوشی تھا۔ اب شہر کے سر بفلک محلوں کے اندر بے مہری اور خود غرضی کا پتھر ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے عالیشان مکانوں میں عیش ونعمت کے دستر خوانوں پر بیٹھتا ہے اس کے کتنے ہی ہم جنس سڑکوں پر بھوکے ایڑیاں رگڑتے ہیں۔ جب وہ عیش وراحت کے ایوانوں میں جمال وحسن کی محفلیں آراستہ کرتا ہے تو اس کے ہمسایہ یتیموں کے آنسو نہیں تھمتے اور کتنی ہی بیوائیں ہوتی ہیں جن کے بدنصیب سروں پر چادر کا ایک تار بھی نہیں ہوتا۔ زندگی کی قدرتی یکسانیت کی جگہ اب زندگی کی مصنوعی مگر بے رحم تفاوتیں ہر گوشے میں نمایاں ہو رہی ہیں۔

پھر جب انسانی بے مہری اور خود غرضی کے لازمی نتائج ظاہر ہونے لگتے ہیں' کمزوری' افلاس اور بے نوائی سے مجبور ہو کر بد بخت انسان جرم کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو اچانک دنیا کی زبانوں کا سب سے بے معنی لفظ وجود میں آ جاتا ہے۔ یہ ''قانون'' اور ''انصاف'' ہے۔ اب بڑی بڑی شاندار عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں اور ان کے دروازے پر لکھا جاتا ہے ''انصاف کا گھر'' انصاف کے اس مقدس گھر میں کیا ہوتا ہے؟ یہ ہوتا ہے کہ وہی انسان جس نے اپنی بے رحمی وتغافل سے مفلس کو چوری پر اور نیک انسانوں کو بداطوار بن جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ قانون کا پر ہیبت جبہ پہن کر آتا ہے اور فرشتوں کا سا معصوم اور راہبوں کا سا سنجیدہ چہرہ بنا کر حکم دیتا ہے۔ ''مجرم کو سزا دی جائے' کیوں؟'' اس لئے کہ اس نے چوری کی۔ اس بد بخت نے چوری کیوں کی؟ اس لئے کہ وہ انسان ہے اور انسان بھوک برداشت نہیں کر سکتا اس لئے کہ وہ شوہر ہے اور شوہر اپنی بیوی کو بھوک سے ایڑیاں رگڑتے نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے کہ وہ باپ ہے اور باپ کی طاقت سے باہر

ہے کہ اپنے بچوں کے ان آنسوؤں کا نظارہ کر سکے جو بھوک کی اذیت سے ان کے معصوم چہروں پر بہہ رہے ہیں۔ پھر یہ بدقسمت انسان اگر قید خانہ اور تازیانے کی سزائیں جھیل کر اس قابل نہیں ہو جاتا کہ بغیر غذا کے زندہ رہ سکے تو مقدس انصاف اصلاح اور انسانیت کا آخری قدم اٹھاتا ہے اور کہتا ہے ''اسے سولی کے تختے پر لٹکا دو۔''

یہ گویا انسان کے پاس اس کے ابناء جنس کی مصیبتوں اور شقاوتوں کا آخری علاج ہے۔

یہ ہے انسان کی متمدن اور شہری زندگی کا اخلاق وہ خود ہی انسان کو برائی پر مجبور کرتا ہے اور خود ہی سزا بھی دیتا ہے پھر ظلم اور بے رحمی کے اس تسلسل کو انصاف کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔ آہ! انصاف کے نام سے جو دنیا کی سب سے زیادہ مشہور مگر سب سے زیادہ موجود حقیقت ہے۔

چوتھی صدی ہجری کا بغداد دنیا کا سب سے بڑا شہر اور انسانی تمدن کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ انسانی آبادی و تمدن کے یہ لازمی نتائج موجود ہوتے' گندگی میں مکھیاں اور دلدل میں مچھر اس تیزی سے پیدا نہیں ہوتے ہیں جس تیزی سے شہروں کی آب و ہوا جرم اور مجرموں کو پیدا کرتی ہے۔ بغداد کے قید خانے مجرموں سے بھرے ہوئے تھے مگر پھر بھی اس کی آبادی میں مجرموں کی کمی نہ تھی۔

بغداد میں جس طرح آج کل حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کی شہرت ہے اسی طرح ابن ساباط کی چوری وعیاری بھی مشہور ہے۔ پہلی شہرت نیکی کی ہے' دوسری بدی کی' دنیا میں بدی نیکی کی طرح اس کی شہرت کا بھی مقابلہ کرنا چاہتی ہے۔ اگرچہ کر نہیں سکتی۔ دس برس سے ابن ساباط مدائن کے قید خانہ میں قید ہے۔ اس کے خوفناک حملوں سے لوگ محفوظ ہو گئے ہیں تاہم اس کی عیاریوں اور بیباکیوں کے افسانے لوگ بھولے نہیں۔ وہ جب کبھی کسی دلیرانہ چوری کا حال سنتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں ''یہ دوسرا ابن ساباط ہے۔'' اس دس برس کے اندر کتنے ہی نئے ابن ساباط پیدا ہو گئے

ہیں مگر پرانے ابن ساباط کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا۔ بغداد والوں کی بول چال میں وہ جرائم کا شیطان اور برائیوں کا عفریت تھا۔

ابن ساباط کے خاندانی حالات عوام کو بہت کم معلوم ہیں۔ جب وہ پہلی مرتبہ ''سوق النجارین'' میں چوری کرتا ہوا گرفتار ہوا تو کوتوالی میں اس کے حالات کی تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ بغداد کا باشندہ نہیں ہے' اس کے ماں باپ ''ڈس'' سے ایک قافلے کے ساتھ آ رہے تھے۔ راہ میں بیمار پڑے اور مر گئے۔ قافلہ والوں کو رحم آیا اور اپنے ساتھ بغداد پہنچا دیا۔ یہ اب سے دو برس بیشتر کی بات ہے۔ یہ دو برس اس نے کہاں اور کیونکر بسر کئے؟ اس کا حال کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ گرفتاری کے وقت اس کی عمر پندرہ برس کی تھی۔ کوتوالی کے چبوترے پر لٹا کر اسے تازیانے مارے گئے اور چھوڑ دیا گیا۔

اس پہلی سزا نے اس کی طبیعت پر کچھ عجیب اثر ڈالا۔ وہ اب تک ڈرا سہا کمسن لڑکا تھا۔ اب اچانک دلیر' بیباک مجرم کی روح اس کے اندر پیدا ہو گئی۔ گویا اس کی تمام شقاوتیں اپنے ظہور کے لئے تازیانے کی ضرب کی منتظر تھیں۔ مجرمانہ اعمال کے تمام بھید اور بدیوں' گناہوں کے تمام مخفی طریقے جو کبھی اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں گزرے تھے اب اس طرح اس پر کھل گئے گویا ایک تجربہ کار اور مشاق مجرم کا دماغ اس کے سر میں اتار دیا گیا۔ تھوڑے ہی دنوں کے اندر وہ ایک پکا عیار اور چھٹا ہوا جرائم پیشہ انسان تھا۔

اب چھوٹی چھوٹی چوریاں نہیں کرتا تھا۔ پہلی مرتبہ جب اس نے چوری کی تھی تو دو دن کی بھوک اسے نان بائی کی دکان پر لے گئی تھی لیکن اب وہ بھوک سے بے بس ہو کر نہیں بلکہ جرم کے ذوق سے وارفتہ ہو کر چوری کرتا تھا۔ اس لئے اس کی نگاہیں نان بائی کی روٹیوں پر نہیں بلکہ صرافوں کی تھیلیوں اور سوداگروں کے ذخیروں پر پڑتی تھیں۔ دن ہو رات ہو' بازار کی منڈی ہو یا امیر کا دیوان خانہ' ہر وقت' ہر جگہ' اس کی کارستانیاں جاری تھیں۔ اس کے اندر ایک فاتح کا جوش تھا۔ سپہ سالار کا سا عزم تھا۔ سپاہی کی مردانگی تھی۔ مدبر کی سی دانشمندی تھی لیکن دنیا نے اس کے لئے یہی پسند کیا کہ وہ بغداد کے بازاروں کا

چور ہو۔ اس لئے اس کی فطرت کے تمام جواہر اسی میں نمایاں ہونے لگے۔ افسوس فطرت کس فیاضی سے بخشتی ہے اور انسان کس بے دردی سے برباد کرتا ہے۔ ابن ساباط کے ہاتھ کا کٹنا' کٹنا نہ تھا بلکہ سینکڑوں ہاتھوں کو اس کے شانوں سے جوڑ دینا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے سارے شیطان اور عفریت اس واقعہ کے انتظار میں تھے' جونہی اس کا ہاتھ کٹا' انہوں نے اپنے سینکڑوں ہاتھ اس کے حوالے کر دیئے۔ اب اس نے عراق کے تمام چور اور عیار اکٹھے کر کے اپنا اچھا خاصا جتھا بنا لیا اور فوجی سامان کے ساتھ لوٹ مار شروع کر دی۔ تھوڑے ہی عرصے کے اندر اس کے دلیرانہ حملوں نے تمام عراق میں تہلکہ مچا دیا۔

وہ قافلوں پر حملہ کرتا' دیہاتوں میں ڈاکے ڈالتا' محل سراؤں میں نقب لگاتا' سرکاری خزانے لوٹ لیتا اور پھر یہ سب کچھ اس ہوشیاری اور مردانگی سے کرتا کہ اس پر یا اس کے ساتھیوں پر کوئی آنچ نہ آتی۔ ہر موقع پر صاف بچ کر نکل جاتا۔ لوگ جب اس کے مجرمانہ کارنامے سنتے تو دہشت و حیرت سے مبہوت رہ جاتے۔ یہ ڈاکو نہیں ہے۔ جرم کی خبیث روح ہے' جو انسان کو لوٹ لیتی ہے مگر انسان اسے چھو نہیں سکتا۔ یہ بغداد والوں کا متفقہ فیصلہ تھا۔

مگر ظاہر ہے یہ حالت کب تک جاری رہ سکتی تھی۔ آخر وقت آ گیا کہ ابن ساباط تیسری مرتبہ قانون کے پنجے میں گرفتار ہو جائے۔ ایک موقع پر جب اس نے اپنے تمام ساتھیوں کو بحفاظت نکال دیا تھا اور خود بھاگ نکلنے کی تیاری کر رہا تھا۔ حکومت کے سپاہی پہنچ گئے اور گرفتار کر لیا۔ اس مرتبہ وہ ایک رہزن اور ڈاکو کی حیثیت سے گرفتار ہوا تھا۔ اس کی سزا قتل تھی۔ ابن ساباط نے جب دیکھا کہ جلاد کی تلوار سر پر چمک رہی ہے تو اس کے مجرمانہ خصائل نے اچانک دوسرا رنگ اختیار کیا۔ وہ تیار ہو گیا کہ قتل کی سزا نہ دی جائے تو وہ اپنے جتھے کے تمام چور گرفتار کرا دے گا۔ اس نے عدالت سے کہا: اگر وہ اسے قتل کی سزا نہ دے تو وہ جتھے کے تمام چور گرفتار کرا دے گا۔ عدالت نے منظور کر لیا۔ اس طرح

ابن ساباط خود تو قتل سے بچ گیا لیکن اس کے سو سے زیادہ ساتھی اس کی نشان دہی پر موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ سو چوروں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے قتل ہونے سے پہلے ابن ساباط پر لعنت نہ بھیجی ہو۔ بد عہدی ایک ایسی برائی ہے جسے برے بھی سب سے بڑی برائی سمجھتے ہیں۔ ابن ساباط نے اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا تھا کہ وہ جرم سے بھی بڑھ کر برائی کا کوئی ایک درجہ رکھتا ہے۔

بہر حال ابن ساباط مدائن کے قید خانہ میں زندگی کے دن پورے کر رہا ہے۔ اس کی آخری گرفتاری پر دس برس گزر چکے ہیں۔ دس برس کا زمانہ اس کے لئے کم مدت نہیں ہے کہ ایک مجرم کی سیاہ کاریاں بھلا دی جائیں لیکن ابن ساباط جیسے مجرم کے کارنامے مدتوں تک نہیں بھلائے جا سکتے۔ دس برس گزرنے پر بھی اس کے دلیرانہ جرائم کا تذکرہ بچے بچے کی زبان پر ہے۔ لوگوں کو یہ بات بھولے سے بھی یاد نہیں آتی کہ ابن ساباط ہے کہاں اور کس حالت میں؟ کیونکہ یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے بھی نہیں البتہ وہ اس کے دلیرانہ کارنامے بھولنا نہیں چاہتے کیونکہ اس تذکرہ میں ان کے لئے لطف اور دلچسپی ہے۔ انہیں ابن ساباط کی نہیں اپنی دلچسپیوں کی فکر ہے۔ انسان کی بے مہریوں کی طرح اس کی دلچسپیوں کا بھی کیسا عجیب حال ہے۔ عجیب عجیب اور غیر معمولی باتیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے لیکن اس کی پروا نہیں کرتا کہ اس کی دلچسپی کا یہ تماشا کیسی کیسی مصیبتوں اور شقاوتوں کی پیدائش کے بعد ظہور میں آتا ہے۔ اگر ایک چور دلیری کے ساتھ چوری کرتا ہے تو یہ اس کے لئے بڑی ہی دلچسپی کا واقعہ ہے۔ وہ اس کی صورت دیکھنے کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے۔ وہ گھنٹوں اس پر رائے زنی کرتا ہے اور وہ تمام اخبار خرید لیتا ہے جن میں اس کی تصویر چھپی ہوتی ہے یا اس کا تذکرہ کیا گیا ہو لیکن اس واقعہ میں چور کے لئے کیسی شقاوت ہے؟ اور جس مسکین کا مال چوری ہو گیا اس کے لئے کیسی مصیبت ہے؟ اس کے سوچنے کی وہ کبھی زحمت گوارا نہیں کرتا۔

اگر ایک مکان میں آگ لگ جائے تو انسان کے لئے بڑا ہی دلچسپ نظارہ ہوتا

ہے۔سارا شہر امنڈ آتا ہے جس کو دیکھئے' بے تحاشا دوڑا جاتا ہے' لوگ اس نظارہ کے شوق میں اپنا کھانا پینا تک چھوڑ دیتے ہیں۔اگر انسانوں کے چند جھلسے ہوئے چہرے آگ کے شعلوں کے اندر نمودار ہو جائیں اور ان کی چیخیں اتنی بلند ہوں کہ دیکھنے والوں کے کانوں تک پہنچ سکیں تو پھر اس نظارہ کی دلچسپی انتہائی حد تک پہنچ جاتی ہے۔تماشائی جوش نظارہ میں مجنوں ہو کر ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں لیکن انسانی دلچسپی کے اس جہنمی منظر میں اس مکان اور اس کے مکینوں کے لئے کیسی ہلاکت اور تباہی ہے؟ اور جان و مال کی کیسی المناک بربادیوں کے بعد آگ اور موت کی یہ ہولناک دلچسپی وجود میں آسکتی ہے؟ اس بات کے سوچنے کی نہ لوگوں کو فرصت ملتی ہے اور نہ وہ سوچنا چاہتے ہیں۔

اگر انسان کے ابنائے جنس میں سے ایک بدبخت مخلوق کو سولی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے تو یہ ان تمام نظاروں میں سے جن کے دیکھنے کا انسان شائق ہو گیا ہے' سب سے زیادہ دلچسپ نظارہ ہوتا ہے۔اتنا دلچسپ نظارہ کہ گھنٹوں کھڑے رہ کر لٹکتی ہوئی نعش دیکھتا ہے مگر اس کی سیری نہیں ہوتی۔لوگ درختوں پر چڑھ جاتے ہیں۔ایک دوسرے پر گرنے لگتے ہیں۔صفیں چیر کر نکل جانا چاہتے ہیں' کیوں؟ اس لئے کہ اپنے ابنائے جنس کی جانکنی میں تڑپنے اور پھر ہوا میں معلق دیکھ لینے کی لذت حاصل کر لیں لیکن جس انسان کے پھانسی پانے سے انسانی نظارہ کا یہ سب سے دلکش تماشا وجود میں آیا' خود اس پر کیا گزری؟ اور کیوں وہ اس منحوس اور شرمناک موت کا مستحق ٹھہرا۔سینکڑوں ہزاروں تماشائیوں میں سے ایک کا ذہن بھی اس غیر ضروری اور غیر دلچسپ پہلو کی طرف نہیں جاتا۔

گرمیوں کا موسم ہے' آدھی رات گزر چکی ہے' مہینہ کی آخری راتیں ہیں' بغداد کے آسمان پر ستاروں کی مجلس شبینہ آراستہ ہے مگر چاند کے برآمد ہونے میں ابھی دیر ہے لیکن دجلہ کے پار کرخ کی تمام آبادی نیند کی خاموشی اور رات کی تاریکی میں گم ہے۔

اچانک تاریکی میں ایک متحرک تاریکی نمایاں ہوئی' سیاہ لبادے میں لپٹا ہوا آدمی

خاموشی اور آہستگی کے ساتھ جا رہا ہے' وہ ایک گلی سے مڑ کر دوسری گلی اور دوسری گلی سے مڑ کر تیسری گلی میں پہنچا۔ ایک مکان کے سائبان کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ اب اس نے لمبی سانس لی گویا یہ مدت کی بند سانس تھی جسے اب آزادی سے ابھرنے کی مہلت ملی ہے۔ پھر اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی۔ یقیناً تین پہر رات گزر چکی ہے' وہ اپنے دل میں کہنے لگا: ''مگر کیا بدنصیبی ہے جس طرف گیا' ناکامی ہوئی' کیا پوری رات اسی طرح گزر جائے گی؟''

یہ خوفناک ابن ساباط ہے جو دس برس کی طول وطویل زندگی قید خانے میں گزرنے کے بعد اب کسی طرح نکل بھاگا ہے اور نکلنے کے ساتھ ہی اپنا قدیم پیشہ از سر نو شروع کر رہا ہے۔ یہ اس کی نئی مجرمانہ زندگی کی پہلی رات ہے۔ اس لئے وقت کے بے نتیجہ ضائع ہو جانے پر اس کا بے صبر دل پیچ وتاب کھا رہا ہے۔

اس نے ہر طرف کی آہٹ لی' زمین سے کان لگا کر دور دور کی صداؤں کا جائزہ لیا اور مطمئن ہو کر آگے بڑھا۔ کچھ دور چل کر اس نے دیکھا کہ ایک احاطہ کی دیوار دور تک چلی گئی ہے اور وسط میں ایک بہت بڑا پھاٹک ہے۔ کرخ کے اس علاقے میں زیادہ تر امراء کے باغ تھے یا سوداگروں کے گودام تھے۔ اس نے خیال کیا' یہ احاطہ یا تو کسی امیر کا باغ ہے یا کسی سوداگر کا گودام۔ وہ پھاٹک کے پاس پہنچ کر رک گیا اور سوچنے لگا اندر کیوں کر جائے۔ اس نے آہستگی کے ساتھ دروازہ پر ہاتھ رکھا لیکن اسے نہایت تعجب ہوا کہ وہ اندر سے بند نہیں تھا' صرف بھڑا ہوا تھا۔ ایک سیکنڈ کے اندر ابن ساباط کے قدم احاطہ کے اندر پہنچ گئے۔

اس نے دہلیز سے قدم آگے بڑھایا تو ایک وسیع احاطہ نظر آیا۔ اس کے مختلف گوشوں میں چھوٹے چھوٹے حجرے بنے ہوئے تھے اور وسط میں نسبتاً ایک بڑی عمارت تھی۔ وہ درمیانی عمارت کی طرف بڑھا۔ عجیب بات ہے کہ اس کا دروازہ بھی اندر سے بند نہیں تھا۔ چھوتے ہی اندر سے کھل گیا گویا وہ کسی کی آمد کا منتظر تھا۔ یہ ایک بیبا کی تھی جو صرف مشاق

مجرموں ہی کے قدم میں ہو سکتی ہے۔ اندر چلا گیا۔ اندر جا کر دیکھا تو ایک وسیع ایوان تھا۔ صرف ایک کھجور کے پتوں کی پرانی چٹائی بچھی ہوئی تھی اور ایک طرف چمڑے کا تکیہ پڑا تھا البتہ ایک طرف پشمینہ کے موٹے کپڑے کے بہت سے تھان اس طرح بے ترتیب پڑے تھے گویا کسی نے جلدی میں پھینک دیئے ہوں اور ان کے قریب ہی بھیڑ کی کھال کی چند ٹوپیاں بھی پڑی تھیں۔ اس نے مکان کے موجودات کا یہ پورا جائزہ کچھ ہی دیر میں اپنی اندھیرے میں دیکھ لینے والی آنکھوں سے لے لیا تھا۔ یہ بغداد والوں کی بول چال میں ایک ہاتھ کا شیطان تھا جو اب پھر قید و بند کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہو گیا تھا۔

دس برس کی قید کے بعد آج ابن ساباط کو پہلی مرتبہ موقع ملا تھا کہ اپنے دل پسند کام کی جستجو میں آزادی کے ساتھ نکلے۔ جب اس نے دیکھا کہ اس مکان میں کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے اور یہ پہلا قدم بیکار ثابت ہوگا تو اس کے تیز اور بے لگام جذبات سخت مشتعل ہو گئے۔ وہ دل ہی دل میں اس مکان میں رہنے والوں کو گالیاں دینے لگا جو اپنے مکان میں رکھنے کے لئے قیمتی اشیاء فراہم نہ کر سکے۔

ایک مفلس کا افلاس خود اس کے لئے اس قدر دردانگیز نہیں ہوتا۔ جس قدر اس چور کے لئے جو رات کے پچھلے پہر مال و دولت کو تلاش کرتا ہوا پہنچا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پشمینہ کے بہت سے تھان یہاں موجود تھے اور وہ کتنے ہی موٹے اور ادنیٰ قسم کے کیوں نہ ہوں مگر پھر بھی اپنی قیمت رکھتے تھے لیکن مشکل یہ تھی کہ ابن ساباط تنہا تھا اور صرف تنہا ہی نہیں تھا بلکہ دو ہاتھوں کی جگہ صرف ایک ہاتھ رکھتا تھا۔ وہ ہزار ہمت کرتا' اتنا بڑا بوجھ اس کے سنبھالے سنبھل نہ سکتا تھا اور وہ تھانوں کی موجودگی پر معترض نہ تھا۔ ان کے وزن کی گرانی اور اپنی مجبوری پر متاسف تھا۔ اتنی وزنی چیز چرا کر لے جانا آسان نہ تھا۔

''ایک ہزار لعنت کرخ اور اس کے باشندوں پر۔'' وہ اندر ہی اندر بڑبڑانے لگا ''نہیں معلوم یہ کون احمق ہے جس نے یہ ملعون تھان جمع کر رکھے ہیں؟ غالباً کوئی تاجر

ہے لیکن یہ عجیب طرح کا تاجر ہے جسے بغداد میں تجارت کرنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں ملی! اتنا بڑا مکان بنا کر اس میں گدھوں اور خچروں کی جھول بنانے کا سامان جمع کر دیا۔" اس نے اپنے ایک ہی ہاتھ سے ایک تھان کو ٹٹول کر پیائش کی۔ بھلا یہ ملعون بوجھ کس طرح اٹھایا جا سکتا ہے؟ ایک تھان کے اٹھانے کے لئے گن کر دس گدھے ساتھ لانے چاہئیں۔

لیکن بہر حال کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ رات جا رہی تھی اور اب وقت نہ تھا کہ دوسری جگہ تاکی جائے۔ اس نے جلدی سے ایک تھان کھولا اور اسے فرش پر بچھا دیا پھر کوشش کی کہ زیادہ سے زیادہ تھان جو اٹھائے جا سکتے ہوں' اٹھالے۔ مشکل یہ تھی کہ مال کم قیمت مگر بہت وزنی تھا۔ کم لیتا ہے تو بے کار ہے' زیادہ لیتا ہے تو لے جا نہیں سکتا۔ عجیب طرح کی کشمکش میں گرفتار تھا۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح یہ مسئلہ طے ہوا لیکن اب دوسری مشکل پیش آئی۔ صوف کا کپڑا بے حد موٹا تھا۔ اسے مروڑ دے کر گرہ لگانا آسان نہ تھا۔

دونوں ہاتھوں سے یہ بھی کام مشکل تھا چہ جائیکہ ایک ہاتھ سے؟ بلاشبہ اس کے پاس ہاتھ کی طرح پاؤں ایک نہ تھا' دو تھے لیکن وہ بھاگنے میں مدد دے سکتے تھے۔ اس نے بہت سی تجویزیں سوچیں' طرح طرح کے تجربے کئے' دانتوں سے کام لیا' کٹی ہوئی کہنی سے سرا دبایا لیکن کسی طرح بھی گٹھڑی میں گرہ نہ لگ سکی۔ وقت کی مصیبتوں میں تاریکی کی شدت نے اور اضافہ کر دیا تھا۔

اندرونی جذبات کے ہیجان اور بیرونی فعل کی بے سود محنت نے ابن ساباط کو بہت جلد تھکا دیا تھا۔ وقت کی کمی' عمل کا قدرتی خوف' مال کی گرانی' محنت کی شدت اور فائدہ کی قلت اس کے دفاع کے لئے تمام مخالف تاثرات جمع ہو گئے تھے۔

اچانک وہ چونک اٹھا' اس کی تیز قوت سماعت نے کسی کے قدموں کی نرم آہٹ سنی۔ ایک لمحہ تک خاموشی چھائی رہی پھر ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی آدمی دروازے کے

پیچھے کھڑا ہے۔ ابن ساباط گھبرا کر اٹھ بیٹھا مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی حرکت کر سکے' دروازہ کھلا اور روشنی نمایاں ہوئی۔ خوف اور دہشت سے اس کا خون منجمد ہو گیا۔ جہاں کھڑا تھا' وہیں گڑ گیا۔ نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک شخص کھڑا ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں شمعدان ہے اور اسے اس طرح اونچا کر رکھا ہے کہ کمرے کے تمام حصے روشن ہو گئے ہیں۔

اس شخص کی وضع قطع سے اس کی شخصیت کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ ملگجے رنگ کی ایک لمبی سی عبا اس کے جسم پر تھی جسے کمر کے پاس ایک موٹی رسی لپیٹ کر جسم پر چست کر دیا تھا۔ سر پر سیاہ قلنسوہ (اونچی دیوار کی ٹوپی) تھی اور اس قدر کشادہ تھی کہ اس کے کنارے ابروؤں کے قریب تک پہنچ گئے تھے۔ جسم نہایت نحیف تھا۔ اتنا نحیف کہ صوف کی موٹی عبا پہننے پر بھی اندر کی ابھری ہوئی ہڈیاں صاف دکھائی دے رہی تھی اور قد کی درازی سے کمر کے پاس خفیف سی خمیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے یہ نحافت اور زیادہ نمایاں کر دی تھی لیکن یہ عجیب بات تھی کہ جسم کی اس غیر معمولی نحافت کا کوئی اثر اس کے چہرے پر نظر نہیں آتا تھا۔ اتنا کمزور جسم رکھنے پر بھی اس کا چہرہ کچھ عجیب طرح کا تاثر و گہرائی رکھتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہڈیوں کے ایک ڈھانچے پر ایک شاندار اور دلآویز چہرہ جوڑ دیا گیا ہے۔ رنگت زرد تھی' رخسار بے گوشت تھے' جسمانی تنومندی کا نام و نشان تک نہ تھا لیکن پھر بھی چہرہ کی مجموعی ہیئت میں کوئی ایسی شاندار چیز تھی کہ دیکھنے والا محسوس کرتا تھا کہ ایک نہایت طاقتور چہرہ اس کے سامنے ہے۔ خصوصاً اس کی نگاہیں ایسی روشن' ایسی مطمئن' ایسی ساکن تھیں کہ معلوم ہوتا تھا دنیا کی ساری راحت اور سکون انہی دو حلقوں کے اندر سما گئی ہے۔ چند لمحوں تک یہ شخص شمع اونچی کیے ابن ساباط کو دیکھتا رہا پھر اس طرح آگے بڑھا گویا اسے جو کچھ سمجھنا تھا سمجھ چکا ہے۔ اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم زیرلب تھا۔ ایسا دلآویز اور شیریں تبسم جس کی موجودگی انسانی روح کے سارے اضطراب اور خوف دور کر سکتی ہے۔ اس نے شفقت اور ہمدردی میں ڈوبی ہوئی

آواز کے ساتھ ابن ساباط سے کہا:

"میرے دوست! تم پر خدا کی سلامتی ہو جو کام تم کرنا چاہتے ہو یہ بغیر روشنی اور رفیق کے انجام نہیں پا سکتا' دیکھ یہ شمع روشن ہے اور میں تمہاری رفاقت کے لئے موجود ہوں' روشنی میں ہم دونوں اطمینان اور سکون کے ساتھ یہ کام انجام دے لیں گے۔"

وہ ایک لحہ کے لئے رکا جیسے کچھ سوچنے لگا ہے' پھر اس نے کہا: "مگر میں دیکھتا ہوں تم بہت تھک گئے ہو' تمہاری پیشانی پسینہ سے تر ہو گئی ہے۔ یہ گرم موسم' بند کمرہ' تاریکی میں ایسی سخت محنت' افسوس' انسان کو اپنے رزق کے لئے کیسی کیسی زحمتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ دیکھو! یہ چٹائی بچھی ہے' یہ چمڑے کا تکیہ ہے' میں اسے دیوار کے ساتھ لگا دیتا ہوں۔" اس نے تکیہ دیوار کے ساتھ رکھ دیا۔ "بس ٹھیک ہے! اب تم اطمینان کے ساتھ ٹیک لگا کر یہاں بیٹھ جاؤ اور اچھی طرح ستا لو! اتنی دیر میں تمہارا ادھورا کام پورا کئے دیتا ہوں۔"

اس نے یہ کہا اور ابن ساباط کے کاندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ دیا۔ اسے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا پھر جب اس کی نظر دوبارہ اس کی عرق آلودگی پر پڑی تو اس نے اپنی کمر سے رومال کھول کر پسینہ صاف کیا۔ اس کی آنکھوں میں باپ کی سی شفقت اور ہاتھوں میں بھائی کی سی محبت کام کر رہی تھی۔

صورت حال کے یہ تمام تغیرات اس تیزی سے ظہور میں آئے کہ ابن ساباط کا دماغ مختل ہو کر رہ گیا۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکا کہ معاملہ کیا ہے۔ ایک مدہوش اور بے ارادہ آدمی کی طرح اس نے اجنبی کے اشارہ کی تعمیل کی اور چٹائی پر بیٹھ گیا۔

اب اس نے دیکھا کہ واقعی اجنبی نے کام شروع کر دیا ہے۔ اس نے پہلے وہ گٹھڑی کھولی جو ابن ساباط نے باندھی تھی مگر بندھی نہیں تھی۔ پھر دو تھان کھول کر بچھا دیئے اور جس قدر بھی تھان موجود تھے' ان سب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ میں زیادہ تھے' ایک میں کم' پھر دونوں کی الگ الگ دو گٹھڑیاں باندھ لیں۔ یہ تمام کام اس نے اس

اطمینان اور سکون کے ساتھ کیا گویا اس میں اس کے لئے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔ پھر اچانک اسے کچھ خیال ایا۔ اس نے اپنی عبا اتار ڈالی اور اسے بھی گٹھڑی کے اندر رکھ دیا۔ اب وہ اٹھا اور ابن ساباط کے قریب گیا۔

''میرے دوست! تمہارے چہرے پر پژمردگی سے معلوم ہوتا ہے کہ تم صرف تھکے ہوئے ہی نہیں ہو بلکہ بھوکے بھی ہو۔ بہتر ہوگا کہ چلنے سے پہلے دودھ کا ایک پیالہ لے لو! اگر تم چند لمحے انتظار کر سکو تو میں دودھ لے آؤں۔'' اس نے کہا۔ جب کہ اس کے پرشکوہ چہرے پر بدستور دلآویز مسکراہٹ موجود تھی۔ ممکن نہ تھا کہ اس مسکراہٹ سے انسانی قلب کے تمام اضطراب محو نہ ہو جائیں قبل اس کے کہ ابن ساباط جواب دے وہ تیزی کے ساتھ اٹھا اور باہر نکل گیا۔

اب ابن ساباط تنہا تھا لیکن تنہا ہونے پر بھی اس کے قدموں میں حرکت نہ ہوئی۔ اجنبی کے طرز عمل میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس سے اس کے اندر خوف پیدا ہوتا۔ وہ صرف متحیر اور مبہوت تھا۔ اجنبی کی ہستی اور اس کا طور طریقہ ایسا عجیب وغریب تھا کہ جب تک وہ موجود رہا ابن ساباط کو تحیر و تاثر نے سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہ دی۔ اس کی شخصیت مغلوب ہوگئی تھی لیکن اب وہ تنہا ہوا' آہستہ آہستہ اس کا دماغ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ یہاں تک کہ تمام دماغی خصائل پوری طرح ابھر آئے اور وہ اسی روشنی میں معاملات دیکھنے لگا جس روشنی میں دیکھنے کا ہمیشہ عادی تھا۔

وہ جب اجنبی کا تبسم اور دلنواز صدائیں یاد کرتا تو شک اور خوف کی وجہ سے اس کے اندر ایک ایسا ناقابل فہم جذبہ پیدا ہوتا جو آج تک اسے کبھی محسوس نہیں ہوا تھا لیکن پھر جب وہ سوچتا کہ تمام معاملہ کا مطلب کیا ہے؟ اور یہ شخص کون ہے تو اس کی عقل حیران رہ جاتی اور کوئی بات سمجھ میں نہ آتی۔ اس نے اپنے دل میں کہا یہ تو قطعی ہے کہ یہ شخص اس مکان کا مالک نہیں ہے' مکان کے مالک کبھی چوروں کا اس طرح استقبال نہیں کرتے۔ پھر یہ شخص کون ہے؟

اچانک ایک نیا خیال اس کے اندر پیدا ہوا اور وہ ہنسا۔ استغفر اللہ! میں بھی کیا احمق ہوں، یہ بھی کوئی سوچنے اور حیران ہونے کی بات ہے، معاملہ بالکل صاف ہے، تعجب ہے، مجھے پہلے کیوں خیال نہیں ہوا؟ یقیناً یہ بھی میرا کوئی ہم پیشہ آدمی ہے اور اسی نواح میں رہتا ہے۔ اتفاقات نے آج ہم دونوں چوروں کو ایک ہی مکان میں جمع کر دیا ہے چونکہ یہ اسی نواح کا آدمی ہے اس لئے اس مکان کے تمام حالات سے واقف ہوگا۔ اسے معلوم ہوگا کہ آج مکان رہنے والوں سے خالی ہے اور یہ اطمینان سے کام کرنے کا موقع ہے۔ اسی لئے وہ روشنی کا سامان ساتھ لے کر واپس آیا لیکن جب دیکھا کہ میں پہلے سے پہنچا ہوا ہوں تو آمادہ ہوگیا کہ میرا ساتھ دے کر ایک حصہ کا حق دار بن جائے۔ وہ ابھی سوچ رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور اجنبی ایک لکڑی کا بڑا پیالہ ہاتھ میں لئے نمودار ہوگیا۔

"یہ لو! تمہارے لئے دودھ لایا ہوں، اسے پی لو! یہ بھوک اور پیاس دونوں کے لئے مفید ہے۔" اس نے کہا: اور پیالہ ابن ساباط کو پکڑا دیا۔ ابن ساباط واقعی بھوکا اور پیاسا تھا، بلا تامل منہ لگالیا اور ایک ہی مرتبہ میں ختم کر دیا۔ اب اسے معاملہ کی فکر ہوئی، اتنی دیر کے وقفہ نے اس کی طبیعت بحال کر دی تھی۔

"دیکھو! اگرچہ میں تم سے پہلے یہاں پہنچا ہوں اور ہاتھ لگا چکا تھا، اس لئے ہم لوگوں کے قاعدے کے بموجب تمہارا کوئی حق نہیں لیکن تمہاری ہوشیاری اور مستعدی دیکھ لینے کے بعد مجھے کوئی تامل نہیں کہ تمہیں بھی اس مال میں شریک کرلوں گا لیکن دیکھ یہ میں کہے دیتا ہوں کہ آج جو کچھ بھی یہاں سے لے جائیں گے اس میں تم برابر کا حصہ نہیں پاسکتے کیونکہ دراصل آج میرا ہی کام تھا۔"

اس نے صاف آواز میں کہا، اس کی آواز میں اب تاثر نہیں تھا، تحکم تھا، اجنبی مسکرایا! اس نے ابن ساباط پر ایک ایسی نظر ڈالی جو اگرچہ شفقت و مہر سے خالی نہ تھی لیکن اس کے علاوہ بھی اس میں کوئی چیز تھی لیکن ابن ساباط نہ سمجھ سکا۔ اس نے خیال کیا شاید یہ

شخص اس طریق تقسیم پر قانع نہیں ہے' اچانک اس کی آنکھوں میں اس کی خوفناک مجرمانہ درندگی چمک اٹھی' وہ غصہ سے مضطرب ہو کر کھڑا ہو گیا۔

''بے وقوف! چپ کیوں ہے؟ یہ نہ سمجھنا کہ دودھ کا ایک گلاس پلا کر اور چکنی چپڑی باتیں کر کے تم احمق بنا لو گے' تم نہیں جانتے کہ میں کون ہوں؟ مجھے کوئی احمق نہیں بنا سکتا' میں ساری دنیا کو احمق بنا چکا ہوں' بولو! اسی پر راضی ہو کہ نہیں؟ اگر تو نہیں......''

لیکن ابھی اس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ اجنبی کے لب متحرک ہوئے اب بھی اس کے لبوں سے اس کی مسکراہٹ نہیں ہٹی تھی:

''میرے عزیز دوست! کیوں بلا وجہ اپنی طبیعت آزردہ کرتے ہو؟ آؤ یہ کام جلدی نمٹا لیں جو ہمارے سامنے ہے' اس لئے تم زیادہ بوجھ نہیں سنبھال سکتے لیکن میں دونوں ہاتھوں سے سنبھال لوں گا' چھوٹی گٹھڑی تم اٹھا لو' بڑی میں اٹھا لیتا ہوں' باقی رہا حصہ جس کے خیال سے تمہیں اتنی آزردگی ہوئی ہے تو میں بھی نہیں چاہتا کہ اس وقت اس کا فیصلہ کراؤں تم نے کہا ہے کہ تم ہمیشہ کے لئے میرے ساتھ معاملہ کر سکتے ہو' مجھے بھی ایسا ہی معاملہ پسند ہے' میں چاہتا ہوں تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کر لو۔''

''ہاں' اگر یہ بات ٹھیک ہے تو پھر سب کچھ ٹھیک ہے' تمہیں ابھی معلوم نہیں میں کون ہوں؟ پورے ملک میں تمہیں مجھ سے بہتر سردار نہیں مل سکتا'' اس نے بڑی گٹھڑی کے اٹھانے میں اجنبی کو مدد دیتے ہوئے کہا۔

گٹھڑی اس قدر بھاری تھی کہ ابن ساباط اپنی حیرانی نہ چھپا سکا۔ وہ اگرچہ اپنے نئے رفیق کی زیادہ جرأت افزائی کرنا پسند نہیں کرتا تھا پھر بھی اس کی زبان سے بے اختیار نکل گیا:

''دوست! تم دیکھنے میں تو بڑے دبلے پتلے ہو لیکن بوجھ اٹھانے میں بڑے مضبوط نکلے۔''

ساتھ ہی اس نے اپنے دل میں کہا: ''یہ جتنا مضبوط ہے اتنا عقلمند نہیں ہے ورنہ

اپنے حصے سے دست بردار نہ ہو جاتا' اگر آج یہ احمق نہ مل جاتا تو مجھے سارا چھوڑ کر صرف دو تھانوں پر قناعت کر لینی پڑتی۔''

اب ابن ساباط نے اپنی گٹھڑی اٹھائی جو بہت ہی ہلکی تھی اور دونوں باہر نکلے۔ اجنبی کی پیٹھ جس میں پہلے سے خم موجود تھا' اب گٹھڑی کے بوجھ سے بالکل ہی جھک گئی تھی۔ رات کی تاریکی میں اتنا بھاری بوجھ اٹھا کر چلنا نہایت دشوار تھا لیکن ابن ساباط کو قدرتی طور پر جلدی تھی۔ وہ بار بار حاکمانہ انداز سے اصرار کرتا کہ تیز چلو اور چونکہ خود اس کا بوجھ ہلکا تھا اس لئے خود تیز چلنے میں کسی طرح کی دشواری محسوس نہیں کرتا تھا۔ اجنبی حکم کی پوری کوشش کرتا لیکن اتنا بھاری بوجھ اٹھا کر دوڑنا انسانی طاقت سے باہر تھا اس لئے پوری کوشش کرنے پر بھی زیادہ تیز نہیں چل سکتا تھا۔ کئی مرتبہ ٹھوکریں لگیں' بار بار بوجھ گرتے گرتے رہ گیا' ایک مرتبہ اتنی سخت چوٹ کھائی کہ قریب تھا کہ گر جائے پھر بھی اس نے رکنے یا ستانے کا نام نہیں لیا' گرتا پڑتا اپنے ساتھی کے ساتھ چلتا رہا۔

لیکن ابن ساباط اس پر بھی خوش نہ تھا۔ اس نے پہلے تو ایک دو مرتبہ تیز چلنے کا حکم دیا پھر وہی بے تامل گالیوں پر اتر آیا۔ ہر لحہ کے بعد ایک سخت گالی دیتا اور کہتا تیز چلو۔ اتنے میں پل آیا' یہاں چڑھائی تھی' جسم کمزور اور تھکا ہوا' بوجھ بے حد بھاری' اجنبی سنبھل نہ سکا اور بے اختیار گر گیا۔ ابھی وہ اٹھنے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ اوپر سے سخت لات پڑی۔ یہ ابن ساباط کی لات تھی۔ اس نے غضبناک ہو کر کہا:

''کتے کے بچے! اگر اتنا بوجھ سنبھال نہیں سکتا تھا تو لاد کر لایا کیوں؟''

اجنبی ہانپتا ہوا اٹھا' اس کے چہرہ پر درد و شکایت کی بجائے شرمندگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اس نے فوراً گٹھڑی اٹھا کر پیٹھ پر رکھی اور پھر روانہ ہو گیا۔

اب یہ دونوں شہر کے کنارے ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جو بہت کم آباد تھی۔ یہاں ایک ناتمام عمارت کا پرانا اور شکستہ حصہ تھا۔ ابن ساباط اس احاطہ کی جانب پہنچ کر رک

گیا اور اجنبی سے کہا: ''یہیں بوجھ اتار دو پھر خود کود کر اندر گیا اور اجنبی نے باہر سے دونوں گٹھڑیاں اندر پھینک دیں۔ اس کے بعد اجنبی کود کر اندر ہو گیا اور دونوں عمارت کے اندرونی حصہ میں پہنچ گئے۔ اس عمارت کے نیچے ایک پرانا تہہ خانہ تھا جس میں ابن ساباط نے قید خانے سے نکل کر پناہ لی تھی لیکن اس وقت وہ سرداب میں نہیں اترا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اجنبی پر ابھی اس درجہ اعتماد کرے کہ اپنا اصلی محفوظ مقام دکھلا دے۔

جس جگہ یہ دونوں کھڑے تھے' دراصل ایک ناتمام ایوان تھا یا تو اس پر پوری چھت پڑی ہی نہ تھی یا پڑی تھی تو امتداد وقت سے شکستہ ہو کر گر پڑی تھی۔ ایک طرف بہت سے پتھروں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ دونوں گٹھڑیاں سامنے دھری تھیں۔ ایک گوشہ میں اجنبی کھڑا ہانپ رہا تھا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی۔

یکایک اجنبی بڑھا اور ابن ساباط کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اب رات ختم ہونے پر تھی۔ پچھلے پہر کا چاند درخشاں تھا۔ کھلی چھت سے اس کی دھیمی اور ظلمت آمیز شعاعیں ایوان کے اندر پہنچ رہی تھیں۔ ابن ساباط دیوار کے سائے میں تھا لیکن اجنبی جو اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا ٹھیک چاند کے مقابل تھا اس لئے اس کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ابن ساباط نے دیکھا کہ وہ تاریکی میں ایک درخشاں چہرہ' ایک نورانی تبسم' ایک پراسرار انداز نگاہ کی دلآویزی کے سامنے ہے۔ ''میرے عزیز! دوست اور رفیق!''

اجنبی نے اپنی دلنواز اور شیریں آواز میں جو دو گھنٹہ پہلے ابن ساباط کو بے خود کر چکی تھی کہنا شروع کیا۔

''میں نے اپنی خدمت پوری کر لی ہے' اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں' اس کام کے کرنے میں مجھ سے جو کمزوری اور سستی ظاہر ہوئی اور اس کی وجہ سے بار بار تمہیں پریشان خاطر ہونا پڑا اس کے لئے میں بہت شرمندہ ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم مجھے

معاف کر دو گے۔ اس دنیا میں ہماری کوئی بات بھی خدا کے کاموں سے ملتی جلتی نہیں ہے جس قدر یہ بات کہ ہم ایک دوسرے کو معاف کر دیں اور بخش دیں لیکن قبل اس کے کہ میں تم سے الگ ہوں، تمہیں بتلا دینا چاہتا ہوں کہ میں وہ نہیں ہوں جو تم نے خیال کیا، میں اسی مکان میں رہتا ہوں جہاں آج تم سے ملاقات ہوئی ہے اور تم نے میری رفاقت قبول کر لی تھی۔ میری عادت ہے کہ رات کو تھوڑی دیر کے لئے اس کمرے میں جایا کرتا ہوں جہاں تم بیٹھتے تھے۔ آج آیا تو دیکھا تم اندھیرے میں بیٹھے تکلیف اٹھا رہے ہو۔ تم میرے گھر میں عزیز مہمان تھے۔ افسوس میں آج اس سے زیادہ تمہاری تواضع اور خدمت نہیں کر سکا، تم نے میرا مکان دیکھ لیا ہے، آئندہ جب کبھی ضرورت ہو تم بلا تکلف اپنے رفیق کے پاس چلے آسکتے ہو، خدا کی سلامتی اور برکت ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔"

یہ کہا اور آہستگی کے ساتھ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مصافحہ کیا اور تیزی کے ساتھ نکل کر روانہ ہو گیا۔

اجنبی خود تو روانہ ہو گیا لیکن ابن ساباط کو ایک نئے عالم میں پہنچا دیا۔ اب وہ مبہوت اور مدہوش تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور اسی طرف تک رہی تھیں جس طرف اجنبی روانہ ہوا تھا لیکن معلوم نہیں اسے کچھ سجھائی بھی دیتا تھا یا نہیں؟

دو پہر ڈھل چکی تھی، بغداد کی مسجدوں سے جوق در جوق نمازی نکل رہے ہیں۔ دو پہر کی گرمی نے امیروں کو تہہ خانوں اور غریبوں کو دیوار کے سائے میں بٹھا دیا تھا۔ اب دونوں نکل رہے ہیں۔ ایک تفریح کے لئے، دوسرا مزدوری کے لئے لیکن ابن ساباط اس وقت وہیں بیٹھا ہے جہاں صبح بیٹھا تھا۔ رات والی دونوں گٹھڑیاں سامنے پڑی ہیں اور اس کی نظریں اس طرح ان میں گڑی ہیں گویا ان کی شکنوں کے اندر اپنے رات والے رفیق کو ڈھونڈ رہا ہے۔

دو گھنٹے گزر گئے لیکن جسم اور زندگی کی ضرورت بھی اسے محسوس نہیں ہوئی۔ وہ

بھوک جس کی خاطر اس نے اپنا ایک ہاتھ کٹوا دیا تھا اب اس کو نہیں ستاتی۔ وہ خوف جس کی وجہ سے سورج کی روشنی اس کے لئے دنیا کی سب سے زیادہ نفرت انگیز چیز ہو گئی تھی اب اسے محسوس نہیں ہوتا۔ اس کے دماغ کی ساری قوت صرف ایک نقطہ میں سمٹ آئی تھی وہ رات والے عجیب وغریب اجنبی کی صورت تھی۔ وہ خود اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی مگر اسے ایک ایسے عالم کی جھلک دکھا گئی جواب تک اس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا!

اس کی ساری زندگی گناہ اور سیہ کاریوں میں بسر ہوئی تھی۔ اس نے انسانوں کی نسبت جو کچھ دیکھا سنا تھا وہ یہی تھا کہ خودغرضی کا پتلا اور نفس پرستی کی مخلوق ہے۔ وہ نفرت سے منہ پھیر لیتا ہے' بے رحمی سے ٹھکرا دیتا ہے' سخت سے سخت سزائیں دیتا ہے لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ محبت بھی کرتا ہے اور اس میں فیاضی' بخشش اور قربانی کی روح بھی ہو سکتی ہے۔ بچپن میں اس نے بھی خدا کا نام سنا تھا اور لوگوں کو خدا پرستی کرتے دیکھا تھا لیکن جب زندگی کی کشاکش کا میدان سامنے آیا تو اس کا عالم ہی دوسرا تھا۔ اس نے قدم اٹھا دیئے اور حالات کی رفتار جس طرف لے گئی' بڑھتا گیا۔ نہ تو خود اس کو کبھی مہلت ملی کہ خدا پرستی کی طرف متوجہ ہوتا اور نہ انسانوں نے کبھی اس کی ضرورت محسوس کی کہ اسے خدا سے آشنا کرتے۔ جوں جوں اس کی شقاوت بڑھتی گئی' معاشرہ اپنی سزا و عقوبت کی مقدار بھی بڑھاتا گیا۔ معاشرہ کے پاس اس کی شقاوت کے لئے بے رحمی تھی اس لئے یہ بھی دنیا کی ساری چیزوں میں سے صرف بے رحمی کا خوگر ہو گیا۔

لیکن اب اچانک اس کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا۔ آسمان کے سورج کی طرح محبت کا بھی ایک سورج ہے' وہ چمکتا ہے تو روح اور دل کی ساری تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں۔ اب یکایک اس سورج کی پہلی کرن ابن سابا ط کے دل کے تاریک گوشوں پر پڑی اور وہ یکدم تاریکی سے نکل کر روشنی میں آ گیا۔

اجنبی کی شخصیت اپنی پہلی ہی نظر میں اس کے دل تک پہنچ چکی تھی لیکن وہ جہالت و

گمراہی سے اس کا مقابلہ کرتا رہا اور حقیقت کے فہم کے لئے تیار نہیں ہوا لیکن جونہی اجنبی کے آخری الفاظ نے پردہ ہٹا دیا جو اس نے اپنی آنکھوں پر ڈال لیا تھا حقیقت اپنی پوری شان تاثیر کے ساتھ بے نقاب ہوگئی اور اب اس کی طاقت سے یہ بات باہر تھی کہ اس تیر کے زخم سے اپنا سینہ بچالے جاتا!

اس نے پہلے اپنی جہالت سے خیال کیا تھا کہ اجنبی بھی میری ہی طرح کا ایک چور ہے اور اپنا حصہ لینے کے لئے میری رفاقت اور اعانت کر رہا ہے۔ اس کا ذہن یہ تصور کر ہی نہیں سکتا تھا کہ بغیر غرض اور انتفاع کے ایک انسان دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کر سکتا ہے لیکن جب اجنبی نے چلتے وقت بتلا دیا کہ وہ چور نہیں بلکہ اسی مکان کا مالک ہے جس مکان کا مال و متاع غارت کرنے کے لئے وہ گیا تھا تو اسے ایسا محسوس ہوا جیسے یکا یک بجلی آسمان سے گر پڑی۔

''یہ چور نہیں تھا' مکان کا مالک تھا' لیکن اس نے چور کو پکڑنے اور سزا دلوانے کی جگہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟''

اس سوال کا جواب اس کی روح کے لئے ایک دہکتا انگارہ تھا اور دل کے لئے ایک ناسور تھا۔ وہ جس قدر سوچتا' روح کا زخم گہرا ہو جاتا اور دل کی تپش بڑھتی جاتی۔ اس تمام عرصہ میں اجنبی کے ساتھ جو کچھ گزرا تھا اس کا ایک ایک، واقعہ' ایک ایک حرف یاد کرتا اور ہر بات کی یاد کے ساتھ ایک تازہ زخم کی چبھن محسوس کرتا۔ جب ایک مرتبہ حافظہ میں یہ سرگزشت ختم ہو جاتی تو پھر نئے سرے سے یاد کرنا شروع کر دیتا اور آخر تک پہنچا کر پھر ابتداء کی طرف لوٹتا۔

میں اس کے یہاں چوری کرنے کے لئے گیا تھا' میں اس کا مال و متاع غارت کرنا چاہتا تھا' میں نے اسے بھی چور سمجھا' اسے گالیاں دیں' بے رحمی سے ٹھوکر لگائی مگر اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ ہر مرتبہ اس آخری سوال کا جواب سوچتا اور پھر یہی دہرانے لگتا۔

سورج ڈوب رہا تھا' بغداد کی مسجدوں کے میناروں پر مغرب کی اذان کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ ابن ساباط بھی اپنے غیر آباد گوشہ سے اٹھا' چادر جسم پر ڈالی اور بغیر کسی جھجک کے باہر نکل گیا۔ اب اس کے دل میں خوف نہیں تھا کیونکہ خوف کی جگہ ایک دوسرے ہی جذبے نے لے لی تھی۔

وہ کرخ کے اسی حصے میں پہنچا جہاں گزشتہ رات گیا تھا۔ رات والے مکان کے پہچاننے میں اسے بہت دقت پیش نہیں آئی' مکان کے پاس ہی ایک لکڑہارے کا جھونپڑا تھا' یہ اس کے پاس گیا اور پوچھا: ''یہ جو سامنے بڑا سا احاطہ ہے اس میں کون تاجر رہتا ہے؟''

''تاجر''...... بوڑھے لکڑہارے نے تعجب کے ساتھ کہا:

''معلوم ہوتا ہے تم یہاں کے رہنے والے نہیں ہو یہاں تاجر کہاں سے آیا؟ یہاں تو شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ رہتے ہیں۔''

ابن ساباط اس نام کی شہرت سے بے خبر نہ تھا لیکن صورت آشنا نہ تھا۔

ابن ساباط مکان کی طرف چلا' رات کی طرح اس وقت بھی دروازہ کھلا تھا۔ یہ بے تامل اندر چلا گیا' سامنے وہی رات والا دیوان تھا۔ یہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور دروازے کے اندر نگاہ ڈالی۔ وہی رات والی چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ رات والا تکیہ ایک جانب دھرا تھا۔ تکیہ سے سہارا لگائے عجیب اجنبی بیٹھا تھا۔ تیس چالیس آدمی سامنے تھے۔ واقعی اجنبی تاجر نہیں' شیخ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

اتنے میں عشاء کی اذان ہوئی' لوگ اٹھ کھڑے ہوئے' سب لوگ جا چکے تو شیخ بھی اٹھے۔ جونہی انہوں نے دروازہ کے باہر قدم رکھا ایک شخص بے تابانہ بڑھا اور قدموں میں گر گیا۔ یہ ابن ساباط تھا۔ اس کے دل میں سمندر کا تلاطم بند تھا' آنکھوں میں جو کبھی تر نہیں ہوئی تھیں دجلہ کی سوتیں بھر گئی تھیں۔ دیر تک رکی رہیں مگر اب نہیں رک سکتی تھیں۔ آنسوؤں کا سیلاب آجائے تو پھر دل کی کون سی کثافت ہے جو باقی رہ سکتی

ہے۔
شیخ نے شفقت سے اس کا سر اٹھایا۔ یہ کھڑا ہو گیا مگر زبان نہ کھل سکی اور اب اس کی ضرورت بھی کیا تھی؟ جب دل کی آنکھوں کی زبان کھل جاتی ہے تو منہ کی زبان کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

اس واقعہ پر کچھ عرصہ گزر چکا ہے۔ شیخ احمد بن ساباط کا شمار سید الطائفہ کے حلقہ ارادت کے ان فقراء میں ہے جو سب میں پیش پیش ہیں۔ شیخ کہا کرتے:

"ابن ساباط نے وہ راہ لمحوں میں طے کر لی جو دوسرے برسوں میں بھی طے نہیں کر سکے۔" ابن ساباط کو 40 برس تک دنیا کی دہشت انگیز سزائیں نہ بدل سکیں مگر محبت اور قربانی کے ایک لمحہ نے چور سے اہل اللہ بنا دیا۔ (ماخوذ از کتابوں کی درسگاہ میں)



# (185)

# خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت عبدالرحمٰن بن نعم بجلی رحمۃ اللہ علیہ کا کوفہ کے عباد وزہاد تابعین میں شمار ہے۔ حضرت ابو ہریرہ وابو سعید خدری وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بلند پایہ شاگرد ہیں اور آپ کے شاگردوں میں بھی سینکڑوں محدثین ہوئے۔ یہ بہت ہی اعلیٰ درجے کے متقی اور نہایت بزرگ صاحب کرامت عبادت گزار تھے۔ بکیر بن عامر کا قول ہے کہ اگر عبدالرحمٰن بن نعم سے کہہ دیا جائے کہ ملک الموت اس وقت تمہاری روح قبض کرنے کے لئے آچکے ہیں تو اس وقت بھی وہ اس سے زیادہ عبادت نہیں کر سکتے تھے جتنی وہ روزانہ عبادت کرتے تھے۔ کوفہ سے ہر سال حج کے لئے جاتے تھے۔

ان کی ایک عجیب کرامت منقول ہے اور وہ یہ کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے ان کو گرفتار کر کے ایک اندھیری کوٹھری میں بند کر دیا اور پندرہ دن تک دروازے کو مقفل رکھا۔ پھر حجاج نے حکم دیا کہ تالا کھول کر ان کی لاش کو دفن کر دو۔ غالباً لاش سڑ چکی ہو گی مگر جب تالا کھولا گیا تو یہ نظر آیا کہ آپ نہایت خضوع وخشوع کے ساتھ اطمینان سے نماز پڑھ رہے ہیں۔ حجاج آپ کی کرامت دیکھ کر دنگ رہ گیا اور پھر اس پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ اس نے آپ کو رہا کر دیا اور کہہ دیا کہ آپ آزاد ہیں جہاں چاہیں چلے جائیں۔

(تہذیب التہذیب)

☆...... علاء بن زیاد بن مطر عدوی بصرہ کے ان تابعی محدثین میں سے ہیں جو بصرہ چھوڑ کر شام میں مقیم ہو گئے تھے۔ آپ نے اپنے والد اور حضرت ابو ہریرہ وابو ذر

غفاری وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیث کی سماعت و روایت کی ہے اور کبار تابعین میں خواجہ حسن بصری وغیرہ سے بھی علمی استفادہ فرمایا ہے اور آپ کے شاگردوں میں سے قتادہ محدث بہت مشہور ہیں۔

آپ بہت ہی خلوت پسند و گوشہ نشین بزرگ تھے۔ نماز باجماعت یا کسی کار خیر کے سوا کبھی کسی مجمع میں آنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ پر خوف الٰہی بہت زیادہ غالب تھا۔ دن رات قیامت کو یاد کر کے رویا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کی آنکھوں میں سرخی اور آشوبِ چشم کی مستقبل بیماری ہو گئی تھی۔ آپ کی یہ بھی ایک کرامت تھی کہ ہفتوں بغیر کچھ کھائے پیئے دن رات رویا کرتے تھے۔

مزاج میں تواضع اور انکساری بھی حد سے زیادہ تھی۔ کسی نے خواب میں دیکھا کہ آپ جنت میں ہیں۔ اس نے خوشی خوشی آ کر آپ سے اپنا خواب بیان کیا تو آپ نے خفا ہو کر اس کو ڈانٹ دیا اور فرمایا: تیرا ستیاناس ہو! کیا شیطان کو میرے اور تیرے سوا کوئی دوسرا انداق کرنے کے لئے نہیں ملا تھا؟

آپ اپنی درس گاہ میں اپنے شاگردوں کو اکثر یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ صراط مستقیم پر قائم رہو کیونکہ تم لوگ ایسے زمانے میں ہو کہ بہت کم لوگ ایسے ملیں گے کہ جن کے دین کا دسواں حصہ برباد ہو گیا ہو مگر آئندہ ایسا خراب زمانہ آنے والا ہے کہ بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جن کے دین کا دسواں حصہ بھی سلامت رہ جائے گا۔ 94ھ میں آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ (طبقات شعرانی، تہذیب التہذیب)

☆......حضرت عبدالرحمٰن بن عسیلہ مرادی رحمۃ اللہ علیہ ابو عبداللہ صنابحی کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار و بیعت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوئے مگر ان کی آمد سے پانچ چھ دن قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رحلت فرما چکے تھے۔ اس لئے یہ صحابیت کے شرف سے محروم رہ گئے مگر بڑے مرتبہ والے تابعین میں ان کا شمار ہے اور یہ علم حدیث میں حضرات خلفائے راشدین و بی بی عائشہ وغیرہ صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم کی شاگردی کا شرف حاصل کئے ہوئے ہیں۔ یہ فتح مصر کے جہاد میں بھی شامل ہوئے تھے۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان ان کا بے حد معتقد تھا۔ اس قدر تعظیم کرتا تھا کہ تخت شاہی پر اپنے برابر ان کو بٹھاتا تھا۔ یہ بہت ہی فضائل و مناقب والے بزرگ ہیں۔ ان کے اعمال صالح و کثرت عبادت پر صحابہ کبار بھی تحسین و آفرین فرماتے تھے۔ چنانچہ ابن محیریز ناقل ہیں کہ ایک دن ہم لوگ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کے لئے حاضر ہوئے تو بالکل اچانک ابوعبداللہ صنابحی بھی اس مجلس میں آگئے۔ انہیں دیکھ کر عبادہ بن صامت صحابی نے فرمایا: اگر کسی کو ایسے آدمی کے دیکھنے کا شوق ہو جس کو آسمانوں پر چڑھا کر اہل جنت و دوزخ دکھا دیئے گئے ہوں اور پھر وہ زمین پر آ کر عبادت کرتا ہو تو اس شخص کو چاہئے کہ وہ ابوعبداللہ صنابحی کو دیکھ لے کیونکہ ان کی عبادت کا ذوق و شوق ایسا ہی ہے جیسے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے جنت و جہنم کو دیکھ لیا ہے۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ اوسط میں ان کا تذکرہ 70ھ اور 80ھ کے درمیان وفات پانے والے محدثین کی فہرست میں کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب)

☆...... حضرت عبداللہ بن غالب حدانی رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کے بہت مشہور عابد و زاہد تابعی محدث ہیں اور علم حدیث میں حضرت ابوسعید خدری وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد اور قتادہ وغیرہ نامور محدثین کے استاد ہیں۔

یہ روزانہ ایک سو رکعات نماز چاشت پڑھتے تھے مگر اتنے اطمینان کے ساتھ اور اتنی طویل نماز پڑھتے تھے کہ سعید بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے دیکھا کہ یہ سجدے میں گئے اور ایک شخص بصرہ کے پل سے گزر کر جانوروں کا چارہ خریدنے کے لئے گیا۔ وہ شخص بازار سے چارہ خرید کر آ گیا مگر اس وقت تک انہوں نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا تھا۔

یحییٰ بن سعید کا قول ہے کہ یہ 8 ذی الحجہ 83ھ کو شہید کر دیئے گئے۔ دفن کے بعد ان کی قبر شریف کی مٹی سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ چنانچہ عام طور پر لوگ ان کی قبر کی مٹی

اٹھا کر لے جاتے تھے۔ بار بار قبر پر مٹی ڈالی جاتی تھی اور خوشبو کی وجہ سے لوگ اٹھا لے جاتے تھے۔ (تہذیب التہذیب)

☆...... حضرت عبدالرحمٰن محیریز جمحی قرشی رحمۃ اللہ علیہ بہترین عابد و صالح محدث تھے اور تابعین میں علم و عمل کا ایک پہاڑ سمجھے جاتے تھے۔ رجاء بن حیوہ کہا کرتے تھے کہ اگر اہل مدینہ کو اپنے عابد عبداللہ بن عمر پر فخر ہے تو ہم لوگوں کو اپنے عابد عبداللہ بن محیریز پر ناز ہے۔

انہوں نے حضرت ابومحذورہ و عبادہ بن صامت وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیث کی سماعت و روایت کی اور مکحول و امام زہری وغیرہ باکمال حدیث کے اماموں نے ان کی خدمت میں تحصیل علم کی۔ 100 ھ سے قبل آپ کا وصال ہوا۔ (طبقات شعرانی وغیرہ)



# (186)

## وسیلۂ رزق

مسجد حرام میں ایک عابد خداوند کریم سے لو لگائے بیٹھا رہتا تھا۔ سوائے عبادت و ریاضت کے تمام دنیاوی علائق سے کنارہ کش ہو گیا تھا۔ دن بھر روزہ رکھتا۔ روزانہ شام کو ایک شخص اسے دو روٹیاں لا کر دے دیتا۔ وہ انہی سے افطار کر لیتا اور پھر دوسرے دن تک کے لئے عبادت میں لگ جاتا۔

ایک روز اس کے دل میں بات آئی کہ یہ کیسا توکل ہے کہ ایک انسان کی دی ہوئی روٹیوں پر تکیہ کر کے بیٹھے ہو اور جو ساری خلقت کا رازق ہے اس پر بھروسہ نہیں۔ اس شام کو روٹیاں لے کر آنے والا آیا تو عابد نے واپس کر دیں۔ اس طرح تین روز گزار دیئے۔ بھوک کا غلبہ ہوا' رب سے شکایت کی۔ شب خواب دیکھا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ذریعہ جو کچھ بھیجتا تھا' تو نے اسے کیوں لوٹا دیا۔ عابد نے عرض کیا ''مولا! میرے دل میں خیال آیا کہ تیرے سوا دوسرے پر تکیہ کر بیٹھا ہوں۔'' رب تعالیٰ نے فرمایا: ''وہ روٹیاں کون بھیجا کرتا تھا۔'' عابد نے عرض کیا ''خداوند تو ہی بھیجنے والا ہے۔'' حکم ہوا ''اب جو میں بھیجوں اسے لے لینا' واپس نہ لوٹانا۔''

اسی وقت یہ بھی دیکھا کہ روٹیاں لانے والا شخص بارگاہِ رب العالمین میں حاضر ہے۔ رب تعالیٰ نے اس سے پوچھا تو نے اس عابد کو روٹیاں دینا کیوں بند کر دیا۔ اس نے عرض کیا ''اے مالک و مولا تجھے خوب معلوم ہے۔'' پھر پوچھا: ''اے بندے! وہ روٹیاں تو کسے دیتا تھا؟'' عرض کیا ''میں تو تجھے دیتا تھا۔'' ارشاد ہوا ''تو اپنا عمل جاری رکھ' میری طرف سے تیرے لئے اس کے عوض میں جنت ہے۔'' (روض الریاحین)

# (187)

# مردانِ خدا کے لئے دنیا کیا ہے

(امام ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے عون بن ابراہیم نے خبر دی' انہیں علی بن معبد نے' وہ فرماتے ہیں: وہب بن منبہ نے فرمایا: میں نے بعض کتب میں پڑھا ہے کہ دنیا داناؤں کے لئے غنیمت ہے اور جاہلوں کے لئے غفلت (یعنی عقلمند آدمی اس میں نیک اعمال کرنے کو غنیمت سمجھتا ہے اور جاہل اسے سمجھتا ہی نہیں) حتیٰ کہ وہ جب اس سے انتقال کر کے چلا جاتا ہے تب واپسی کی تمنا کرتا ہے' پھر کہاں واپسی ہو سکتی ہے۔

(الاحیاء' 223/3)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے عون بن ابراہیم نے خبر دی' انہیں احمد بن ابوالحواری نے' وہ عمر بن عبدالواحد سے روایت کرتے ہیں' وہ عثمان بن عطاء سے' وہ اپنے والد سے' وہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا فرمان: اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ

(ص 46)

میں ذکر دار سے مراد یہ ہے کہ ہم نے ان کو ذکر آخرت کے ساتھ مخصوص کر لیا۔

(ابن کثیر' 40/4)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم عنزی کوفی نے خبر دی' وہ جابر بن عون اسدی سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: سلیمان بن عبدالملک نے خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلا یہ کلام فرمایا تھا:

تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس کے اختیار میں یہ بات ہے کہ جو چاہے سو

کرے جسے چاہے بلند کرے جسے چاہے پست کرے جسے چاہے عطا کرے جسے چاہے نہ دے یقیناً دنیا تو دھوکے کا گھر ہے ختم ہونے والا مکان ہے ادلتی بدلتی نمائش ہے رونے والے کو ہنسا دیتی ہے ہنسنے والے کو رلا دیتی ہے۔ امن والے کو خوفزدہ کر دیتی ہے خوفزدہ کو امن دے دیتی ہے۔ مالدار کو فقیر اور فقیر کو مالدار کر دیتی ہے مالداروں کے ساتھ ادھر ادھر کھیلتی پھرتی ہے۔ اللہ کے بندو! کتاب اللہ کو امام بناؤ! اس کے فیصلے پر راضی رہو اسی کو قائد تسلیم کرو! آگاہ رہو۔ بے شک یہ قرآن شیطان کی تدابیر اور اس کی کینہ پردازیوں کو اس طرح واضح کر دیتا ہے جیسے صبح کی پھوٹتی ہوئی روشنی رات کی جاتی ہوئی تاریکی کو پھاڑ دیتی ہے۔ (بیہقی ص 215)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے عبدالرحمٰن بن صالح نے خبر دی انہیں ابومعاویہ نے وہ اعمش سے روایت کرتے ہیں وہ عمار بن عمیر سے وہ عبدالرحمٰن بن یزید سے وہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز روزے اور جہاد سے تمہاری نماز روزہ اور جہاد بہت زیادہ ہیں۔ اس کے باوجود وہ تم سے بہت بہتر تھے۔ لوگوں نے پوچھا: اے ابوعبدالرحمٰن یہ کیسے؟ فرمایا وہ تم سے بہت زیادہ دنیا سے بے رغبت اور آخرت میں تم سے بہت زیادہ رغبت رکھنے والے تھے۔ (حلیۃ الاولیاء 136/1)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: ابوالحسن احمد بن یحییٰ بن جابر نے مجھے اپنے یہ اشعار سنائے۔ ترجمہ: اے وہ شخص جو ایسے امر کا طالب ہے جسے وہ کبھی نہ پا سکے گا اے وہ شخص جو دنیا اور اس کی چمک دمک میں ایک عرصہ دراز تک رہ چکا کیا زمانے کے حوادثات آگے بڑھ کر اہل امید کی آرزوئیں منقطع نہیں کر دیتے؟ اور انسان بہت چالاکی دکھاتا ہے مگر انقلابات زمانہ اسے گھیر لیتے ہیں۔ دنیا انسان کو ایسی چیز کی آرزوئیں دلاتی ہے جنہیں وہ پورا نہیں کرتی ان آرزوؤں میں انسان اپنے آپ کو جھٹلاتا ہے اور گردش زمانہ ان کی تصدیق کرتی ہے۔ ان کے حصول سے قبل ہی دنیا انہیں پارہ پارہ کر دیتی ہے۔

(کتاب الزہد لابن ابی الدنیا)

# (188)

# "یومِ عقبہ" کی تیاری

حضرت سیّدنا شبیب بن شیبہ الخطیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ایک مرتبہ مکہ مکرمہ کے صحرائی راستوں میں سفر پر تھے۔ ایک جگہ ہم نے قیام کیا' دسترخوان لگایا اور کھانا کھانے لگے۔ گرمی کی شدت سے زمین تانبے کی طرح دہک رہی تھی' گرم گرم ہوائیں جسم کو جھلسا رہی تھیں۔ ہم نے ابھی کھانا شروع ہی کیا تھا کہ ایک اعرابی اپنی حبشی لونڈی کے ساتھ ہمارے پاس آیا۔

ہم نے اس سے کہا: "آیئے! ہمارے ساتھ کھانا کھایئے۔" تو وہ کہنے لگا: "میں روزہ سے ہوں۔" ہم اس کے اس جواب سے بہت متعجب ہوئے (اور ایسی شدید گرمی میں نفلی روزہ رکھنا واقعی تعجب خیز بات تھی) پھر وہ اعرابی ہم سے کہنے لگا: "کیا تم میں کوئی قرآن پاک کا قاری اور کاتب ہے کہ میں اس سے کوئی چیز لکھوانا چاہتا ہوں کیا تم میں سے کوئی میری اس حاجت کو پورا کرسکتا ہے۔"

جب ہم کھانے وغیرہ سے فراغت پاچکے تو ہم نے اس سے پوچھا: "اب بتایئے آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ (حتی الامکان ہم آپ کی مدد کریں گے)" وہ اعرابی کہنے لگا: "اے میرے بھائی! بے شک یہ دنیا پہلے سے موجود تھی لیکن میں اس میں نہ تھا (پھر میں پیدا ہوا) اب یہ دنیا ایک مقررہ مدت تک باقی رہے گی لیکن میں اسے عنقریب چھوڑ جاؤں گا۔"

دِلا غافل نہ ہو یکدم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے
بغیچے چھوڑ کر خالی زمین اندر سمانا ہے

اے میرے بھائی! میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ''یوم عقبہ'' کے لئے اپنی اس لونڈی کو آزاد کر دوں' کیا تم جانتے ہو کہ ''یوم عقبہ'' کیا ہے؟ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے: فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝

(پ30' البلد' 11 تا 13)

''پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کودا اور تو نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے۔ کسی بندے کی گردن چھڑانا۔''

لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ اس لونڈی کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور یوم عقبہ کے لئے آزاد کر دوں۔ اب میں تم سے جو لکھواؤں وہ مجھے لکھ دو اور میرے الفاظ کے علاوہ ایک لفظ بھی زائد نہ لکھنا۔ پھر اس نے لکھوانا شروع کیا' اس کے الفاظ کا مفہوم یہ تھا ''یہ میری لونڈی ہے اور میں نے اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر' یوم عقبہ کے لئے آزاد کیا۔'' اتنا لکھوانے کے بعد وہ اعرابی اس لونڈی کو آزاد کر کے ایک سمت روانہ ہو گیا۔

حضرت سیّدنا شبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''پھر میں بصرہ واپس آ گیا اور جب بغداد میں میری ملاقات حضرت سیّدنا مہدی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تو میں نے انہیں اس اعرابی اور لونڈی کا واقعہ بتایا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: ''اس اعرابی نے اسی طرح اپنے سو غلام اور لونڈیاں آزاد کی ہیں اور وہ جب بھی کوئی لونڈی یا غلام آزاد کرتا ہے تو اسی طرح ایک مضمون لکھوا کر اپنے پاس رکھ لیتا ہے اور لونڈی یا غلام کو آزاد کر دیتا ہے۔

(عیون الحکایات)

# (189)

# قبر عذاب قبر زیارت قبر

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک یہودیہ کوئی سوال کرنے آئی اور اس نے بطور دعا کے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اللہ تمہیں عذاب قبر سے بچائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب کیا جاتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے فرمایا: ہاں۔

(صحیح بخاری الکسوف باب التعوذ من عذاب القبر فی الکسوف 1049)

☆...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (چار) چیزوں سے منع فرمایا ہے:

اَنْ یُّجَصَّصَ الْقَبْرُ ۔ ''قبر کو پختہ بنانے سے (یعنی میت کے جسم کے ساتھ آگ کی پکی ہوئی اینٹ نہ لگے)''

وَاَنْ یُّقْعَدَ عَلَیْہِ۔ ''قبر کے اوپر بیٹھنے سے۔''

وَاَنْ یُّبْنٰی عَلَیْہِ۔ ''قبر کے اوپر عمارت بنانے سے۔''

وَاَنْ یُّکْتَبَ عَلَیْہِ۔ ''اور قبر پر لکھنے سے۔''

(الترمذی الجنائز باب ما جاء فی کراھیۃ تجصیص 1052)

☆...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی نماز میں ان چار چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ۔

''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے۔''

وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَالِ ۔

''اور میں پناہ مانگتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے۔''

وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ۔

''اور میں پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے۔''

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ ۔

''اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

(بخاری الصلاۃ باب الدعاء قبل السلام 832)

☆......علامہ ابوعبداللہ محمد القرطبی نے ''الجامع لاحکام القرآن'' میں عمرو بن دینار کے حوالے سے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ میں رہنے والے ایک شخص کی بہن کا انتقال ہو گیا۔ اتفاق سے تدفین کے وقت اس شخص کی ایک تھیلی جس میں دینار بھرے ہوئے تھے قبر میں رہ گئی۔ چنانچہ اس نے قبر کھودی تو کیا دیکھتا ہے کہ پوری قبر آگ کے شعلوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس نے جا کر اپنی والدہ سے پوچھا: میری بہن کی عملی زندگی کیسی تھی؟ والدہ نے بتایا کہ ایک تو نماز قضا کر دیتی تھی دوسرا یہ کہ جب رات کو پڑوسی اپنے اپنے کمروں میں چلے جاتے تو یہ اٹھ کر ان کے دروازہ پر کان لگا لیتی اور ان کے رازوں کو سنتی تھی تو اس شخص نے اپنا چشم دید واقعہ ذکر کیا اور کہا: اس کی انہی بدعملیوں کا وبال ہے۔ اللھم احفظنا منه (قرطبی 302/8)

## نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قبروں کی زیارت کرنا:

حضرت محمد بن قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دن کہا کیا میں آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی اور اپنی ماں کے ساتھ بیتی ہوئی بات نہ سناؤں؟ ہم نے گمان کیا کہ وہ ماں سے اپنی حقیقی ماں مراد لے رہے ہیں۔ ہم نے کہا: کیوں نہیں تو انہوں نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس میری

باری کی رات میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کروٹ لی اور اپنی چادر اوڑھ لی اور جوتے اتارے اور ان کو اپنے پاؤں کے پاس رکھ دیا اور اپنی چادر کا کنارہ اپنے بستر پر بچھایا اور لیٹ گئے اور آپ اتنی ہی دیر ٹھہرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمان کر لیا کہ میں سو چکی ہوں۔ آپ نے آہستہ سے اپنی چادر لی اور آہستہ سے جوتا پہنا اور آہستہ سے دروازہ کھولا اور باہر نکلے۔ پھر اس کو آہستہ سے بند کر دیا۔ میں نے اپنی چادر اپنے سر پر اوڑھی اور اپنا ازار پہنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں پہنچے اور کھڑے ہو گئے اور کافی دیر کھڑے رہے۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین بار اٹھایا' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹے اور میں بھی لوٹی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیز چلے تو میں بھی تیز چلنے لگی۔ آپ دوڑے تو میں بھی دوڑی۔ آپ پہنچے تو میں بھی پہنچی۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سبقت لے گئی اور داخل ہوتے ہی لیٹ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا: ''اے عائشہ! تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تمہارا سانس پھول رہا ہے؟'' میں نے کہا: کچھ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم بتا دو ورنہ مجھے باریک بین خبردار یعنی اللہ تعالیٰ خبر دے دے گا۔'' تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان' پھر پورے قصہ کی خبر میں نے آپ کو دے دی۔ فرمایا: ''میں اپنے آگے آگے جو سیاہ سی چیز دیکھ رہا تھا وہ تو تھی۔'' میں نے عرض کیا جی ہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر مارا جس کی مجھے تکلیف ہوئی۔ پھر فرمایا: ''تو نے خیال کیا کہ اللہ اور اس کا رسول تیرا حق دبا لے گا؟'' فرماتی ہیں جب لوگ کوئی چیز چھپاتے ہیں اللہ تو اس کو خوب جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے جب تو نے دیکھا تو مجھے پکارا اور تجھ سے چھپایا تو میں نے بھی تم سے چھپانے ہی کو پسند کیا اور وہ تمہارے پاس اس لئے نہیں آئے کہ تو نے اپنے کپڑے اتار دیئے تھے اور میں نے گمان کیا کہ تو سو چکی ہے اور میں نے تجھے بیدار کرنا پسند نہ کیا میں نے یہ خوف کیا کہ تم گھبرا جاؤ گی۔ جبرائیل علیہ

السلام نے کہا: آپ کے رب نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ بقیع تشریف لے جائیں اور ان کے لئے مغفرت مانگیں۔" پھر عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے لئے کیسے دعا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو کہہ:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ ۔

"سلام ہے ایماندار گھر والوں پر اور مسلمانوں پر' اللہ ہم سے آگے جانے والوں پر رحمت فرمائے اور تاخیر سے جانے والوں پر بھی' ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔" (صحیح مسلم' الجنائز' باب مایقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها' 2256'

النسائی' 2036' 3973' 3974)

## قبر میں مومن اور کافر کی حالت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب مردہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس کالی کیری آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں جن میں سے ایک منکر اور دوسرے نکیر۔ فرماتے ہیں وہ دونوں اس مردہ سے پوچھتے ہیں کہ تم اس آدمی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا کہتے تھے؟ اگر وہ آدمی مومن ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے بھیجے ہوئے (رسول) ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' (یہ سن کر) وہ دونوں فرشتے فرماتے ہیں۔ ہم جانتے تھے کہ تو یقیناً یہی کہے گا' اس کے بعد اس کی قبر کی لمبائی اور چوڑائی میں ستر ستر گز کشادگی کردی جاتی ہے اور اس مردہ سے کہا جاتا ہے کہ (سو جاؤ) مردہ کہتا ہے (میں چاہتا ہوں) کہ اپنے اہل وعیال میں واپس چلا جاؤں تا کہ ان کو (اپنے اس حال سے) باخبر کر

دوں۔ فرشتے اس سے فرماتے ہیں تو اس دلہن کی طرح سو جا جس کو صرف وہی آدمی جگا سکتا ہے جو اس کے نزدیک سب سے محبوب ہو یعنی ہر کسی کا جگانا اچھا نہیں لگتا کیونکہ اس سے وحشت ہوتی ہے البتہ جب محبوب جگاتا ہے تو اچھا لگتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس جگہ سے اٹھائے اور اگر وہ مردہ منافق ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو جو کچھ کہتے سنا تھا وہی میں کہتا تھا لیکن میں (اس کی حقیقت کو) نہیں جانتا (منافق کا یہ جواب سن کر) فرشتے فرماتے ہیں ہم جانتے تھے کہ یقیناً تو یہی کہے گا (اس کے بعد) زمین کو مل جانے کا حکم دیا جاتا ہے چنانچہ زمین اس مردہ کو اس طرح دباتی ہے کہ اس کی دائیں پسلیاں بائیں اور بائیں پسلیاں دائیں نکل آتی ہیں اور اسی طرح ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس جگہ سے اٹھائے گا۔"

(جامع ترمذی' الجنائز' باب ماجاء فی عذاب القبر' 1071)



# (190)

# علامہ بدیع الزمان ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ

عربی ادب میں مقامات اسلوب ایجاد کرنے والے اس لاثانی ادبی اور شہرۂ آفاق خطیب نے چار سو مقامات لکھے۔ علم کی وادیوں میں سرگرداں علوم وفنون کے سمندر میں غوطہ لگا کر جواہرات اخذ کرنے والی اس علمی شخصیت کا سن پیدائش 358ھ ہے اور چالیس سال کی عمر میں 398ھ میں وفات پائی۔

(امت مسلمہ کے محسن علماء ترجمہ العلماء العزاب ص 328)

علامہ بدیع الزمان خود ہمدان کے رہنے والے تھے جو خراسان ایران کا مشہور شہر ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ انہیں ہمدان سے کوئی محبت نہ تھی بلکہ اس کی مذمت میں خود انہوں نے یہ دلچسپ شعر کہے:

ھمدان لی بلد اقول بفضلہ
لکنہ من اقبح البلدان
صبیانہ فی القبح مثل شیوخہ
وشیوخہ فی العقل کالصبیا

''ہمدان میرا شہر ہے اور میں اس کی فضیلت کا قائل ہوں لیکن یہ بدترین شہر ہے اس کے بچے ظاہری بدصورتی میں بوڑھوں کی طرح ہیں اور اس کے بوڑھے عقل کی کمزوری میں بچوں کی طرح ہیں۔''

☆......حافظہ و یادداشت کی قوت میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک تھے۔ جو بات

پڑھتے فوراً یاد ہو جاتی' بیسیوں اشعار پر مشتمل قصیدہ کو ایک مرتبہ سنتے تو وہ یاد ہو جاتا اور شروع سے لے کر آخر تک ایک حروف کی تبدیلی کے بغیر سنا دیتے۔

معجم الادباء میں شیخ بدیع الزمان کا تذکرہ کچھ ان الفاظ میں آیا ہے:

''قوت ذکاوت' سرعت حفظ' ذہن کی صفائی اور قوتِ نفس میں وہ اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی تھے۔ ان کی شخصیت میں عجائبات ونوادرات پنہاں تھے۔ بعض اوقات ان کے سامنے پچاس اشعار سے زیادہ پر مشتمل قصیدہ پڑھا جاتا جس کو اس سے پہلے انہوں نے کبھی نہ سنا ہوتا' ایک دفعہ سننے کے بعد وہ پورا قصیدہ ان کو یاد ہو جاتا اور وہ اس کو شروع سے لے کر آخرت تک کسی حرف کی کمی کے بغیر سنا دیتے' اسی طرح بعض اوقات کوئی ایسی کتاب جس کو انہوں نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا ہوتا تھا' اس کے چار پانچ اوراق کو وہ ایک سرسری نظر سے دیکھتے اور پھر اس کو بڑی روانی کے ساتھ زبانی سنا دیتے' بعض مرتبہ ان کے آخری طرف سے کسی کتاب کی تصنیف کا مطالبہ کیا جاتا تو وہ کتاب کے آخری مضامین کی طرف سے لکھنا شروع کرتے اور کتاب کو اس کے ابتدائی مضامین پر بڑے احسن اور انوکھے انداز میں مکمل کر دیتے۔'' (معجم الادباء' 2/161-202)

علامہ ثعالبی نے یتیمۃ الدھر میں لکھا ہے: ''ایک مرتبہ پچاس ابیات پر مشتمل ایک قصیدہ ان کے سامنے پڑھا گیا جو انہوں نے پہلی بار سنا اور ایک ہی بار سننے سے وہ انہیں یاد ہو گیا۔'' (یتیمۃ الدھر' 4/241)

☆...... علامہ بدیع الزمان کا انتقال 398ھ میں ہوا۔ ابن خلکان نے ان کی وفات کا حیرت انگیز واقعہ نقل کیا کہ وہ بیمار تھے' بیماری کے عالم میں ان پر سکتہ طاری ہوا۔ لوگ سمجھے کہ انتقال ہو گیا اس لئے ان کی تکفین وتجہیز کر دی گئی اور انہیں دفن کر دیا حالانکہ آپ زندہ تھے۔ قبر میں ہوش آیا تو چیخ پڑے۔ لوگوں نے قبر دوبارہ کھولی تو آپ نے داڑھی ہاتھ سے پکڑی ہوئی تھی اور قبر کی ہولناکیوں کی وجہ سے انتقال کر گئے تھے۔

(وفیات الاعیان' 1/130)

# (191)

# میدانِ محشر میں امت محمدیہ کی بارہ جماعتیں

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل فرماتے ہیں: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آیت: يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ اَفْوَاجًا کا مطلب کیا ہے؟ اس سوال کے کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے کپڑے تر ہو گئے۔ پھر فرمایا: اے معاذ! تو نے ایک بہت بڑی چیز کا سوال کیا ہے؟ میری امت حشر کے میدان میں بارہ جماعتوں میں منقسم ہوگی۔

1- ایک جماعت قبروں سے اٹھے گی ان کے ہاتھ پاؤں نہ ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے پڑوسیوں کو ستاتے تھے۔

2- دوسری جماعت قبروں سے اٹھے گی' ان کی شکلیں خنزیر جیسی ہوں گی۔ یہ وہ جماعت ہوگی جو نماز میں سستی اور غفلت کیا کرتی تھی۔

3- تیسری جماعت اپنی قبروں سے اس طرح اٹھے گی کہ پیٹ ان کے پہاڑوں کی طرح ہوں گے۔ ان میں سانپ اور بچھو بھرے ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرتے تھے۔

4- چوتھی جماعت قبروں سے اٹھے گی۔ ان کے منہ سے خون جاری ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمان کے بدلے مال لیا کرتے تھے۔

5- پانچویں جماعت قبروں سے اٹھے گی۔ ان کے جسم پھولے ہوئے ہوں گے اور ان سے مردار کی بدبو سے سخت بدبو آئے گی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو لوگوں کے ڈر کی

وجہ سے چھپ کر گناہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے تھے۔

6- چھٹی جماعت قبروں سے کٹے ہوئے گلے والی اٹھے گی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھوٹی گواہی دیتے تھے۔

7- ساتویں جماعت قبروں سے اٹھے گی' ان کے منہ میں زبانیں نہ ہوں گی بلکہ خون اور پیپ جاری ہوگی اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو جان بوجھ کر گواہی نہیں دیتے تھے۔

8- آٹھویں جماعت قبروں سے اوندے منہ اٹھائی جائے گی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو زنا کیا کرتے تھے اور بغیر توبہ کے مر گئے۔

9- نویں جماعت قبر سے سیاہ اور کیری آنکھوں والی اٹھے گی۔ ان کے پیٹوں میں آگ بھری ہوئی ہوگی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو یتیموں کا مال ظلماً کھا جاتے تھے۔

10- دسویں جماعت قبروں سے برص اور جزامی مرض والی اٹھے گی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو والدین کو ناراض کرتے' ان کی نافرمانی کرتے' ان کو ستاتے تھے۔

11- گیارہویں جماعت قبروں سے اندھی اٹھائی جائے گی۔ ان کے دانت بیل کے سینگ کی طرح ہوں گے۔ ان کے ہونٹ ان کے سینہ پر لٹکے ہوئے ہوں گے اور ان کی زبان ان کی رانوں پر لٹکے گی اور ان کے پیٹ سے پاخانہ نکلتا ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو شراب پیتے تھے۔

12- بارہویں جماعت قبروں سے اٹھے گی ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوئے اور پل صراط سے بجلی کی طرح پار ہو جائیں گے۔ یہ لوگ وہ ہوں گے جو نمازوں کا اہتمام کرتے تھے' عمل صالح کرتے' گناہوں سے پرہیز کرتے' ان کا خاتمہ توبہ پر ہوا۔ ان کا بدلہ جنت ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت اور رضامندی ہے۔ (درۃ الناصحین' ج2' ص50)



# (192)

# عظیم لوگ اور ان کی عظیم باتیں

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوحفص اور نام و نسب عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم ہے۔ آپ کی والدہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی ام عاصم بنت عاصم بن عمر بن الخطاب ہیں۔

حدیث میں آپ ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور دوسرے بلند مرتبہ تابعی محدثین کے شاگرد ہیں اور آپ سے علم حدیث کی تحصیل کرنے والوں میں امام زہری و ابوبکر بن حزم بہت بلند مرتبہ و نامور ہیں۔

بنوامیہ کے بادشاہ سلیمان بن عبدالملک کے بعد آپ والی خلافت و امیر المومنین ہوئے اور صرف دو برس پانچ مہینے آپ سریر آرائے خلافت رہے مگر اتنی قلیل مدت میں آپ نے اپنے عدل و انصاف اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے ایک انقلاب عظیم پیدا فرما دیا اور شاہان بنی امیہ کے برسہا برس کے ظلم و عدوان اور معاصی و بدعات کا بیڑا غرق کر دیا اور اموی سلطنت کو خلافت راشدہ کا نمونہ بنا دیا۔

آپ کے دور خلافت کی برکتیں، دینی خدمتیں اور امت رسول پر آپ کی کریمانہ رحمتیں جو مشہور خلائق ہیں درحقیقت آپ کے ایسے شاندار کارنامے ہیں کہ ہزاروں برس کی گردش لیل و نہار بھی ان چمکتے ہوئے نقوش کو محو نہیں کر سکتی۔ آپ بچپن ہی سے نیک نفس، نہایت صالح اور عابد و زاہد تھے مگر جس دن سے آپ کو خلافت سپرد کی گئی اس دن سے تو آپ کی دنیا ہی بدل گئی۔ اپنی بیوی بنوامیہ کی شاہزادی فاطمہ بنت عبدالملک اور اپنی

باندیوں سے آپ نے فرمادیا کہ اب امانت خداوندی یعنی خلافت کا اتنا بڑا ابوجھ میرے سر پر آگیا ہے کہ اب میں تم لوگوں کی طرف توجہ نہیں کر سکتا اس لئے اگر تم سب چاہو تو طلاق یا آزادی قبول کرلو۔ یہ سن کر سب چیخ مار کر رو پڑیں مگر کسی نے آپ کی جدائی قبول نہیں کی۔ جس دن آپ خلیفہ ہوئے پچاس ہزار دینار آپ کے گھر میں تھے۔ یہ ساری دولت آپ نے خدا کی راہ میں خیرات کردی اور بالکل فقیرانہ زندگی بسر کرنے لگے۔ ان کی بیوی کا بیان ہے کہ جب سے آپ خلیفہ ہوئے کبھی آپ نے غسل جنابت نہیں کیا۔ آپ پر اس قدر خوف خداوندی غالب ہو گیا تھا کہ خلافت کے کاموں سے فارغ ہو کر گھر میں داخل ہوتے تو نماز تہجد کی جگہ پر ساری رات نماز اور گریہ وزاری میں گزار دیتے اور دن کو اکثر روزہ دار رہتے۔ آپ کا ایک خاص معمول یہ بھی تھا کہ جب مدینہ منورہ کسی قاصد کو روانہ فرماتے تو اس کو خاص طور پر یہ تاکید فرماتے کہ وہ روضہ مقدسہ پر حاضر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے دربار میں میرا سلام عرض کرے۔

آپ کے زہد وتقویٰ اور عبادات نیز آپ کے مناقب وکرامات کے احوال بہت زیادہ ہیں جو آپ کی تاریخ میں مفصل طور پر تحریر ہیں۔

کسی نے آپ کو زہر کھلا دیا تھا۔ اس کی تکلیف سے رجب 101 ھ میں بمقام دیر سمعان صوبہ حمص میں آپ شہید ہوئے۔ (طبقات شعرانی واکمال وغیرہ)

☆...... حضرت عبداللہ بن شقیق عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن یا ابومحمد ہے۔ آپ بہت ہی باکرامت بزرگ تابعی محدث ہیں اور علم حدیث میں حضرت امیر المومنین عمر وعثمان وعلی وغیرہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں اور آپ سے علمی فیض اٹھانے والے محدثین میں محمد بن سیرین وقتادہ وغیرہ ہیں۔

ابن سعد نے ان کو تابعین بصرہ کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے اور ابو حاتم وغیرہ نے ان کو ثقہ محدث بتایا ہے اور حریری کا قول ہے کہ عبداللہ بن شقیق کی دعائیں اس قدر جلد

مقبول ہوتی تھیں کہ اگر کوئی بدلی اڑتی ہوئی گزرتی اور یہ دعا کر دیتے کہ اے اللہ! یہ بدلی بغیر برسے ہوئے یہاں سے نہ جانے پائے تو فوراً وہ بدلی ٹھہر جاتی اور بارش ہونے لگتی تھی۔ چنانچہ ابن ابی خیثمہ نے آپ کی اس کرامت کو اپنی تاریخ میں بہت نمایاں طور پر ذکر کیا ہے۔ 108ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

☆...... حضرت عبادہ بن نسی کندی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو عمر اور وطن کے اعتبار سے شامی اردنی ہیں اور طبریہ کے قاضی بھی رہ چکے ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیث کا سماع کیا اور ان سے بھی بڑے محدثین نے حدیث کی سماعت و روایت کی ہے۔ عجلی نے ان کو قابل اعتماد محدث فرمایا اور امام بخاری نے تو ان کو محدثین کا سردار کہا۔

یہ دور تابعین کے اس قدر نیک و صالح اور باکرامت ولی تھے کہ مسلمہ بن عبدالملک فرمایا کرتے تھے کہ کندہ میں تین بزرگ ایسے باکرامت ہیں کہ انہیں تینوں کے طفیل میں اللہ تعالیٰ بارش عطا فرماتا ہے اور ان ہی تینوں کی برکت سے کفار پر اسلامی لشکر کو فتح مبین حاصل ہوتی ہے۔

(1) عبادہ بن نسی (2) رجا بن حیوہ (3) عدی بن عدی اور یہ تینوں اعلیٰ درجے کے محدث ہیں۔ عبادہ بن نسی کا سن وفات 118ھ ہے۔ (تہذیب التہذیب)

☆...... حضرت عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو محمد ہے حبشی نسل کے تھے۔ گھونگھریالے بال، کالا رنگ، پست ناک، آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ بہت ہی جلیل الشان تابعی محدث اور مکرمہ کے فقیہ اعظم تھے۔ آپ کو علم حدیث میں عبداللہ بن عباس و ابو ہریرہ و ابوسعید خدری وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا اور بڑے بڑے حدیث کے اماموں نے آپ کی شاگردی اختیار کی جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

بڑے بڑے فقہائے کرام اور حدیث کے اماموں نے آپ کے فضل و کمال اور

تقویٰ و دینداری کی شہادت دی۔ سلمہ بن کہیل محدث علانیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے علم میں تین ہی شخص ایسے ہیں جنہوں نے علم حدیث کو صرف رضائے الٰہی کے لئے پڑھا ہے۔(1)عطاء(2)طاؤس(3)مجاہد۔

امام اوزاعی نے آپ کی خبر وفات سن کر فرمایا: افسوس! اس وقت دنیا کا سب سے زیادہ بہترین صاحب علم وعمل دنیا سے چلا گیا۔

آپ کے مزاج میں استغنا کے ساتھ ساتھ انکساری بھی بہت زیادہ تھی۔ کوئی ملاقات کے لئے آتا تو اس وقت تک دوازہ نہیں کھولتے جب تک یہ دریافت نہ کر لیتے کہ کس نیت سے ملاقات کے لئے آیا ہے؟ اگر کوئی کہتا کہ میں صرف آپ کی زیارت کے لئے آیا ہوں تو آپ فرماتے کہ کتنا خراب زمانہ آ گیا ہے کہ لوگ مجھ جیسے خراب آدمی کی ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ اکثر امراء اور بنوامیہ کے سلاطین آپ کے شاگرد تھے۔ اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک آپ سے کتاب الحج پڑھتا تھا مگر آپ اس کی بادشاہی کا مطلق خیال نہیں فرماتے تھے اور فقراء و مساکین طلبہ کی صف میں اس کو بٹھاتے تھے۔ چنانچہ سلیمان بن عبدالملک اپنے لڑکوں سے کہا کرتا تھا کہ میرے بچو! بچپن ہی میں علم سیکھ لو کیونکہ علم سیکھنے کے لئے مجھے اس کالے غلام (عطاء بن ابی ریاح) کے سامنے جو ذلت اٹھانی پڑی ہے میں اس کو عمر بھر نہیں بھولوں گا۔

آپ نماز تہجد کے بے حد پابند تھے اور روزانہ نماز تہجد میں دوسو آیتیں نہایت تجوید و ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

آپ نے زندگی میں ستر حج کئے اور سو برس کی عمر پا کر 115ھ میں مکہ معظمہ کے اندر وصال فرمایا۔ (طبقات شعرانی وغیرہ)



# (193)

# موسم سے بے نیاز' اللہ کے بندے

حضرت ابوسلیمان دارانی کے ہمراہ احمد بن حواری مکہ مکرمہ کا سفر کر رہے تھے۔ راستے میں سواری سے پانی کی چھاگل گر گئی۔ حضرت ابوسلیمان دارانی کو خبر دی گئی تو انہوں نے دعا کی اے گمشدہ چیزوں کے ملانے والے' ہمارا مشکیزہ ہمیں لوٹا دے۔ چند لمحہ بعد ایک شخص آواز دیتا ہوا آیا "یہ کس کا مشکیزہ ہے؟" ان لوگوں نے اپنا مشکیزہ لے لیا۔ شدید سردی کا موسم تھا۔ یہ لوگ پوستین پہنے ہوئے تھے۔ یہ لوگ اور آگے بڑھے تو انہیں ایک شخص نظر آیا جس کے بدن پر دو مخدوش چادریں تھیں اور جسم سے پسینہ نکل رہا تھا۔ حضرت ابوسلیمان نے دیکھا تو پوچھا اگر حاجت ہو تو ہم آپ کو سردیوں کا کچھ کپڑا دے دیں۔

اجنبی عارف: سردی و گرمی سب رب تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اگر وہ حکم فرمائے گا تو یہ دونوں میرے پاس آئیں اور وہ حکم فرمائے تو وہ دونوں مجھے چھوڑ دیں۔ میں تو تیس برس سے اسی حال میں اس ویرانے میں پھرتا ہوں۔ نہ کبھی سردی میں ٹھنڈی کی زیادتی سے کپکپایا نہ گرمی میں پسینہ نکلا۔ وہ سردی میں مجھے اپنی آتش عشق میں چھپاتا ہے اور گرمی میں محبت کی ٹھنڈک سے نوازتا ہے۔

اے دارانی! تم کپڑے کی جانب اشارہ کرتے ہو اور زہد کو ترک کرتے ہو تو تمہیں سردی ستاتی ہے۔ اے دارانی! تم روتے چلاتے ہو اور ٹھنڈی ہوا سے آسائش پاتے ہو۔

حضرت دارانی نے فرمایا: "مجھے اس آدمی کے علاوہ کسی نے نہیں پہچانا۔"

اس واقعہ میں رمز یہ ہے کہ گمشدہ مشکیزہ ملنے سے شیخ دارانی میں اگر کچھ خود پسندی ابھری ہو تو اس مرد کامل کا سامنا کرا کے رب تعالیٰ نے ان کے اس جذبہ کو سرد فرمایا تا کہ وہ خود کو حقیر شمار کریں۔ رب کریم اپنے محبوب دوستوں کے حالات کی اسی طرح آراستگی فرماتا ہے اور انہیں نخوت وخود پسندی سے بچاتا ہے۔

☆......ایک درویش خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا اور جیب سے ایک کاغذ نکال کر دیکھتا تھا۔ ایک بزرگ نے کئی روز تک اسے یونہی کرتے ہوئے دیکھا۔ پھر ایک روز دیکھا کہ وہ گرا اور انتقال کر گیا۔ جیب سے جب کاغذ کا ٹکڑا نکالا گیا تو اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ وَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا ۔ اپنے رب کے فیصلہ پر صبر کر بے شک تو ہماری نظر میں ہے۔

☆......حضرت ابوالعباس خضر علیہ السلام نے فرمایا: ان سے ابدال میں سے ایک بزرگ نے پوچھا: "کیا آپ نے کسی اپنے سے بلند مرتبہ ولی اللہ کو بھی دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا: "ہاں۔"

میں مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوا۔ وہاں شیخ عبدالرزاق محدث رحمۃ اللہ علیہ درس حدیث دے رہے تھے۔ ان کے درس میں لوگوں کا ایک انبوہ جمع تھا اور حدیث شریف کی سماعت کر رہا تھا اور مسجد کے ایک کونے میں ایک نوجوان سر بزانو الگ تھلگ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا تمہیں معلوم نہیں لوگ شیخ عبدالرزاق محدث سے حدیث شریف سن رہے ہیں تم بھی ان کے پاس بیٹھ کر حدیث شریف کی سماعت کیوں نہیں کرتے؟ نوجوان نے میری بات سنی ان سنی کر دی اور اسی طرح بیٹھے بیٹھے کہا وہاں لوگ جمع ہیں جو عبدالرزاق سے حدیث سن رہے ہیں اور یہاں وہ ہیں جو خود رزاق سے سنتے ہیں' اس کے بندے سے نہیں۔ میں نے کہا: اگر تمہاری بات سچ ہے تو بتاؤ میں کون ہوں؟ جواب دیا "اگر فراست مومن سچی ہے تو آپ خضر ہیں۔" اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے کچھ دوست ایسے بھی ہیں جنہیں اس کے علو مرتبت کے باعث میں نہیں پہچانتا۔

☆......شہر رحمت و نور مدینہ طیبہ میں درویشان حق بیٹھے ہوئے باہم بندگان خاص میں رونما ہونے والی نشانیوں اور علامتوں کا ذکر کر رہے تھے۔ ایک نابینا شخص ان کی باتیں غور سے سن رہا تھا۔ وہ اٹھ کر درویشوں کے پاس گیا۔ اپنے انس و محبت کا اظہار کیا اور کہا: ''میں ایک عیال دار آدمی تھا۔ ایک دن بقیع کی جانب لکڑی لینے کے ارادے سے گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں ایک جوان اکیلا موجود ہے جو قیمتی کتان کا لباس پہنے ہوئے ہے اور اس کا جوتا اس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے سمجھا یہ کوئی سرگرداں آدمی ہے جس کے دماغ میں کچھ فتور آ گیا ہے۔ میرے دل میں آیا کہ اس کے کپڑے چھین لوں۔ میں نے اس سے کہا اپنے کپڑے اتار دے۔ اس نے کہا: رب تعالیٰ کی حفاظت میں یہاں سے چلا جا۔ میں نے اس سے یہی بات دو تین بار کہی۔ اس نے کہا: کیا تو میرے کپڑے ضرور اتروائے گا۔ میں نے کہا: ہاں! پھر اس نے اپنی دونوں انگلیوں سے میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا اور میری دونوں آنکھیں نکل کر باہر گر پڑیں۔ میں بھونچکا رہ گیا اور چیخا خدا کی قسم اپنا نام تو بتا دے۔ جواب ملا ''میں ابراہیم خواص ہوں۔''

شیخ ابوعبداللہ یمنی یافعی فرماتے ہیں' حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ نے جان لیا تھا کہ چور اندھا ہوئے بغیر اپنی حرکت سے تائب نہ ہوگا۔ اس لئے ایسا کیا۔ دوسری جانب حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو جس شخص نے مارا تھا انہوں نے اس کے حق میں جنت کی دعا فرمائی کیونکہ انہیں اسے ایذا دینے میں اس کا تائب ہونا معلوم نہیں ہوا۔ اس لئے ہمت جوانمردوں سے کام لیتے ہوئے اس کے حق میں جنت کی دعا فرمائی اور واقعی اس دعا کی خیر و برکت ظاہر ہوئی۔ مارنے والے نے حاضر ہو کر معافی مانگی اور معذرت پیش کی۔ حضرت ابراہیم نے ہمت مردانہ سے جواب دیا اور فرمایا وہ سر جسے اعتذار کی ضرورت تھی اسے تو میں بلخ میں چھوڑ آیا ہوں۔ (یعنی جب وہاں تخت شاہی پر متمکن تھا تو سر میں اپنی بڑائی کا سودا تھا اب تو طریق فقراء و مردان راہ کا پابند ہوں)۔

(روض الریاحین)

# (194)

# دنیا خدا سے غافل کر دیتی ہے

(امام ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: حسین بن عبدالرحمٰن نے مجھے ایک شاعر کے یہ شعر سنائے جن میں دنیا کا تذکرہ ہے۔ وہ کہتا ہے کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ دنیا شام کے وقت جن مجالس کو لہو ولعب میں مشغول رکھتی ہے صبح کو وہی مجلسیں نوحہ کناں ہوتی ہیں' زندہ لوگوں کی تعداد بڑھتی رہتی ہے پھر اچانک ان پر موت کی چکی چل پڑتی ہے جس کی وجہ سے وہ نیست ونابود ہو جاتے ہیں۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن حسین نے خبر دی' انہیں ابو عمر وضریر نے' انہیں ایک مسعودی شخص نے' وہ فرماتے ہیں: عون بن عبداللہ نے فرمایا: دنیا کی زیب و زینت اگر چہ وہ ہر طرح کی زیبائش اختیار کئے ہو' سراسر دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔ سب سے بڑی خیر تو کل آخرت میں ہوگی' ہم جس کی طرف سبقت کر رہے ہیں یا اس میں کوتاہی کر رہے ہیں۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن حسین نے خبر دی' انہیں منہال بن یحیٰی نے' انہیں ایاس بن حمزہ نے جو بحرین کے رہنے والے تھے' وہ فرماتے ہیں: ایک عورت بحرین میں رہتی تھی جس کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا۔ وہ کہا کرتی تھی اگر تارک الدنیا لوگ اس اجر وثواب کو دیکھ لیں جو اللہ نے آخرت میں ان کے لئے رکھا ہے تو موت کی تمنا اور اس کے شوق میں ان کی جانیں نکل جائیں تاکہ اللہ نے جو سامان فضل ان کے لئے تیار کر رکھا ہے اسے حاصل کر لیں۔ (صفوۃ الصفوہ' 430' اعلام النساء' 3/5)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابوعبدالرحمٰن قرشی عبداللہ بن عمر بن محمد نے خبر دی' انہیں محمد بن یعلی نے' انہیں موسیٰ بن عبیدہ ربذی نے' وہ فرماتے ہیں: لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا اے میرے بیٹے تو جب سے پیدا ہوا ہے دنیا سے دور ہوتا جا رہا ہے اور آخرت سے قریب ہوتا جا رہا ہے لہٰذا تو جس گھر کی طرف بڑھ رہا ہے اس کے زیادہ قریب ہے بنسبت اس گھر کے جس سے پیٹھ پھیر کر جا رہا ہے۔

(کتاب الزہد لعبداللہ بن مبارک'1060' الاحیاء'3/223)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم عنزی نے خبر دی' انہیں ابوشجاع نے' وہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سلمان فارسی کی طرف لکھا کہ

امابعد: دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے جو چھونے سے انتہائی نرم معلوم ہوتی ہے مگر اپنے زہر سے قتل کر ڈالتا ہے چنانچہ اس کی مرغوبات سے اپنے آپ کو دور رکھ کہ یہ تیرے ساتھ بہت کم عرصہ رہیں گی۔ جب تجھے اس کی جدائی کا یقین ہے تو اپنے آپ سے اس کے تفکرات کو ختم کر دے' جب تجھے دنیا میں سب سے زیادہ خوشی حاصل ہو تو انتہائی محتاط رہ کیونکہ انسان دنیا میں جب کسی خوشی کی وجہ سے مطمئن ہو جاتا ہے تو فوراً کوئی نہ کوئی مصیبت آ پڑتی ہے۔ والسلام (حلیۃ الاولیاء'2/135' الاحیاء'3/230)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن عبدالمجید تمیمی نے خبر دی' انہیں جعفر بن سلیمان نے' وہ مالک بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں مجھ سے عبداللہ رازی نے فرمایا: اگر تو عبادت کی حلاوت چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس میں خوب ترقی ہو تو اپنے اور خواہشات دنیا کے درمیان لوہے کی دیوار بنا لے۔ (حلیہ'2/365)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابراہیم بن سعید نے خبر دی' انہیں عبدالعزیز قرشی نے' وہ فرماتے ہیں: سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ جس طرح ایک برتن میں آگ و پانی جمع نہیں ہو سکتے اسی طرح مومن کے دل میں دنیا و آخرت دونوں کی محبت جمع نہیں ہو سکتی۔ (تاریخ دمشق'20/120' الاحیاء'3/220)

# (195)

# شرابی کی ہدایت کا سبب

(یہ واقعہ پہلے گزر بھی چکا ہے اب ابن جوزی کی زبان سے سنیئے) حضرت سیّدنا یوسف بن حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں حضرت سیّدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک تالاب کے کنارے پر موجود تھا۔ اچانک ہماری نظر ایک بہت بڑے بچھو پر پڑی جو تالاب کے کنارے بیٹھا ہوا تھا۔ اتنی دیر میں ایک بڑا سا مینڈک تالاب سے نکلا اور وہ اس بچھو کے قریب کنارے پر آ گیا۔ بچھو اس مینڈک پر سوار ہوا اور مینڈک اسے لے کر تیرتا ہوا تالاب کے دوسرے کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت سیّدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا: ''چلو! ہم بھی تالاب کے دوسرے کنارے چلتے ہیں اس طرف ضرور کوئی عجیب وغریب واقعہ پیش آنے والا ہے۔

چنانچہ ہم بھی تالاب کے دوسرے کنارے پر پہنچے۔ کنارے پر پہنچ کر مینڈک نے بچھو کو اتار دیا۔ بچھو تیزی سے ایک سمت چلنے لگا۔ ہم بھی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ کچھ دور جا کر ہم نے ایک عجیب وغریب خوفناک منظر دیکھا۔ ایک نوجوان نشے کی حالت میں بے ہوش پڑا ہے۔ اچانک ایک اژدھا ایک جانب سے اس نوجوان کی جانب بڑھا اور اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ جیسے ہی اس نے نوجوان کو ڈسنا چاہا بچھو نے اس پر حملہ کیا اور اس کو ایسا زہریلا ڈنک مارا کہ وہ اژدھا تڑپنے لگا اور نوجوان کے جسم سے دور ہٹ گیا پھر تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ جب سانپ مر گیا تو بچھو واپس تالاب کی طرف گیا۔ وہاں مینڈک

پہلے ہی موجود تھا۔ اس پر سوار ہو کر بچھو دوبارہ دوسرے کنارے کی طرف چلا گیا۔

فانوس بن کر جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

پھر ہم اس نوجوان کے پاس آئے۔ وہ ابھی تک نشے کی حالت میں بے ہوش پڑا تھا۔ حضرت سیّدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو ہلایا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے نوجوان! دیکھ تیرے پاک پروردگار نے کس طرح تیری جان بچائی ہے۔ یہ جو مردہ سانپ تم دیکھ رہے ہو یہ تجھے ہلاک کرنے آیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تیری حفاظت اس طرح کی کہ تالاب کے دوسرے کنارے سے ایک بچھو نے آ کر اس اژدھے کو مار ڈالا اور اس طرح تو اژدھے کے حملے سے محفوظ رہا۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس نوجوان کو سارا واقعہ بتایا اور یہ اشعار پڑھنے لگے:

يَا غَافِلًا وَالْجَلِيْلُ يَحْرُسُهُ مِنْ
كُلِّ سُوْءٍ يَدُوْرُ فِي الظُّلَمِ
كَيْفَ تَنَامُ الْعُيُوْنُ عَنْ مَلِكٍ
يَأْتِيْكَ مِنْهُ فَوَائِدُ النِّعَمِ

ترجمہ: اے غافل! (اٹھ) رب جلیل (اپنے بندے کی) ہر اس برائی سے حفاظت کرتا ہے جو اندھیروں میں گھومتی ہے، پھر تیری آنکھیں اس مالک حقیقی سے غافل ہو کر کیوں سو گئیں جس کی طرف سے تجھے نعمتوں کے فائدے پہنچتے ہیں۔

نوجوان نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان باا ثر سے جب یہ حکمت بھرے اشعار سنے تو وہ خواب غفلت سے جاگ گیا اور اپنے رب کی بارگاہ میں تائب ہو گیا اور کہنے لگا: ''اے میرے پاک پروردگار! جب تو اپنے نافرمان بندوں کے ساتھ ایسا رحمت بھرا برتاؤ کرتا ہے تو اپنے اطاعت گزار بندوں پر تیری رحمت کی برسات کس قدر ہوتی ہوگی۔''

اس کے بعد وہ نوجوان ایک جانب جانے لگا تو میں نے اس سے پوچھا: ''اے نوجوان! کہاں کا ارادہ ہے؟'' اس نے کہا: ''اب میں جنگلوں میں اپنے رب کی عبادت کروں گا اور خدا کی قسم! میں آئندہ کبھی بھی دنیا کی رنگینیوں کی طرف التفات نہ کروں گا اور شہر کی طرف کبھی بھی قدم نہ بڑھاؤں گا۔'' اتنا کہنے کے بعد وہ نوجوان جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔

(عیون الحکایات)



# (196)

## یہ ہماری عید ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور میرے پاس انصار کی دو لڑکیاں جنگ بعاث کے دن کا شعر گا رہی تھیں اوران لڑکیوں کا پیشہ گانے کا نہیں تھا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ شیطانی باجا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں؟ اور وہ عید کا دن تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّهٰذَا عِيْدُنَا ۔

''اے ابوبکر! ہر قوم کی عید (خوشی کا دن) ہوتی ہے اور آج یہ ہماری عید ہے۔'' (بخاری' العیدین' باب سنۃ العیدین لأھل الاسلام' 92' مسلم 2061)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ریشمی جبہ لیا جو بازار میں فروخت ہو رہا تھا اور اس کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خرید لیں اور عید اور وفد کے آنے کے دن اسے پہن کر خود کو آراستہ کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ اس شخص کا لباس ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹھہرے رہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس ایک ریشمی جبہ بھیجا اسے عمر رضی اللہ عنہ نے لے لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا تھا: کہ یہ اس شخص کا لباس ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں (اس کے باوجود) آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے یہ جبہ میرے پاس بھیجا تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"اسے بیچ دو اور اپنی ضرورت پوری کرو۔"
(بخاری العیدین باب فی العیدین والتجمل فیہ 948، مسلم 5404)

☆.....عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے دن عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے اور خطبہ سے پہلے نماز پڑھی۔ ابن جریج نے کہا: مجھ سے عطاء نے بیان کیا کہ ابن عباس نے ابن زبیر کو جب ان کے لئے بیعت لی جارہی تھی پیغام بھیجا کہ عیدالفطر کے دن نماز کے لئے اذان نہیں کہی جاتی تھی اور خطبہ نماز کے بعد ہوتا تھا اور عطاء نے مجھ سے بواسطہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ نہ تو عیدالفطر میں اور نہ عیدالاضحیٰ کے دن اذان دی جاتی تھی اور جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے پہلے نماز پڑھی پھر بعد میں لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو عورتوں کے پاس آئے اور انہیں نصیحت کی اس حال میں کہ بلال رضی اللہ عنہ پر تکیہ کئے ہوئے تھے اور بلال اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے عورتیں ان میں صدقات ڈال رہی تھیں میں نے عطاء سے پوچھا: کیا آپ امام کے لئے واجب سمجھتے ہیں کہ وہ عورتوں کے پاس آئے اور انہیں نصیحت کرے جب وہ نماز سے فارغ ہو جائے؟ انہوں نے جواب دیا: بلاشبہ یہ ان کے ذمہ واجب ہے اور انہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایسا نہیں کرتے۔
(بخاری العیدین باب المشی والرکوب 957، 961، مسلم 2047)

☆.....حفصہ بنت سیرین روایت کرتی ہیں کہ ہم لوگ اپنی لڑکیوں کو عید کے دن نکلنے سے روکتے تھے۔ ایک عورت آئی اور قصر بنی خلف میں اتری۔ میں اس کے پاس پہنچی تو اس نے بیان کیا کہ اس کی بہن کا شوہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات میں شریک ہوا تھا تو اس کی بہن کچھ غزوات میں اپنے شوہر کے ساتھ تھی اور اس نے بیان کیا کہ ہم لوگوں کا کام مریضوں کا علاج اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا تھا تو اس نے کہا: یارسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم لوگوں میں سے کسی کے لئے اس باب میں کوئی مضائقہ ہے کہ وہ (عید کے دن) نہ نکلے اگر اس کی چادر نہ ہو۔ آپ نے فرمایا: ''اس کی ہم جولی اسے اپنی چادر اوڑھا دے اور چاہئے کہ وہ لوگ نیک کام میں شریک ہوں اور مومنین کی دعوت میں حاضر ہوں۔'' حفصہ نے کہا: جب ام عطیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو میں ان کے پاس پہنچی اور ان سے پوچھا: آپ نے اس کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں اور جب کبھی بھی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتیں تو یہ ضرور کہتیں کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' آپ نے فرمایا: ''پردے والی جوان عورتیں باہر نکلیں یا یہ فرمایا: پردے والی اور جوان عورتیں نکلیں۔'' ایوب کو شک ہوا ''حائضہ عورتیں بھی نکلیں' لیکن وہ نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں اور نیک کام اور مومنین کی دعا میں شریک ہوں۔'' حفصہ کا بیان ہے کہ میں نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا حائضہ عورتیں بھی نکلیں؟ انہوں نے کہا: کیا حائضہ عرفات میں اور فلاں فلاں جگہ میں نہیں جاتی ہیں۔

(بخاری' الحیض' باب شھود الحائض العیدین' 324)

یاد رہے! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں حالات بدل جانے کی وجہ سے عورتوں کو پنجگانہ فرض نماز کے لئے بھی مسجد میں آنے سے روک دیا گیا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے اس فیصلے سے اتفاق کیا بوجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین**۔ تفصیل انہی احادیث کے تحت جن میں عورتوں کے مساجد میں نماز کی ادائیگی کا ذکر ہے حواشی میں ملاحظہ ہو اور علماء اہل سنت جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو بھی مانتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ مزاج شناس رسول تھے اور ہم سے زیادہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سمجھنے والے تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی منشا کو سمجھ کر فیصلہ کیا۔ اگر وہ نفوس قدسیہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی مخالفت کرتے تو دین ہم تک نہ پہنچتا۔ ہم کس

کھیت کی مولی ہیں اگر ابوبکر و عمر ہی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو نہ مانتے تھے۔ معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کے ان ستاروں کے بارے میں ہر قسم کی بدگمانی سے بچائے۔ آمین ثم آمین۔

☆...... حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں عیدالاضحیٰ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی تھی اور نہ ہی ابھی تک آپ نے نماز سے فراغت کا سلام پھیرا تھا کہ قربانیوں کا گوشت دیکھا جانے لگا قربانیوں کو نماز عید سے فارغ ہونے سے پہلے ذبح کر دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس آدمی نے اپنی نماز سے پہلے قربانی ذبح کر لی اسے چاہئے کہ وہ اپنی قربان کی جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے ابھی قربانی ذبح نہیں کی اسے چاہئے کہ وہ اللہ کا نام لے کر قربانی کرے۔''

(صحیح بخاری' الذبائح والصید' باب قول النبی فلیذبح علی اسم اللہ' 5500' مسلم 1920)

☆...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا سینگ والا دنبہ لانے کا حکم فرمایا: جو سیاہی میں چلتا ہو اور سیاہی میں بیٹھتا ہو اور سیاہی میں دیکھتا ہو اور ایسا ہی دنبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قربانی کریں۔ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''اے عائشہ! چھری لاؤ اور اسے اچھی طرح تیز کرو۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری پکڑی اور دنبے کو پکڑ کر اسے لٹا دیا پھر اسے ذبح فرما دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ .

''اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کی طرف سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی طرف سے یہ قربانی قبول

فرما۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح قربانی فرمائی۔

(مسلم' الاضاحی' باب استحباب استحسان الضحیۃ' 1967)

☆...... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس آدمی کے پاس (قربانی کا جانور) ذبح کرنے کے لئے ہو تو جب وہ ذی الحجہ کا چاند دیکھ لے تو وہ اس وقت تک اپنے بالوں اور ناخنوں کو نہ کٹوائے جب تک کہ قربانی نہ کر لے۔'' (مسلم' الاضاحی' باب نہی من دخل علیہ ذی الحجۃ' 5121)

☆...... حضرت ابوالطفیل بن عامر واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو چھپا کر کیا بتاتے تھے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ غصہ میں آگئے اور فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخفی طور پر کوئی ایسی چیز نہیں بتائی تھی کہ جو دوسرے لوگوں کو نہ بتائی ہو سوائے اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چار باتیں ارشاد فرمائی ہیں' اس آدمی نے عرض کیا: اے امیر المومنین! وہ کیا ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ایسے آدمی پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے کہ جو آدمی اپنے والدین پر لعنت کرتا ہے۔ ایسے آدمی پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی تعظیم کے لئے ذبح کرے اور ایسے آدمی پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے جو کسی بدعتی آدمی کو پناہ دیتا ہے اور ایسے آدمی پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے کہ جو آدمی زمین کی حد بندی کے نشانات کو مٹاتا ہے۔'' (مسلم' الاضاحی' باب تحریم الذبح لغیر اللہ تعالیٰ ولعن فاعلہ' 1978)

حضرت امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ہم (صحابہ رضی اللہ عنہم) مدینہ منورہ میں قربانی کے جانوروں کو خوب پالا کرتے تھے اور ذوق وشوق سے اپنی اپنی قربانی کے جانوروں کو خوف موٹا تازہ کرتے تھے۔

(صحیح بخاری' کتاب الاضاحی' 910)

جانور بالکل بے عیب اور بے داغ ہونا چاہئے۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"قربانی اس جانور کی کرو جو ایک سال کا ہو۔" (مسلم 1963)
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خصی مینڈھوں کی قربانی دی تھی۔
(مجمع الزوائد 27/4)

☆-عید الاضحیٰ کی نماز بہ نسبت عید الفطر کی نماز کے جلد پڑھ لینی چاہئے۔
☆-عید الاضحیٰ میں بہتر ہے کہ آدمی کچھ کھائے بغیر نماز کے لئے جائے۔
☆-نمازِ عید سے پہلے قربانی جائز نہیں۔
☆-قربانی رات کو بھی ہو سکتی ہے۔ (مگر کراہت کے ساتھ)
☆-نمازِ عید کے لئے آتے جاتے راستہ تبدیل کر لیا جائے۔
☆-یوم العید میں امام وعظ و نصیحت کرے۔
عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں چند کاموں کے علاوہ باقی سب کام ایک جیسے ہیں مثلاً
☆-غسل کرنا اور حسب توفیق کپڑے پہننا۔
☆-خوشبو لگانا۔
☆......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:
كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ يَلْعَبُ السُّوْدَانُ بِالدَّرْقِ وَالْحِرَابِ .
"عید کے دن سوڈان کے کچھ لوگ ڈھال اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے۔"
میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا آپ نے ہی فرمایا: "تم بھی دیکھنا چاہتی ہو؟" میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پیچھے کھڑا کر لیا۔ میرا چہرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر تھا (اس طرح میں پیچھے پردے سے کھیل کو بخوبی دیکھ سکتی تھی) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے "خوب بنوارفدہ!" جب میں تھک گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بس؟" میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: ''تو پھر جاؤ۔'' (صحیح بخاری الجہاد والسیر باب الدرق 2907، 949)

خطبہ عید الاضحیٰ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ۔

يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ○ (آل عمران 102)

يَآأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا○ (النساء 1)

يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا○ يُّصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا○ (الاحزاب 70، 71)

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَّكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ......

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۭ (الحج 36'37)

"اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لئے شعائر اللہ مقرر کیا ہے اس میں تمہارے لئے فائدے ہیں تو (قربانی کرنے کے وقت) قطار باندھ کر ان پر اللہ کا نام لو جب پہلو کے بل گر پڑیں تو ان میں سے کھاؤ اور قناعت سے بیٹھ رہنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ اس طرح ہم نے ان کو تمہارے زیر فرماں کر دیا ہے تا کہ تم شکر کرو۔ اللہ تک ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیز گاری پہنچتی ہے (تقویٰ پہنچتا ہے)"

## قربان کے ثمرات وفوائد:

1- عیدالاضحیٰ ذوالحجہ کے مہینے میں آتی ہے اور ذوالحجہ کا مہینہ حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے۔ اس مہینے میں نیکیوں' بخششوں اور مغفرتوں کے بے شمار ذرائع ہیں۔ اس میں دو عظیم کام "حج اور قربانی" ایک ہی گھرانے کی یاد دلاتے ہیں اور وہ گھرانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ قربانی ہمارے جدامجد سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ادا ہے۔ یہ ادا ہر مسلمان بڑے جوش وخروش سے مناتا ہے۔ یقیناً سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سیرت مقدسہ سے ہمیں حوصلہ' صبر' اطاعت وفرمانبرداری اور قربانی وجاں نثاری کا سبق ملتا ہے۔

2- قربانی صرف اللہ کے لئے کی جائے یعنی قربانی کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ یہ خلوص نیت کے ساتھ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ ○ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الۡاَبۡتَرُ ○ (پارہ30)

''یقیناً ہم نے آپ کو (حوض) کوثر (اور بہت کچھ) دیا ہے' پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر' یقیناً تیرا دشمن ہی لاوارث اور بے نام ونشان ہے''۔

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ○

''کہہ دیجئے میری نماز' میری قربانی' میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔''

3-قربانی ان لوگوں کی قبول ہوتی ہے جو نیک اور متقی ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف انسان کے دل اور تقویٰ کو دیکھتا ہے جیسا کہ فرمایا: (الحج' آیت 37)

## قابیل وہابیل کی قربانیاں

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاتۡلُ عَلَیۡہِمۡ نَبَاَ ابۡنَیۡ اٰدَمَ بِالۡحَقِّ ۘ اِذۡ قَرَّبَا قُرۡبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنۡ اَحَدِہِمَا وَلَمۡ یُتَقَبَّلۡ مِنَ الۡاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقۡتُلَنَّکَ ؕ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ ○ (المائدہ'27)

''اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) ان کو آدم کے دو بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کے حالات (جو بالکل) سچے (ہیں) پڑھ کر سنا دو کہ جب ان دونوں نے (اللہ کی جناب میں) کچھ نیازیں چڑھائیں تو ایک کی نیاز قبول ہوگئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی (تب قابیل ہابیل سے) کہنے لگا: میں تجھے قتل کر دوں گا اس نے کہا: اللہ پرہیزگاروں ہی کی قربانی قبول فرمایا کرتا ہے۔''

4-اور یہ بات طے شدہ ہے کہ جن کے دل میں اللہ کا خوف ہوتا ہے وہی لوگ کامیاب وکامران ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝ حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا ۝ وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۝
وَّ كَاْسًا دِهَاقًا ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ۝ جَزَآءً مِّنْ
رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۝ (النبأ: 31 تا 36)

"یقیناً پرہیزگار لوگوں کے لئے کامیابی ہے' باغات ہیں اور انگور ہیں اور نوجوان کنواری ہم عمر عورتیں ہیں' چھلکتے ہوئے جام شراب ہیں اور وہاں نہ تو وہ بے ہودہ باتیں سنیں گے اور نہ ہی جھوٹی باتیں سنیں گے' (ان کو) تیرے رب کی طرف سے (ان کے نیک اعمال کا) یہ بدلہ ملے گا جو کافی انعام ہو گا۔"

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسِ بِخُلُقٍ حَسَنٍ .

"(اے ابوذر!) تو جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرتا رہ اور اگر خطا ہو جائے تو فوراً نیکی کر وہ اس کو ختم کر دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ مل۔" (ترمذی' 1978' وقال حدیث حسن صحیح)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ الْجَنَّةَ تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ .

"سب سے زیادہ جنت میں جو چیز داخل کرے گی وہ اللہ کا ڈر اور اچھا اخلاق ہے۔" (ترمذی' 2004' حدیث حسن)

5- یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی قربانیاں قبول فرماتا ہے جن میں خلوص ہو' ریاکاری اور دکھاوا نہ ہو' جو متقی ہوں' مشرک نہ ہوں' قربانی سنت کے مطابق ہو' بدعتی نہ ہوں' آدمی نمازی ہو' اگر یہ شرائط نہیں تو اللہ کے ہاں قربانی قابل قبول نہیں۔

6- آج عید کا دن ہے مسلمانوں کی خوشی کا دن ہے۔ حقیقی خوشی یہ ہے کہ انسان

دیکھے کہ وہ کس بات پر خوش ہو رہا ہے کیا اس کے گناہ معاف ہو چکے ہیں۔
شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

لَیْسَ الْعِیْدُ لِمَنْ لَبِسَ الْجَدِیْدَ
اِنَّمَا الْعِیْدُ لِمَنْ خَافَ الْوَعِیْدَ

''عید اس کی نہیں جس نے نئے نئے کپڑے پہن لئے بلکہ عید تو اس کی ہے جو اللہ کے عذاب سے ڈر گیا۔''



# (197)

## ابن سینا اور شمس الائمہ کا حافظہ

صفر 730ھ اگست 980ء کو بخارا کے قریب ''خرشین نامی گاؤں میں اس شہرہ آفاق مسلمان سائنس دان کی پیدائش ہوئی' آپ کا پورا نام حسین بن علی ہے اور ''ابن سینا'' سے مشہور ہیں۔

صدیوں تک طب کی دنیا پر چھائی رہنے والی کتاب ''القانون'' آپ ہی کی تصنیف ہے۔ طب کے شعبہ جات میں اس کتاب کے بعض حصے اب بھی داخل نصاب ہیں۔ آپ کے علمی کارناموں کی اسی پر انتہانہیں بلکہ بیس جلدون میں ''الحاصل والحصول'' تین جلدوں میں ''الانصاف'' اٹھارہ جلدوں میں ''الشفاء'' دس جلدوں میں ''لسان العرب'' اوراسی طرح کی دیگر کئی کتابوں کا ذخیرہ کئی جلدوں پر محیط ہے۔

جب بھی کسی کتاب کو دیکھتے تو صرف پڑھنے کی نہیں پڑھ کر سمجھنے کی عادت تھی۔ مابعد الطبیعات پر ایک کتاب چالیس بار پڑھی' پوری کتاب حفظ تو ہوگئی پر سمجھ میں نہ آئی لیکن ہمت نہ ہاری پھر اسی موضوع پر فارابی کی کتاب خرید کر اس کا مطالعہ کیا۔ موضوع سمجھ میں آ گیا تو اس مسرت میں سجدہ شکر ادا کیا اور صدقہ خیرات کیا۔ (دائرہ معاف اسلامیہ 1/1)

☆......فقہ حنفی کی تدوین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ہوئی۔ فقہاء کی ایک بڑی جماعت تھی جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے چالیس اصحاب وتلامذہ پر مشتمل تھی جس میں امام ابویوسف' امام محمد' امام زفر اور امام حسن بن زیاد جیسے جلیل القدر فقہاء بھی موجود ہوتے تھے۔

اس مجلس شوریٰ کے سربراہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ایک ایک مسئلہ مجلس میں پیش ہوتا اور کافی بحث وتمحیص کے بعد قرآن واحادیث نبویہ کی روشنی میں منقح ہو کر امام احمد کے ہاتھوں لکھا جاتا تھا۔اس طرح ہزاروں مسائل ضبط تحریر میں آئے اور ان کے مجموعہ کو ظاہر الروایہ کہا جاتا ہے' جو کہ مندرجہ ذیل چھ کتابوں کا مجموعہ تھا:

(1) الجامع الکبیر (2) الجامع الصغیر (3) السیر الکبیر (4) السیر الصغیر (5) مبسوط (6) زیادات۔

ان کتابوں کو سامنے رکھ کر بعد میں آنے والے فقہاء نے نہایت عمدگی اور حسن ترتیب کے ساتھ ایسی کتابیں مرتب کیں جو عام مسائل اصول یعنی ظاہر الروایۃ کی حامل ہیں۔اس سلسلہ میں سب سے معتمد کتاب حاکم شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ''کتاب الکافی'' ہے جس کی متعدد شروحات لکھی گئی ہیں۔ان میں سب سے عمدہ شرح امام سرخسی کی مبسوط ہے۔

فقہاء احناف کا بیان ہے کہ مبسوط فقہ حنفی کی اتنی قابل اعتماد کتاب ہے کہ اس کے خلاف کسی کے بیان کئے ہوئے مسئلہ پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تمام مسائل میں اسی کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے' اس کے مسائل کو معمول بہ و مفتی بہ ہونا چاہئے۔

اس عظیم علمی متن کے مصنف محمد احمد بن ابی سہل سرخسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 438ھ ہیں' آپ اپنے زمانہ کے امام مجتہد' اصولی ومناظر تھے۔شمس الائمہ عبدالعزیز حلوائی کے شاگرد رشید تھے اور ان سے بھی بڑے بڑے علماء نے کسب فیض کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس لاثانی شخصیت کو حافظہ بھی بلا کا عطا فرمایا تھا۔مبسوط جیسی لافانی کتاب اسی قوت یادداشت کا ثمرہ تھی۔واقعہ گزر چکا کہ:

''ایک مرتبہ آپ بادشاہ وقت کو ضروری نصیحتیں کرنے کی پاداش میں قید خانہ میں محبوس کر دیئے گئے۔اسی قید کی حالت میں محض اپنی یادداشت کی بناء پر کسی کتاب کا مطالعہ کئے بغیر اپنے شاگردوں کو مبسوط کی پندرہ جلدوں کی املاء کروادی۔(اسلاف کے حیرت انگیز کارنامے' ص 93' املی المبسوط نحو خمس عشرۃ مجلدا وھو فی الجب' الفوائد البھیہ' ص 64' مولانا عبدالحی فرنگی محلی)

# (198)

## سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبیلہ میں تشریف فرما تھے۔ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ ایک انصاری عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھجوایا کہ میرا لڑکا قریب المرگ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں سمیت تشریف لے آئے اور ان کے لڑکے کو اپنی گود میں لٹایا۔ وہ فوراً مر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سے آنسو بہے۔ اس عورت نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے امانت لے لی اور اسی کے لئے ہے جو باقی ہے اور ہر امر کی مدت لکھی ہوتی ہے۔ اس لئے صبر کروں اور ثواب حاصل کروں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان جنت میں بلند درجہ حاصل کرے گا وہ درجہ نماز سے حاصل ہوتا ہے اور نہ روزے سے نہ حج سے اور نہ عبادت سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا پھر کس چیز سے حاصل ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مصیبت آئے اس پر صبر کرنے پر۔ (جلیس الناصحین ص 117)

☆...... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دحیہ کلبی عرب کے سرداروں میں سے ایک سردار تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ وہ اسلام لے آئیں کیونکہ ان کے ماتحت سات صد گھرانے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ تو دحیہ کو اسلام نصیب فرما۔ جب دحیہ نے اسلام لانے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ میں نے دحیہ کا دل نور ایمان سے مزین کر

دیا ہے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والا ہے۔ جب دحیہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کمر مبارک سے چادر مبارک اتار کر بچھائی اور اشارہ کیا دحیہ کو اس پر بیٹھنے کا۔ جب دحیہ نے یہ تعظیم وتکریم ملاحظہ کی تو (خوشی سے) رو پڑا اور چادر اٹھا کر چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھی پھر دحیہ نے عرض کیا: حضور! اسلام کی شرائط بیان فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دینا اسلام کی شرط ہے۔ دحیہ پھر رو پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے دحیہ تیرا یہ رونا اسلام لانے کی خوشی کی وجہ سے ہے یا کسی دوسری وجہ سے ہے؟ دحیہ نے کہا: میں نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں کیا وہ معاف ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرمائے تو میں اپنا تمام مال صدقہ کر دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ کیا گناہ ہے؟ دحیہ نے کہا: میں اپنی قوم کا سردار تھا' مجھے یہ پسند نہ تھا کہ لوگ کہیں فلاں کا بیٹا دحیہ کا داماد ہے' اس لئے میں نے اپنی ستر بیٹیوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیران رہ گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: دحیہ سے کہہ دو کہ جب میں نے تیرے اسلام کی وجہ سے تیرے ساٹھ سال کا کفر معاف کر دیا پھر تیرا ستر بیٹیوں کا قتل کیوں نہ معاف کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی رو پڑے اور عرض کی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے' تو نے دحیہ کو ایک مرتبہ کلمہ پڑھنے کی وجہ سے بخش دیا اور اس کا جرم کبیر معاف کر دیا۔ پھر کیسے تو بقیہ مومنین کو معاف نہیں کرے گا حالانکہ وہ تو اپنی تمام زندگی اس کلمہ کو پڑھتے رہیں گے۔

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام شب برأت کو میرے پاس آئے اور فرمایا: اے محمد! یہ ایسی رات ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے اور رحمت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ آپ اٹھیں اور نماز پڑھیں اور اپنے ہاتھوں اور سر مبارک کو آسمان کی طرف اٹھائیں (اور دعا

مانگیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کیسی رات ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس میں رحمت کے تین سو دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اللہ سب کو بخش دے گا سوائے اس کے جو شرک کرتا ہو یا جادو کرتا ہو یا کاہن ہو یا کینہ رکھنے والا ہو یا ہمیشہ شراب کا عادی ہو یا زنا پر اصرار کرنے والا ہو یا سود خور ہو یا والدین کا نافرمان ہو یا چغل خور ہو یا قطع رحمی کرنے والا ہو۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہ کرے گا' جب تک یہ پکی سچی توبہ نہ کرلیں اور ان گناہوں کو ترک نہ کردیں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور نماز پڑھی اور سجدہ میں روتے رہے اور کہتے تھے اے اللہ! میں پناہ پکڑتا ہوں تیرے عذاب سے اور تیری ناراضگی سے اور میں نہیں تعریف کرسکتا تیری جیسے تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔ تیرے ہی لئے ساری تعریفیں ہیں یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔

(درۃ الناصحین' ج2' ص207)

☆...... بعض روایات میں ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرتا ہے اور اس کی آنکھ سے آنسو بہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان آنسوؤں سے ایک درخت پیدا فرماتا ہے' جس کو سعادت کا درخت کہا جاتا ہے۔ جب اس درخت پر خوف اور غم کی ہوا چلتی ہے کہ اس سے واہ محمد کی آواز نکلتی ہے اس آواز کو اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی قبر شریف میں سنوا دیتا ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اپنی امت کے لئے روتے ہیں اور آنسو بہاتے ہیں۔ ان آنسوؤں سے اللہ تعالیٰ ایک درخت پیدا کرتا ہے جس کو شفاعت کا درخت کہا جاتا ہے۔ جب اس درخت پر نبوت اور رسالت کی ہوا چلتی ہے کہ اس سے آواز نکلتی ہے واہ امتاہ اس آواز کو اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں میں پھیلا دیتا ہے جس کو تمام فرشتے سن لیتے ہیں اور سجدہ میں گر جاتے ہیں اور روتے ہیں اور گریہ وزاری کرتے ہیں اور کہتے ہیں واہ امت محمد واہ۔ اللہ تعالیٰ ان کے رونے کو اور ان کی پکار کو سنتا ہے اور فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ تم کیوں روتے ہو؟ فرشتے کہتے ہیں اے رب تو خوب

جانتا ہے ہمارے رونے کو ہمارا رونا امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے فرشتو تم گواہ رہو میں نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر اس شخص کو بخش دیا جو میرے خوف سے روتا ہے۔ (درۃ الناصحین ج2 ص246)

☆...... بعض روایات میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوح محفوظ سے فرمائے گا میری امانت یعنی قرآن کہاں ہے؟ وہ عرض کرے گی یارب میں نے صحیح سالم اور مکمل طور پر اسرافیل علیہ السلام کے حوالے کر دی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل سے پوچھے گا کہاں ہے امانت؟ وہ عرض کرے گا: اے رب میں نے میکائیل کے سپرد کر دی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ میکائیل علیہ السلام سے پوچھے گا۔ وہ عرض کرے گا یارب میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے حوالے کر دی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے جبرائیل! کہاں ہے امانت؟ وہ عرض کریں گے: اے ربّ میں نے تیرے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کر دی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے محبوب کو پیار و محبت سے بلا لاؤ۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئیں گے اور عرض کریں گے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے چلیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے محبوب کیا جبرائیل نے میری امانت تیرے سپرد کی تھی؟ آپ عرض گے: ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محبوب امانت کو کیا کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے: یارب! میں نے اپنی امت کے سپرد کر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: بلاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو میں ان سے پوچھوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے: اے رب میری امت کمزور ہے، وہ تیرے سامنے جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتی تو مجھے اجازت عنایت فرما کہ آدم علیہ السلام کے پاس جاؤں۔ اللہ تعالیٰ اجازت عطا فرمائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور فرمائیں گے اے آدم آپ ابوالبشر ہیں، میں ان کا نبی ہوں اگر امت کو کوئی تکلیف پہنچے گی تو ہم دونوں کو غم اور پریشانی ہوگی اس لئے میری امت کے آدھے گناہ آپ لے لیں اور آدھے میں لے لوں تا کہ وہ حساب و کتاب سے بچ جائیں۔ آدم علیہ

السلام کہیں گے میں تو اپنے آپ میں مشغول ہوں میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس آ کر عرش کے نیچے سجدہ کریں گے اور بہت روئیں گے اور گڑگڑائیں گے اور عرض کریں گے اے رب! میں نے اپنے لئے فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسن رضی اللہ عنہ کے لئے سوال نہیں کرتا بلکہ اپنی امت کیلئے سوال کرتا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے فرمائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھا اور مانگ ہم عطا کریں گے تو سفارش کر ہم سفارش قبول کریں گے اور تیری امت کو اتنا عطا کروں گا تو راضی ہو جائے اور اس سے بھی زیادہ دوں گا۔ ارشادِ باری ہے عنقریب دے گا تیرا رب تجھ کو پس تو خوش ہو جائے گا۔ (درۃ الناصحین ج2 ص105)



# (199)

## محبوب خدا کے سچے وارث

یعنی محدثین کرام رحمہم اللہ میں سے چند کے حالات' خدمات اور کرامات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

☆......حضرت علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم یہ حضرت عبداللہ بن عباس صحابی رضی اللہ عنہما کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔ ان کی والدہ کا نام زرعہ بنت مشرح ہے۔ یہ خاندان قریش میں سب سے زیادہ حسین وجمیل تھے۔ بالوں میں وسمہ کا خضاب فرماتے تھے۔ یہ 40ھ میں خاص اس رات پیدا ہوئے جس رات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں شہید ہو گئے۔

ان کا وطن مدینہ منورہ ہے اور تابعی محدثین میں ان کا شمار ہے۔ انہوں نے علم حدیث اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عباس و ابوہریرہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پڑھا اور ان کی مجلس درس میں سبق پڑھنے والوں کی فہرست میں ان کے فرزند محمد بن علی اور امام زہری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

یہ بہت ثقہ و معتمد محدث تھے مگر بہت ہی کم حدیثوں کی روایت فرماتے تھے۔ زیادہ تر ان کا میلان عبادت کی طرف تھا چنانچہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ کثرت نماز کی وجہ سے لوگ ان کو سجاد (بہت زیادہ سجدہ کرنے والا) کہا کرتے تھے۔

ان کو عبادت کا ذوق وشوق اس طرح پیدا ہوا کہ انہوں نے حضرت امیر المومنین

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پوتے عبدالرحمٰن بن ابان کو بہت زیادہ عبادت کرتے ہوئے دیکھا تو ان کے دل پر بہت زیادہ اثر ہوا اور کہنے لگے: حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا رشتۂ نسب عبدالرحمٰن بن ابان کی بہ نسبت بہت ہی قریب ہے لہٰذا مجھے ان سے زیادہ اتباعِ سنت وکثرت عبادت کا حق ہے۔ بس ایک دم یہ خیال آتے ہی درس حدیث کی مجلس چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے اور دن رات عبادت میں مشغول رہنے لگے۔

ابن مدینی کا قول ہے کہ 117ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

☆...... حضرت عمیر بن ہانی عنسی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوالولید ہے اور وطن کی نسبت کے اعتبار سے دمشقی دارانی ہیں۔ شام کے تابعی محدثین میں صلاح وتقویٰ اور کثرت عبادت کے لحاظ سے بہت ممتاز ونامور ہیں۔

حدیث میں حضرت ابو ہریرہ وامیر معاویہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے استفادہ کیا اور عبدالرحمٰن بن ثابت وعثمان بن ابی عاتکہ وسعید بن بشیر وغیرہ محدثین کے استاد ہیں۔

یہ روزانہ بلاناغہ ایک ہزار رکعت نماز نفل اور ایک لاکھ مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کی تسبیح پڑھا کرتے تھے۔

صفر بن حبیب مری خارجی نے ان کو شہید کر دیا اور ان کے سر مبارک کو نیزہ پر چڑھا کر شہر میں گشت کرایا۔ مروان طاطری کا بیان ہے کہ میں نے عمیر بن ہانی کے سر کو نیزہ پر چڑھا کر گشت کرنے والے شخص کو دیکھا تو مجھے برداشت کی طاقت نہیں رہی تو میں نے چلا کر کہا: افسوس اے بدنصیب! کاش تجھے خبر ہوتی کہ تو کس کے سر کو نیزہ پر لے جا رہا ہے؟ آپ کی شہادت کا یہ واقعہ 127ھ میں پیش آیا۔ (تہذیب التہذیب)

☆...... حضرت عبیداللہ بن ابی جعفر مصری رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوبکر اور لقب فقیہ مصر ہے۔ یہ خاص کر مصری محدثین کے استاد حدیث ہیں۔ ابن سعد نے فرمایا: یہ بہت ہی ثقہ محدث اور اپنے زمانے کے بہترین فقیہ تھے۔ ابن یونس کا قول ہے کہ یہ اعلیٰ درجے کے عالم وعابد وزاہد تھے اور مصر میں ان کی کرامتوں کا بڑا چرچا تھا۔ ان کی ایک بڑی

عجیب کرامت یہ ہے کہ یہ قسطنطنیہ کے سمندری جہاد میں شریک ہوئے۔ سمندر میں طوفان آیا اور ان کی کشتی ٹوٹ گئی اور یہ دریا کی طوفانی موجوں میں گر پڑے۔ خدا کی شان کہ سمندر کی موجوں نے ان کو مع سچھ ساتھیوں کے ایک بہت بڑی لکڑی پر پھینک دیا جو سمندر میں تیرتی ہوئی جا رہی تھی چنانچہ یہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس لکڑی پر سوار ہو گئے۔ لکڑی سمندر میں بہتی چلی جا رہی تھی۔ جب یہ لوگ بھوک پیاس سے بے چین ہو گئے تو اس سوکھی لکڑی پر نا گہاں چھ ہرے پتے اگ گئے اور ان لوگوں نے ایک ایک پتہ توڑ کر چوسنا شروع کر دیا۔ اسی وقت ایک ایک پتے کے چوسنے سے ان لوگوں کی بھوک پیاس ختم ہوگئی۔ اس طرح جب بھی ان لوگوں کو بھوک پیاس لگتی تو بالکل اچانک اس سوکھی لکڑی پر چھ پتے اگتے اور یہ لوگ اس کو چوسنے لگتے۔ ایک مدت کے بعد کوئی کشتی ان لوگوں کے قریب سے گزری تو یہ لوگ اس پر سوار ہو گئے اور زندہ وسلامت اپنے وطن میں آ گئے۔ ابن سعد کا قول ہے کہ 135ھ یا 136ھ میں عبید اللہ بن ابی جعفر کا وصال ہوا۔

(تہذیب التہذیب)

حضرت عبد اللہ بن عون خزاز رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو عون اور وطن بصرہ ہے۔ امام مالک کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ابراہیم نخعی و محمد بن سیرین و حسن بصری وغیرہ حدیث کے اماموں سے علم حدیث حاصل کیا اور ان کے تلامذہ میں امام اعمش و سفیان ثوری و وکیع وغیرہ سینکڑوں ائمہ حدیث ہیں۔

ان کے پاس بہت زیادہ احادیث کا ذخیرہ تھا اور یہ انتہائی ثقہ و قابل اعتماد استاد حدیث تھے۔ ہشام بن حسان کہتے ہیں کہ میری آنکھوں نے عبد اللہ بن عون کا مثل نہیں دیکھا اور عبد اللہ بن مبارک فرماتے تھے کہ میری یہ تمنا ہے کہ میں عبد اللہ بن عون کی صحبت اس وقت تک نہ چھوڑوں گا کہ یا تو میری موت ہو جائے یا ان کی وفات ہو جائے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ زہد و عبادت' تقویٰ و فضیلت' سنت پر استقامت' اہل بدعت پر شدت میں عبد اللہ بن عون کی سرداری و بے مثالی مسلم الثبوت ہے۔ تمام عمر صوم داؤدی کے

پابند رہے یعنی ایک دن کا ناغہ دے کر عمر بھر روزے رکھتے تھے۔

محمد بن فضا نے فرمایا: میں خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تو مجھ سے ارشاد نبوی ہوا کہ تم لوگ عبداللہ بن عون کی زیارت کرتے رہو اور ان کی صحبت کو لازم پکڑو کیونکہ وہ محبوب الٰہی ہیں۔ قرہ کہتے ہیں کہ پہلے ہم لوگ محمد بن سیرین کی پرہیزگاری پر تعجب کیا کرتے تھے مگر جب ہم لوگوں نے عبداللہ بن عون کو دیکھا تو ہم لوگ محمد بن سیرین کی پرہیزگاری کو بھول گئے۔ 151ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(تہذیب التہذیب)



# (200)

# جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

(امام ابن ابی الدنیا) عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے عبیداللہ بن محمد نے خبر دی' انہیں ابواسامہ نے' انہیں مالک بن مغول نے' وہ ابوالاسد سہل سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: یوں کہا جاتا تھا کہ جو شخص دنیا و آخرت دونوں کو جمع کرنا چاہتا ہے اس کی مثال اس غلام کی سی ہے جس کے دو آقا ہوں اب وہ پریشان ہے کہ دونوں میں سے کس کو خوش رکھے۔

(بہجۃ المجالس' 291/2)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے خالد بن خداش نے خبر دی' انہیں حماد بن زید نے' وہ ثابت سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: سعید بن ابوبردہ نے میری طرف لکھا۔ اے ابوموسیٰ دنیا میں صرف وہ فتنہ باقی رہ گیا ہے جس کا انتظار تھا اور وہ مشقت جو غم و پریشانی میں ڈالنے والی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء' 260/1' کتاب الزہد لابن مبارک)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ہارون بن سفیان نے خبر دی' انہیں ابن ابی لیلیٰ نے' وہ مسلمہ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں' وہ عبداللہ بن دینار سے' وہ حسن بصری سے کہ وہ فرمایا کرتے تھے جسے دنیا اور اس کی مسرتیں محبوب ہوں اس کے قلب سے خوف آخرت جاتا رہتا ہے اور جو شخص علم حاصل کرے اس کے ساتھ ساتھ دنیا کی حرص بھی بڑھتی رہے۔ وہ اللہ کی نظروں میں مبغوض ہوتا چلا جائے گا اور اللہ سے اس کا بعد بڑھتا رہے گا۔ (حلیۃ الاولیاء' 22/10' بہجۃ المجالس' 281/2)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ہارون بن سفیان نے خبر دی' انہیں ولید بن صالح نے' انہیں ابوالملیح نے' وہ میمون یعنی ابن مہران سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: دنیا تو ساری ہی قلیل ہے اور اب تو اس قلیل کا بھی اکثر حصہ جا چکا ہے اور کم حصہ باقی ہے۔

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: بنو یشکر کے ایک شخص نے مجھے یہ اشعار سنائے:

"دنیا تو ہے ہی قلیل در قلیل اگرچہ کتنی ہی بھلی معلوم ہو۔ یہ بعید نہیں کہ وہ تیرے سامنے بہترین شکل میں آئے' پھر تجھے سکون و اطمینان سے نکال کر مشقتوں اور پریشانیوں میں ڈال دے' حقیقی زندگی تو گھنے سایوں میں اللہ کے پڑوس میں ہوگی' جہاں کوئی تکلیف دہ بات نہ سنائی دے گی۔"

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے حمزہ بن عباس نے خبر دی' انہیں عبدان بن عثمان نے' انہیں ابن مبارک نے' انہیں حنظلہ بن ابی سفیان نے' وہ عطاء سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "دنیا کے اندر دنیا کی بے شمار مثالیں ہیں۔" (کتاب الزہد لابن مبارک' ص 6)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے حمزہ بن عباس نے خبر دی' انہیں عبدان نے' انہیں عبداللہ بن مبارک نے' انہیں ابن لہیعہ نے' انہیں سعید بن ابی سعید نے' وہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کس طرح معلوم ہو کہ میں اچھے حال میں ہوں یا برے حال میں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تو دیکھے کہ تجھے آخرت کی کسی چیز کی جستجو اور تلاش ہوتی ہے تو اس کا حصول تیرے لئے آسان ہو جاتا ہے اور جب تو دنیا کی کوئی چیز طلب کرنا چاہتا ہے تو اس کا حصول تیرے لئے دشوار ہو جاتا ہے تو تو سمجھ لینا کہ تو اچھے حال میں ہے اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو برے حال میں ہے۔ (ایضاً' ص 88)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن حسین نے خبر دی' انہیں ابوایوب دمشقی نے'

وہ فرماتے ہیں سری بن ینعم نے فرمایا: (یہ شام کے مشہور عابدین میں سے تھے) کہ دنیا سے محبت کرنے والے کے لئے ہلاکت ہو کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی نظروں میں مبغوض ہے اس سے محبت کرتا ہے؟

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن حسین نے خبر دی' انہیں محمد بن یزید بن خنیس نے' انہیں سفیان ثوری نے' وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تجھے آخرت کی رغبت اور شوق ہے پھر تجھے دنیا ہی میں بعض دنیوی مطلوبہ اشیاء مہیا ہو جاتی ہیں تو اس سے پریشان نہ ہو۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: احمد بن موسیٰ ثقفی نے مجھے یہ اشعار سنائے۔ ترجمہ: جاہل آدمی کو نواہی منکرات سے نہیں روک سکتی تو اسے ہمیشہ غفلت میں پائے گا' سارا دن لہو ولعب میں خوش رہتا ہے۔ اسے یہ معلوم نہیں کہ کل مصائب کا سامنا ہوگا۔ میں ایک محل کے قریب سے گزرا تو میں نے ایک عجیب معاملہ دیکھا جس میں گناہوں سے تنبیہ اور ڈانٹ تھی۔ چارپائی پر ایک لاش تھی۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے (یعنی کس کی لاش ہے) لوگوں نے کہا: یہ متکبر بادشاہ کی لاش ہے۔ میں نے دیکھا کہ دروازے پر سیاہ پردہ لٹکا ہوا ہے اور باندیاں نوحہ کرتے ہوئے آلات لہو ولعب کو توڑ رہی ہیں تو جس گھر میں بھی رہائش اختیار کرے متنبہ اور ہوشیار رہ' اس میں جی نہ لگا' اور اس کی حقیقت کو جان لے۔

## عیسیٰ علیہ السلام کا حیرت انگیز واقعہ:

عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے اسحٰق بن اسمٰعیل نے خبر دی' انہیں جریر نے خبر دی' وہ لیث سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: ایک شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر کہنے لگا: میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ وہ ساتھ ہو لیا۔ دونوں چلتے ہوئے ایک دریا کے کنارے پہنچے' ان کے پاس تین چپاتیاں تھیں۔ نہر کے کنارے بیٹھ کر وہ کھانا کھانے لگے۔ دو چپاتیاں کھا لیں اور ایک رہ گئی۔ عیسیٰ علیہ السلام اٹھ کر دریا کے کنارے پانی پینے لگے۔ واپس آئے تو چپاتی غائب۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی سے پوچھا چپاتی

کہاں گئی؟ وہ بولا: مجھے معلوم نہیں۔ اس کے بعد وہاں سے چل پڑے۔ ان کے ساتھی بھی ساتھ تھے۔ راستے میں ایک ہرن نظر آیا۔ اس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بچے کو بلایا۔ وہ آ گیا تو اسے ذبح کیا اور بھون کر دونوں نے کھایا پھر ہڈیاں جمع کر کے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو۔ وہ بچہ اٹھ کر چلا گیا۔ پھر اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں اس ذات کے واسطے جس نے تجھے یہ نشانی دکھائی پوچھتا ہوں کہ وہ روٹی کس نے لی ہے؟ وہ پھر کہنے لگا: مجھے علم نہیں۔ پھر چلتے ہوئے ایک پانی سے لبریز وادی پر جا پہنچے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑا اور پانی پر سے چلتے ہوئے اسے عبور کر گئے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے پھر پوچھا: میں تجھ سے اس ذات کے واسطے سے پوچھتا ہوں جس نے یہ نشانی دکھائی کہ وہ روٹی کس نے لی ہے۔ وہ پھر کہنے لگا: مجھے معلوم نہیں۔ اس کے بعد چلتے ہوئے ایک جنگل میں پہنچے۔ ایک جگہ بیٹھ کر عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی جمع کر کے فرمایا: اللہ کے حکم سے سونا بن جا۔ وہ مٹی سونا ہو گئی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے تین حصے کئے اور فرمایا: ایک حصہ تیرا' ایک میرا اور ایک اس کا جس نے وہ روٹی لی۔ وہ فوراً بولا روٹی تو میں نے لی تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ سب کا سب تیرا ہی ہے۔ یہ کہہ کر اس سے جدائی اختیار کر لی۔ اتنے میں دو شخص اس جنگل میں آ پہنچے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص کے پاس اتنا مال ہے تو انہوں نے چاہا کہ اسے قتل کر دیں اور مال اس سے لے لیں۔ وہ کہنے لگا: ہم تینوں اسے آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں (اور اس سے قبل) ایک آدمی کو بستی میں کھانا لانے کے لئے بھیج دیا چنانچہ جسے کھانے کے لئے بھیجا تھا وہ کہنے لگا: میں اس مال میں سے انہیں کیوں تقسیم کر کے دوں میں کھانے میں زہر ملا دیتا ہوں' وہ دونوں مر جائیں گے مال میں لے لوں گا۔ ان دونوں نے مشورہ کیا کہ ہم ایک حصہ مال اسے کیوں دیں' جب وہ کھانا لے کر واپس آئے تو ہم اسے قتل کر دیں اور یہ مال آپس میں بانٹ لیں۔ چنانچہ جب وہ کھانے لے کر واپس ہوا تو ان دونوں نے اسے قتل کر دیا اور کھانا کھا کر وہ دونوں بھی مر گئے۔ چنانچہ وہ

مال جنگل بیابان میں اس طرح پڑا ہوا تھا اور وہ تینوں مرے ہوئے اس کے پاس پڑے تھے۔ اسحٰق بن اسمٰعیل کی روایت کے علاوہ دوسری روایت میں یوں بھی ہے کہ کچھ دیر بعد اسی حال میں عیسیٰ علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا تو فرمانے لگے یہ ہے دنیا! اس سے بچ کر رہو!

## اہل دنیا کی عجیب مثال کا قصہ:

عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے اسحٰق بن اسمٰعیل نے خبر دی' انہیں روح بن عبادہ نے' انہیں ہشام بن حسان نے' وہ حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا: میری' تمہاری اور دنیا کی مثال تو ایسی ہی ہے جیسے کوئی قوم جنگل بیابان میں سفر کر رہی ہے۔ جب سفر کرتے کرتے درمیان میں پہنچے حتیٰ کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں زیادہ سفر طے کرلیا ہے یا زیادہ باقی ہے؟ ان کے ساتھ جو توشہ تھا وہ بھی ختم ہو گیا اور سواریاں بھی ہلاک ہو گئیں۔ اب بغیر کھانے پینے اور سواریوں کے جنگل بیابان میں پڑے ہوئے ہیں اور انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو چکا ہے۔ وہ اسی کشمکش میں تھے کہ ایک شخص نمودار ہوا جس کے کپڑے صاف ستھرے اور سر میں تیل لگا ہوا تھا گویا کہ وہ ابھی ابھی تر و تازہ نہا دھو کر آیا ہے۔ وہ آپس میں کہنے لگے: یہ کہیں کسی قریبی بستی سے آیا ہے' جب وہ ان کے قریب آیا تو دونوں نے ایک دوسرے کو آواز دے کر پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو اور کس حال میں ہو؟ وہ بولے: ہماری حالت آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ وہ کہنے لگا: اگر میں تمہیں ایک سرسبز باغ اور خوشگوار میٹھے پانی کے چشمے پر لے جاؤں تو تم کیا کرو گے؟ وہ بولے: ہم کبھی تمہاری نافرمانی نہ کریں گے؟ وہ کہنے لگا: اللہ کا واسطہ دے کر عہد و میثاق کرتے ہو؟ انہوں نے عہد و میثاق کر لئے کہ وہ کبھی اس کی نافرمانی نہ کریں گے' چنانچہ وہ ان سب کو ایک سرسبز باغ اور خوشگوار پانی میں لے گیا۔

کچھ عرصہ وہاں ٹھہرنے کے بعد وہ کہنے لگا: اے قوم! وہ بولے: جی حضور فرمایئے!

اس نے کہا: اب یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ وہ بولے: کہاں؟ کہنے لگا: ایسے پانی کی طرف جو تمہارے اس پانی سے کہیں عمدہ ہے اور ایسے باغات کی طرف جو اس باغ سے کہیں زیادہ سرسبز و شاداب ہے۔ یہ سن کر قوم کے اکثر لوگ کہنے لگے: اللہ کی قسم! ہمیں تو یہ باغ بھی نظر نہیں آیا تھا اور ہم تو سمجھے تھے کہ ہمیں کوئی ایسی جگہ مل ہی نہ سکے گی اور اس سے بہتر زندگی کا ہم لوگ کیا کریں گے؟ مگر کچھ تھوڑے سے لوگ یہ بھی کہنے لگے: کیا تم نے ان سے اللہ کے نام پر عہد و پیمان نہیں کئے کہ ہم ان کی نافرمانی نہ کریں گے اور جب کہ ان کی پہلی بات سچی تھی تو اللہ کی قسم یہ دوسری بات میں بھی جھوٹ نہ کہیں گے۔ چنانچہ کچھ لوگ ان کے ساتھ چل پڑے اور اکثر وہیں پڑے رہے۔ اچانک دشمن نے ان پر حملہ کر کے کچھ کو قیدی بنا لیا اور کچھ کو قتل کر دیا۔ (کتاب الزہد لابن مبارک' تاریخ ابن عساکر' 213/3 اور طبرانی نے اسے ابن عباس کی سند سے روایت کیا ہے۔ اس میں یوں ہے کہ خواب میں دو فرشتے آئے اور ایک فرشتے نے کہا: ان کی ان کی قوم یعنی امت کی مثال ایسی ہے...... آخر حدیث تک)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے اسحٰق بن ابراہیم نے خبر دی' انہیں روح بن عبادہ نے' وہ عوف سے روایت کرتے ہیں' وہ حسن سے' وہ فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا کی مثال اس شخص کی سی ہے جو پانی پر چلے' کیا جو شخص پانی پر چلے اس کے قدم تر ہوئے بغیر رہیں گے؟

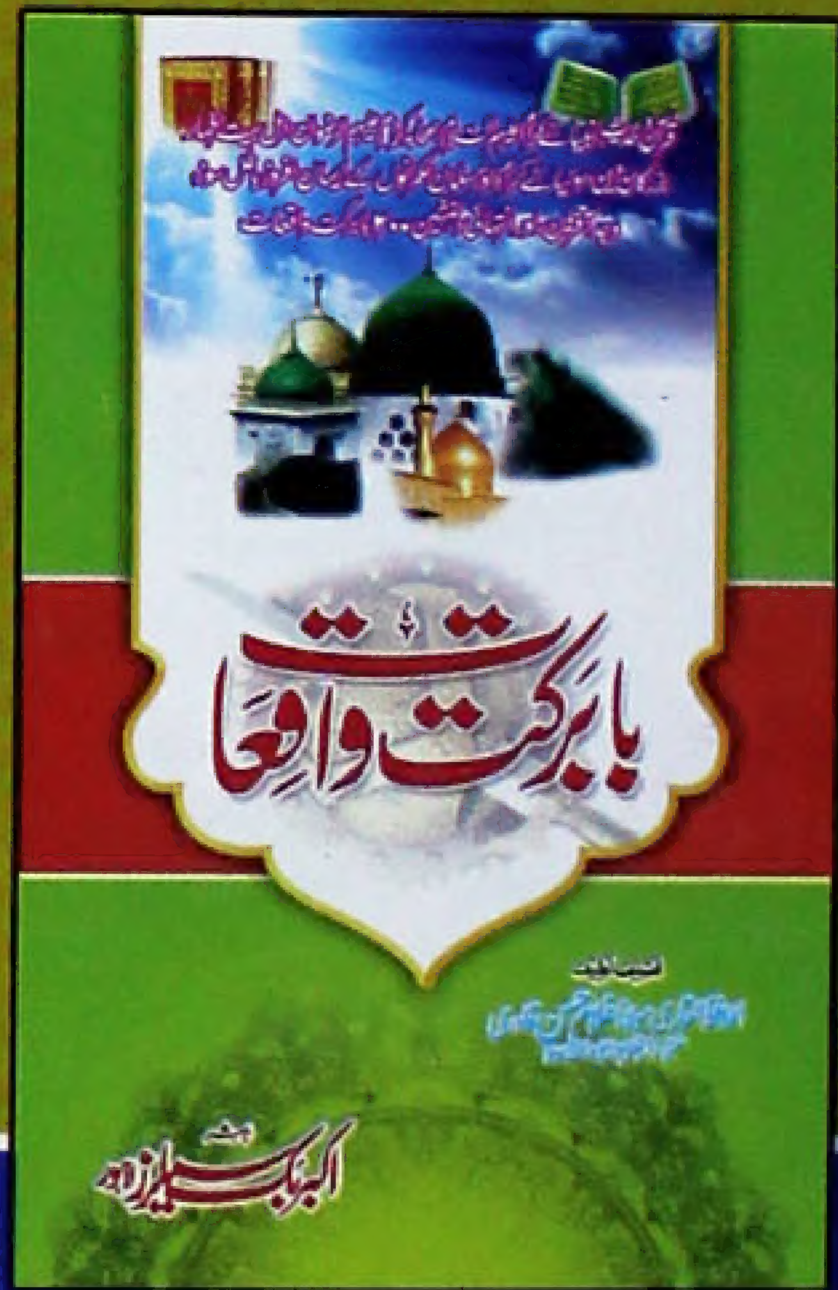
(الاحیاء' 230/3' الاتحاف 110/8)

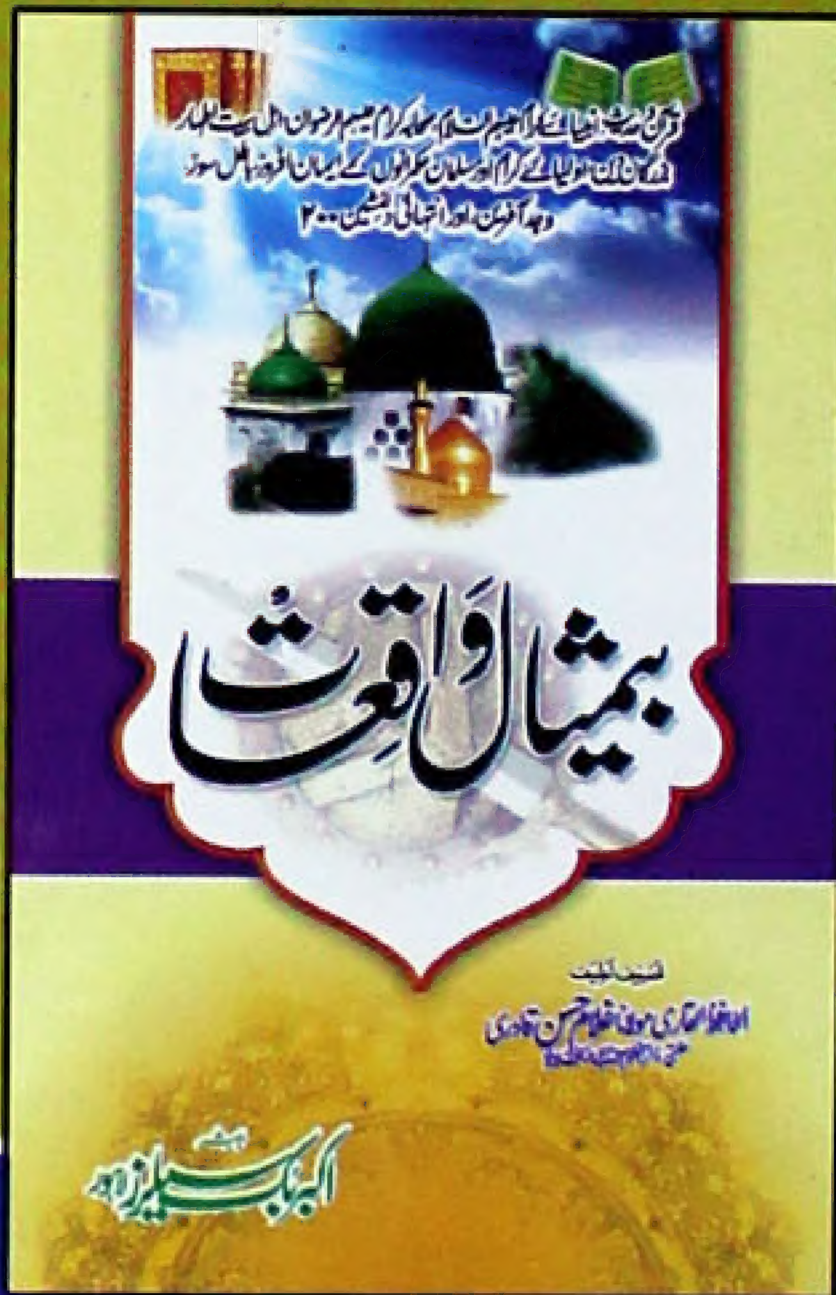


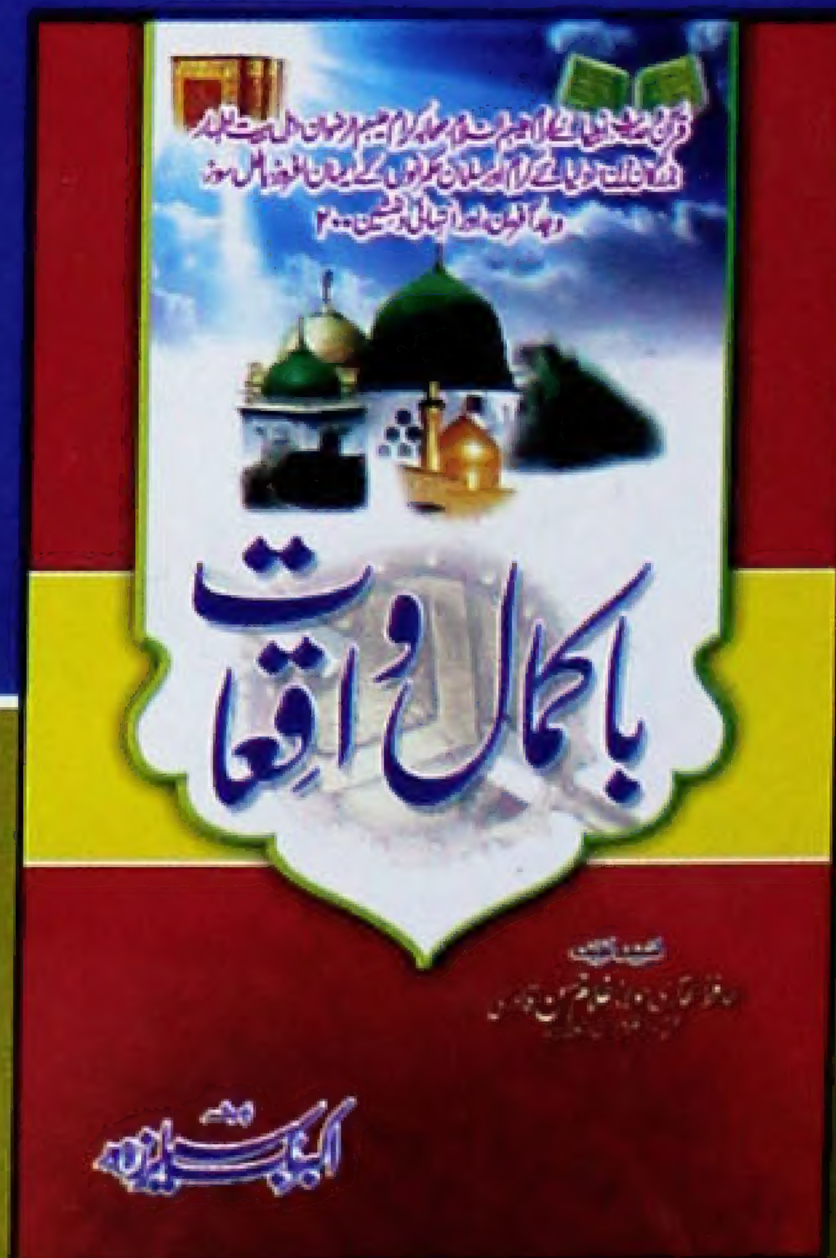
اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ آج بروز جمعۃ المبارک کو یہ مجموعہ اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے۔

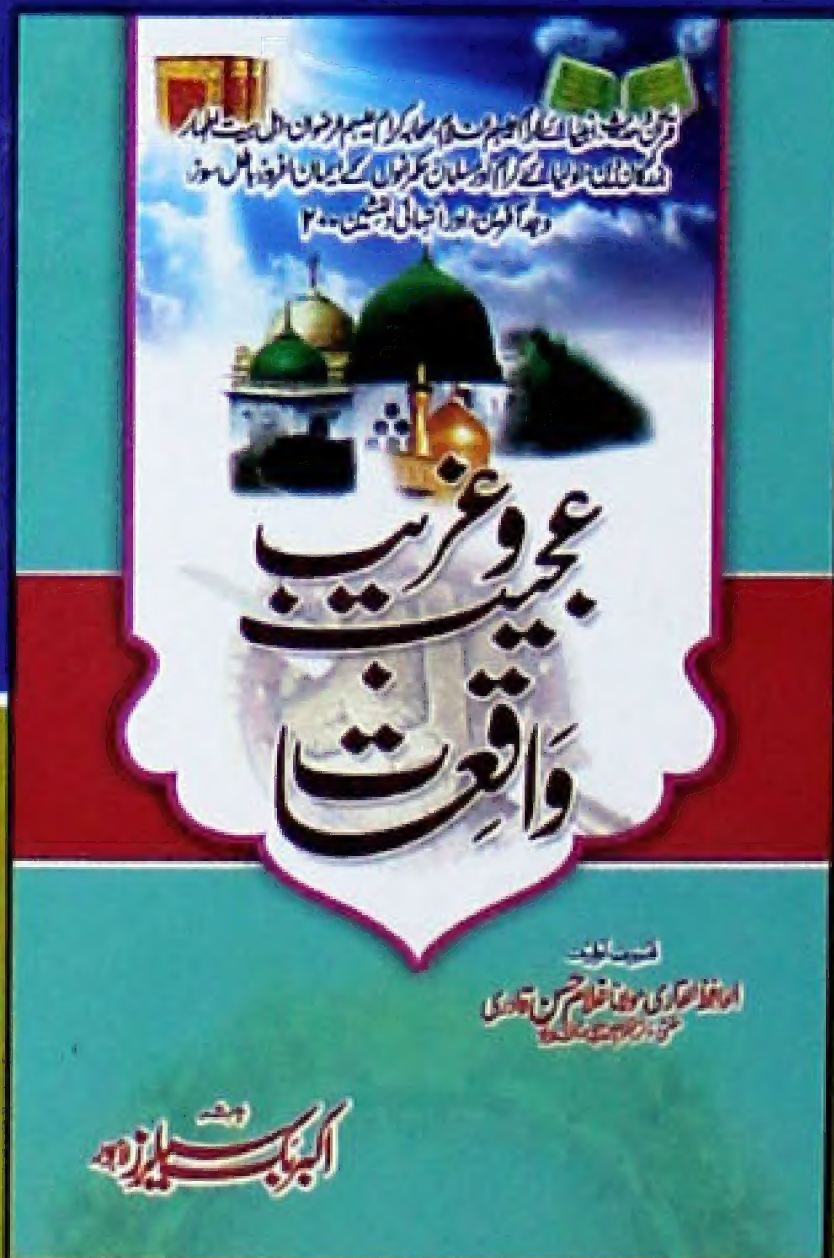
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اخْتَصَّ یَوْمَ الْجُمْعَةِ عَلٰی سَآئِرِ اَیَّامِ الْاُسْبُوْعِ بِاَنْوَاعٍ مِّنَ التَّفْضِیْلِ ○ وَجَعَلَهٗ مَوْسِمًا لِّاغْتِنَامِ الْفَضَائِلِ وَعِیْدًا لِّاَهْلِ الْاِیْمَانِ فِیْ هٰذِهِ الدَّارِ وَفِیْ دَارِ الْكَرَامَةِ وَالتَّبْجِیْلِ ○ فَسُبْحَانَهٗ مِنْ اِلٰهٍ مَّنَّ عَلٰی مَنْ شَآءَ بِالتَّوْفِیْقِ وَسَلَكَ بِهٖ اِلٰی رِضْوَانِهٖ اَقْوَمَ سَبِیْلٍ ○ وَقَضٰی عَلٰی مَنْ شَآءَ بِالْخِذْلَانِ فَهَامَ فِیْ اَوْدِیَةِ الْفَضَلَاتِ كَالسَّكْرَانِ لَامَرْعَوٍ لِّنَاصِحٍ وَّلَا سَامِعٍ لِّقِیْلٍ ○ اَحْمَدُهٗ سُبْحَانَهٗ عَلٰی مَآ اَوْلَاهُ مِنْ اِحْسَانٍ وَّجَمِیْلٍ ○ وَاَشْكُرُهٗ عَلٰی مَا اَسْدَاهُ مِنْ اِكْرَامٍ وَّفَضْلٍ جَزِیْلٍ ○ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَلَا ضِدَّ وَلَا نِدَّ وَلَا مَثِیْلَ ○ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَشْرَفُ مُرْسَلٍ وَّاَقْرَبُ خَلِیْلٍ ○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَعْطِهِمُ الْاَجْرَ الْجَزِیْلَ ○ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔

## الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری کی واقعات پر دیگر تصانیف





ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph: 042 - 37352022